ماہنامہ

خوفناک ڈائجسٹ

نیا سال مبارک

دلوں کو لرزا دینے والی
خوفناک اور سنسنی خیز کہانیاں

بدروح نمبر

قیامت کی 70 نشانیاں

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریب 72 باتیں پیش آئیں گی۔

1-لوگ نمازیں غارت کرنے لگیں گے یعنی نمازوں کا اہتمام رخصت ہو جائے گا۔
2-امانت میں خیانت کرنے لگیں گے۔
3-سود کھانے لگیں گے۔
4-جھوٹ کو حلال سمجھنے لگیں یعنی جھوٹ فن اور ہنر بن جائے گا۔
5-معمولی معمولی باتوں پر خونریزی کرنے لگیں گے۔
6-اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے۔
7-دین بیچ کر دنیا جمع کریں گے۔
8-قطع رحمی یعنی رشتہ داروں سے بدسلوکی ہوگی۔
9-انصاف نایاب ہو جائے گا۔
10-لباس ریشم کا پہنا جائے گا۔
11-ظلم عام ہو جائے گا۔
12-ظلم عام ہو جائے گا۔
13-طلاقوں کی کثرت ہوگی۔
14-ناگہانی موت عام ہو جائے گی۔
15-خیانت کرنے والے کو امین سمجھا جائے گا۔
16-امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا۔
17-جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا۔
18-سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا۔
19-تہمت درازی عام ہو جائے گی۔
20-بارش کے باوجود گرمی ہوگی۔
21-لوگ اولاد کی خواہش کرنے کے بجائے اولاد سے کراہت کریں گے۔
22-کمینوں (بدمعاش، بدعنوان لوگوں) کے ٹھاٹھ ہوں گے۔
23-شریفوں کا ناک میں دم آ جائے گا۔
24-امیر اور وزیر جھوٹ کے عادی بن جائیں گے۔ یعنی صبح شام جھوٹ بولیں گے۔
25-امین خیانت کرنے لگیں گے۔
26-سردار ظلم پیشہ ہوں گے۔
27-عالم اور قاری بدکار ہوں گے۔
28-لوگ جانور کی کھالوں کا لباس پہنیں گے۔
29-مگر ان کے دل مردار سے زیادہ بدبودار ہوں گے۔
30-اور ایلوے سے زیادہ کڑوے ہوں گے۔
31-سونا عام ہو جائے گا۔
32-چاندی کی مانگ ہوگی۔
33-گناہ زیادہ ہو جائیں گے۔
34-امن کم ہو جائے گا۔
35-قرآن کریم کے نسخوں کو آراستہ کیا جائے گا۔
36-مسجدوں میں نقش و نگار کئے جائیں گے۔
37-اونچے اونچے مینار بنیں گے۔
38-لیکن دل ویران ہوں گے۔
39-شرابیں پی جائیں گی۔
40-شرعی سزاؤں کو معطل کر دیا جائے گا۔
41-لونڈی اپنے آقا کو جنے گی یعنی بیٹی ماں پر حکمرانی کرے گی۔
42-جو لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، غیر مہذب ہوں گے وہ بادشاہ بن جائیں گے۔
43-عورت مرد کے شانہ بشانہ کام کرے گی۔
44-عورتیں مردوں اور مرد عورتوں کی نقالی کریں گے۔
45-غیر اللہ کی قسمیں کھائی جائیں گی۔
46-مسلمان بھی بغیر کہے جھوٹی گواہی دینے کو تیار ہوگا۔
47-صرف جان پہچان کے لوگوں کو سلام کیا جائے گا۔
48-شرعی علم دین کے لئے نہیں بلکہ دنیا کے لئے پڑھا جائے گا۔
49-آخرت کے کام سے دنیا کمائی جائے گی۔
50-مال غنیمت کو ذاتی جاگیر سمجھ لیا جائے گا۔
51-امانت کو لوٹ کا مال سمجھا جائے گا۔
52-زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا۔
53-عورتیں مردوں جیسا حلیہ بنائیں گی۔
54-آدمی اپنے باپ کی نافرمانی کرے گا۔
55-آدمی اپنی ماں سے بدسلوکی کرے گا۔
56-دوست کو نقصان پہنچانے سے گریز نہیں کرے گا۔
57-آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا۔
58-بدکاروں کی آوازیں مسجدوں میں بلند ہوں گی۔
59-ناچ گانے والی عورتوں کی تعظیم و تکریم کی جائے گی۔
60-گانے بجانے اور موسیقی کے آلات کو سنبھال کر رکھا جائے گا۔
61-سرِ راہ شرابیں پی جائیں گی۔
62-ظلم کو فخر سمجھا جائے گا۔
63-انصاف بکنے لگے گا۔
64-موسیقی کی لے میں قرآن کریم کی تلاوت کی جائے گی۔
65-پولیس (Police) والوں کی کثرت ہو جائے گی۔
66-درندوں کی کھال استعمال کی جائے گی۔
67-یا تو تم پر سرخ آندھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے۔
68-یا زلزلے آ جائیں۔
69-یا لوگوں کی صورتیں بدل جائیں۔
70-یا آسمان سے پتھر برسیں یا اللہ کی طرف سے کوئی اور عذاب آ جائے۔

(درمنثور 52/6 بحوالہ اصلاحی خطبات: 214/7 تا 220)

☆......آفاق احمد کنڈی - ڈیرہ اسماعیل خان

جادوگر کا خواب

---تحریر: ایم فیاض۔ سرگودھا۔۔

ہم اس بگولے کے ساتھ چل دیئے وہ اڑ رہا تھا اور ہم بھی اس کے ساتھ ساتھ اڑ رہے تھے جب وہاں پہنچے تو دیکھا تو کالی ماتا کے منہ سے بڑے بڑے سانپ نکل رہے تھے وہ ان کا گوشت کھانے لگے تو میں غصہ میں آ گیا اور تلوار نکال لی اور اس گندی شکل کے جن سے میرا مقابلہ ہو گیا اس نے اٹھا مجھے پھینک دیا میری ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور میں نے نعرہ لگا کر وار کیا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور اس کو آگ لگ گئی اور پھر میں نے کالی ماتا کے منہ پر زوردار وار کیا اور سب سانپ ختم ہو گئے اور وہ صرف پتھر کی مورتی بن کر رہ گئی آج چاند کی بھی دس تاریخ ہو گئی تھی اور پھر وہ بگولہ ہنسنے لگا تم نے تمام آتماؤں کا خون کر دیا ماتا کو مار کر اگر میں نے تم سے وعدہ نہ کیا ہوتا تو میں تم اور تمہارے دوستوں کو ختم کر دیتا میں نے کہا ٹھیک ہے یہ لو میں نے مہک کو اس کے حوالے کر دیا اور اپنے دوستوں کو آزاد کروالیا۔ مہک پری رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا یہ جادوگر بڑا مکار ہے اس کا یقین مت کرنا میں نے مہک سے کہا میں تم کو پکڑ کر لے جاؤں گا اور اس جادوگر اور کالی ماتا کو ختم کر دوں گا جادوگر ہنسنے لگا ہاہاہا۔۔تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے تم نے دینا کی سب سے بڑی طاقت اور حسین پری میرے حوالے کر دی ہے اور اب میں چاند کی چودہ تاریخ کو اپنے ختم میں آ جاؤں گا اور اس سے شادی کر لوں گا اور اس کے بچے کا خون کالی ماتا کے چرنوں میں دوں گا اور ساری دنیا پر میری حکومت ہو گی ہاہاہا۔۔ میں نے یونس اور منور سے کہا چلو بھاگ چلو منور نے کہا میں نہیں جاؤں گا میں ماتا کے چرنوں میں ہی رہوں گا یہ مجھے امیر بنائے گی اور یہ سب پریاں میری غلام بن جائیں گی ہاہاہا۔۔ میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گا میں نے اس کو زبردستی کھینچا تو بگولے نے کہا تم کسی کو زبردستی نہیں لے جا سکتے ہو یونس تم بھی میرے ساتھ مل جاؤ تم کو بھی ہیرے موتی سونا چاندی سب کچھ دوں گا اور یہ لڑکیاں تمہاری غلام ہوں گی اور تو کبھی نہیں مرے گا ہمیشہ زندہ رہے گا کمینے تو اور تیری دولت مٹی میں مل جائے گی سب کچھ تیرا برباد ہو جائے گا تو منور نے کہا خبردار میرے آقا کے بارے میں کچھ بھی کہا تو میں تمہارا سر تن سے جدا کر دوں گا یونس نے کہا کمینے تو بھی بہت جلد مرنے والا ہے اور تیرا یہ لالچ کبھی پورا نہیں ہو گا یونس نے کہا فراز مہک کو جادوگر کے حوالے نہیں کرنا چاہیے تھا وہ تم سے بہت پیار کرتی تھی میں مہک تو کیا دنیا کی کوئی بھی چیز اپنے دوستوں کی خاطر قربان کر دیتا

۔ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

میرا نام فیاض ہے میں ہاتھی ونڈ کا رہائشی ہوں ہاتھی ونڈ اس گاؤں کو اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہاں پر پہلے وقتوں میں بہت سارے ہاتھی رہا کرتے تھے یہاں پر ایک بہت بڑا جنگل تھا اور اس جنگل کو جب کاٹا گیا تو اس کے نیچے ایک سینکڑوں سال پرانا قبرستان نکلا اس قبرستان کی کچھ قبروں کی پیمائش کی گئی تو یہ قبریں نو نو دس دس گز لمبی تھیں جن سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہ قبریں سینکڑوں سال پرانی ہیں یہ قبرستان تقریباً چار مربع زمین پر واقع تھا جو بات میں آپ کو بتانے والا ہوں یہ اس وقت کی بات ہے جب میں ساتویں کلاس میں پڑھتا تھا ایک دن میرا دل سکول جانے کو نہ چاہ رہا تھا میں گھر سے سکول کی طرف گیا میرے سب دوست سکول پہنچ



گئے تھے اور میں اکیلا رہ گیا تھا میں قبرستان کی طرف چلا گیا اور وہاں ایک قبر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ جب مجھے بھوک لگی تو قریب ہی ایک دن کا درخت تھا میں اس پر سے پھلیں توڑ توڑ کر کھانے لگا اور وقت کا پتہ ہی نہیں چلا سکول سے چھٹی بھی ہوگئی سب لڑکے گھروں کو واپس پہنچ گئے اور میں گھر نہ پہنچا میرے گھر والے پریشان ہوگئے میرے گھر والوں نے یونس سے پوچھا کہ فراز کیوں نہیں آیا گھر والے مجھے پیار سے فیاض کی بجائے فراز کہتے تھے یونس نے کہا کہ وہ تو سکول گیا ہی نہیں تو آئے گا کیسے ہم کو تو پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہے۔

جب شام ہوئی تو میرے گھر والے بہت پریشان ہوگئے اور میرے دوست بھی پریشان ہو کر سب لوگ مجھے ڈھونڈنے لگے میری نظر درخت میں کسی کپڑے پر پڑی غور سے دیکھا تو وہ کوئی لڑکی تھی میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہی ہو اس نے پلٹ کر مجھ سے سوال کر دیا کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو میں نے کہا میں تو سکول سے بھاگا ہوا ہوں اب تم بتاؤ کہ تم یہاں کیا کر رہی ہو اور تم ہمارے گاؤں ہاتھی ونڈ کی رہنے والی تو نہیں ہو وہ بولی میں دوسرے گاؤں سے آئی ہوں مگر تم اس درخت پر کیا کر رہی ہو اس نے کہا۔

میں لوگوں کی نظروں سے چھپ کر یہاں بیٹھی ہوئی ہوں میں نے کہا اچھا تو اب میں جا رہا ہوں وہ ایک دم نیچے اتر آئی اور اس نے کہا میں تمہارا صدیوں سے انتظار کر رہی ہوں میں نے کہا مگر میں تو تم کو جانتا تک نہیں اسنے کہا آج سے پانچ سو چوبیس سال چھ مہینے اٹھارہ دن پہلے کی بات ہے کہ تم مجھ سے بچھڑ گئے تھے ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے تھے جس دن ہم دونوں کی شادی تھی اس دن کالی ماتا اور اس کی جنوں اور بدروحوں اور بلاؤں کی فوج نے ہمارے محلات پر حملہ کر دیا۔

اس وقت ہماری فوج بڑی بہادری سے لڑی ہماریت جنوں نے ان کے بہت سے جن مار دیئے اس وقت تم بھی بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے اور تم نے ان کی تمام فوج ختم کر دی تھی مگر کالی ماتا بچ گئی اور اس نے تم کو موت کی نیند سلا دیا مجھے یقین نہ آ رہا تھا کہ تم مارے جا چکے ہو میں اس دن سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ اور میں تمہارے ساتھ ہی اپنے پیار کے ساتھ رہتی ہوں تمہارے ساتھ گھر میں مگر میں نے تم پر خود کو کبھی ظاہر نہیں کیا کیونکہ تم بچے تھے اب تم بڑے ہو گئے ہو۔

میں نے کہا تم پاگل ہو جاؤ چلی جاؤ یہاں سے اتنی دیر میں میرے دوست مجھے ڈھونڈتے ہوئے یہاں آ گئے انہوں نے کہا فراز تم یہاں کیا کر رہے ہو میں تم کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہو گیا ہوں چلو گھر چلو جب لوگ پریشان ہیں میں نے کہا میں اکیلا نہیں ہوں یہ لڑکی بھی میرے ساتھ ہے یونس نے کہا کون لڑکی مجھے تو کوئی لڑکی وڑکی نظر نہیں آ رہی ہے منور نے کہا پاگل مت بنو گھر چلو۔

اتنے میں وہ لڑکی بھی ان دونوں پر ظاہر ہو گئی اس نے ان کو بتایا کہ میں فراز کی دوست ہوں اس کو دیکھ کر دونوں حیران رہ گئے کہ اتنی خوبصورت لڑکی چاند سا چہرہ سنہری بال جھیل سی آنکھیں نازک بدن حسن کی ملکہ گلاب سا چہرہ میں نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے اس نے بتایا مہک اس کے دانت موتیوں کی طرح چمک رہے تھے میں نے کہا میرا نام فراز ہے اور یہ میرے دوست ہیں یونس اور منور اس نے کہا۔

میں آپ سب کے نام جانتی ہوں اس سے باتیں کرتے کرتے رات کے بارہ بج گئے ہم کو پتہ بھی نہ چلا میں نے مہک سے پوچھا تمہارے گاؤں کا نام کیا ہے تم کہاں رہتی ہو اس نے کہا میں سندرپور رہتی ہوں یونس نے کہا آؤ ہم تم کو تمہارے گاؤں چھوڑ آئیں منور نے کہا اتنی دور گاؤں ہے ہم کیسے جائیں گے۔ مہک نے کہا میں گاؤں نہیں جاؤں گی کیونکہ اب میں یہیں اسی قبرستان میں ہی رہتی ہوں یہیں میرا گھر ہے آؤ میں تم کو اپنا گھر دکھاتی ہوں۔

وہ ایک قبر کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی اور ہم سے کہا کہ آنکھیں بند کر لو پھر ہم نے آنکھیں بند کیں اور پھر اس نے کہا کہ آنکھیں کھول دو ہم نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہم ایک بہت بڑے عالی شان محل میں

کھڑے ہیں وہاں حسین پریاں تھیں ان پریوں نے ہمارا استقبال کیا ہم کو ہار پہنائے گئے اور سروں پر تاج پہنائے گئے اتنی روشنی تھی کہ رات بھی دن لگ رہا تھا۔ مہک نے ان سے ہمارا تعارف کروایا اور بتایا کہ یہ وہ انسان ہی جس کا ہم صدیوں سے انتظار کر رہے تھے مہک نے کہا آج تم آزاد ہو جاؤ خوشیاں مناؤ پریاں بہت خوش ہوئی انہوں نے کہا۔

کیسا انتظار کیسی خوشیاں ہم آپ کا کوئی کام نہیں کریں گے یہ سن کر سب پریاں اداس ہوگئیں۔ مہک نے کہا آپ بہت اچھے اور بہادر انسان ہیں میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں ہم آپ کا صدیوں سے انتظار کر رہے ہیں منور نے کہا۔

ہم تمہارا کوئی کام نہیں کریں گے ہم کو واپس جانے دو اتنی دیر میں اچانک ایک تیز ہوا چلی ہمارے سانس رکنے لگے اور ہم بے ہوش ہو گئے پھر پریاں کہنے لگیں اب تم واپس جا کر دکھائی مہک نے کہا یہ کس کی شرارت ہے ان کو ہوش میں لاؤ ان کی باتیں تو ہم سن رہے تھے مگر جسم کام نہیں کر رہا تھا پھر ہم کو ہوش میں لایا گیا ہوش میں آتے ہی میں نے کہا آپ کون ہیں ایک نے کہا ہم پری زاد ہیں میں نے پوچھا۔

مگر آپ میں کوئی مرد نظر نہیں آ رہا ہے اب کالی ماتا کے پاس ایک جادوگر انسان ہے اب وہ ہم سب کو مار کر کالی ماتا کے چرنوں میں بلی دینا چاہتا ہے اور مہک سے شادی کرنا چاہتا ہے اگر وہ مہک سے شادی کر لے تو باقی پریوں کو نہیں مارے گا فراز تو ٹھیک ہے مہک اس سے شادی کر لے اور سب کی جان بچا لے یونس نے کہا وہ جادوگر ہے کون اس کا نام کیا ہے۔

منور نے کہا تم اس سے شادی نہیں کرتی تو مت کرو مگر ہم کو جانے دو یونس نے کہا۔

تم اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی تو ہم سب مل کر اس جادوگر کو مار دیتے ہیں تم اس کا نام بتاؤ مہک نے کہا تم اس کا نام جاننا چاہتے ہو اس کا نام ہے جافر جادوگر یونس نے کہا یہ نام تو ہم نے پرانی کہانیوں میں پڑھا ہے مہک نے کہا ہاں یہ وہی جادوگر ہے جس کی آپ بچپن سے کہانیاں سنتے آ رہے ہیں اور وہ سب اس کے غلام ہیں اس لیے ہم سب اس کو نہیں مار سکتے ہیں فراز نے کہا میں اس کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

مہک نے کہا۔ وہ چاند کی چودہ تاریخ والے دن رہا ہونے والا ہے اس کو جمالی بابا نے ایک سو سال پہلے قید کیا تھا کیونکہ اسنے جمالی بابا سے معافی مانگ لی ہے مجھے پتہ ہے کہ وہ رہا ہوتے ہی جمالی بابا سے بغاوت کر دیگا اور پہلے کی طرح قیامت برپا کر دے گا کیونکہ وہ جوان لڑکیوں کا ہی خون کرتا ہے اور ان کا خون کالی ماتا کے چرنوں میں بھینٹ چڑھاتا ہے کالی ماتا کی تمام شکتیاں واپس آ جائیں گی جس دن ایک ہزار ایک سو گیارہ جوان لڑکیوں کا خون اس کو مل جائے گا اور اب صرف گیارہ لڑکیوں کا خون چڑھانا باقی ہے اور اب وہ آزاد ہونے والا ہے منور نے کہا۔

وہ جادوگر ہے کہاں میں اس کو قید میں ہی مار دوں گا مہک نے کہا فراز یہ بڑے کانوں والا تمہارا دوست بہت طاقتور ہے اگر یہ اس جادوگر کے جادو سے بچ کر وار کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اس کو مار دے گا اور اگر جادوگر نے اس بڑے کانوں والے تمہارے دوست کو دیکھ لیا تو وہ اس کو بھی اپنا غلام بنا لے گا منور نے کہا مگر وہ ہے کہاں مہک نے کہا وہ سات سمندر پار ایک پہاڑ کے نیچے قید ہے تم اس کو ایسے نہیں مار سکتے تو یونس کو غصہ آ گیا اس نے کہا یہ ہم کو پاگل بنا رہی ہے ہم جا رہے ہیں۔

یہ سن کر وہ رونے لگی آنکھوں سے موتی جھڑنے لگے مجھے تو وہ اور بھی حسین لگنے لگی میں اس کا دیوانہ ہو گیا میں نے کہا میں اس کو اس حال میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا میرے دوست مجھے واپس جانے کے لیے کھینچنے لگے اور یونس نے کہا۔

اگر تم ہمارے ساتھ نہ گئے تو ہم تم سے ساری زندگی بات نہیں کریں گے میں مجبور تھا دوستوں کو بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا اس لیے میں ان کے ساتھ چل دیا ہم چلتے چلتے تھک گئے مگر واپسی کا راستہ نہ ملا تو مہک نے کہا

اس طرح آپ ساری زندگی بھٹکتے رہیں گے آپ کو راستہ نہیں ملے گا آپ آنکھیں بند کریں میں آپ کو وہیں چھوڑ آتی ہوں ہم نے آنکھیں بند کیں تو ہم وہیں دن کے درخت کے نیچے کھڑے تھے اور وہ حسن کی ملکہ روتی ہوئی غائب ہوئی ہم گھروں کو واپس جانے لگے تو راستے میں اچھا خاصہ خوفناک شکل والا جن ہمارے سامنے کھڑا تھا ہاہاہا۔۔ہاہاہا۔۔

اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور اس نے خوفناک آواز میں کہا تم سب نہیں بچو گے اس کے لمبے لمبے دانت بڑی بڑی آنکھیں آنکھوں کے اندر سانپ سانپوں کے منہ سے آگ برس رہی تھی۔

فراز تم کیا سمجھتے ہو کہ تم مہک پری سے شادی کرلو گے تم ایک معمولی انسان ہو تم میرا کیا مقابلہ کرو گے میں تم کو ابھی وقت ختم کرسکتا ہوں ہاہاہا۔۔اس نے قہقہہ لگایا اور ایک پھونک ہم پر ماری اور ہر طرف دھواں دھواں ہوگیا ہم دھوئیں میں گر گئے اور ہم بے ہوش ہوگئے مجھے جب بھی ہوش آیا تو پتہ چلا کہ منور اور یونس وہاں سے غائب ہیں اور میرے سامنے ایک بزرگ کھڑے تھے انہوں نے کہا بیٹا میرا نام جمالی بابا ہے تم ہی وہ انسان ہو جو جافر جادوگر کو ختم کرسکتے ہو جافر جادوگر پہلے بہت نیک انسان ہوا کرتا تھا پھر وہ پیسے کے لالچ میں الٹے سیدھے جادو سیکھنے لگا اور کالی ماتا کا دیوانہ ہوگیا مگر باباجی میں اس کو کیسے ماردوں گا۔

بیٹا اس کے لیے میں تم کو کچھ چیزیں دوں گا باباجی وہ کیا چیزیں ہیں بیٹا ان کا غلط استعمال کبھی مت کرنا آج تمام رات تم عبادت کرتے رہنا اور اسی جگہ پر سوجانا مگر باباجی وہ چیزیں ہوں گی کیا اور میں ان کو کیسے استعمال کروں گا۔ایک سلمانی ٹوپی ہوں جس کو پہن کر تم کسی کو بھی نظر نہیں آؤ گے ایک تلوار ہوگی جس پر نادعلی لکھی ہوگی ایک جوتے کا جوڑا ہوگا جس کو پہن کر ہوا میں اڑ سکتے ہو اور وہ اس تلوار سے ہی مارا جائے گا کیونکہ جافر جادوگر بہت بڑا جادوگر ہے بیٹا اگر اس نے مہک سے شادی کرلی تو قیامت آجائے گی۔

وہ کیسے باباجی وہ اس لیے کہ جتنی بھی پریاں ہیں ان سب کو مار کر کالی ماتا کے چرنوں میں ڈال دے گا مگر باباجی یہ کالی ماتا اتنی کمینی کیوں ہے کیونکہ بیٹا جس کے بیٹے اتنے بے غیرت اور گندے ہوں ان کی ماں کیسی ہوگی کیونکہ وہ کتوں گدھوں اور بلی وغیرہ کی بلی چڑھا دیتی ہے وہ اپنے بچوں کو بھی معاف نہیں کرتی چاند کی چودہ تاریخ کو وہ مہک سے شادی کرنے آئے گا اور مہک سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ اس کا خون ماتا کے چرنوں میں چڑھا دے گا اور ماتا زندہ ہوجائے گی اور کوئی طاقت اس کو نہیں مار سکتی کالی ماتا اور جافر جادوگر مل کر قیامت برپا کریں گے بدروحیں چڑیلیں گندی آتمائیں زندہ ہوجائیں گی مگر اس سے پہلے تم مہک سے شادی کرلو بیٹا اور اپنے ساتھیوں کو بچالو باقی سب کچھ مہک تم کو بتادے گی۔

مگر باباجی میں مہک کے پاس کیسے جاؤں بیٹا اب وہ باہر نہیں آسکتی کیونکہ اب وہ محل میں قید ہے مگر مہک ان کی ملکہ ہے اور وہ بادشاہ کی بیٹی تھی جب کالی ماتا کی فوج نے حملہ کیا تو مہک کے ماں باپ اور سب جن پریاں اس نے ماردیں تھیں مگر مہک اور اس کی گلام کنیزیں دور کسی باغ میں سیر کو گئیں ہوئی تھیں اس لیے زندہ بچ گئیں اب مہک پر تو جافر جادوگر کا جادو نہیں چل سکتا وہ کہتا ہے مہک جس دن اپنا ہار اتارے گی میں کو بھی قید کرلوں گا اب وہ چاند کی چودہ تاریخ کا انتظار کررہا ہے اس دن جب وہ تم لوگوں کے سامنے آیا اور یونس اور منور کو اٹھا کے لیے وہ ان کی بلی کالی ماتا کے چرنوں میں دینے والا تھا کہ مہک نے اپنا ہار ان دونوں پر پھینک دیا اور خود بھاگ کر محل میں داخل ہوگئی۔

مگر باباجی آپ تو کہہ رہے تھے کہ جادوگر قید میں ہے اور مہک بھی کہتی تھی کہ وہ چاند کی چودہ تاریخ کو آزاد ہوگا بیٹا اب وہ بہت زیادہ طاقت ور ہوگیا ہے قید تو ہے مگر ایک آدمی جس کا نام سیکھ جادوگر ہے اس کا سر نکال کرلے آیا تھا کیونکہ سیکھ جادوگر ایک بہت بڑا جادوگر ہے ایک دن جافر جادوگر اور سیکھ جادوگر کا مقابلہ ہوگیا وہ سیکھ جادوگر ناکام ہوگیا وہ دن قیامت کا دن تھا اس دن تمام بلائیں

میدان میں آگئیں ایک دوسرے کو مارنے لگیں اس دن تمام بدروحیں اور آتمائیں ایک دوسرے کا خون پینے لگیں اور وہاں پر آگیا اور دھواں نظر آرہا تھا جب جافر جادوگر نے دیکھا کہ میری ساری بلائیں مر رہی ہیں اور سیکھ جادوگر جیت رہا ہے۔

جافر جادوگر کو کالی ماتا نے کہا تم اپنی تمام تر بلاؤں کو بلاؤ اور ان سے کہو کہ وہ ایک بہت بڑا پیالہ لو اور تمام آتماؤں کا خون اس پیالے میں بھر دو اور وہاں سے تم بھاگو اور وہاں سے تم کو ایک کنواں نظر آئے گا اور یہ خون کا پیالہ اس کوئیں میں ڈال دینا اور وہاں سے ایک بہت بڑا بچھو حاضر ہوگا اس کے ہزار منہ ہوں گے اور بھڑکتی ہوئی آگ اور سانپ ہوں گے وہ تم سے کہے گا کیا حکم ہے میرے آقا اور اس سے کہنا کہ تم سیکھ جادوگر اور اس کی فوج کو ختم کردو جادوگر نے جب یہ بات سنی تو اپنی تمام آتماؤں کو حکم دیا۔

وہ خون کا پیالہ مجھے لاکر دو وہ پیالہ اتنا بڑا تھا کہ سمندر کی گہرائی سے گہرا اور پہاڑوں سے اونچا جب وہ پیالہ بھر گیا تو جادوگر اس کو لے کر اندھے کنوئیں کی طرف بھاگا اور اندھے کنوئیں میں وہ خون کا پیالہ ڈال دیا اندر سے آواز آئی کیا حکم ہے میرے آقا اور جس طرح اس نے کالی ماتا سے سنا تھا تو وہ بھاگ کر جنگ کے میدان کی طرف گیا اور سیکھ جادوگر کی تمام بلاؤں کو وہ کھا گیا جب سیکھ جادوگر نے یہ دیکھا تو وہ وہاں سے بھاگ گیا اور جب سیکھ جادوگر کو پتہ چلا کہ باباجی نے جافر جادوگر کو قید کرلیا ہے اور اس کا سر کاٹ کر ایک پہاڑ کے نیچے جو سات سمندر پار دفن کردیا ہے اور سیکھ جادوگر اس کو تلاش کرنے لگا ایک دن اس نے سر کو تلاش کرلیا اور اپنی تمام طاقت کو حاصل کرنے کے لیے اس کے سر کو لے کر اس پر سمندز کے اندر ایک چلہ شروع کردیا اور وہ یہ بات بھول گیا تھا کہ اتنے بڑے جادوگر کی کھوپڑی کو اس نے حصار کئے بغیر اس نے چلہ کرنا شروع کردیا ہے۔

چلے کے ایک ہفتہ بعد ہی اس کھوپڑی میں جان پڑ گئی اور چلے کے اکیس دن بعد وہ ایک خوفناک شکل اختیار کرگئی اور سیکھ جادوگر یہ دیکھ کر پریشان ہوگیا اس سے پہلے کہ سیکھ جادوگر کچھ کرتا جافر جادوگر کی کھوپڑی نے اپنے دانت سیکھ جادوگر کی کھوپڑی میں پیوست کردیئے اور اس کا خون پی لیا اور اس کا خاتمہ کردیا جافر جادوگر کی کھوپڑی اپنے دھڑ سے جاملی جو پہاڑ کے نیچے تھا اور وہ ایک آگ کا گولہ بن کر اڑنے لگا اور ایک صندوق میں سے اس نے بہت سی شکتیاں حاصل کرلیں۔

یہ صندوق ایک اندھے کنوئیں میں سے لیا تھا اور مہک پری کے پیچھے آنا شروع کردیا اچھا بیٹا اپنا خیال رکھنا اس کے بعد باباجی غائب ہوگئے جب میں گاؤں کی طرف گیا تو پورا گاؤں ہم لوگوں کو تلاش کررہا تھا۔جب گاؤں والوں نے دیکھا کہ فراز آرہا ہے تو سب لوگ میری طرف دوڑ کر آئے تم لوگ کہاں چلے گئے تھے ہم تم کو دس سال سے ڈھونڈ رہے ہیں میں نے کہا ہم تو کل رات گئے تھے اور آج واپس آگئے ہیں انہوں نے پوچھا یونس اور منور کہاں ہیں نے کہا وہ صبح آجائیں گے مگر وہ پھر بھی نہ مانیں میں نے ان کو یہ تمام بات بتائی جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا اور وہ کہنے لگے تم پاگل ہو تم جھوٹ بولتے ہو جب میرے گھر والوں کو پتہ چلا تو وہ روتے ہوئے میری طرف آئے میری والدہ رو رو کر اندھی ہوچکی تھی اور میرے ابو بھی میری جدائی کا صدمہ برداشت نہ کرسکے اور اس دنیا سے چل بسے جب مجھے پتہ چلا تو میں بھی رونے لگا۔

میں سمجھ رہا تھا کہ ایک دن کی بات ہے میرے بڑے بھائی جن کا نام گلزار ہے انہوں نے مجھے مار مار کر بے ہوش کردیا اور جب میں ہوش میں آیا تو انہوں نے کہا یہ دس سال کی بات ہے اور تم کو پتہ نہیں چل رہا اور پھر میں سوگیا جب میری آنکھ کھلی تو آذان ہورہی تھی میں نے وضو کیا اور نماز ادا کی اور اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے رب مجھے کامیاب کر اور میرے دوستوں کی حفاظت کر صبح سویرے میں قبرستان کی طرف چلا گیا اور ان کو تلاش کرنے لگا جب مجھے وہ نہ ملے تو میں پریشان ہوگیا پھر مجھے باباجی کا خیال آیا اور میں نے باباجی والے جوتے پہن لیے اور ان سے کہا مجھے مہک پری کے پاس لے چلو

اور میں ہوا میں اڑنے لگا اور ڈر کے مارے کہ کہیں میں گر نہ جاؤں میری چیخیں نکل گئیں پھر مجھے غائب سے ایک آواز آئی تمہیں کچھ نہیں ہوگا بیٹا ڈرو مت پھر اڑتا ہوا میں مہک پری کے پاس پہنچ گیا اور مجھے دیکھ کر رونے لگی مجھے بانہوں میں بھر لیا اور کہنے لگی۔

میں تم سے پیار کرتی ہوں تم مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے میں جادوگر سے شادی نہیں کرنا چاہتی میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں اور وہ بھی ابھی میں تم کو کھونا نہیں چاہتی پہلے یونس اور منور کو جادوگر کی قید سے آزاد کراؤں گا پھر تم سے شادی کروں گا میں تم کو ڈھونڈ تا رہا تم باہر کیوں نہیں آئی یہاں محل میں آرام کر رہی ہو میں باہر نہیں آسکتی کیونکہ اب میرے پاس وہ موتیوں کا ہار نہیں ہے میں نے تمہارے دوستوں کے گلے میں ڈال دیا تھا کیونکہ جادوگر ان کی بلی دینا چاہتا تھا اور چاند کی چودہ تاریخ سے پہلے آزاد ہونا چاہتا تھا جیسے ہی وہ ان کی گردن اڑانے لگا تو اس کو آگ لگ گئی اور وہ وہاں سے بھاگ گیا اور خود کو ہار نہ ہونے کی وجہ سے میں نے محل میں قید کر لیا فراز نے پوچھا

-

ہار میں ایسی کون سی طاقت ہے جب میں پیدا ہوئی تھی تو میرے ابو نے یہ ہار میرے گلے میں ڈالا تھا اور وہ ہار ابا حضور بہت محنت اور بہت چلوں کے بعد حاصل کیا تھا اور ان سے ایک بابا نے کہا تھا کہ تمہارے گھر ایک بیٹی پیدا ہوگی اور وہ اتنی حسین ہوگی کہ ہر جن اور جادوگر اس کو حاصل کرنا چاہیے گا اور اگر تو اس کی بات نہیں مانے گا تو وہ اس لڑکی کو اٹھا کر لے جائے گا اور جب جادوگر آزاد ہو جائے گا پھر نہ تم اور نہ تمہارے دوست بچیں گے اور تمہارے پورے گاؤں کو مار کر کالی ماتا پر خون کی بلی دے گا اس سے پہلے اگر تم مجھ سے شادی کر لو تو ہم سب زندہ بچ جائیں گے اور اس کو مار بھی دیں گے۔

میں نے کہا کچھ بھی ہو جائے میں سب سے پہلے اپنے دوستوں کو آزاد کراؤں گا اس کے بعد جو چاہو کرنا اسی وقت بابا جی آئے اور کہا بیٹا تم مہک سے شادی کر لو جس طرح مہک کہتی ہے ویسے ہی کرو پر بابا جی میں سب سے پہلے اپنے دوستوں کو آزاد کراؤں گا اس طرح نہ تم بچو گے اور نہ وہ۔ جس طرح میں کہتا ہوں ویسے ہی کرو شادی کرنے کے بعد جادوگر کی آس بھی ختم ہو جائے گی اور مہک بھی آزاد ہو جائے گی اور تم میں اتنی طاقت آجائے گی کہ تم کالی ماتا کا مقابلہ کر سکو اور اس کو ختم کر سکو گے۔

میں نے کہا ٹھیک ہے بابا جی جیسا آپ کی مرضی میری یہ بات سن کر مہک خوش ہو گئی اور کنیزوں کو حکم دیا کہ جلدی سے جلدی شادی کی تیاری کرو میری آنکھوں کے آگے ایک خوبصورت منظر تھا جیسے خوبصورت تتلیاں یہ سب ایک سے بڑھ کر ایک حسین جب یہ خبر جادوگر نے سنی تو وہ آگ بگولا ہو گیا اس نے کہا میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا اس نے کالی ماتا کے چرنوں میں گر کر ماتا سے مدد مانگی اچانک اس نے منور اور یونس کو بہکانے کی کوشش کی اور یہ ہار اتارنے کو کہا۔

ہار مجھے لا کر دو تو میں تم کو ساری دولت دوں گا یہ سب لڑکیاں میں تمہاری غلام بنا دوں گا۔ یونس نے کہا کہ میں یہ کام ہرگز نہیں کروں گا مگر منور لالچ میں آ گیا اتنی دیر میں کالی ماتا کی آواز آئی اے لڑکے ایک دن تم بہت بڑے جادوگر بنو گے کیونکہ تمہارے کان بڑے اور آنکھیں چھوٹی ہیں جادوگر بننے کے لیے یہی بات ضروری ہوتی ہے منور کے کان ویسے ہی بہت بڑے تھے اس لیے اس کو سکول میں کوئی دوست نہیں بناتا تھا سب سب اس سے ڈرتے تھے اور اس کو جادوگر جادوگر کہتے تھے جادوگر بہت خوش ہو رہا تھا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا ادھر سب شادی میں مصروف تھے سب خوش تھے ادھر مہک کو سرخ رنگ کا جوڑا پہنایا گیا جو بہت ہی قیمتی اور خوبصورت تھا اور مجھے ایک قیمتی سفید جوڑا بادشاہوں والا پہنایا گیا اور خوبصورت انگوٹھی پہنائی گئی۔

بابا جی نے جو انگوٹھی مجھے دی تھی وہ میں نے مہک کو پہنا دی پھر مہک کو میرے سامنے بٹھایا گیا وہ جنت کی حور لگ رہی تھی ہونٹ ایسے جیسے گلاب جھیل سی آنکھیں ہونٹ جب وہ بات کرتی تو ایسے لگتا جیسے کئی سر ایک ساتھ مل گئے ہوں میں اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ اتنی حسین لڑکی اور وہ بھی میری دلہن اتنی دیر میں بابا جی آ گئے اور انہوں نے ہماری شادی کی رسم ادا کی اور ہماری شادی ہو گئی اور ہم کو ایک بہت بڑے عالی شان محل میں پہنچا دیا گیا اتنی خوبصورت جگہ مہک کا چہرہ اتنا پیارا تھا کہ دل کرتا تھا کہ اس کو دیکھتا ہی رہوں۔

مہک اور میں ایک کمرے میں کہاں پر سیج بچی ہوئی تھی اور اس کو میں دیکھے جا رہا تھا مہک نے کہا کہ تم خوش نہیں ہو جو اس طرح خاموش بیٹھے ہو میں بہت زیادہ خوش ہوں تم جیسی حسین و جمیل سے میری شادی ہو گئی مجھے اور کیا چاہیے اور مہک نے پکڑ کر مجھے قریب کر لیا کہ اتنی دیر میں ایک بگولہ آیا اس میں ایک چہرہ نظر آیا جس کی آنکھیں غصہ سے لال اور آگ برسا رہی تھیں اس کی گرجدار آواز آئی کہنے لگا کہ اگر اپنے دوستوں کی زندگی چاہتا ہے تو مہک کو ہاتھ مت لگانا۔

اتنی دیر میں مہک نے کہا تم اس کمینے کی بات مت ماننا جس مقصد کے لیے ہم نے شادی کی ہے وہ مقصد پورا کر دو اور پھر یہ جادوگر نا کام ہو جائے گا۔

جادوگر نے غصے میں کہا فراز اس کی باتوں میں مت آنا میں تمہارے دوستوں کو مار ڈالوں گا میں نے جب اس کی بات سنی تو میں نے مہک کو چھوڑ دیا جو میرے قریب ہی تھی اس نے کہا۔

کمینے دفعہ ہو جاؤ یہاں سے اور جادوگر ہاہاہا کبھی ادھر کبھی ادھر گھومنے لگا میں نے تلوار اٹھائی اور جادوگر کے دو ٹکڑے کر دیئے اور پھر وہ جڑ کر ہنسنے لگا میں ان دونوں کا خون پی جاؤں گا میں نے مہک سے کہا بابا جی نے تو کہا تھا کہ یہ تلوار اس کے خاتمہ کر دے گی مگر اس نے تو کچھ نہیں کیا وہ تو پھر زندہ ہو گیا۔

میں نے کہا میرے دوست کہاں ہیں اور جادوگر کے ہنسنے کی آواز آئی ہاہاہا اگر تو ان کو اپنے سامنے دیکھنا چاہتا ہے تو آنکھیں بند کر میں نے بند کر لیں دیکھا تو وہ کالی ماتا کے قدموں میں پڑے ہوئے تھے ایک گندی شکل والا جن تلوار لیے ان کے اوپر پڑا ہوا تھا اس کی آنکھوں کی جگہ بڑے بڑے گڑھے تھے اور اس کے بالوں کی جگہ تیز دھار والے کانٹے تھے اور اس کی ناک بہت بے ڈھنگی اور منہ سے خون بہہ رہا تھا ان کو مارنے لگا تھا میں نے کہا چھوڑ دو ان کو جادوگر نے کہا۔

ٹھیک ہے ان کو چھوڑ دیتا ہوں یہ میرا وعدہ ہے تم سے اگر تو مہک کو میرے حوالے کر دے تو میں تمہارے دوستوں کو چھوڑ دوں گا میں نے کہا اگر تو سچ کہتا ہے تو چل میں تیرے ساتھ چلتا ہوں اس نے کہا ٹھیک ہے چلو جادوگر نے کہا تم مہک کو بھی ساتھ لے چلو میں نے اپنا سامان ساتھ لیا اس نے کہا ٹھیک ہے چلو جادوگر نے کہا تم مہک کو بھی ساتھ لے چلو میں نے اپنا سامان ساتھ لیا اور اس نے کہا اب میں تمہاری شریک حیات ہوں اب جیسے کہو گے ویسے ہی کروں گی اور ہم اس بگولے کے ساتھ چل دیئے وہ اڑ رہا تھا اور ہم بھی اس کے ساتھ ساتھ اڑ رہے تھے جب وہاں پہنچے تو دیکھا تو کالی ماتا کے منہ سے بڑے بڑے سانپ نکل رہے تھے وہ ان کا گوشت کھانے لگے تو میں غصہ میں آ گیا اور تلوار نکال لی اور اس گندی شکل کے جن سے میرا مقابلہ ہو گیا اس نے اٹھا مجھے پھینک دیا میری ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور میں نے نعرہ لگا کر وار کیا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور اس کو آگ لگ گئی اور پھر میں نے کالی ماتا کے منہ پر زوردار وار کیا اور سب سانپ ختم ہو گئے اور وہ صرف پتھر کی مورتی بن کر رہ گئی آج چاند کی بھی دس تاریخ ہو گئی تھی۔

پھر وہ بگولہ ہنسنے لگا تم نے تمام آتماؤں کا خون کر دیا ماتا کو مار کر اگر میں نے تم سے وعدہ نہ کیا ہوتا تو میں تم او رتمہارے دوستوں کو ختم کر دیتا میں نے کہا ٹھیک ہے یہ لو میں نے مہک کو اس کے حوالے کر دیا اور اپنے دوستوں کو آزاد کروا لیا۔

مہک مجھے دیکھ کر رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا یہ جادوگر بڑا مکار ہے اس کا یقین مت کرنا میں نے مہک سے کہا میں تم کو پکڑ کر لے جاؤں گا اور اس جادوگر اور کالی ماتا کو ختم کر دوں گا جادوگر ہنسنے لگا ہاہاہا۔۔ تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے تم نے دنیا کی سب سے بڑی طاقت اور حسین پری میرے حوالے کر دی

ہے اور اب میں چاند کی چودہ تاریخ کو اپنے ختم میں آجاؤں گا اور اس سے شادی کرلوں گا اور اس کے بچے کا خون کالی ماتا کے چرنوں میں دوں گا اور ساری دنیا پر میری حکومت ہوگی ہاہاہا۔۔

میں نے یونس اور منور سے کہا چلو بھاگ چلو منور نے کہا میں نہیں جاؤں گا میں ماتا کے چرنوں میں ہی رہوں گا یہ مجھے امیر بنائے گی اور یہ سب پریاں میری غلام بن جائیں گی ہاہاہا۔۔ میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گا میں نے اس کو زبردستی کھینچا تو بگولے نے کہا تم کسی کو زبردستی نہیں لے جاسکتے ہو یونس تم بھی میرے ساتھ مل جاؤ تم کو بھی ہیرے موتی سونا چاندی سب کچھ دوں گا اور یہ لڑکیاں تمہاری غلام ہوں گی اور تو کبھی نہیں مرے گا ہمیشہ زندہ رہے گا۔

کمینے تو اور تیری دولت مٹی میں مل جائے گی سب کچھ تیرا برباد ہو جائے گا تو منور نے کہا خبردار میرے آقا کے بارے میں کچھ بھی کہا تو میں تمہارا سر تن سے جدا کردوں گا یونس نے کہا کمینے تو بھی بہت جلد مرنے والا ہے اور تیرا یہ لالچ کبھی ختم نہیں ہوگا یونس نے کہا فراز مہک کو جادوگر کے حوالے نہیں کرنا چاہیے تھا وہ تم سے بہت پیار کرتی تھی میں مہک تو کیا دنیا کی کوئی بھی چیز اپنے دوستوں کی خاطر قربان کردیتا میں نے باباجی کو یاد کیا اور وہ حاضر ہوگئے اور کہا۔

بیٹا تم کو مہک جادوگر کے حوالے نہیں کرنا چاہیے تھی اگر تم دونوں ایک ساتھ رات گزار لیتے تو پھر جادوگر شاید کبھی کامیاب نہ ہو پاتا مگر اب مہک کی شادی تو ہوگئی مگر ابھی بھی وہ کنواری ہے اور وہ جادوگر اس بات پر بہت خوش ہے لیکن بیٹا پروردگار تمہارے ساتھ ہے تم ہی فتح پاؤ گے پر باباجی آپ نے کہا تھا کہ یہ تلوار بہت طاقتور ہے جادوگر کو ماردے گی میں نے اس پر وار کیا وہ کٹ گیا مگر اس کو کچھ بھی نہ ہوا۔

بیٹا وہ ایک بگولہ تھا وہ اس کو نہیں مار سکتی اس لیے تو کو ایک چلہ کرنا پڑے گا۔ وہ اس کو نہیں مار سکتی اسلیے تم کو ایک چلہ کرنا پڑے گا جو بنا کچھ کھائے اور پیئے کرنا ہوگیا اس کے بعد یہ تلوار سب کچھ ختم کردے گی مگر تمہارا دوست تمہارے لیے مشکل پیدا کرسکتا ہے اس لیے تمہیں اس کو مارنا ہوگا کیونکہ وہ تمہارے گاؤں کو برباد کردے گا پر باباجی میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا کیونکہ وہ ہمارا دوست ہے یونس نے کہا۔

باباجی وہ ہمارا دوست ہے ہم اس کو کیسے مار سکتے ہیں لیکن اب وہ تمہارا دوست نہیں ابا وہ جادوگر سے بھی بڑا ہوگیا ہے اس لیے اب وہ معصوم بچوں کا خون پینے لگا ہے کیونکہ اب وہ بہت بڑا جادوگر بن گیا ہے آپ کو کیسے پتہ چلا کہ وہ جادوگر بن گیا ہے آؤ اب میں تم کو دکھاتا ہوں ہم نے دیکھا تو گاؤں کے لوگ چیختے ہوئے بھاگ رہے تھے اور وہ ان کا خون پی رہا تھا اس نے ہماری آنکھوں کے سامنے ایک بوڑھے شخص کو پکڑ کر اپنے دانت اس کی گردن میں گاڑھ دیئے اور اس کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس کو چیر دیا اس کا دل اور کلیجہ نکال کر کھانے لگا اس کا چہرہ اتنا خوفناک تھا کہ اس کو دیکھتے ہی لوگ بے ہوش ہوجاتے تھے باباجی نے کہا اب تم نے دیکھ لیا ہے صرف ایک دن اور ایک رات تمہارے پاس باقی ہے اس سے پہلے تم کو چلہ مکمل کرنا ہوگا۔

باباجی نے کہا یہ چلہ تم کو کوہ قاف میں جاکر ایک پہاڑی کے ایک غار میں کرنا ہوگا وہاں ایک کالا سانپ ہے اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر مگر میں وہاں جاؤں گا کیسے باباجی نے کہا یہ جوتے پہنو ان کو حکم دو میں نے جوتے پہنے ان کو حکم دیا اور میں کوہ قاف کے لیے روانہ ہوگیا ادھر یونس گاؤں میں آیا اس نے دیکھا کہ گاؤں میں لاشوں کے ڈھیر پڑے ہیں کہیں سر پڑے ہیں اور کہیں جسم اور ان کی انتڑیاں باہر نکلی پڑی ہیں یونس نے کہا یہ کس کمینے نے حالت بنائی ہوئی ہے میرے گاؤں کی گاؤں والوں نے کہا

۔

بیٹا تم ٹھیک کہتے ہو ایک بلا گاؤں میں کسی بھی وقت آجاتی ہے اور جو اس کو نظر آجائے اس کا خون پی جاتی ہے اور چیر پھاڑ دیتی ہے اس کا چہرہ صحیح طرح سے نظر نہیں آتا بس اس کے بڑے بڑے کان نظر آتے ہیں یہ سن کر یونس سمجھ گیا کہ یہ منور کا کام ہے اس کو غصہ آگیا اتنی دیر میں شور مچ گیا کہ بلا آگئی ہے بلا آگئی ہے۔ یونس نے دیکھا کہ یہ تو منور ہے جو لوگوں کا خون پی رہا ہے اور آنکھوں میں سے آگ برس رہی ہے۔

یونس نے کہا رک جا یہ تیرے اپنے گاؤں والے ہیں تیرے بہن بھائی ماں باپ ہیں تو چھوڑ دے ان کو مگر منور نے ایک نہ سنی اور ہنسنے لگا ہاہاہا۔۔ ہی ہی ہی ۔۔ میں ایک جادوگر ہوں اور میں دنیا کا امیر ترین جادوگر بننا چاہتا ہوں کیونکہ یہ سب مارے جائیں گے اور دیکھتے ہی دیکھتے یونس اور منور کی لڑائی شروع ہوگئی یونس نے منور جادوگر کے منہ پر تھپڑ مار دیا اس کے بعد منور جادوگر نے غصے میں آکر اپنے ایک کان کو حرکت دی اور ایک طوفان برپا کردیا اور اس نے یونس کو پکڑ کر اس کے دو ٹکڑے کردیئے اور اس کا سارا خون پی گیا اور یونس کو مار دیا اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ میرا دوست تھا ادھر جافر جادوگر بہت پریشان تھا اگر فراز نے چلہ مکمل کرلیا تو وہ مجھے مار دے گا۔

ادھر فراز جب کوہ قاف پہنچا تو وہاں ایک دریا کے کنارے فراز ایک جھٹکا لگنے سے زمین پر آگرا اڑنے کی کوشش کی مگر ایسا نہ کرسکا اتنی دیر میں دریا میں سے ایک مگرمچھ باہر آیا فراز نے تلوار نکال لی اس نے کہا رک جا نادان لڑکے تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے میں نے کہا میں کوہ قاف جانا چاہتا ہوں اس نے کہا تجھے کس نے بھیجا ہے میں نے کہا۔

مجھے جمالی بابا نے بھیجا ہے اس نے کہا وہ تو میرے استاد ہیں میں ان کی بڑی عزت کرتا ہوں اور ان کا ہر حکم مانتا ہوں وہ میرے گروجی ہیں آؤ تم میری پیٹھ پر بیٹھو میں تم کو پار لے جاتا ہوں جب ہم کنارے پر پہنچے تو اس نے پوچھا۔

اب تم کہاں جانا چاہتے ہو فراز نے کہا کالے پہاڑ کے نیچے ایک غار میں مگرمچھ نے کہا وہاں غار میں ایک بہت بڑا سانپ ہے اس کے نزدیک کوئی بھی نہیں جاسکتا ہے آگے تمہاری مرضی مگرمچھ نے کہا اب میں واپس جارہا ہوں فراز نے پوچھا مگر اس کے پاس کوئی کیوں نہیں جاسکتا ہے کیونکہ اس کے محافظ سانپ بہت زہریلے اور خطرناک ہیں جو انسان کو کچھ قدم کی دوری سے ہی ڈس لیتے ہیں میں نے کہا ٹھیک ہے میرے پاس سلیمانی ٹوپی ہے وہ سانپ مجھ کو دیکھ ہی نہیں پائیں گے اس نے کہا ہو تو بہت اچھا ہے میں سانپوں کے بیچ میں سے گزرتا ہوا کالے پہاڑ کے پاس پہنچ گیا۔

جب میں غار کے قریب پہنچا تو اندر دیکھا کہ دور روشنیوں کے دیئے جل رہے تھے اور ایک بہت بڑا ناگ پھن پھیلائے بیٹھا تھا میں اندر گیا تو دیکھا کہ اس سانپ کے آگے انسانی کھوپڑیاں ہڈیاں اور ڈھانچے پڑے ہوئے ہیں میں یہ سب دیکھ کر خوف زدہ ہوگیا سانپ حرکت میں آگیا اور غار سے باہر چلا گیا چاند کی چودھویں رات تھی سانپ کے جسم پر روشنی پڑ رہی تھی سانپ مست ہو کر لیٹ گیا اور آج کی رات میں میرا چلہ ہے میں سانپ کی کمر پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور میں نے چلہ کرنا شروع کردیا صبح تک میں چلہ مکمل کرلیا اس کے بعد میں واپس کے لیے روانہ ہوا اور باباجی کے پاس پہنچا بابا نے بتایا کہ اس سانپ کی ساری شکتی اب تمہاری تلوار میں ہے اور باباجی نے بتایا۔

بیٹا مجھے ایک بات کا بہت افسوس ہے وہ کیا باباجی وہ یہ کہ منور جادوگر نے تمہارے دوست یونس کو ختم کردیا ہے اور اس نے اپنے آقا جافر جادوگر کو خوش کرنے کے لیے سارا خون اس کو پیش کردیا ہے ان دونوں جادوگروں نے سارا گاؤں برباد کردیا ہے وہاں قیامت برپا کردی ہے وہاں اب کچھ بھی باقی نہیں رہا میں نے اپنے جوتوں کو حکم دیا کہ وہ مجھے جافر جادوگر کے پاس لے جائیں باباجی اور میں اس کے پاس پہنچ گئے جافر جادوگر مجھے دیکھ کر پریشان ہوگیا۔

فراز نے کہا آج چاند کی چودہ تاریخ ہے اور آج تیرا آخری دن ہے اس نے کہا تو ایک معمولی انسان مجھے اتنے بڑے جادوگر کو کیسے مارے گا جا یہاں سے چلا جا کیونکہ اس سے پہلے میں نے کئی انسانوں کو مار ڈالا ہے یہاں تک کہ

مجھے جمالی بابا یہ جو تمہارے ساتھ ہیں اس نے بھی مجھے مارنے کی کوشش کی مگر نہ مار سکا صرف قید کر سکا اور خود دینا سے چلا گیا آج مجھے تمام طاقتیں مل جائیں گی پھر مجھے کوئی بھی نہیں مار سکے گا اور پھر مہک سے میں شادی کروں گا اور جب اس کا بچہ پیدا ہوگا تو اس کے خون سے میں کالی ماتا کو دوں گا اور پھر پوری دنیا پر حکومت کرونگا میں وہاں سے اڑا اور سیدھا کالی ماتا کے پاس پہنچا تو اس کے آس پاس خوفناک دیو کھڑے تھے بڑی بڑی آنکھیں اور آنکھوں سے آگ نکل رہی تھی میں نے نعرہ لگایا اور سلیمانی ٹوپی سر پر رکھی اور غائب ہوگیا اور تلوار سے ان دیوتاؤں کی گردنیں کاٹنے لگا اور ان کے سر اڑا دیئے اتنی دیر میں وہاں جافر جادوگر بھی پہنچ گیا۔

جادوگر کے آنے سے پہلے ہی میں نے کالی ماتا کا سر تن سے جدا کر دیا اور کالی ماتا کو آگ لگ گئی اور وہ دھواں بن کر ختم ہوگئی جادوگر چیخنے لگا یہ تم نے کیا کر دیا تم نے کالی ماتا کو مار کر میری تمام آتماؤں کو مار دیا ہے۔

جادوگر سے میری جنگ شروع ہوگئی جادوگر آگ کے گولے برسانے لگا میرے سر سے ٹوپی گر گئی تھی جس کی وجہ سے جادوگر نے مجھے دیکھ لیا میں نے فوراً ٹوپی اٹھا کر سر پر رکھ لی جادوگر ہنسنے لگا ہاہاہا۔۔

آج تم غائب نہیں ہو سکتے کیونکہ آج چاند کی چودھویں ہے اور اس دن کوئی بھی چیز دوبارہ کام نہیں کرے گی کیونکہ وہ آج کی رات زمین پر گری ہے ہاہاہا۔۔

اس نے آگ کے گولے برسائے میں نے آگے تلوار کر دی جس سے وہ گولے ختم ہوتے گئے اور پھر اس نے میری طرف بہت سارے سانپ بھیجے میں نے ایک ہی وار میں ان تمام سانپوں کو ختم کر دیا جب اس نے دیکھا کہ اس کے تمام سانپ ختم ہوگئے تو وہ ڈر گیا اور کہنے لگا فراز تم میرے ساتھ مل جاؤ میں تم کو دینا کی ہر چیز دوں گا میں نے کہا۔

کمینے میں تمہارے ساتھ کبھی نہیں ملوں گا میں نے غصے میں آ کر اس کی گردن دبوچ دی اور تلوار اس کی گردن پر رکھ دی میں نے کہا اب تمہارا کام ختم ہوگیا ہے اور وہ چیخنے چلانے لگا اور کہنے لگا تم جو دینا کی چیز چاہتے ہو مجھ سے لے لو اور مہک بھی لے جاؤ اور تمام میرے جن بھی اور پریاں بھی لے جاؤ اور مجھے چھوڑ دو میں نے کہا مہک کہاں ہے اس نے کہا وہ دلہن بن کر ایک مندر میں بت کے اندر قید پڑی ہے اور میں اس سے شادی کرنے والا تھا پر تم نے کالی ماتا کو ختم کر کے سب کچھ ختم کر دیا میں نے جافر جادوگر کو گردن سے دبوچ لیا اور وہ تڑپنے لگا میں نے اس کو اٹھا کر زور سے دیوار میں مارا میں نے تلوار نکالی تو وہ ہنسنے لگا ہاہاہا۔۔

یہ تلوار مجھے نہیں مار سکتی میں نے ایک زوردار وار کیا کہ اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے اس کو آگ لگ گئی اور وہ دھواں بن کر ختم ہوگیا اس کا بنا ہوا رنگ محل سب کچھ بھسم ہوگیا اور میں وہاں سے بھاگ کر دور چلا گیا اور میں نے جوتوں کو حکم دیا کہ مجھے جلدی سے مہک پری کے پاس لے چلو میں تھوڑی ہی دیر میں مہک کے پاس پہنچ گیا میں نے دیکھا تو جادو ختم ہو چکا تھا مندر کا بت ٹوٹا ہوا اور مہک بے ہوش پڑی ہوئی تھی تھوڑی دیر میں وہ ہوش میں آ گئی اور وہ مجھ سے لپٹ کر رونے لگی میں نے کہا میں نے کالی ماتا اور جادوگر دونوں کو ختم کر دیا ہے اور اس کی سب طاقتیں ختم کر دی ہیں مہک نے کہا میرے رب تیرا شکر ہے کہ تو نے س جادوگر سے ہمیشہ کے لیے ہم کو آزاد کر دیا ابھی ہم جا رہے تھے کہ منور جادوگر آگے سے آ گیا اور میرے پیروں میں پڑ گیا مجھے معاف کرو میں نے کہا اے کمینے انسان میں تم کو کبھی بھی معاف نہیں کروں تم نے معصوم بچوں کا خون کیا ہے میں نے کہا جاؤ تم کو معاف کر دیا اور وہ جانے لگا وہ جانے لگا تو اس نے ایک خنجر میری کمر میں پیوست کر دیا اور ہنسنے لگا اور کہنے لگا میں نے اپنے آقاؤں کا بدلہ لے لیا ہے اور وہ اپنے کانوں کو پروں کی طرح پھڑ پھڑا کے ہوا میں اڑنے لگا اور مہک مجھے پکڑ کر رونے لگی۔

ظالم انسان یہ تم نے کیا کیا تو نے اس کو نہیں مارا تم نے پورے گاؤں کا مار دیا ہے اگر یہ نہیں بچا تو کوئی بھی

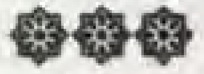
نہیں بچے گا اتنی دیر میں جن پریاں جو مہک کے غلام تھے انہوں نے منور جادوگر کے ٹکڑے کر دیئے اور اس کو آگ لگ گئی مہک نے کہا اس کو فوراً باباجی کے پاس لے چلو ادھر باباجی حاضر ہوگئے انہوں نے فراز کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارا فراز ہوش میں آ گیا اور سب لوگ خوش ہوگئے اور زخم بھی بھر گیا اور باباجی نے کہا۔ اچھا بیٹا اب میرا کام ختم ہوگیا ہے۔

اب میں چلتا ہوں اب کبھی واپس نہ آسکوں گا مہک نے کہا تم جن پریاں آزاد ہیں چلی جاؤ چند کنیزیں مہک کے پاس رک گئیں انہوں نے کہا ہم آپ ہی کے ساتھ رہنا چاہتی ہیں مہک نے کہا باباجی آپ ہم کو پریوں سے لڑکیاں بنا دیں۔

باباجی نے کچھ پڑھ کر مہک اور پریوں پر پھونک ماری تو مہک اور باقی پریوں کے پر غائب ہوگئے اور باباجی چلے گئے میں نے کہا اب گاؤں میں تو کچھ باقی نہیں رہ گیا سب کچھ ختم ہوگیا ہے تو مہک نے کہا نہیں ہم سب گاؤں جائیں گے اور سب کچھ زندہ ہو جائے گا مہک نے ایک پانی کا مٹکہ لیا اور اپنے چہرے کو پانی سے دھویا اور پانی دودھ کی طرح بغیر اور روشنی والا ہوگیا اور یہ پانی گاؤں والوں پر پھینک دو ہم نے جب یہ پانی گاؤں والوں پر پھینکا تو سب لوگ زندہ ہوگئے اور سب لوگ ایک دوسرے کے گلے ملنے لگے۔

مہک سے کہا منور کو بھی زندہ کرو مہک نے کہا وہ جادوگر بن گیا ہے اس لیے وہ زندہ نہیں ہو سکتا وہ قیامت کے دن ہی زندہ ہوگا سب لوگوں نے مل کر گاؤں میں ایک بہت بڑا جشن منایا مہک نے اور ہم سب نے مل کر ایک بہت خوبصورت رنگ محل بنایا اور وہاں مہک اور فراز کی دوبارہ شادی کی گئی۔

مہک نے ایک لال رنگ کی ساڑھی پہن رکھی تھی اور وہ اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ گاؤں والے حیران رہ گئے کہ یہ انسان ہے کہ پری اور فراز کے کہنے پر باقی کنیزوں کی شادی گاؤں کے لڑکوں کے ساتھ کر دی گئی ایک نیلی آنکھوں والی لڑکی کی شادی یونس کے ساتھ کر دی گئی فراز اور مہک کے تین بچے پیدا ہوئے کچھ عرصہ بعد مہک فراز اور بچے سب غائب ہوگئے جن کا آج دس سال گزر جانے کے بعد بھی کوئی پتہ نہ چل سکا۔



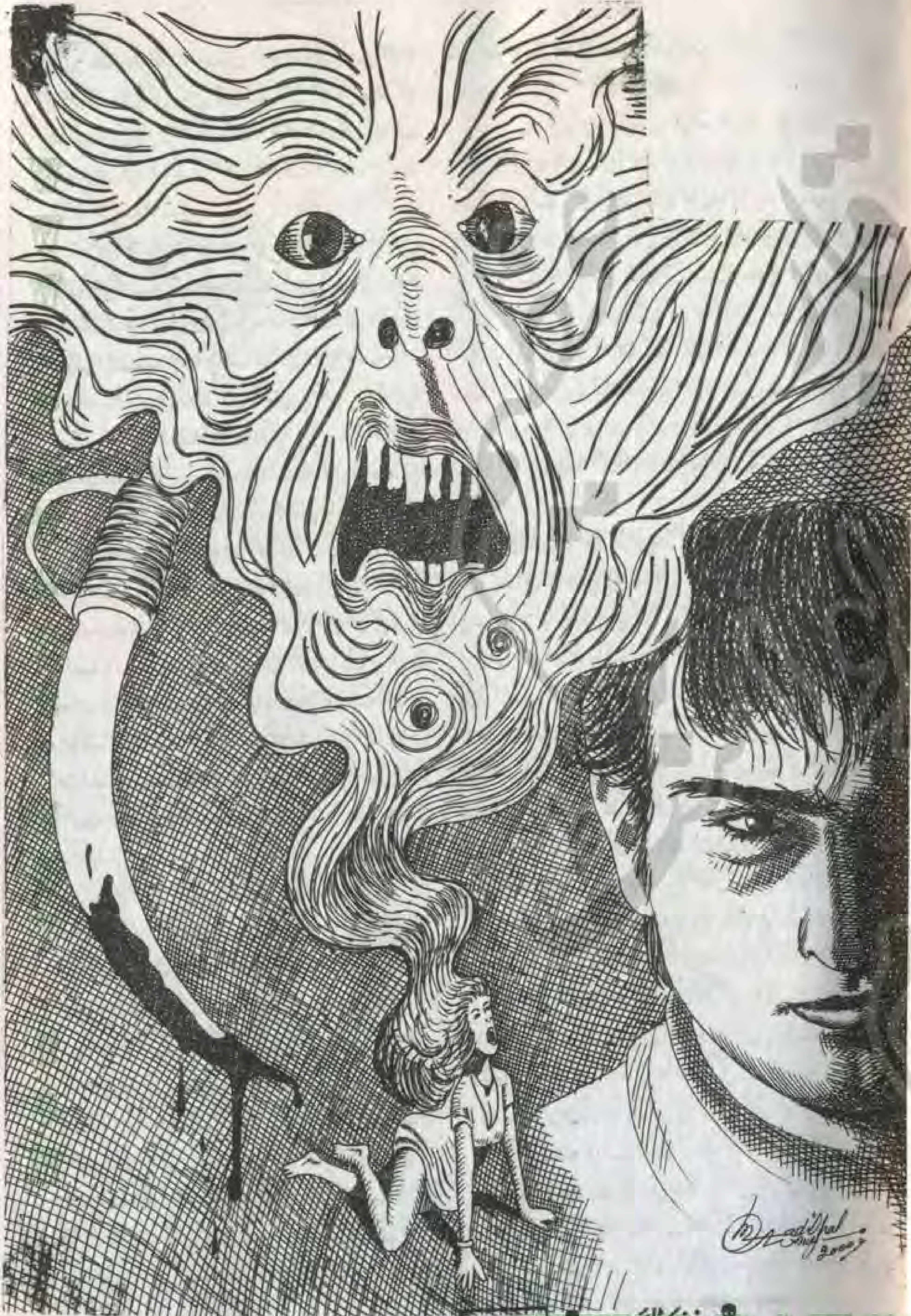
آدم خور دوشیزہ

رکھ دیئے محسن اٹھ کر بیٹھ گیا گونے نے محسن کے دوسرے ہاتھ میں انگھیٹی دی جس میں کوئلے دہک رہے تھے محسن نے بال کوئلوں میں ڈال دیئے بنا تاخیر کئے ہمشکل محسن کی منتیں کر رہی تھی کہ اس نے بال واپس کر دیے وہ اس کی غلام بن کر رہے گی۔

محسن نے کچھ نہ سنا اس نے جب بال جلائے ساتھ ہمشکل کی شکل بدلنا شروع ہوگئی وہ چیخنے لگی سانیہ نے جب یہ دیکھا تو اپنے پرس میں سے اس نے خنجر نکالا جو وہ شکار کے لیے استعمال کرتی تھی اور محسن کو مارنے کے لیے دوڑی عائشہ یہ سب دیکھ رہی تھی اس سے پہلے کہ سانیہ محسن کو خنجر مارتی عائشہ محسن کے سامنے آ گئی وہ بھلا اپنے محبوب شوہر کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے ہوئے کیسے دیکھ سکتی تھی سانیہ نے اب پھر محسن پر حملہ کرنا چاہا تو سانیہ کو لگا اب جیسے وہ ہل نہیں سکتی بونے نے اسے روک لیا تھا محسن نے سنہری خنجر سانیہ کے دل میں اتار دیا۔

محسن نے اب عائشہ کی طرف دیکھا تو اس کا خون بہہ رہا تھا وہ اپنی بیوی کو مارنا نہیں چاہتا تھا لیکن اس کو زندہ چھوڑنا بھی نہیں چاہتا تھا بہتے ہوئے خون کے ساتھ اس کی بیوی اس کو محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو کہ اس کو معاف کر دو یہ سب کچھ اس نے اس کو اپنا بنانے کے لیے کیا تھا لیکن بونے نے کہا آقا اس کو مار ڈالو ورنہ یہ خون کی تڑپ میں تمہارا خون کر دے گی یہ سن کر وہ ایک مرتبہ کانپا اور پھر اس نے اپنی آنکھیں بند کر کے خنجر کا وار اپنی بیوی پر کر دیا وہ چند لمحوں کے لیے تڑپی اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ٹھنڈی ہوگئی۔ کافی دیر تک وہ اسکو دیکھ کر روتا رہا پھر وہ گھر کی طرف چل دیا۔ ایک تیز اندھیری آئی جو اس کا مردہ وجود سمیٹ کر اڑتی ہوئی دور بہت دور نظروں سے اوجھل ہوگئی۔





بھیانک خواب

۔۔۔تحریر: قمر قمر نشاد۔ رتووال فتح جنگ۔۔۔

اس لڑکی نے اپنے بازو پر زور سے کاٹا تو اس کے بازو سے خون بہنے لگا اس نے اپنے بازو کا رخ زمین کی طرف کردیا جیسے ہی اس کے خون کا ایک قطرہ زمین پر گرا تو وہاں سے دھواں اٹھنا شروع ہوگیا۔ جیسے جیسے اس کا خون زمین پر گر رہا تھا دھواں اتنا ہی تیز تر ہو رہا تھا فیضان کا تمام جسم پسینے سے شرابور ہوگیا خوف اور دہشت کی وجہ سے وہ کانپ اٹھا دھویں سے ایک غراہٹ کی آواز ابھری اور ایک بہت ہی بھیانک چہرہ دھویں سے باہر نکلا اس کا قد تقریباً دس فٹ ہوگا اس کے پورے جسم پر کالے کالے لمبے بال تھے اور اس کا منہ بھیڑیے کی طرح خوفناک تھا وہ غراتا ہوا دھویں سے باہر نکلا اور فیضان کو گھور گھور کر دیکھنے لگا اس کے دیکھنے کا انداز بہت ہی خوفناک تھا اسکی سرخ آنکھوں میں وحشت ہی وحشت تھی اس کے اس انداز سے لگ رہا تھا کہ یہ پورے ویرانے کو تباہ کردے گا پھر اس بھیڑیے نما درندے نے اپنا ایک پاؤں اوپر اٹھا کر زمین پر مارا تو زمین میں دراڑیں پڑنے لگیں فیضان ڈری ڈری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اس کی زبان سے ورد کے الفاظ بھی مشکل سے ادا ہو رہے تھے دیکھا میری طاقت کو یہ آج تمہاری وہ حالت کرے گا کہ کوئی اس ویرانے کی طرف آنے کا نام تو کیا دیکھنے کی بھی کوشش نہیں کرے گا۔۔۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

آہ رات کے پرسکون ماحول میں فیضان کی چیخ بلند ہوئی اور وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا فیضان کی چیخ سن کر شعیب بھی اٹھ بیٹھا کیا ہوا فیضان شعیب نے دوڑ کر اس کے پاس آکر پوچھا۔ فیضان کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا پورا بدن پسینے سے شرابور تھا اور وہ بڑی گہری گہری سانسیں لے رہا تھا شعیب نے پاس رکھے ہوئے ٹیبل سے جگ اٹھا کر گلاس میں پانی انڈیلا یہ لو پانی پیئو ۔شعیب نے پانی کا گلاس فیضان کی جانب بڑھایا فیضان نے پانی لیا اور ایک ہی سانس میں سارا پانی پی گیا اب بتا یار کیا ہوا تھا شعیب نے فیضان کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

یار بہت ہی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے اس وجہ سے ڈر گیا تھا فیضان نے اپنے چہرے سے پسینا صاف کرتے ہوئے کہا آج کل تو تم روز ہی خواب میں ڈر جاتے ہو اللہ کا ذکر کرکے سویا کرو تو پھر ڈراؤنے خواب نہیں آئیں گے شعیب نے اسے مشورہ دیا اف اللہ کتنا بھیانک خواب تھا فیضان بڑبڑایا کیا دیکھا تھا خواب میں شعیب نے پوچھا۔

یار شعیب میں ایک ہی خواب مسلسل کئی روز سے دیکھ رہا ہوں میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک بہت ہی ویران سی جگہ پر کھڑا ہوا وہ جگہ بہت ہی وحشت ناک تھی ہر طرف ویرانی ہی ویرانی تھی وہاں کسی ذی روح کا نام ونشان تک نہ تھا میں جس جگہ کھڑا تھا وہاں میرے سامنے ایک قبر بنی ہوئی تھی میں اس قبر کو دیکھ رہا ہوتا ہوں کہ مجھے اس قبر سے آواز آتی ہے فیضان مجھے بچالو باہر نکالو مجھے یہاں سے میں زندہ ہوں مجھے بچالو میں مرنا نہیں چاہتی ہوں اور پھر اچانک ہی قبر پھٹ جاتی ہے اور میں ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹ جاتا ہوں قبر میں ایک بہت ہی حسین دوشیزہ کفن میں لپٹی ہوتی ہے وہ بہت ہی حسین تھی اس کا چمکتا ہوا رنگ بڑی بڑی کالی سیاہ آنکھیں اور لمبے لمبے بال اس کے حسین چہرے پر بکھرے ہوئے تھے وہ مجھ سے کہتی ہے فیضان مجھے

یہاں سے باہر نکالو ورنہ میں مرجاؤں گی وہ یہ الفاظ بار بار کہہ رہی تھی لیکن میں نے اس کی ایک نہ سنی اور اسے ڈری ڈری نظروں سے دیکھتا رہا اور پھر میں نے ایک بہت ہی بھیانک منظر دیکھا جسے دیکھ کر میرے رونگھٹے کھڑے ہوگئے۔

قبر آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھی اور اس دوشیزہ کی چیخیں بلند ہونے لگیں فیضان مجھے یہاں سے باہر نکالو ورنہ میں مرجاؤں گی وہ چیخ چیخ کر یہ الفاظ کہہ رہی تھی اور میں اسے ڈر رہا تھا اچانک ہی اس دوشیزہ نے ہاتھ اوپر اٹھایا تو اس کا بازو بڑھنے لگا میں یہ منظر دیکھ کر کانپ گیا اس دوشیزہ کا بازو اتنا لمبا ہوگیا کہ اس کا ہاتھ میری گردن تک آ پہنچا اس نے گردن سے پکڑ کر زور سے کھینچا تو میری ایک چیخ بلند ہوئی اور میں قبر میں جا گرا اور قبر بند ہوگئی اس کے ساتھ ہی میری آنکھ بھی کھل گئی یار شعیب یہ خواب میں مسلسل کئی روز سے دیکھ رہا ہوں اس نے خواب نے میرا آرام چھین لیا ہے میری امی کہتی تھی کہ جو خواب بار بار آئے وہ اصل میں حقیقت بن جاتا ہے فیضان پریشانی سے کہتا چلا گیا ہاں یار میں نے بھی سن رکھا کہ جو خواب بار بار آئے حقیقت میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے شعیب نے فیضان کو دیکھتے ہوئے کہا اب کیا ہوگا شعیب مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے فیضان نے پریشان ہو کر کہا۔

فیضان تم پریشان مت ہو اس کا کوئی نہ کوئی حل تو ہو ہی گا ناں ہوسکتا ہے کسی نے تم پر جادو کردیا ہو پر کسی نے شعیب پریشانی سے بولا تو فیضان اور زیادہ پریشان ہوگیا اچھا چھوڑو اس بات کو رات بہت گہری ہوگئی ہے اب تم سو جاؤ صبح کالج بھی جانا ہے شعیب نے کہا اور اٹھ کر اپنے بستر پر آ گیا اور ہاں صبح تمہارے خواب کے مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل بھی تلاش کروں گا شعیب نے کہا فیضان بھی بستر پر لیٹ گیا او رشعیب کی باتوں پر غور کرنے لگا شعیب کہہ رہا تھا کہ کہیں کسی نے مجھ پر جادو تو نہیں کیا لیکن مجھ پر جادو کس نےکیا ہے میری تو کسی سے کوئی دشمنی بھی نہیں ہے فیضان نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر اللہ کا ذکر کرتا ہوا دوبارہ سو گیا۔



ارے فیضان تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو میں تمہیں پورے کالج میں ڈھونڈتی پھر رہی ہوں زاریہ نے فیضان کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا فیضان نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا وہ پریشان سا بیٹھا ایک جگہ کو مسلسل دیکھے جا رہا تھا پریشانی اس کے چہرے پر نمایاں تھیں فیضان آج شعیب نہیں آیا کیا زاریہ نے پوچھا آیا ہے فیضان نے مختصر کہا مجھے تو نہیں لگتا کہ وہ آیا ہے ورنہ تم یوں اکیلے نہ بیٹھے ہوتے زاریہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا وہ ابھی میرے ساتھ ہی تھا اسے کوئی کام یاد آ گیا تھا کہہ رہا تھا ابھی آتا ہوں فیضان نے بے زاری سے کہا۔

فیضان تم پلیز زاریہ ابھی تم یہاں سے جاؤ میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں فیضان نے زاریہ کی بات کاٹ کر کہا فیضان یہ آج تمہیں کیا ہوگیا ہے کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ ناں زاریہ نے بے تابی سے کہا پلیز زاریہ تم اس وقت یہاں سے چلی جاؤ مجھے اکیلا چھوڑ دو فیضان نے غصے سے کہا تو زاریہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کیونکہ آج سے پہلے فیضان نے کبھی اس سے اس لہجے میں بات نہیں کی تھی اتنے میں شعیب بھی وہاں آ گیا اسنے بھی ان کی بات سن لی تھی فیضان تم تو ابھی مجھ سے تنگ آ گئے ہو زاریہ آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی اور اٹھ کر وہاں چل دی ارے زاریہ رکو شعیب نے اسے آواز دی لیکن وہ رکی نہ تھی بس چند ہی لمحوں میں اس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی ۔ارے فیضان تم بھی ناں ایسے ہی اپنا غصہ دوسروں پر نکالتے ہو دیکھو اب وہ تم سے ناراض ہو کر چلی گئی ہے شعیب نے اس کے پاس بیٹھ کر کہا یار میں کیا کروں مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی ہے کسی سے بات کرنے کو ذرا بھی دل نہیں کرتا ہے فیضان نے بیزاری سے کہا لیکن پھر بھی تم نے زاریہ سے طرح سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے تھی وہ تو تم سے بے پناہ پیار کرتی ہے شعیب نے اسے دیکھتے ہی کہا اچھا چھوڑو اسے میں اسے منا لوں گا اور وہ مان بھی جائے گی تم یہ بتاؤ کہ میرا کام کیا کہ نہیں ۔ فیضان نے پوچھا۔

ہاں یار ایک لڑکے نے ایک بزرگ کا بتایا ہے لیکن وہ بزرگ صرف اسی سے ملتے ہیں جو سچ میں مصیبت میں ہو شعیب نے اسے بتایا یار شعیب وہ دوسرے عاملوں کی ہی طرح جھوٹا ہوگا ان کا تو کام ہی پیسے اکھٹا کرنا ہے اس ایک ہفتے میں پندرہ ہزار روپے ان عاملوں کی نظر ہوگیا ہے فیضان نے آہستہ سے کہا نہیں یار وہ لڑکا کہہ رہا تھا کہ وہ بزرگ پیسے نہیں لیتے ہیں ۔ اورکام بھی کردیتے ہیں شعیب نے اس کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا مجھے تو نہیں لگتا ہے کہ وہ پیسے بھی نہ لے اور کام بھی کردے فیضان نے بے زاری سے کہا۔ لیکن یار ہمیں ان کے پاس جانا چاہیے ہوسکتا ہے وہ تمہارا کام کردیں شعیب نے کہا فیضان نے سر ہلایا فیضان اور شعیب آپس میں گہرے دوست ہیں دونوں کے ماں باپ اب اس دنیا میں نہیں ہیں اس لیے دونوں ایک ساتھ رہتے ہیں اور ایک ہی کالج میں پڑھتے ہیں جبکہ فیضان کی ملاقات زاریہ سے اس کالج میں ہوئی تھی اب دونوں ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرتے اور ایک دوسرے کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کرسکتے ہیں لیکن فیضان ایک خواب مسلسل کئی روز سے دیکھ دیکھ کر پریشان اور خوفزدہ ہوگیا تھا شعیب اور فیضان کئی عاملوں کے پاس گئے پیسوں کا نذرانہ دیا لیکن کچھ بھی نہ ہوسکا آج وہ دونوں کسی بزرگ سے ملنے جا رہے تھے۔



فیضان اور شعیب اس وقت بزرگ کے گھر کے سامنے کھڑے تھے فیضان اگر بزرگ نے ہم سے ملنے سے انکار کردیا تو شعیب نے دروازے پر دستک دے کر فیضان سے کہا تو پھر ہم گھر واپس چلے جائیں گے فیضان نے ہنس کر کہا اچانک ہی دروازہ کھلا جی کون ایک بچے نے سر باہر نکال کر کہا ہمیں رحمٰن بابا سے ملنا ہے شعیب نے جلدی سے کہا کون ہے بیٹا۔ اندر سے آواز سنائی دی دادا ابو کوئی آپ سے ملنے آیا ہے۔ بچے نے اندر دیکھ کر کہا اندر لے آؤ انہیں آواز دوبارہ سنائی دی آئیے انکل بچے نے آگے سے ہٹتے ہوئے کہا فیضان اور شعیب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اندر داخل ہوگئے اسلام علیکم۔

فیضان اور شعیب نے ایک ساتھ کہا۔ وعلیکم السلام بیٹھو بیٹا رحمٰن بابا نے چارپائی کی طرف اشارہ کیا دونوں ادب سے چارپائی پر بیٹھ گئے رحمٰن بابا تسبیح پڑھنے میں مصروف تھے اور وہ فیضان کو بہت غور غور سے دیکھ رہے تھے فیضان اور شعیب کی نظریں بھی انہی کے چہرے پر تھیں انکے چہرے پر نور ہی نور تھا ان کے سر اور ڈارھی کے بال سفید تھے اور آنکھوں میں ایک کشش تھی بابا جی میں بہت مشکل میں ہوں آپ میری مدد کریں فیضان نے احترام سے کہا بیٹا مجھے لگ رہا ہے کہ تم مصیبت میں ہو اللہ پر بھروسہ رکھو سب ٹھیک ہو جائیگا پہلے تو تم اپنا مسئلہ بتاؤ رحمٰن بابا نے فیضان کو دیکھتے ہوئے کہا تو فیضان نے تمام بات انہیں بتادی بیٹا تم کو روزانہ ایک ہی خواب آتا ہے مجھے لگ رہا ہے کہ اس میں کوئی نہ کوئی راز ہے اور میں آج رات عمل کر کے اس راز تک انشاء اللہ پہنچ جاؤں گا تم حوصلہ رکھو اللہ سب ٹھیک کردے گا اب جاؤ اور کل میرے پاس آنا رحمٰن بابا نے کہا تو وہ دونوں وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے



رات کی تاریکی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی فیضان اور شعیب نے رات کا کھانا کھایا اور آپس میں باتیں کرنے لگے ۔ یار شعیب مجھے وہ بزرگ بہت ہی اچھے لگے ہیں اور مجھے لگ رہا ہےکہ وہ میرا مسئلہ حل کردیں گے فیضان نے پرسکون ہو کر کہا ہاں یار مجھے بھی لگ رہا ہے کہ وہ تمہارا مسئلہ ضرور حل کریں گے میں نے تو انہیں دیکھتے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ دوسرے عاملوں کی طرح نہیں ہیں شعیب نے مسکراتے ہوئے کہا ہاں یار آج وہ سارا دن پریشان سی تھی تم منا لیتے اسے مجھے تو وہ پریشان بالکل بھی نہیں اچھی لگتی شعیب نے برا منہ بنا کر کہا ویسے

تمہیں اس کے ساتھ اتنی ہمدردی کیوں ہے فیضان نے شرارتی لہجے میں کہا وہ میری ہونے والی بھابھی ہے اس لیے شعیب نے تڑ سے کہا اچھا جی فیضان نے مسکراتے ہوئے کہا ہاں جی اس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا کچھ دیر تک وہ بیٹھ کر باتیں کرتے رہے اور پھر سو گئے۔



فیضان نے پورا کالج چھان مارا لیکن اسے زاریہ کہیں بھی نظر نہ آئی تو وہ تھک ہار کر ایک جگہ پر بیٹھ گیا بیٹھے ہی اس کی نظر سامنے پڑی تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی کیونکہ اس سے کچھ ہی فاصلے پر ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے وہ کھڑی تھی فیضان جلدی سے اٹھا اور اس کے پاس آ گیا ہائے زاریہ۔کیسی ہو فیضان نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر کہا ٹھیک ہوں زاریہ نے نظریں جھکا کر کہا آئی ایم سوری زاریہ مجھے تم سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے تھی میں بہت شرمندہ ہوں اگر تم مجھ سے اسی طرح ناراض رہی تو میں مر جاؤں گا پلیز فیضان ایسی باتیں مت کرو کون کہہ رہا ہے کہ میں تم سے ناراض ہوں پیار کرنے والے کبھی بھی ناراض نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان پر اعتبار کرتے ہیں لیکن تم نے مجھ پر اعتبار نہیں کیا زاریہ نے فیضان نے حیران ہو کر پوچھا۔

فیضان کل جب میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم پریشان کیوں ہو تم نے مجھے نہیں بتایا تھا اس کا یہ ہی مطلب ہے ناں کہ تم مجھ پر اعتبار نہیں کرتے ہو زاریہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا زاریہ ایسی بات نہیں ہے مجھے تم پر اعتبار ہے بس میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا فیضان نے زاریہ کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا ۔فیضان میں تو تم کو اس طرح پریشان دیکھ کر پریشان ہو جاتی ہوں تم مجھے بتاؤ کہ تم آج کل کیوں پریشان رہتے ہو زاریہ نے پوچھا تو فیضان نے ساری بات زاریہ کو بتا دی جسے سن کر وہ اور زیادہ پریشان ہو گئی تھی لیکن زاریہ اب تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے رحمٰن بابا میری مدد کرنے کو تیار ہو گئے ہیں فیضان نے زاریہ کا ہاتھ آہستہ سے دباتے ہوئے کہا۔تو زاریہ مسکرا دی میں کب سے دیکھ رہا ہوں تم دونوں ہاتھ میں ہاتھ تھامے مسکرا رہے ہو شادی کی تاریخ طے ہو گئی ہے کیا شعیب نے شرارت سے کہا ارے شعیب تم کب آئے فیضان نے پوچھا میرے خیال میں میں آج سے تقریباً بائیس سال پہلے اس دنیا میں آیا تھا شعیب نے سنجیدہ ہو کر کہا شعیب تم بھی ناں زاریہ نے ہنستے ہوئے کہا اتنے میں کلاس کا ٹائم ہو گیا تو وہ تینوں کلاس کی طرف بڑھ گئے۔



فیضان اور شعیب اس وقت رحمٰن بابا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے بیٹا کل رات میں نے عمل کیا تھا اور میں سب کچھ جان گیا ہوں رحمٰن بابا نے فیضان کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ سچ بابا جی آپ میرے خواب کا راز جان گئے ہیں فیضان نے خوش ہوتے ہوئے کہا ہاں بیٹا میں تمہارے خواب کا راز جان گیا ہوں تمہارے خواب کے پیچھے ایک کہانی چھپی ہوئی ہے جسے میں جان گیا ہوں رحمٰن بابا نے کہا کیسی کہانی بابا جی شعیب نے تجسس سے پوچھا۔ بیٹا آج سے ایک سو سال پہلے ایک گاؤں میں سادھو رہتا تھا وہ ہندو تھا اس کے پاس بہت طاقتیں تھیں اس نے یہ طاقتیں چلے کر کے اور بے گناہ اور معصوم انسانوں کو قتل کر کے حاصل کی تھیں سادھو کے گھر ایک بچی پیدا ہوئی وہ بہت ہی خوبصورت تھی اس لیے سادھو نے اس کا نام حسینہ رکھ دیا حسینہ جب جوان ہوئی تو اس کے حسن میں مزید اضافہ ہو گیا گاؤں کے تمام لڑکے اس کے عشق میں گرفتار ہو گئے لیکن وہ کسی کو بھی پسند نہیں کرتی تھی پھر ایک دن اس گاؤں میں ایک لڑکا آیا اس کا نام فیضان تھا گاؤں کے تمام لڑکوں سے زیادہ خوبصورت تھا اور وہ مسلمان تھا فیضان نے حسینہ کو دیکھا ہوا تھا لیکن وہ اسکا عاشق نہ تھا کیونکہ اس کے دل میں صرف اور صرف مومنہ تھی مومنہ اس کی کزن تھی اور وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے تھے حسینہ نے جب فیضان کو دیکھا تو وہ اسی کی ہو کر رہ گئی وہ

فیضان کو پسند کرنے لگی تھی اس کے دل میں صرف اور صرف فیضان کے لیے پیار تھا وہ اسے دیوانگی کی حد تک چاہنے لگی تھی۔

پھر ایک دن سادھو نے حسینہ کو اپنے پاس بلایا اور اپنی تمام طاقتیں حسینہ کو دے دیں اور اس کے کچھ ہی دنوں بعد وہ مر گیا حسینہ اب اس دنیا میں اکیلی رہ گئی تھی اس کی ماں تو اس کے پیدا ہونے کے بعد ہی انتقال کر گئی تھی حسینہ نے اپنے باپ سادھو کے ادھورے چلے کو مکمل کیے اور بڑی بڑی طاقتیں حاصل کیں۔ایک دن حسینہ نے سوچا کہ وہ دیکھے کہ فیضان کے میں اس کے لیے کتنی محبت ہے لہذا اس نے منتر پڑھا اور فیضان کے دل کا حال جاننے لگی لیکن جب اسے پتہ چلا کہ فیضان کے دل میں صرف اور صرف مومنہ کے لیے پیار ہے تو وہ غصے سے سرخ ہو گئی اس نے بہت ہی بھیانک طریقے سے مومنہ کو قتل کر دیا۔ کسی کو شک بھی نہ ہوا کہ یہ کام حسینہ نے کیا ہے وہ سب کے سامنے معصوم بنی ہوئی تھی اور پھر اس کے کچھ ہی دنوں بعد حسینہ نے فیضان کے ساتھ اظہار محبت کر دیا لیکن فیضان نے انکار کر دیا اس کے انکار کی دو وجوہات تھیں ایک تو اس کے دل میں صرف مومنہ کے لیے پیار تھا اور دوسرا حسینہ ہندو تھی اور اس کے باپ نے اپنے چلے مکمل کرنے کے لیے کئی مسلمانوں کو قتل کیا تھا حسینہ سے فیضان کا یہ انکار برداشت نہ ہوا اور حسینہ فیضان کو اپنی آنکھوں کے سحر سے ایک ویرانے میں لے آئی اور فیضان سے کہا۔

ایک تو وہ اس سے شادی کر لے اور دوسرا وہ ہندو ہو جائے لیکن فیضان نے یہ سب کرنے سے انکار کر دیا تو حسینہ نے فیضان کو بہت ہی بھیانک طریقے سے قتل کر دیا اسے پھر بھی چین نہ آیا تو وہ فیضان کا سارا گوشت نوچ نوچ کر کھا گئی اور اس کے ڈھانچے کو وہاں قبر کھود کر دفن کر دیا پھر حسینہ نے ایک بھیانک چلہ کرنے کے بارے میں سوچا وہ فیضان کو دوبارہ زندہ کرنا چاہتی تھی لہذا اس نے فیضان کی قبر میں بیٹھ کر چلہ شروع کر دیا وہ چلہ بہت ہی خطرناک تھا چلہ ناکام ہونے کی صورت میں وہ خود اس قبر میں زندہ دفن ہو جاتی آخر کار بہت ہی محنت کے بعد حسینہ نے وہ چلہ تو مکمل کر لیا لیکن وہ فیضان کو دوبارہ زندہ نہ کر سکی لیکن اس چلے کا اسے ایک فائدہ ہوا تھا وہ یہ کہ اسے یہ علم ہو گیا تھا کہ آج سے ایک سو سال بعد اس دنیا میں ایک لڑکا پیدا ہو گا وہ بالکل فیضان کی طرح ہو گا بلکہ اس کا نام بھی فیضان ہو گا اگر وہ اس لڑکے یعنی فیضان کو اس قبر میں دفن کر دے تو اس کا فیضان دوبارہ زندہ ہو سکتا تھا لہذا حسینہ اس قبر میں بیٹھ کر آج تک چلہ کر رہی ہے وہ کوئی اور نہیں بلکہ تم ہی ہو۔

رحمٰن بابا تمام کہانی سنا کر خاموش ہو گئے فیضان اور شعیب ایک دوسرے کو حیران ہو کر دیکھنے لگے۔اور اب حسینہ میں سو سال کے چلے کے بعد اتنی طاقت آ گئی ہے کہ وہ تم کو خواب میں بھی نظر آنے لگی ہے وہ بار بار تمہارے خواب میں تمہیں ڈرانے کے لیے آتی ہے اور کچھ ہی دنوں بعد وہ تم کو اس ویرانے میں بھی لے جائے گی رحمٰن بابا نے فیضان کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کک کیا فیضان نے ڈرتے ڈرتے کہا لیکن بیٹا تم پریشان مت ہو میں اسے ایسا نہیں کرنے دوں گا لیکن اس کے لیے تمہیں بھی محنت کرنا پڑے گی رحمٰن بابا نے آہستہ سے کہا کیسی محنت بابا جی فیضان نے حیران ہو کر کہا اسکے لیے تمہیں ایک چلہ کرنا پڑے گا اور چلہ تم نے اسی ویرانے میں قبر کے پاس کرنا ہو گا رحمٰن بابا نے اسے بتایا کیا فیضان نے تقریباً چیختے ہوئے کہا رحمٰن بابا چلہ آپ کر لیں ناں فیضان چلہ کیسے کر سکتا ہے شعیب نے رحمٰن بابا کو بغور دیکھتے ہوئے کہا نہیں بیٹا میں وہ چلہ نہیں کر سکتا اگر میرے بس میں ہوتا تو میں چلہ ضرور کرتا اگر تم اپنے آپ کو بچانا چاہتے ہو تو وہ چلہ کرنا ہو گا چلہ ایک ہی رات کا ہے لیکن بہت ہی بھیانک ہے رحمٰن بابا نے فیضان نے پرجوش انداز میں کہا تمہارا جوش دیکھ کر مجھے لگ رہا ہے کہ تم ضرور چلہ کرنے میں کامیاب ہو گئے رحمٰن بابا نے مسکراتے ہوئے کہا بس بابا آپ مجھے چلا کا ورد اور اسے کرنے کا طریقہ بتا دیں فیضان نے رحمٰن بابا کو

دیکھتے ہوئے کہا بیٹا چلہ تم نے اسی ویرانے میں بیٹھ کرنا ہوگا تم نے اس قبر سے تھوڑی مٹی اٹھانی ہے اور اس مٹی کو تم نے حصار کے اندر رکھ کر اس پر چلہ کرنا ہوگا جب تمہارا چلہ مکمل ہوجائے تو تم وہ مٹی دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر باہر آجانا جب تم حصار سے باہر آؤ گے تو قبر پھٹ جائے گی تو تم نے وہ مٹی اس پر پھینک دینی ہے پھر وہ ہمیشہ کے لیے اس قبر میں دفن ہوجائیگی چلے کے دوران حسینہ کی غلام بدروحیں جن اور بھوت تمہیں ڈرانے کی کوشش کریں گے لیکن تم نے حصار سے باہر نہیں نکلنا ہے حصار سے باہر جو کچھ بھی ہوگا نظر کا دھوکا ہوگا اگر تم حصار سے باہر نکلے تو تمہاری موت یقینی ہوگی رحمٰن بابا نے فیضان کو سمجھایا۔

بابا آپ بے فکر رہیں میں حصار سے باہر نہیں نکلوں گا چاہے کچھ بھی ہوجائے فیضان نے اٹل لہجے میں کہا لیکن فیضان میں تمہیں وہاں اکیلا نہیں جانے دوں گا میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا میں ان دوستوں میں سے نہیں ہوں جو مصیبت کے وقت ساتھ چھوڑ دیتے ہیں شعیب نے فیضان کی طرف دیکھ کر کہا بیٹا ہر کسی کو تم جیسے بہت کم ملتے ہیں فیضان بیٹا تم بہت خوش قسمت ہو کہ تمہیں شعیب جیسا دوست ملا لیکن شعیب بیٹا تم اس کے ساتھ نہیں جاسکتے ہو اسے اکیلے ہی وہاں جانا ہوگا رحمٰن بابا نے شعیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شعیب تم بے فکر رہو میں چلہ کرلوں گا مجھے تم جیسے دوست پر فخر ہے اور میں اس حسینہ کو ہمیشہ کے لیے قبر میں دفن کردوں گا وہ نہ تو فیضان کو اس وقت حاصل کرسکی تھی اور نہ اب کرسکے گی میں اس کی ہر خواہش پر پانی پھیر دوں گا فیضان نے شعیب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کہا انشاءاللہ تم ضرور کامیاب ہوگئے۔

شعیب نے مسکراتے ہوئے کہا پھر رحمٰن بابا نے اسے چلے کا ورد بتایا اور وہ دونوں گھر واپس آگئے گھر آکر فیضان نے زاریہ کو بھی گھر بلالیا فیضان اگر تمہیں کچھ ہوگیا تو میں جیتے جی مرجاؤں گی تمہارے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کرسکتی زاریہ نے روہانسی لہجے میں کہا زاریہ مجھے کچھ نہیں ہوگا ہاں اگر تم اس طرح روتی رہی تو میں حوصلہ ہار جاؤں گا اور میں چلہ کبھی بھی نہیں کروں گا فیضان نے جذباتی لہجے میں کہا نہیں فیضان تم ہمت نہیں ہاروگے میں ہر دم تمہارے ساتھ ہوں زاریہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا فیضان مسکرادیا شعیب زاریہ کا خیال رکھنا اور اگر مجھے کچھ ہوگیا تو نہیں فیضان نہیں تمہیں کچھ نہیں ہوگا اور انشاءاللہ تم چلہ کرنے میں ضرور کامیاب ہوجاؤ گے شعیب نے فیضان کی بات کاٹ کر کہا۔

انشاءاللہ فیضان نے مسکراتے ہوئے کہا اور فیضان تم بھی اپنا بہت خیال رکھنا میری دعائیں ہر دم تمہارے ساتھ ہوں گی زاریہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا زاریہ اور شعیب تم دونوں نے ہی تو اتنا حوصلہ دیا ہے کہ میں چلہ کرنے کے لیے تیار ہوگیا ہوں اگر تم دونوں میرا ساتھ نہ دیتے تو شاید میں کبھی بھی چلہ نہ کرپاتا اور اس اللہ کا بہت بڑا کرم ہے میرے اوپر وہ مجھے اس چلے میں ضرور کامیاب کرے گا وہ تو بڑا غفور ہے ہمیں اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے فیضان نے مسکراتے ہوئے کہا تو زاریہ اور شعیب بھی مسکرادیے پھر فیضان شعیب سے گلے ملا اور موٹر سائیکل پر بیٹھ کر ویرانے کی طرف روانہ ہوگیا کافی ڈھونڈنے کے بعد فیضان کو وہ قبر مل ہی گئی فیضان نے اپنا موٹر سائیکل ایک درخت کے نیچے کھڑا کیا اور رات کا انتظار کرنے لگا شام کے سائے گہرے ہونے لگے تھے اندھیرا آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا فیضان کا دل اتنی ہی تیزی سے دھڑک رہا تھا وہ بے چینی سے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا ایک انجانا سا خوف اسے محسوس ہورہا تھا آخر اللہ اللہ کرکے وہ وقت بھی آگیا جس کا فیضان کو بے چینی سے انتظار تھا فیضان نے ایک نظر پورے ویرانے میں دوڑائی تو ویرانہ چاند کی ہلکی ہلکی روشنی میں بہت ہی پراسرار اور وحشت ناک لگ رہا تھا۔ فیضان نے ڈرتے ڈرتے قبر سے مٹی اٹھائی اور مٹی کو حصار میں رکھ کر چلہ شروع کردیا ابھی اسے چلہ شروع کیے ایک گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ اس خاموشی

ویرانے میں گھنگھروؤں کی چھن چھن گونج اٹھی فیضان نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ ساتھ ادھر ادھر دیکھا تو اسے دور ہی ایک سایہ بڑھتا ہوا محسوس ہوا فیضان کا دل ایک انجانے خوف سے دھڑکا اس نے اپنی نگاہیں اسی پر مرکوز کردیں۔

جیسے جیسے وہ سایہ قریب آرہا تھا گھنگھروؤں کی چھن چھن بھی تیز ہورہی تھی فیضان نے ایک گہرا سانس لیا اور آنکھیں بند کرکے ورد پڑھنے لگا اچانک ہی فیضان کو اپنے بدن میں ایک سرد لہر اٹھتی ہوئی محسوس ہوئی کیونکہ اس بار اسے گھنگھروؤں کی آواز بالکل قریب سے سنائی دی تھی دوسرے ہی لمحے فیضان نے اپنی آنکھیں کھولیں سامنے دیکھتے ہوئے فیضان کا دل بری طرح دھڑکا ایک نہایت ہی حسین اور نوجوان لڑکی اس کے سامنے کھڑی تھی وہ گھور گھور کر فیضان کو دیکھ رہی تھی اے نوجوان چلا جا یہاں سے ورنہ مارا جائیگا اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگ جا وہ غصے سے بولی لیکن فیضان نے اس پر توجہ نہ دی اور اپنا ورد پڑھتا رہا میں کہتی ہوں چلے جاؤ یہاں سے ورنہ تمہارا وہ حال کروں گی کہ کسی کو تمہاری ہڈیاں تک نہیں ملیں گی وہ غضبناک ہوکر بولی تو ایسے نہیں مانے گا ابھی تجھے بتاتی ہوں اتنا کہہ کر اس لڑکی نے اپنے بازو پر زور سے کاٹا تو اس کے بازو سے خون بہنے لگا اس نے اپنے بازو کا رخ زمین کی طرف کردیا جیسے ہی اس کے خون کا ایک قطرہ زمین پر گرا تو وہاں سے دھواں اٹھنا شروع ہوگیا۔

جیسے جیسے اس کا خون زمین پر گر رہا تھا دھواں اتنا ہی تیز تر ہورہا تھا فیضان کا تمام جسم پسینے سے شرابور ہوگیا خوف اور دہشت کی وجہ سے وہ کانپ اٹھا دھوئیں سے ایک غراہٹ کی آواز ابھری اور ایک بہت ہی بھیانک چہرہ دھوئیں سے باہر نکلا اس کا قد تقریباً دس فٹ ہوگا اس کے پورے جسم پر کالے کالے لمبے بال تھے اور اس کا منہ بھیڑیے کی طرح خوفناک تھا وہ غراتا ہوا دھوئیں سے باہر نکلا اور فیضان کو گھور گھور کر دیکھنے لگا اس کے دیکھنے کا انداز بہت ہی خوفناک تھا اسکی سرخ آنکھوں میں وحشت ہی وحشت تھی اس کے اس انداز سے لگ رہا تھا کہ یہ پورے ویرانے کو تباہ کردے گا پھر اس بھیڑیے نما درندے نے اپنا ایک پاؤں اوپر اٹھا کر زمین پر مارا تو زمین میں دراڑیں پڑنے لگیں فیضان ڈری ڈری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اس کی زبان سے ورد کے الفاظ بھی مشکل سے ادا ہورہے تھے دیکھا میری طاقت کو یہ آج تمہاری وہ حالت کرے گا کہ کوئی اس ویرانے کی طرف آنے کا نام تو کیا دیکھنے کی بھی کوشش نہیں کرے گا۔ وہ لڑکی مسکراتے ہوئے بولی۔

فیضان ٹکٹکی باندھے اسے دیکھنے لگا لیکن اب بھی میں تمہیں ایک موقع دیتی ہوں اگر تو جانا چاہتا ہے تو چلا جا اس لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن فیضان نے اس کی ایک نہ سنی اسے اندازہ ہوگیا تھا یہ سب اسے حصار سے باہر نکالنے کی چال ہے لیکن اتنی جلدی فیضان بھی ہار ماننے والا نہیں تھا اسے یہ بھی اندازہ ہوگیا تھا کہ جب تک وہ حصار میں ہے اسے کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے جب اس لڑکی نے دیکھا کہ فیضان اس کی بات ماننے کو تیار نہیں ہے وہ غصے سے سرخ ہونے لگی مار دو اسے وہ لڑکی اس درندے کی طرف دیکھ کر بولی تو اس خوفناک درندے نے ایک چیخ ماری اور فیضان کی طرف دوڑ لگادی اسکی چیخ سے سارا ویرانہ لرز اٹھا تھا اور فیضان کا دل بھی اس کی چیخ سن کر دہل گیا تھا جیسے ہی وہ خوفناک درندہ حصار سے ٹکرایا اسے ایک کرنٹ سا لگا اور وہ دور جاگرا اس کی بھیانک چیخوں سے پورے ویرانے کو ہلا کر رکھ دیا اس خوفناک درندے کا جسم اب آہستہ آہستہ سکڑنے لگا تھا کچھ ہی دیر بعد اس کا قد ایک فٹ کا ہوگیا تھا پھر اچانک ہی اس کے جسم سے آگ کا ایک شعلہ بھڑکا اور اس کے جسم کو آگ لگ گئی جب اس لڑکی نے یہ منظر دیکھا تو چیختی ہوئی وہاں سے غائب ہوگئی فیضان نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنا ورد پڑھتا رہا کچھ ہی دیر بعد فیضان نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو اسے کوئی شخص اپنی طرف آتا ہوا دکھائی دیا جب وہ قریب آیا تو فیضان نے اسے پہنچان لیا۔ وہ شعیب تھا فیضان اسے

حیرت زدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا اور ساتھ ہی ورد بھی پڑھ رہا تھا۔

فف۔فیضان وہ ۔وہ زاریہ کی طبیعت بہت خراب ہے وہ بے ہوش ہے میں اور بار بار تمہارا نام لے رہی ہے تم جلدی سے میرے ساتھ چلو رحمٰن بابا کہہ رہے تھے کہ تم اپنا چلہ کل مکمل کر لینا شعیب نے جلدی جلدی کہا۔ فیضان نے جب یہ سنا تو وہ لرز اٹھا وہ اپنی جگہ سے اٹھنے والا تھا کہ اسے رحمٰن بابا کی بات یاد آ گئی کہ جو کچھ بھی ہوگا نظر کا دھوکہ ہوگا لہذا فیضان یہ سوچ کر بیٹھا رہا اور ورد پڑھتا رہا جلدی کرو فیضان ورنہ زاریہ مر جائے گی اس کی حالت بہت ہی خراب ہے شعیب نے بے تابی سے کہا لیکن فیضان اپنی جگہ سے نہ اٹھا اچانک ہی اس قبر سے آگ کا ایک شعلہ اٹھا اور شعیب سے ٹکرایا تو اسے آگ لگ گئی اور شعیب کی خوفناک اور درد بھری چیخیں وہاں گونجنے لگیں فیضان نے اپنے جگری دوست کی یہ حالت دیکھی تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں آنسو اسکی آنکھوں سے رکنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے فیضان نے جب سامنے دیکھا تو اسے اپنا دل حلق میں اٹکتا ہوا محسوس ہوا کیونکہ شعیب اس کے سامنے کھڑا اسے گھور رہا تھا اس کی حالت بہت ہی خراب تھی اس کا تمام جسم کوئلے کی مانند جلا ہوا تھا اور گوشت اسکے جسم سے پگھل کر نیچے گر رہا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد اسکا سارا جسم پگھل کر زمین میں جذب ہو گیا۔فیضان نے اپنے آنسو صاف کئے اور ورد پڑھنے لگا ساری رات فیضان کے ساتھ ایسے ہی واقعات پیش آتے رہے کبھی خون کی بارش شروع ہو جاتی کبھی کوئی خوفناک سایہ اسے اپنے اردگرد نظر آتا تو کبھی زمین پھٹتی ہوئی اور ایسے ایسے خوفناک درندے باہر آتے جسے دیکھ کر فیضان کانپ اٹھتا ابھی بھی چلہ ختم ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا فیضان ورد پڑھنے میں مصروف تھا اچانک ہی فیضان کو ایک طرف سے کسی لڑکی کی چیخنے کی آواز سنائی دی فیضان نے اس طرف دیکھا تو اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی وہ سر تا پاؤں کانپ اٹھا ایک ڈھانچہ زاریہ کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے فیضان کی طرف بڑھ رہا تھا اس ڈھانچے کے دوسرے ہاتھ میں خنجر تھا قریب آتے ہی اس ڈھانچے نے زاریہ کو زمین پر پٹخ دیا چھوڑ دو یہ چلہ ورنہ اس لڑکی کا گلہ کاٹ دوں گا اس ڈھانچے نے خنجر والے ہاتھ سے زاریہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا فیضان تم یہ چلہ چھوڑ دو مجھے اس سے بچا لو میں مرنا نہیں چاہتی ہوں بلکہ میں تو تمہارے ساتھ جینا چاہتی ہوں۔

زاریہ نے روتے ہوئے کہا لیکن فیضان نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور ورد پڑھتا رہا کیونکہ اسے یقین تھا کہ یہ اس کی زاریہ نہیں ہے اگر اسکی زاریہ ہوتی تو وہ کبھی اسے چلہ چھوڑنے کو نہ کہتی وہ ڈھانچہ غصے کے عالم میں زاریہ کی طرف بڑھا پلیز فیضان مجھے بچا لو زاریہ رو رو کر فیضان کی منتیں کر رہی تھی اتنے میں ڈھانچہ زاریہ کے سر پر پہنچ گیا اس نے زاریہ کو بالوں سے پکڑا اور زور سے اس کی گردن پر خنجر کا وار کیا تو زاریہ کا سر اس ڈھانچے کے ہاتھ میں رہ گیا اس کا ڈھر کافی دیر تک تڑپتا رہا پھر ٹھنڈا ہو گیا فیضان کو اب دھویں کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا کچھ دیر بعد جب دھواں ختم ہوا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا پھر جب فیضان کا چلہ مکمل ہوا تو فیضان نے مٹی دونوں ہاتھوں میں اٹھائی اور حصار سے باہر آ گیا اچانک ہی آسمانی بجلی اس قبر پر پڑی تو قبر ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ گئی فیضان کو قبر کے اندر ایک حسینہ دکھائی دی وہ لیٹی ہوئی تھی فیضان مجھے یہاں سے باہر نکالو ورنہ میں مر جاؤں گی میں زندہ ہوں فیضان مجھے باہر نکالو حسینہ نے بے تابی سے کہا اور پھر اچانک ہی اس کے ہاتھ بڑھنے لگے جیسے ہی اس کے ہاتھ قبر سے باہر آئے تو فیضان نے وہ مٹی حسینہ پر پھینک دی جیسے ہی مٹی حسینہ پر پڑی تو اس کی چیخوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور قبر ایک دھماکے کے ساتھ دوبارہ بند ہو گئی اور فیضان سجدے میں گر کر رونے لگا۔

پھر فیضان اٹھا جیسے ہی اس نے سامنے دیکھا تو

اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کیونکہ فیضان کے سامنے اس کا ہم شکل کھڑا تھا جو مسکرا رہا تھا شکریہ دوست تم نے مجھے حسینہ سے بچا لیا اگر حسینہ مجھے دوبارہ حاصل کر لیتی تو وہ مجھ سے انسانوں کا خون کرواتی اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی انسانیت کا دشمن بن جاتا لیکن تم نے مجھے بچا لیا ہے اب میری روح پر سکون ہے یہ کہتے ہی فیضان کے ہم شکل کے گرد دھواں پھیلنے لگا اور پھر وہ دھویں کے ساتھ آسمان کی طرف چل پڑا سب سے پہلے وہ رحمٰن بابا کے گھر گیا اور ان کا شکریہ ادا کیا رحمٰن بابا نے بھی فیضان کو چلے میں کامیابی پر بہت بہت مبارک باد دی اور اسے گلے لگا لیا اور کہا۔

بیٹا تم نے بہت ہی اچھا کام کیا ہے حسینہ کو مار کر تم نے انسانیت کو بچا لیا ہے تم نے محنت کی اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کا اجر دیا خوش رہو بیٹا رحمٰن بابا سے ملنے کے بعد جب وہ گھر پہنچا تو شعیب اور زاریہ اس کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے جیسے ہی شعیب کی نظر فیضان پر پڑی وہ دوڑ کر اس کے گلے لگ گیا بہت بہت مبارک ہو میرے دوست میں خوش ہوں مجھے لگ رہا تھا کہ دنیا کی سب بڑی خوشی مجھے آج ملی ہے میں اس دن کو کبھی بھی نہیں بھول پاؤں گا فیضان نے مسکراتے ہوئے کہا زاریہ کہاں ہے فیضان نے بے تابی سے پوچھا انے لوجی زاری اتنی چھوٹی ہو گئی ہے کہ تمہیں نظر ہی نہیں آ رہی ہے شعیب نے فیضان سے الگ ہو کر شرارت سے کہا تو زاریہ قہقہے لگا کر ہنسنے لگی فیضان اور شعیب بھی زاریہ کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔

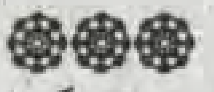
لمبی باتیں کیا کرنی ہیں قصہ مختصر کچھ ماہ بعد فیضان نے زاریہ سے شادی کر لی اور شادی کے بعد زاریہ شعیب کے پیچھے پڑ گئی کہ اب تمہیں بھی شادی کر لینی چاہیے شعیب پہلے تو انکار کرتا رہا پھر بار بار زاریہ کا مجبور کرنے پر وہ مان گیا اور شعیب نے بھی اسے کہہ دیا کہ وہ خود ہی اسکے لیے لڑکی پسند کرے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے یہ بات سن کر فیضان اور زاریہ بہت ہی خوش ہوئے اور زاریہ نے اس کے رشتہ تلاش کرنا شروع کر دیا۔اور پھر زاریہ نے اپنی ایک دوست عشنا کو شعیب کے لیے پسند کر لیا اور پھر کچھ ہی دنوں بعد اس سے شعیب کی شادی کر دی اور اب چاروں دوست بہت ہی خوش حال زندگی گزار رہے ہیں۔قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا میں اس کہانی میں کہاں تک کامیاب ہوئی ہوں ضرور بتایئے گا۔



غزل

اس بھری دنیا میں کوئی بھی ہمارا نہ ہوا
غیر تو غیر تھے اپنوں کا بھی سہارا نہ ہوا
لوگ تو رو رو کے بھی جی لیتے ہیں
اس جہاں میں ایک ہم ہیں کہ ہنستے بھی گزارا نہ ہوا
ایک محبت کے سوا کچھ نہ مانگا تھا تم سے
کیا کریں یہ بھی زمانے کو گوارا نہ ہوا

قم قم نشاد۔۔فتح جنگ



آدمی ہر کام میں ہار برداشت کر لیتا ہے لیکن عشق میں نہیں۔

c آدمی ہر فرد سے دل کی بات چھپا لیتا ہے لیکن دوست سے نہیں۔

c آدمی ہزاروں کے بیچ بے عزتی برداشت کر لیتا ہے لیکن ایک دوست کے سامنے نہیں۔

c دوست نہیں جو آپ کی بات سنے اور آگے پھیلائے بلکہ دوست وہ ہے جو آپ کی بات سنے اور سینے میں جذب کر لے۔

c وہ دوست نہیں جو اپنی جیب بچائے اور تمہاری جیب پر نظر رکھے۔

c وہ دوست نہیں جو کھانے پینے میں آپ سے ڈنڈی مارے۔

کشور کرن۔چتوکی



راکشا دیوی

۔۔۔تحریر: سنبل اینڈ رخسار۔ صوابی۔۔

نجانے رات کا وہ کونسا پہر تھا کہ افضال کی آنکھیں ایک آہٹ سے کھل گئیں اس کے ساتھ خیمے میں گوہر نیلم اور صائمہ بھی تھیں اس نے ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کوئی جانور ہو اس نے اس نے سامنے دیکھا تو خیمے کی دیوار پر ایک کالا سایہ دکھائی دیا خوف سے اس کی سانسیں رکنے لگیں اس نے اپنی ساری ہمت کو یکجا کر کے پوچھا کہ کک کون۔ سائے نے مڑ کر دیکھا تو افضال بے ہوش کے قریب تھا سائے کی آنکھوں سے سرخ شعلے نکل رہے تھے اور اگلے ہی لمحے سایہ غائب تھا۔

۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

گوہر اور افضال نہایت گہرے دوست تھے دونوں ایف ایس سی میں کالج میں ساتھ پڑھتے تھے ان کے گھر بھی ایک ہی گلی میں واقع تھے اس لیے ایک دوسرے کے گھر بھی آتے جاتے تھے کلاس میں دوسرے لڑکوں کے ساتھ بھی نرمی سے پیش آتے تھے دونوں پڑھائی میں بھی بہت تیز تھے اس کے علاوہ ان کے کلاس میں لڑکیاں بھی تھیں جن میں صائمہ نیلم اور ماریہ اپنی مثال آپ تھیں گوہر نیلم سے بہت پیار کرتا تھا مگر ابھی تک اظہار نہیں کر پایا تھا اور آخر ایک دن اس نے اظہار کر ہی دیا اسی طرح دن گزرتے گئے افضال نے صائمہ سے اظہار محبت کر دیا مگر وہ بولی۔

میں سوچوں گی اس دن تو سب کلاس والوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی جب پروفیسر قادر نے کلاس میں اعلان کر دیا کہ اگلے ہفتے ہم سب ٹور پر جائیں گے اور یہ ٹور پرنسپل صاحب نے اپنی طرف سے رکھی ہے کہ سارا خرچہ پرنسپل صاحب خود ہی کریں گے خواہ کتنا ہی کیوں نہ آئے نیلم اور گوہر تو خوشی سے پاگل ہو رہے تھے اور افضال نجانے کن سوچوں میں گم تھا گوہر نے پوچھا یار کیا بات ہے کیا تمہیں اس ٹور پر کوئی اعتراض ہے یا تم جانا نہیں چاہتے ہو افضال نے کہا مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے مگر میں صائمہ کی وجہ سے پریشان ہوں ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا گوہر بولا یار اتنی بھی کیا جلدی ہے سب ٹھیک ہو جائے گا تھوڑا سا صبر کر لو اور دونوں ہنستے ہوئے گھروں کی طرف جانے لگے اگلے دن پروفیسر صاحب نے کلاس میں اعلان کر دیا کہ تیار رہنا صرف ایف ایس سی والے جائیں گے اور پروگرام پیر کو طے ہو گیا ہے آج جمعہ تھا اور ابھی دو تین دن تھے یہ دو تین دن تیاریوں میں گزر گئے اور پیر کے خوشگوار صبح کو وہ سب بس میں بیٹھے جا رہے تھے گوہر بہت ہی زیادہ خوش دکھائی دے رہا تھا اور نیلم بھی گوہر نے پروفیسر صاحب سے پوچھا سر کہاں جائیں گے پروفیسر صاحب نے بتایا کہ وہ چترال سے ہٹ کر جو کالے پہاڑ ہیں وہاں پر ایک ہفتہ گزاریں گے اور انشاء اللہ جلد واپس بھی آ جائیں گے۔

اسی دوران بس میں ٹی وی سکرین پر فلم چلنے لگی اور سب فلم کے ڈائیلاگز سے محظوظ ہونے لگے افضال آج بہت خوش تھا کیونکہ صائمہ اسے بار بار دیکھ رہی تھی اور جب وہ اس کی طرف دیکھتا تو وہ شرما کر نظریں جھکا لیتی افضال ساری باتیں سمجھ گیا تھا کہ معاملہ گڑبڑ ہو گیا ہے اور صائمہ کی طرف بھی محبت کی آگ لگ گئی ہے اور صائمہ بھی اس سے محبت کرنے لگی ہے یہ بات اس نے گوہر کو بھی کہی جسے سن کر وہ بھی بہت خوش ہوا۔

کالے پہاڑوں پر اس وقت گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا اور رات کے اندھیرے میں یہ پہاڑ بہت خوفناک لگ رہے تھے اس پہاڑوں کے ایک غار میں راکشا دیوی

چڑیل بیٹھی ہوئی تھی جو چلہ کررہی تھی اور اس کے سامنے طلسمی آئینہ موجود تھا جو دیوار جتنا بڑا تھا اور وہ اس میں آنے والے واقعات آسانی سے دیکھ سکتی تھی راکشا چڑیل بہت ہی ظالم تھی اور وہ اب تک وہ بے شمار انسانوں کو موت کے بھینٹ چڑھا چکی تھی یہاں تک کہ اس نے جانوروں کو بھی نہیں بخشا تھا اور کالے پہاڑوں کے سارے جانور ختم کرڈالے تھے اور جو جانور بچ گئے تھے وہ پہاڑوں سے بھاگ گئے تھے۔

راکشا چڑیل آدھی رات کے وقت خوفناک غار میں بیٹھی ہوئی چلہ کررہی تھی اور کالا بت اندھیرے میں بمشکل نظر آرہا تھا مگر راکشا چڑیل کی ظالم آنکھیں تو ہزار وولٹ کے دو بلب تھے جسے اندھیرے میں بھی آسانی سے سب کچھ نظر آتا تھا ابھی وہ آدھا چلہ ہی کرپائی تھی کہ طلسمی آئینے سے شعائیں نکلنے لگیں اور سیدھی راکشا چڑیل کی آنکھوں پر پڑی آئینہ کو دیکھ کر وہ چونک گئی کیونکہ آئینہ میں ایک بس کا منظر نظر آرہا تھا جس میں تیرہ کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور سب ایک دوسرے سے زیادہ خوش دکھائی دے رہے تھے وہ اس منظر کو دیکھ کر نہایت حیران ہوگئی تھی اور اگلے ہی لمحے اس نے آئینے پر پھونک ماری اور آئینہ بالکل بے جان ہوگیا اس نے چلہ چھوڑا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگی منتر پڑھ کر اس نے غار کی چھت کی طرف پھونک ماری اور دیکھتے ہی دیکھتے چھت کے ساتھ الٹی لٹکی چمگادڑ سیدھی زمین پر آگری اور اس کے اردگرد کالا دھواں چھانے لگا اور اگلے ہی لمحے چمگادڑ کی جگہ ایک بھیانک شکل کا بھوت کھڑا تھا جس کا سر جھکا ہوا تھا۔۔

کیوں بلایا ہے مجھے راکشا دیوی۔ بھوت کے منہ سے آواز خارج ہوئی تو ایسے لگا جیسے غار درمیان سے پھٹ گیا ہو کالے بھوت جاؤ اور معلوم کرو کہ یہ کون لوگ ہیں اور کس طرف آرہے ہیں راکشا نے حکم دیا اگلے ہی لمحے کالا بھوت چمگادڑ میں تبدیل ہوکر غار کے منہ سے باہر نکل گیا۔



بس فرائے بھرتی ہوئی منزل کی طرف رواں دواں تھی اور وہ سب بس میں بیٹھے ہوئے خوشی سے ناچ رہے تھے عصر کے وقت انہیں دور سے کالے پہاڑوں کے آثار دکھائی دیئے تھے وہ سب بے اختیار خوشی سے اچھل پڑے کیونکہ پہاڑ بہت ہی دلکش نظر آرہے تھے وہ بہت بے صبری سے بس کے پہنچنے کا انتظار کرنے لگے کیونکہ وہ جلد از جلد کالے پہاڑوں پر پہنچ جانا چاہتے تھے آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور بس کالے پہاڑوں کے ساتھ ہی رک گئی وہ سب بڑی بے تابی سے نیچے اترے اور آگے بڑھنے لگے شام تک وہ پہاڑوں پر ویسے ہی گھومتے رہے سردی اپنے جوبن پر تھی اور تاریکی آہستہ آہستہ اپنے پر پھیلا رہی تھی اور تاریکی میں کالے پہاڑ ایسے لگ رہے تھے جیسے بڑے بڑے دیو ہیکل جن کھڑے ہوں دن کو جو پہاڑ انہیں بہت ہی دلکش نظر آرہے تھے رات کو وہ پہاڑ اتنے ہی بھیانک لگ رہے تھے رات کو انہیں پہاڑوں سے خوف محسوس ہورہا تھا۔

پروفیسر صاحب نے کا حکم دیا کہ خیمے لگادیئے جائیں موسم بہت ہی سرد ہے انہوں نے جلدی جلدی خیمے تھما دیئے اور کھانا کھانے لگے کھانا کھا کر سب اپنے اپنے خیموں میں گھس گئے تھکن کی وجہ سے وہ سب بہت جلد سوگئے نجانے رات کا کون سا پہر تھا کہ افضال کی آنکھیں ایک آہٹ سے کھل گئیں اس کے ساتھ خیمے میں گوہر نیلم اور صائمہ بھی تھیں اس نے ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کوئی جانور ہو اس نے بے ساختہ سامنے دیکھا تو خیمے کی دیوار پر ایک کالا سا قیہ دیکھائی دیا خوف سے اس کی سانسیں رکنے لگیں اس نے اپنی ساری ہمت کو یکجا کرکے پوچھا ک۔ کک۔۔کون سائے نے مڑکر دیکھا تو افضال بے ہوش ہونے کے قریب تھا سائے کی آنکھوں سے سرخ شعلے نکل رہے تھے اور اگلے ہی لمحے سایہ غائب تھا۔



راکشا چڑیل اپنے غار میں کالے بھوت کا انتظار کررہی تھی کہ اچانک وہ چمگادڑ کی روپ میں اندر داخل ہوا زمین پر گرتے ہی اس نے کالے بھوت کی شکل اختیار کرلی راکشا دیوی میں نے ان کے بارے میں معلوم کرلیا ہے وہ

کالے پہاڑوں کے ساتھ خیمے لگاکر یہاں چند دن گزاریں گے راکشا نے یہ سنا تو آگ بگولہ ہوگئی اور اس کی آنکھوں میں خون تیرنے لگا ان کی یہ ہمت کے میرے علاقے میں قدم رکھیں میں ان کا خون پی جاؤں گی وہ غصے سے دھاڑی تو ایسے لگا جیسے پہاڑوں میں آتش فشاں پھٹ پڑا ہو۔۔

نہیں چھوڑوں گی۔۔نہیں چھوڑوں گی۔۔۔میں ان کمینوں کو نہیں چھوڑوں گی۔ انہیں پتہ نہیں کہ میرے علاقے میں قدم رکھنے والوں کا کیا حشر ہوتا ہے میں ان کی تکہ بوٹی کرڈالوں گی راکشا کی اجازت کے بغیر کالے پہاڑوں میں پرندہ بھی پر نہیں مارسکتا راکشا چڑیل کے غصے کو دیکھ کر کالا بھوت بھی سہم گیا راکشا نے منتر پڑھ کر بھوت پر پھونکا تو وہ چمگادڑ بن کر چھت سے دوبارہ لٹک گیا راکشا نے اسی لمحے ایک اور منتر پڑھ کر دیوار پر پھونک ماری تو دیوار سے سرخ رنگ کا دھواں نکلنے لگا دیکھتے ہی دیکھتے اس دھویں سے چار سرخ رنگ کے ڈھانچے بن گئے کیا حکم ہے راکشا دیوی۔۔۔سب نے ایک ساتھ مل کر کہا راکشا نے حکم دیا کہ جاؤ ان لوگوں کو خوفزدہ کرو کہ یہاں سے چلے جائیں یہ راکشا کی سلطنت ہے یہاں پر وہ آدم زاد کو برداشت نہیں کرسکتی راکشا کا حکم سن کر ڈھانچے غائب ہوگئے۔



افضال کو ساری رات ڈر کی وجہ سے نیند نہیں آئی اور وہ صبح ہونے کا انتظار کررہا تھا صبح ہوتے ہی اس نے سب کو رات والا واقعہ سنایا کہ مجھے یہ پہاڑ آسیب زدہ لگتے ہیں گوہر نے اس کی باتوں پر یقین نہیں کیا کہ اس دور میں آسیب کا وجود نہیں ہے پہاڑ ہیں ان میں آسیب کا کیا کام وہ شام تک پہاڑوں کی دلکشی سے لفطف اندوز ہوتے رہیں اس وقت افضال بھی رات والا واقعہ بھول چکا تھا اور وہ بھی ان کے ساتھ لطف اندوز ہورہا تھا شام کو جب وہ واپس خیموں کی طرف آرہے تھے تو ان کے سامنے سرخ رنگ کا دھواں پھیلنے لگا اور سب بہت خوفزدہ ہوگئے اچانک ان کے سامنے چار سرخ رنگ کے ڈھانچے نمودار ہوئے

لڑکیاں تو ڈھانچوں کو دیکھ کر ہی بے ہوش ہوگئیں ڈھانچے ایک ساتھ گرجے یہ راکشا دیوی کی سلطنت ہے یہاں پر جو بھی زندہ آیا واپس نہیں گیا تمہارے لیے ایک موقع ہے کہ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ انجام کے ذمہ دار تم خود ہوں گے گوہر بولا جاؤ جو کرسکتے ہو کرو ہم یہاں سے ایک ہفتہ گزار کر ہی جائیں گے اور تمہاری راکشا کو بھی دیکھ لیں گے اور ڈھانچے اس کے ساتھ ہی غائب ہوگئے سب نے اسے سمجھایا مگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہا اور یہاں سے جانے کے لیے تیار نہیں تھا۔



کیا۔۔اس کی یہ ہمت کہ میری ہی سلطنت میں ڈینگیں مارے میں دیکھ لوں گی سب کو شاید یہ لوگ ابھی میری طاقت سے واقف نہیں ہیں کہ راکشا کیا کچھ کرسکتی ہے اس نے ڈھانچوں پر پھونک ماری تو وہ سرخ دھویں میں تبدیل ہوکر دیوار میں غائب ہوگئے راکشا بہت غصے میں تھی وہ سوچ سمجھ کر ان آدم زادوں کے خلاف قدم اٹھانا چاہتی تھی جس نے اس کو للکارا تھا وہ رات کو ان میں اپنی پسند کا شکار کرنا چاہتی تھی اس کی آنکھوں سے انگارے نکل رہے تھے اور وہ رات ہونے کا انتظار کررہی تھی اس نے منتر پڑھ کر طلسمی آئینے پر پھونکا تو اس میں خیموں کا منظر نظر آنے لگا وہ سب بڑی آرام سے سو رہے تھے ایسے جیسے انہیں کسی چیز کی خبر نہ ہو راکشا نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور وہ بیٹھے بیٹھے اپنی جگہ سے غائب ہوگئی۔



وہ سب بڑے آرام سے سو رہے تھے ان سب کی خراٹیں خیموں میں گونج رہے تھے اچانک راکشا چڑیل خیموں کے پاس نمودار ہوئی وہ ایک خیمے میں گھسی اندر پروفیسر قادر اور تین لڑکیاں سو رہی تھیں اس نے دو لڑکیوں کو اٹھایا اور خیمے سے باہر نکل گئی جسم میں کسی چیز کی چبھن محسوس کرکے دونوں لڑکیاں جاگیں اور جب ان کی نظر راکشا کے چہرے پر پڑیں تو انہوں نے ایک بھیانک چیخ ماری مگر اگلے ہی لمحے راکشا چڑیل بجلی کی سی تیزی سے لڑکیوں سمیت اپنی جگہ سے غائب ہوگئی تھی۔ چیخ کی آواز

سن کر باقی لوگ جاگ گئے چیخ کی آواز باہر سے آئی تھی پروفیسر صاحب ہانپتے کانپتے باہر نکلے۔ کیا ہوا۔۔ کیا ہوا۔ افضال نے پوچھا وہ۔ وہ سویرا اور کنول دونوں اپنی جگہ سے غائب ہیں۔ پروفیسر نے ہانپتے ہوئے کہا۔ کیا۔ وہ سب ایک ساتھ چیخیں اور انہیں تلاش کرنے لگے مگر وہ وہاں ہوتیں تو ملتی ناں۔ مجھے لگتا ہے یہ سب راکشا دیوی کا کام ہے گوہر بولا ہاں ہم نے تمہیں بہت سمجھایا تھا کہ یہاں سے چلیں مگر تم نے ہماری ایک نہیں مانی اب جگتو میں راکشا کو زندہ نہیں چھوڑوں گا میں اپنے ساتھیوں کا بدلہ لے کر ہی رہوں گا چلو یہاں سے چلیں ورنہ ہمارا بھی انجام بہت بھیانک ہوگا ذیشان جو کہ بہت ہی ڈرپوک تھا بولا خاموش ہو جاؤ چلو کے بچے گوہر چیخ پڑا ہم یہاں سے کہیں نہیں جائیں گے اگر جائیں گے تو راکشا کو مار کر ہی جائیں گے ورنہ سب یہیں مریں گے۔



راکشا دونوں لڑکیوں کو لے کر غار میں آ گئی وہ دونوں ابھی تک بے ہوش تھیں راکشا نے اپنے لمبے لمبے دانت کنول کی گردن پر رکھے اور اگلے ہی لمحے وہ کنول کا سارا خون پی چکی تھی اس کے بعد اس نے کنول کی لاش کو اڈھیر کر رکھ دیا اور سارا گوشت کھا لیا پھر اس نے سویرا کا بھی یہی حال کیا اور پھر بت کی پوجا کرنے میں مصروف ہو گئی آدھے گھنٹے کے بعد جب وہ پوجا سے فارغ ہوئی تو قہقہے لگا رہی تھی کہ اب جگتو راکشا کے ظلم وہ بولی اور پھر اگلی رات کا انتظار کرنے لگا اگلی رات وہ پھر خیموں کے پاس نمودار ہوئی اس بار اس کا رخ افضال کے خیمے کی طرف تھا اس نے منتر پڑھ کر ماریہ پر پھونک ماری اور اسے بے ہوش کر دیا پھر اس نے پروفیسر قادر کا بھی یہی حال کیا تھا اور دونوں کو اٹھا کر غار میں لے گئی ان کے ساتھ بھی وہی کچھ کیا جو کنول اور سویرا کے ساتھ کیا تھا۔



صبح جب وہ اٹھے تو ماریہ اور پروفیسر کو نہ پا کر سب کے دل دھڑکنا بھول گئے صائمہ اور نیلم کا تو رو رو کر برا حال تھا کیونکہ اس کی دوست بھی راکشا کا نشانہ بنی وہ سب بہت ہی غمگین اور ڈرے ہوئے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کا پروفیسر بھی اب ان کے پاس موجود نہیں تھا اور راکشا اسے بھی لے گئی تھی گوہر تو مارے غم کے بے ہوش ہو گیا تھا تین دوستوں اور پروفیسر کی لاموجودگی میں بے ہوشی میں اسے ایک بزرگ کا چہرہ دکھائی دیا جس کے چہرے سے نور ہی نور برس رہا تھا وہ بولے بیٹا صبر کرو جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب رونے دھونے کا کوئی فائدہ نہیں اس چڑیل کو ختم کرنے کے لیے تمہیں ایک رات کا چلہ کرنا ہوگا جو بہت ہی خطرناک ہوگا لیکن تم نے ڈرنا نہیں تم ثابت قدم رہو گے یہ ورد میں تمہیں بتاتا ہوں آج ہی رات چلہ کرو اور یہ ورد پڑھ کر اپنے سب ساتھیوں پر پھونکو راکشا انہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکے گی اللہ حافظ یہ کہہ کر بزرگ غائب ہو گئے گوہر کو ہوش آیا اور وہ خواب سب کے سامنے بیان کرنے لگا۔



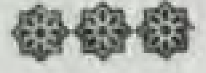
راکشا ماریہ اور پروفیسر کا خون پی چکی تھی اور گوشت بھی ہڈیوں سے کھا گئی تھی چار ڈھانچے جو کہ کنول سویرا ماریہ اور پروفیسر قادر کے تھے غار میں پڑے تھے اور غار میں جگہ جگہ خون لگا ہوا تھا اور عجیب بدبو پھیلی ہوئی تھی راکشا بہت خوش تھی کیونکہ اس نے اپنے چار دشمنوں کو اذیت کی موت مار دیا تھا۔



گوہر رات کا انتظار کرنے لگا اور یہ چلہ اسے رات کے بارہ بجے کے ٹائم شروع کرنا تھا رات ہوتے ہی اس نے حصار کھینچا اور اس میں بیٹھ گیا اس نے چلے کا ورد پڑھ کر سب پر پھونک دیا تھا اور انہیں ایک خیمے میں جمع کیا تھا اور خود حصار میں بیٹھا تھا دو گھنٹے تو سکون سے گزر گئے مگر پھر اچانک خون کی بارش ہونے لگی مگر یہ بارش حصار سے باہر ہو رہی تھی پھر اچانک زمین پھٹی اور بہت سے ڈھانچے نکل کر بارش میں ناچنے لگے ڈھانچے عجیب سی آوازیں نکال رہے تھے اور اس سے ماحول بہت ہی بھیانک لگ رہا تھا خون سے سب ڈھانچے سرخ ہو گئے جو بہت خوفناک لگ رہے تھے گوہر نے آنکھیں بند کر لیں اور تیز تیز ورد پڑھنا شروع کر دیا کچھ دیر بعد سب کچھ ختم ہو گیا آذان میں ابھی دو گھنٹے باقی تھے وہ مسلسل ورد پڑھتا رہا اگلے ہی لمحے ایک کالا بھوت اس کے سامنے نمودار ہوا اور بولا۔۔۔

اے لڑکے یہ چلہ بند کر ورنہ بہت برا ہوگا تیرا ایک ساتھی بھی نہیں بچے گا بھوت کی شکل دیکھ کر گوہر خوف سے کانپنے لگا بھوت نے اسے بہت ڈرایا دھمکایا مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا پھر اچانک اس کو نیلم چلتی ہوئی نظر آئی آتے ہی وہ بولی چھوڑو گوہر یہ سب اٹھو اور چلو راکشا کو بزرگ بابا نے مار دیا ہے دیکھو بزرگ بابا میرے پیچھے کھڑے ہیں بزرگ بابا بولے ہاں بیٹا اٹھو میں نے مار دیا ہے اس راکشا کی بچی کو اب وہ یہاں کبھی نہیں آئے گی اس دفعہ وار کاری تھا اس لیے گوہر اٹھ کر جانے ہی والا تھا کہ اس کی نظر نیلم اور بابا کے پاؤں پر پڑی جو الٹے تھے اسے یہ بھی راکشا کی سازش لگی اور وہ دوبارہ بیٹھ گیا نیلم اور بزرگ بابا نے اسے بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانا آخر وہ دونوں کالے رنگ کے بلاؤں میں تبدیل ہو گئے اور اس کی طرف آنے لگے حصار کے قریب وہ آ کر جل گئے اور غائب ہو گئے اور خوفناک سا آواز دونوں کے منہ سے نکلا فجر کی آزان میں کچھ وقت باقی تھی کہ اچانک راکشا چڑیل حاضر ہوئی پہلے اس نے گوہر کو ڈرایا مگر جب وہ نہ ڈرا تو اس نے اس کی طرف پھونکیں ماری بہت سے بچھو اس کے منہ سے نکل گئے اور گوہر کی طرف جانے لگے لیکن جونہی حصار سے ٹکرائے تو سب جل گئے راکشا کو کوئی بھی وار اس پر اثر نہیں کر رہا تھا اور وہ بے بس تھی جیسے ہی فجر کی آذان بلند ہوئی گوہر راکشا چڑیل پر پھونک ماری وہ جلنے لگی اور خوفناک آوازیں نکالنے لگی گوہر نے اپنے ساتھیوں کا انتقام لے لیا تھا تھوڑی دیر بعد آواز آئی۔

آہ۔۔ مار دیا مجھے گوہر نے کہا کہ میرا نام راکشا چڑیل تھا پھر وہ سرخ اور نیلے رنگ کے دھوئیں میں تبدیل ہو کر غائب ہو گئی گوہر سجدے میں گر گیا کیونکہ اس نے راکشا جیسی ظالم چڑیل کو جہنم واصل کر دیا تھا پھر وہ خیمے میں آیا اور سب کو خوشخبری سنا دی سب بہت خوش ہو گئے مگر اپنے دوستوں اور اپنے پروفیسر کی کمی کو وہ پورا نہیں کر سکتے تھے اور سب واپس جانے کی تیاری کرنے لگے صبح انہوں نے دیکھا تو حیران رہ گئے کہ کالے پہاڑوں کا رنگ تبدیل ہو گیا ہے اور وہ اب رنگ برنگ دکھائی دے رہے تھے سرسبز اور شاداب لگ رہے تھے وہ سمجھ گئے کہ یہ سب راکشا کا طلسم تھا جو اس نے پہاڑوں پر کیا تھا اب یہ طلسم ختم ہو گیا ہے پھر وہ بس میں سوار ہو کر واپس آ رہے تھے مگر سب اداس اور غمگین تھے۔ قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا۔



بتا تو دیتے

یونہی چھوڑ کر چلے گئے ہو جان من
ہماری غلطی کیا تھی بتا تو دیتے
ہم نے تمہیں پیار ہی کیا ہے جرم تو نہیں
اگر جرم ہے تو اس کی سزا تو دیتے
ہمیں تم سے پیار تھا اور کچھ ذہن میں نہیں
اگر تمہارے ذہن میں کچھ تھا تو سمجھا تو دیتے
ہم سے بڑھ کر تم کو کون چاہتا تھا اس زمانے میں
اگر کوئی چاہتا تھا تو ہمیں دکھا تو دیتے
خودغرضی کے اس دور میں تم نے ہمیں چھوڑنا ہی تھا
تو اس دنیا سے ہمارا نام و نشاں مٹا تو دیتے
کیوں ہمیں عمر بھر جلانا چاہتے ہو ساتول
آگ جو بھڑکائی ہے سینے اس کو بجھا تو دیتے

☆ آصف ساتول۔ چونیاں



تحریر۔ نمبر

اس دسمبر میں تو نے آنے...... کا وعدہ کیا تھا...... اب میری تمام امیدیں...... میری تمام حسرتیں...... دم توڑ چکی ہیں...... کم از کم تم خواب میں ہی تو آ جاتے...... اب تو جنوری کے بھی چند ایام گزر گئے ہیں...... لیکن تم نے آنے میں بہت...... دیر کر دی...... یہ زندگی تیرے بغیر کچھ بھی نہیں...... کچھ بھی نہیں

☆ غلام فرید جاوید۔ حجرہ شاہ مقیم



من چلی

---تحریر: رانی خان۔ شیخ آباد۔ پشاور---

شامیال تو خود کو پتھر کہتا تھا مگر زرتاشہ نے اسے موم بنادیا تھا اور اس کے جذبات موم کی مانند پگھلتے چلے گئے وہ اپنی جگہ پر کھڑا ہوگیا اور اسنے کوئی منتر پڑھ لیا اس کے اردگرد کالا دھواں پھیلنے لگا اور پھر وہ اپنی جگہ سے غائب ہوگیا وہ کچھ دیر کے بعد زرتاشہ کے بیڈروم میں نمودار ہوا زرتاشہ کے بال بیڈ سے نیچے جھول رہے تھے اور وہ اڑی ترچھی بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی شامیال اسے گھورنے لگا شامیال کو صاف دکھائی دے رہا تھا کہ زرتاشہ کے دل ودماغ پر اس کا چھوڑا ہو سحر قابو پا رہا ہے رات کو جو تصویر زرتاشہ سے گری تھی اسی تصویر سے وہ عکس نکلا

زرتاشہ زرتاشہ کہاں ہو بھئی کب سے تمہیں آوازیں دے رہا ہوں۔ ارمان نے زرتاشہ کو آواز دے کر کہا زرتاشہ چھت پر سے نیچے اتر آئی کیوں حلق پھاڑ کر چیخ رہے ہو میں مری تو نہیں ہوں زرتاشہ ناگوار لہجے میں بولی ارے مریں تیرے دشمن تو کیوں مرے۔ ارمان میں تمہارے گھر میں ہوں تمہارے دل میں ہوں اور کیا کروں وہ ناگوار لہجے میں بولی۔

تم میری زندگی ہو آجاؤ چلیں یہ ناممکن ہے میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی ورنہ میں اپنی ممی کو دوبارہ زندہ نہیں کرنا چاہتی زرتاشہ آئی لو یو۔ پھر بھی تم شادی شدہ لائف سے ڈرتی ہو ہاں ارمان تم چاہے جو بھی کر لو مگر میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی کیونکہ میری ممی بھلا کی حسین تھی اور میرے ڈیڈی نے اس سے محبت کی شادی کی تھی مگر میری ممی کے چاہنے والے بہت تھے اس لیے یہ بات ڈیڈی کو پسند نہیں تھی اور دونوں میں لڑائیاں شروع ہوگئیں مگر زرتاشہ تم یہ کیوں نہیں سمجھ رہی ہو میں شادی کے بعد تمہیں کھلی آزادی دوں گا۔

ارمان نے زرتاشہ کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا نہیں یہ سب وعدے میرے ڈیڈی نے بھی ممی سے کیے تھے مگر بعد میں اپنا ایک بھی وعدہ نہیں نبھا سکا مجھے افسوس ہے کہ اگر تم نے مزید شادی کی بات کی تو میں تمہیں دل سے ہمیشہ کے لیے نکال دوں گی زرتاشہ میں گھر بسانا چاہتا ہوں تو بساؤ کس نے روکا ہے زرتاشہ نے کندھے اچکا کر کہا میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم سے شادی کروں گا تمہارا دماغ ہوگیا ہے خراب ورنہ تم یہ بات ہرگز نہ کرتے چلو میں تمہاری محبت مانتی ہوں مگر میں کسی سے شادی ہرگز نہیں کروں گی اور نہ میں گھرداری کرنا چاہتی ہوں تم اگر گھرداری کے خواہش مند ہو کسی سے بھی شادی کر لو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا ورنہ میں تمہیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ دونگا۔

ارمان ہکا بکا رہ گیا وہ کچھ بھی کہہ نہ سکا اور زرتاشہ وہاں سے چلی گئی ارمان اپنے اس بڑے گھر کا مالک زرتاشہ کو بنانا چاہتا تھا مگر شادی سے زرتاشہ الرجک تھی وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا زرتاشہ کی سفید گاڑی گھر کے گیٹ سے نکل کر غائب ہوگئی۔

❁❁❁

نائٹ کلب میں نوجوان نسل کا جوش وخروش دیکھنے کے لائق تھا فاسٹ میوزک چل رہا تھا زرتاشہ لڑکوں کے بیچ وبیچ ناچ رہی تھی وہ اس کلب کے علاوہ اکثر رات دیر سے آوارہ گردی کرتی تھی مختلف قسم کے رنگین لائٹیں کلب کے فرش کو رنگا رنگ کر رہی تھی زرتاشہ ایک منٹ رک گئی پھر اس کے بعد پتلون کے جیب سے سگریٹ نکالی اور جلادی کچھ دیر کے بعد وہ پھر سے اچھل کود کرنے لگی کئی لڑکیاں اور بھی ناچ رہی تھی جو زرتاشہ کی سہیلیاں تھیں ہائے بے بی بس بھی کرو بہت ہوگیا یہ اچھل کود نعمان نے زرتاشہ کا ہاتھ پکڑ کر روک دیا شراپ نومی اگر تم بور ہو رہے

ہوتو دفع ہو جاؤ مجھے کیوں ڈسٹرب کر رہے ہو آج کل وہ ارمان کو چھوڑ چکی تھی زرتاشہ کے نظریئے کے مطابق کہ وہ زندگی کو گزار رہی تھی اور لوگوں سے دوستیاں تو کی جا سکتی ہیں مگر شادی نہیں۔

جب ارمان کو اپنی اداؤں سے اپنا گرویدہ کر لیا تو جب وہ سنجیدہ ہوا تو زرتاشہ نے اسے چھوڑ دیا اس نے ہر ممکن کوشش کی کہ وہ زرتاشہ کو راضی کر لے مگر زرتاشہ نے ہر دروازہ اس کے لیے بند کر دیا اب زرتاشہ بھی کافی سمجھدار ہو گئی تھی وہ بیک وقت تین تین مردوں کو ہینڈل کر رہی تھی وہ ہمیشہ سے اپنی کلاس یعنی امیر و کبیر لڑکوں سے دوستی کرتی تھی اور بگڑے ہوئے رئیس زادے اسے نائٹ کلبس میں کافی آسانی سے مل جاتے تھے لونگ ڈرائیو پر جانا لمبی لمبی ڈینگیں مارنا یہ زرتاشہ کا من پسند مشغلہ تھا اب تو وہ شادی شدہ مردوں سے بھی دوستیاں بڑھانے لگی تھی۔

کلب سے ہجوم کو چیرتا ہوا ایک آدمی آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا وہ کافی صحت مند اور توانا تھا اس کی عمر تیس سال سے زیادہ نہ ہوگی اور اسکے لباس سے امارت ٹپک رہی تھی اس کا رنگ کالا تھا اس نے نائٹ لباس پہن رکھا تھا اس کی جسمانی اعضاء جیسے کپڑوں کو پھاڑنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے ایک دم وہ سٹیج پر چڑھ گیا اس نے زرتاشہ کا ہاتھ پکڑ لیا زرتاشہ کا تڑپتا ہوا وجود ساکت ہو گیا اور بے ساختہ اس کی نظریں اس آدمی کے چہرے پر جا ٹھہریں ارے مہران تم خیریت ہے تم اور کلب میں۔ چلو زرتاشہ میں تمہارے لیے آیا ہوں۔

اونو مہران تم غلط وقت پر آئے ہو دراصل مجھے ناچنا ہے نعمان بھی سٹیج پر چل کر آ گیا۔ اے کیوں لڑکی کو تنگ کر رہا ہے نعمان نے مہران کے مقابلے میں خاصہ کمزور تھا اور اس سے کم عمر بھی تھا دفع ہو جاؤ یہاں سے نعمان نے اسے کھلی دھمکی دے دی شٹ اپ۔ نعمان تم ہوتے کون ہو میرے دوستوں پر چیخنے والے زرتاشہ اونچی آواز میں بولی اسے چھوڑ دے۔ دفع ہو جاؤ ورنہ میں تمہارا برا حال کر دوں گا مہران نے اسے گریبان سے پکڑ لیا کلب میں میوزک کا شور بہت ہی تیز تھا اس وجہ سے کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی نعمان نے بھی مہران کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر کھا جس سے مہران کی تنگ شرٹ چیر گئی اور آدھی پھٹ گئی مہران نے غصے میں آ کر اسے ہوا میں بلند کر دیا اور زور سے زمین پر پٹخ دیا اور اس پر لاتوں اور گھونسوں کی بارش کر دی۔

کلب کی ناچتی ہوئی دیگر لڑکیاں بھی سٹیج سے بھاگ گئیں لڑکے ان کی طرف متوجہ ہوئے مگر سب تماشائی بن گئے مہران پر تو جیسے خون سوار تھا اس نے نعمان کی شرٹس پھاڑ دی اور اس نے کرسی اٹھا کر اس کے ہاتھ پر دے ماری نعمان ہاتھ پاؤں مار رہا تھا مگر اس کا ہر وار ناکام ہو رہا تھا زرتاشہ مہران کو روک رہی تھی نعمان کا سر پھٹ گیا تھا اور وہ درد سے کراہ رہا تھا زرتاشہ بہت مشکلوں سے مہران کو کلب سے باہر لے گئی۔

جنگلی ہو تم کمینے ذلیل کیا ضرورت تھی اس کی پٹائی کرنے کی وہ بڑا ہیرو بن رہا تھا میں نے تو زرا اس کی ہوا نکال دی ابھی تو اس کو مار مار کر آدھ موا کرنے کا ارادہ تھا اب تم بھی گھر دفع ہو جائے میرا سارا موڈ غارت کر کے رکھ دیا ہے زرتاشہ نے ناک چڑھا کر کہا بے بی میں تمہارے لیے آیا تھا اور تم یوں بے رخی دکھا رہی ہو یہ کیا بات ہوئی بس میرا موڈ نہیں ہے کل ملیں گے وہ یہ کہہ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی اور مہران وہاں کھڑا خود کو کوستا رہا یہ بھی بڑی ڈھیٹ چیز ہے وہ بھی اپنی نئی گاڑی میں بیٹھ گیا اور اس کے پیچھے چل دیا۔

زرتاشہ کو پتہ چل گیا کہ مہران کی گاڑی اس کے پیچھے آ رہی ہے زرتاشہ کچھ دیر آہستہ آہستہ گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی مہران کو اس کا گھر کا پتہ تھا سو زرتاشہ اطمینان سے گاڑی چلا رہی تھی کچھ دیر کے بعد وہ اپنے بڑے بنگلے میں تھی اس علاقے میں امراء کی اکثریت رہائش پذیر تھی نادر کا کا گیٹ سے کوئی بھی اندر نہ آئے ٹھیک ہے بی بی جی اور گارڈ کو بھی الرٹ رکھنا وہ حکم نامہ صادر کرتی ہوئی وہاں سے سیدھی اپنے کمرے میں آ گئی اس نے ٹائم دیکھا تو رات کے دو کا وقت تھا اس نے شاور لیا اور نائٹی پہن لی

اس نے موبائل میز سے اٹھایا تو اس پر پانچ مس کالز آئی تھیں اور اب بھی بج رہا تھا زرتاشہ نے نمبر دیکھا۔

مہران باز آ جاؤ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا وہ بڑبڑائی اس کے بعد اس نے موبائل کان سے لگا کر ہیلو کہا مہران جلدی سے بولا بے بی اپنی گارڈ سے کہو کہ مجھے اندر آنے دو ورنہ میں ساری رات تمہارے گھر کے باہر کھڑا رہوں گا مہران تم گھر جاؤ تمہاری بیوی تمہارا انتظار کر رہی ہوگی اور اگر تم نہیں جا رہے ہو تو میں اس کو یہیں بلا لوں گی مجھے مزید ڈسٹرب نہ کرو۔

یہ کہہ کر زرتاشہ نے کٹاک سے فون بند کر دیا اور بیڈ پر دراز ہو گئی اس کی دھمکی تھوڑی کارگر ثابت ہوئی اور مہران وہاں سے لوٹ گیا۔

❁❁❁

وہ جیسے ہی اٹھی تو صبح کے گیارہ بج رہے تھے اس کے بال الجھے ہوئے تھے اور آنکھیں سرخ تھیں زرتاشہ سیدھی باتھ روم گئی اور فریش ہو کر باہر نکلی اس نے پینٹ کے اوپر ایک ٹاپ پہن لی اور ہاتھوں کے بازوؤں پر ٹاپ کے ساتھ میچنگ دوپٹہ ڈال لیا وہ اس لباس میں غضب ناک حد تک خوبصورت لگ رہی تھی اس نے موبائل فون پرس سے نکالا اور اس پر انجان نمبر ملا دی دوسری طرف بیل جا رہی تھی مگر ابھی تک کسی نے فون نہیں اٹھایا تھا اٹھاؤ ناں وہ منمنائی جب کسی نے فون اوکے نہیں کیا تو زرتاشہ نے دوبارہ اسی نمبر پر کال کر دی اس کے بعد کافی توقف کے بعد کال اٹینڈ کی تھی مگر دوسری جانب کوئی بھی آواز زرتاشہ کے کانوں میں نہیں گونجی تھی۔

وہ جلدی سے بولی بیلہ میری جان میں کتنی دیر سے فون ملا رہی تھی مگر آپ کہاں تھیں مجھے تو تسویش ہونے لگی کہ کہیں سوئی ہوئی نہ ہو دوسری طرف سے بھی نسوانی آواز ابھری ہائے میں ٹھیک ہوں مگر آپ کون ہو آپ کا نمبر میرے موبائل میں سیو نہیں ہے مہربانی فرما کر اپنا نام بتائیں زرتاشہ۔ زرتاشہ جھٹ سے بولی او میری جان زرتاشہ کہاں غائب تھی تم اتنی دنوں سے شکر ہے کہ تمہاری خیر خبر مل گئی ویسے بڑے بے وفا ہو اپنا نمبر بھی تبدیل کر دیا اور مجھے بتایا تک نہیں زرتاشہ نے بھنویں سکیڑ دیں اسے اس جواب کی ذرا بھی توقع نہیں تھی تم بیلہ ہی ہو نا زرتاشہ نے آہستہ آہستہ سے کہا۔

ہاں کیوں کیا تمہیں یقین نہیں ہے زرتاشہ ویسے تم نے ایک سال بعد رابطہ کیا ہے اور اب شکوک و شبہات کا اظہار کر رہی ہو کمال ہے یار مجھے دلی خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ مجھے تم نے دوبارہ فون کیا ہے بیلہ نہایت ہی شائستہ الفاظ استعمال کر رہی تھی زرتاشہ نے اس سے ادھر ادھر کی باتیں کی اور پھر فون بند کر دیا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ واقعی بیلہ ہو حالانکہ بیلہ کا کوئی وجود ہی نہیں ہے یا وہ بھی بہت ہی چالاک ہے کہ فوراً بیلہ بن گئی ہو اور اب میری بے وقوفی پر کھل کر ہنس رہی ہو۔۔ نن نہیں ایسا اتفاق بھی ہو سکتا ہے اور شائد یہ محض ایک اتفاق ہی ہو خیر اچانک اس کے موبائل پر میسج آیا غضنفر آئی مس یو غضنفر زرتاشہ کا نیا نیا موبائل فرینڈ بنا تھا غضنفر سے صرف میسج پر بات ہوتی تھی زرتاشہ نے اسے خود کو ایک نہایت ہی غریب لڑکی ظاہر کیا تھا جو اپنی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کال سینٹر میں جاب کرتی تھی جبکہ غضنفر نے خود کو ایک امیر ظاہر کیا تھا زرتاشہ ایزی لوڈ کے لیے اسے کئی بار آزمایا تھا زرتاشہ نے صرف ایک بار غضنفر سے بات کی تھی اور وہ بھی اس کا دیوانہ ہو گیا تھا ہر بار اس سے ملنے کے لیے درخواست کرتا تھا۔ غضنفر کیسے ہو زرتاشہ نے ریپلے کیا میں ٹھیک ہوں تم کب مل رہی ہو زرتاشہ کو پیغام ملا۔

ابھی نہیں مل سکتی شائد سنڈے کو مل لوں کہاں ملوں گی سنڈے کو زرتاشہ نے جواب دینے کے لیے بٹن پریس کیئے کسی فائیو سٹار ہوٹل میں اور ہم صرف ڈنر کریں گے غضنفر نے جواب میں صرف ہنسی کا سائمول سینڈ کر دیا تھا اس کے بعد دوسرا پیغام ملا او کے میں ویٹ کروں گا زرتاشہ نے بھی خوشی کا سائمول سینڈ کر دیا اچانک اسے نومی کا خیال آیا نعمان کس حال میں ہوگا اس نے نعمان کو فون کر دیا دوسری طرف سے جلد ہی کال ریسیو کر لی گئی نعمان کہاں ہو اور کس حال میں ہو میں ساری رات سو نہ سکی ہوں اور تم کیسے

ہو دل میں طرح طرح کے وسوسے گردش کرتے رہے میں ٹھیک نہیں ہوں ہسپتال میں ایڈمٹ ہوں میرا ڈیڈی تو پولیس کو رپورٹ بھی کروار ہے ہو مگر میں نے جھوٹی کہانی گھڑی کہ میں کلب میں دو چوروں کے ہاتھوں بری طرح پٹ گیا ہوں گڈ تم نے یہ بہت اچھا کیا ہے کیا میں ہسپتال آجاؤ کون سے ہسپتال میں ہو نہیں مت آنا میری ساری فیملی ہسپتال میں ہے تم فون کیا یہ بھی بہت ہے او کے جانی پھر بات کریں گے زرتاشہ نے فون آف کر دیا۔



شامیال نے گہری مسکراہٹ لبوں پر بکھیر دی اس میں گہری شیطانیت نظر آرہی تھی مجھے بیوقوف بنا رہی تھی کمینی خیر اس کی آواز میرے دل کو چھوگئی ہے ایسی آواز جو میں نے کبھی زندگی میں کبھی نہیں سنی تھی سریلی آواز کانوں میں رس گھولتی آواز اور دل کے تاروں کو بے قابو کرنے والی سریلی آواز میرے اندر تک بس گئی ہے یہ آواز اور میرے پور پور نس کو مضطرب کر گئی ہے اور میں اس لڑکی تک ضرور پہنچوں گا شامیال کے موبائل پر کسی انجان نمبر سے رنگ آئی مگر شامیال نے اسے ریسیو نہیں کیا کیونکہ اس کا نمبر بہت کم لوگوں کے پاس تھا اور وہ انجان نمبر ریسو نہیں کرتا تھا دوبارہ پھر اسی نمبر سے اس کے سیل فون پر کال آئی اس نے کال ریسیو کی مگر کچھ بھی نہیں بولا دوسری طرف سے ایک مترنم سی آواز ابھری۔

بیلہ میری جان کیسی ہو اور پھر شامیال نے نسوانی آواز میں بیلہ بن کر اس سے باتیں کی شامیال ایک شاطر مکار فریبی اور ساحر تھا جو جادو پر گہرا دسترس رکھتا تھا زرتاشہ کی خوبصورت آواز نے اسے نیم پاگل کر دیا تھا اور اب شامیال ہر حالت میں زرتاشہ تک پہنچ جانا چاہتا تھا وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا اس کے بعد اس کے چاروں طرف کالا دھواں چھا گیا جب کالا دھواں چھٹا تو وہ بدستور اسی طرح کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں ایک عدد تصویر تھی شامیال کی آنکھیں بند تھیں اور اس کی پلکیں اب آہستہ آہستہ سے ملنے لگیں اس نے آنکھیں کھول دیں اور تصویر کو دیکھا وہ دیر تک تصویر کا مختلف زاویوں سے جائزہ لیتا رہا اور یہ تصویر زرتاشہ کی تھی شامیال تو اس کی آواز پر عاشق ہوا تھا مگر اس کی حسن اور شخصیت دھمال کی تھی شامیال نے زرتاشہ کی تصویر جادو کے طریقے سے حاصل کی تھی شامیال کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ تصویر میں جان ڈال دے وہ مدہوش نظروں سے تصویر کو گھور رہا تھا پھر اس کے شاطر دماغ میں ایک خیال آیا۔ اور وہ عنقریب اس پر عمل کرنا چاہتا تھا۔

اس کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں اور وہ اونچی الفاظ میں کوئی منتر پڑھنے لگا کچھ دیر کے بعد وہ بالکل ساکت وجامد کھڑا رہا اور پھر اس کا سراپا بدلنے لگا اس کے جسمانی خدوخال بالکل یکسر بدلنے لگے کچھ دیر کے بعد وہاں پر ایک کومل سی لڑکی کھڑی تھی اس نے گلابی اور آسمانی رنگ کی ساڑھی پہن رکھی تھی اور وہ بلا کی حسین تھی اس نے زرتاشہ کا نمبر ملایا اور دوسری طرف سے دوسری بل پر ہیلو کیا تھا ہیلو جی میں بیلہ بات کر رہی ہوں اچھا بیلہ کیسی ہو اور کیسے یاد کیا زرتاشہ کا لہجہ دھیمہ تھا یار میں تم سے ملنا چاہتی ہوں بیلہ نے کہا کیا زرتاشہ حیرت سے بولی اچھا ابھی تو شم کا وقت ہے کل میں لندن جارہی ہوں سو پلیز زرتاشہ میں ایک بار تم سے ملنا چاہتی ہوں اچھا بیلہ تم یوں کرو مینا امرین ہوٹل پر آجاؤ میں رات آٹھ بجے تمہارا انتظار کروں گی۔

ٹھیک ہے تمہارا بہت بہت شکریہ ویسے تم ویسے ہوگی یا بدل گئی ہوگی بیلہ نے پیار سے کہا شاید میں پہلے سے بدل گئی ہوں کیونکہ انسان ہمیشہ تو ایک حال میں نہیں رہتا ہے اچھا دو گھنٹے کے بعد تم آجانا ہاں میں آجاؤں گی اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد اس نے رابطہ منقطع کر دیا اور گہری شیطانی مسکراہٹ اس کے لبوں پر دوڑ گئی زرتاشہ تو پہلے ملنے کی بات پر خوب بوکھلائی مگر بیلہ نے یہ بات کہی کہ وہ لندن جارہی ہے تو اس امید پر اس سے ملنے پر رضامند ہوگئی کہ وہ اسے پہچانے گی نہیں اور یوں اس بیلہ سے جان چھوٹ جائے گی وہ یہ بھول گئی تھی کہ وہ ایک شاطر شخص سے ملنے جارہی ہے اور وہ اس وقت گھر میں تھی اس کے ساتھ مہران بیٹھا ہوا تھا یار کس کا فون تھا مہران

نے سگریٹ کا دھواں اس کے منہ پر چھوڑتے ہوئے کہا میری ایک سہیلی کا تھا اور میں اس سے ملنے جارہی ہوں تم دفعان ہو جاؤ بس میں مزید یک منٹ بھی تمہیں نہیں دیکھنا چاہتی مہران کا منہ ٹیڑھا ہو گیا۔

ابھی ایک گھنٹے پہلے سے تو اس سے ہنس ہنس کر باتیں کرتی رہی تھی اس کو کیا ہو جاتا ہے بالکل پاگل ہے پاگل ہے مہران زیر لب بڑبڑایا اور وہاں سے اٹھ کر چلا گیا زرتاشہ نے اپنا وارڈ روب کھولا اور ان میں سے خوبصورت شرٹ کے ساتھ لانگ پینٹ نکالی اس کے بعد پارلر کی طرف چلی گئی دو گھنٹے کے بعد وہ مینا امیرین ہوٹل میں موجود تھی اس نے بیلہ کو کال کی بیلہ نے لپک کر کال ریسیو کی تھی میں پارکنگ میں ہوں زرتاشہ مترنم آواز میں بولی میں ہوٹل کے اندر تمہارا ویٹ کر رہی ہوں میں ایسا کرتی ہوں کہ گیٹ تک آجاتی ہوں اور وہاں پر کھڑی ہو کر تمہیں ملتی ہوں۔

ٹھیک ہے زرتاشہ نے کال منقطع کر دی زرتاشہ کا دل تھوڑا بہت نروس تھا کہ وہ ایک انجان لڑکی سے مل رہی ہے مگر وہ خود کو ایک بولڈ لڑکی سمجھتی تھی اس لیے اس نے یہ رسک لیا تھا وہ جیسے ہی شیشوں سے بنے گیٹ کو پار کر گئی پنک اور سکائی کلر کی ساڑھی میں ملبوس ایک حسین وجمیل دوشیزہ نے اس سے کہا ہائے زرتاشہ۔ زرتاشہ اسے دیکھ کر دنگ رہ گئی لو ہائے بیلہ وہ سمجھ چکی تھی کہ یہ ہی بیلہ ہے کیسی ہو تم تو پہچانی بھی نہیں جارہی ہو زرتاشہ ہنس کر بولی پر تم تو ایک سال میں بالکل بھی نہیں بدلی وہ دونوں ہنستی ہوئی ہوٹل کے اندر لیڈیز کاؤنٹر کے اندر چلی گئیں وہاں پر ہوٹل میں اتنا رش نہیں تھا دونوں آرام سے ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ گئیں۔

تم بتا رہی تھی کہ کل لندن جارہی ہو زرتاشہ نے اخلاقاً پوچھا میں جارہی ہوں مگر تمہاری ایک عدد تصویر میرے پاس ہے میں نے سوچا کہ تم میری پرانی دوست ہو تم سے مل لوں پھر آرام سے چلی جاؤں گی بیلہ ہنس کر بولی یہ تو کافی اچھا کیا تم نے ویسے وہ تصویر کب میں نے آپ کو دی تھی زرتاشہ تصویر کی بات پر الجھ کر رہ گئی تھی ہاں میرے بیگ میں تھی بیلہ نے جلدی سے بیگ سے دو تصاویر باہر نکالیں یہ رہی تمہاری تصویر بیلہ نے تصویر زرتاشہ کو دیتے ہوئے کہا زرتاشہ نے تصویر کو بغور دیکھا مگر اس کو دھچکا بھی لگا کیونکہ اس نے ایسی تصویر کبھی بھی نہیں اتاری تھی اور نہ کبھی بیلہ نامی لڑکی کو دی تھی ہاں واقعی یہ تو میں کل کی طرح آج بھی ہوں زرتاشہ نے چہرے کے تاثرات غائب کرتے ہوئے کہا۔

واقعی یہ تو کمال کی بات ہے بیلہ نے بھی مسکرا کر اس کا بھرپور جائزہ لی یہ دوسری تصویر کس کی ہے زرتاشہ نے اس کے ہاتھ میں دوسری تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا یہ دراصل میرا بھائی ہے شامیال بیلہ نے اپنی اصل روپ کی تصویر زرتاشہ کو دیتے ہوئے کہا ویسے آپکا بھائی کیوٹ اور ہینڈسم ہے نام بھی بالکل ڈیفرینٹ ہے زرتاشہ نے تصویر کا بغور جائزہ لے کر کہا ویسے یہ رہا ہمارے گھر کا مکمل پتہ بیلہ نے ایک عدد کارڈ بھی اس کی طرف بڑھا کر کہا اور پھر دونوں کچھ دیر تک باتیں کرتیں رہی آڈر دینے کے بعد بیلہ کوئی منتر پڑھنے لگی اور زرتاشہ کے کھانے پر بھی پھونک ماری اور اس کی آنکھوں کو دیکھتی اور اس کے چہرے پر آہستہ سے پھونکیں مارتی رات دس بجے کے بعد وہ دونوں اپنے اپنے گھروں کو چل دیں۔

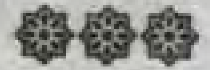


زرتاشہ جیسے ہی گھر پہنچی تو اس کا جی گھبرا رہا تھا اس کی آنکھیں سرخ انگارہ بنی ہوئی تھی اس کے ہاتھ میں شامیال کی تصویر تھی اور ہاتھ میں اپنی وہی تصویر پکڑ رکھی تھی وہ بار بار دونوں کو ایک ساتھ جوڑ کر دیکھتی اور پھر ہنستی وہ جیسے ہی بیڈ سے اٹھی اسے لگا کہ شامیال کی تصویر میں حرکت ہوئی ہو اور اس نے اپنا دایاں آنکھ ہلکے انداز میں ماری ہو وہ چونک گئی اور تصویر کا بغور جائزہ لینے لگی اس نے تصویر کی طرح تصویر کو گھورتی رہی مگر کچھ بھی تصویر میں نہیں ہوا۔

اچانک اس کے سیل فون پر میسج آیا ہائے زرتاشہ یہ غضنفر کا میسج تھا مگر زرتاشہ کا دل کسی بھی چیز میں نہیں لگ رہا تھا اس نے غضنفر کو کوئی جواب نہ دیا اس کے بعد نعمان کی

کالز آنے لگی مگر زرتاشہ نے موبائل بند کردیا بیلہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوئی تو وہ اپنے مخصوص کمرے کی طرف چلی گئی وہ دروازے سے ایسے گزری کہ وہاں پر دروازہ نہ ہو بلکہ خلا ہو اندر کا ماحول بہت ہی ڈروانا تھا اور بھیانک بھی تھا جگہ جگہ پر کھوپڑیاں پڑی ہوئی تھیں کمرے کا فرش پر جگہ جگہ سوکھا ہوا خون تھا بے شمار ہڈیاں اور گرد بکھری ہوئی تھیں اور کمرے میں دھواں گردش کررہا تھا بیلہ کا وجود مختلف سانچے میں ڈھلنے لگا اور اب وہاں پر شامیال کھڑا مسکرا رہا تھا۔

کمرے میں ایک کونے پر کالا تابوت رکھا ہوا تھا اور کالا سیاہ دھواں کمرے میں تابوت کے اردگرد پھیلا ہوا تھا شامیال چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا تابوت کے پاس گیا اور تابوت کے ساتھ کھڑا ہوگیا اس نے اپنی کلائی تیز دھار چاقو سے کاٹ دی اور اپنے خون سے تابوت کے اردگرد دائرہ لپیٹ کر بنا رہا کچھ دیر گزرنے کے بعد وہ اسی تابوت میں لیٹ گیا اور تابوت کا ڈھک بند کردیا کمرے میں شمع دانوں میں رکھے ہوئے روشن چراغ بجھ گئے اور قبر کی گھٹا ٹوپ اندھیرا پورے کمرے میں پھیل گیا شامیال اپنے عمل میں مصروف ہوگیا۔



زرتاشہ نے گھڑی کی طرف دیکھا تو اسے حیرت ہوئی رات کے تین بجنے کا وقت تھا اور زرتاشہ کو ابھی تک نیند نہیں آرہی تھی اس نے ابھی تک شامیال کی تصویر ہاتھ میں پکڑ رکھی تھیں اور شامیال کی تصویر کو گھور رہی تھی شامیال نے گہر سحر اس تصویر میں چھوڑا تھا اور زرتاشہ اس سحر میں جکڑتی جارہی تھی اچانک اس چھوٹی سی تصویر میں حرکت پیدا ہوئی اور زرتاشہ کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے لگیں تم کون ہو۔

بے اختیار زرتاشہ نے پوچھ لیا میں شامیال ہوں تصویر کے لب ہلے اور زرتاشہ کو اس نے جواب دیا ایسا لگ رہا تھا کہ یہ کوئی سکرین ہو زرتاشہ نے جلدی سے اس تصویر کو اپنی نظروں کے سامنے کردیا اس کو لگا کہ اس کے وجود پر چھبن سی ہورہی ہے زرتاشہ نے جلدی سے کہا تو مجھ سے کیا چاہت ہے میں تجھے چاہتا ہوں اور تجھے پالوں گا زرتاشہ بری طرح سے ڈرگئی تھی اور وہ ہولے ہولے سے لرز رہی تھی اچانک تصویر اچانک تصویر سے شعاع نکلی اور زرتاشہ کی آنکھوں میں پیوست ہوگئی زرتاشہ کے ہاتھوں سے تصویر نیچے چھوٹ گئی اور اس کا دماغ بھاری ہونے لگا کچھ دیر کے بعد وہ تاریکی کی دنیا میں اترتی چلی گئی۔



جیسے ہی صبح کی آذانیں سنائی دینے لگیں اس لمحے تابوت کہ ڈھکن دھماکے سے کھل گیا اور شامیال اس میں سے باہر نکلا ہاہاہا۔۔۔ہاہاہا۔۔۔میں نے اپنا عمل مکمل کرلیا ہے اب میرا جادو پر دسترس مکمل ہوجائے گا میں سب سے بڑا جادوگر عنقریب بن جاؤں گا آج میرے عمل کی آخری رات تھی اور وہ عمل میں نے نہایت کامیابی سے مکمل کرلیا ہے جس کی بدولت میں نے جادو پر دسترس حاصل کرلی ہے وہ کامیابی کے نشے میں شرسار ہوکر اپنی ہی تعریف کررہا تھا اچانک اندھیرا کمرہ روشن ہوگیا بجھے ہوئے چراغ خود بخود روشن ہوگئے اور شامیال کو اسی اندھیرے کمرے میں ایک وجود دکھائی دیا وہ نسوانی وجود تھا اس کے بال ہوا کے دوش پر لہرا رہے تھے اور وہ ہوا میں معلق تھی اس کا حسن کسی شہزادی جیسا تھا وہ ترکش ہوئی شامیال کے پاس آئی۔

مبارک ہو تم کامیاب ہوگئے ہو شیطان دیوتا کے تابوت میں لیٹ کر تم نے پندرہ راتوں کا عمل مکمل کرلیا ہے اور شیطان کی دیوی نے بطور خاص مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں تمہیں وہ منتر سکھادوں جس کے لیے تم نے اتنا خطرناک عمل کیا ہے۔

ادھر آؤ اس ساحرزادی نے شامیال کو اپنی طرف بلایا تو وہ اڑتا ہوا اس کے پاس جا کھڑا ہوا میں تمہیں تین منتر سکھاؤں گی اور دو سوالوں کے جواب دوں گی مگر میں ایک منتر صرف ایک بار پڑھوں گی ٹھیک ہے تم پہلے مجھے وہ تین منتر سکھادو جو میں ایک بار سنوں گا ٹھیک ہے ساحرزادی نے شامیال کو تینوں منتر سکھادیئے اور کہا کہ

اب تم دنوں کا فاصلہ لمحوں میں طے کرسکتے ہو تم بلندیوں تک جاسکتے ہو اور انسان کے اندر تک جاسکتے ہو تم پانی کے اندر میلوں سفر کرسکتے ہو اور پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کرسکتے ہو ساحرزادی نے شامیال کو اس کی خوبیاں بتائیں اب دو سوال پوچھو شامیال نے پہلا سوال کیا میں ایک لڑکی زرتاشہ سے پیار کرنے لگا ہوں اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں کیا میری شکتیاں شادی کے بعد برقرار رہیں گی یا ختم ہوجائیں گی۔

اگر تم نے شادی کی تو تمہاری شکتیاں برقرار نہیں رہیں گی اور شادی کے بعد ختم ہوجائیں گی۔شامیال کچھ مضطرب ہوا وہ دوسرا کوئی الٹا سوال کرکے ساحرزادی کو ابھی نہیں پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ کوئی آسان سوال کا جواب دے کر چلی جائے ساحرزادی نے کہا شامیال صبح پھوٹنے والی ہے دوسرا سوال کرو اگر تم نے وقت ضائع کیا تو میں چلی جاؤں گی۔

میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ میں امر ہونا چاہتا ہوں اور قیامت تک جینا چاہتا ہوں ساحرزادی نے اسے کچھ دیر گھورا اس کا عمل بہت ہی خطرناک ہے اس کا عمل کچھ یوں ہے کہ جو لڑکی تمہیں دل سے پسند ہوں سب سے پہلے دیوتا کے بت کے قدموں میں اسے قربان کرنا ہوگا مگر یاد رہے وہ کنواری ہو اس کے بعد ایک مہینے تک ایک ٹانگ پر کھڑے ہوکر ایک عمل کروگے اور پھر مہینے کے اختتامی رات کو تمہیں پھر سے ایک حسین وجمیل لڑکی کی قربانی دینی ہوگی اور پھر تم ایک ٹانگ پر کھڑے ہوکر ایک مہینے تک عمل کروگے اور یہ عمل مسلسل چھ مہینوں تک کروگے جن میں تمہیں چھ کنواری لڑکیاں درکار ہوں گی اور یاد رہے کہ چھ کنواری لڑکیوں کی قربانی دینے کے بعد تم ایک خون کے حوض میں اتر کر غسل کروگے اور ایک مہینے اسی تالاب میں کھڑے ہوکر وہی عمل کروگے اگر تم کامیاب ہوگئے تو تمہیں اس عمل کے بعد ایک اور لڑکی کا خون پینا ہوگا اور سور کا گوشت بھی کھاؤ گے اس کے بعد تم امر ہوجاؤ گے شیطان کی جے ہو سحرزاد بولی اور دھواں میں تحلیل ہونے لگی رکو ساحرزادی اگر میں یہ عمل شروع کردوں تو میں خون کے تالاب کو کیسے ڈھونڈوں گا یہ سب تمہیں خود بخود معلوم ہوتا جائے گا ساحرزادی بولی اور دھواں میں تحلیل ہوکر غائب ہوگئی۔

شامیال اس بند کمرے سے اسے باہر نکلا کہ جیسے وہ ہوا ہو یا کوئی روح ہو وہ سیدھا لاونج میں آگیا امر ہونے والا عمل بہت ہی مشکل ہے اس میں سات مہینے تک مجھے شیطان کی عبادت کرنی ہوگی اور شاید اگر ناکام ہوگیا تو بھی موت میرا مقدر ہوگی خیر مگر زرتاشہ کس حال میں ہوگی اس کے دل میں زرتاشہ بیٹھی ہوئی تھی جو ہر وقت اسکے لیے دھڑکتا رہتا تھا مجھے زرتاشہ کی خبر لینی چاہیے اس کے دل نے گویا اسے مجبور کردیا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا شامیال تو خود کو پتھر کہتا تھا مگر زرتاشہ نے اسے موم بنادیا تھا اور اس کے جذبات موم کی مانند پگھلتے چلے گئے وہ اپنی جگہ پر کھڑا ہوگیا اور اسنے کوئی منتر پڑھ لیا اس کے اردگرد کالا دھواں پھیلنے لگا اور پھر وہ اپنی جگہ سے غائب ہوگیا وہ کچھ دیر کے بعد زرتاشہ کے بیڈروم میں نمودار ہوا زرتاشہ کے بال بیڈ سے نیچے جھول رہے تھے اور وہ اڑی ترچھی بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی شامیال اسے گھورنے لگا شامیال کو صاف دکھائی دے رہا تھا کہ زرتاشہ کے دل ودماغ پر اس کا چھوڑا ہو سحر قابو پارہا ہے رات کو جو تصویر زرتاشہ سے گری تھی اسی تصویر سے وہ عکس نکلا تھا اور دھویں کے مانند زرتاشہ کے اردگرد پھیل گیا تھا۔

اب وہ تصویر خالی تھی اس میں کچھ بھی نہیں تھا شامیال زرتاشہ کے سرہانے بیٹھ گیا اور اس کے ریشمی بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا زرتاشہ بھی کچھ دیر کے بعد کسمائی اور پھر ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی اس کی نگاہیں شامیال سے چار ہوئیں اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے شامیال نے اس کے اندر جھانکا اسے محسوس ہوا کہ زرتاشہ کے من میں کچھ بھی نہیں ہے اس کا من خالی ہے، نہ اس میں پہلے سے کسی انسان کے لیے محبت موجود ہے اور نہ وہ کسی کے لیے محبت بھرے جذبات رکھتی ہے البتہ شامیال اس پر اپنا سحر رفتہ رفتہ گہرا کررہا تھا تاکہ وہ زرتاشہ کے دل میں رچ بس سکے شامیال زرتاشہ کے لب ہلے ہاں بولو کیا

کہنا چاہتی ہو میرے دل میں اس لفظ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے زرتاشہ نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا مجھے کچھ بھی کچھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں کیا کروں شامیال نے زرتاشہ کے چہرے پر ایک منتر پھونک کر مار دیا جس کی وجہ سے وہ نیند کی وادیوں میں اترتی چلی گئی اور اب بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی شامیال دیر تک اس کو گھورتا رہا پھر غائب ہو گیا۔



صبح صبح زرتاشہ کی آنکھ کھلی اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرہ ستا ہوا تھا وہ کل کے واقعات کو یاد کرنے لگی ایمپوسیبل ناممکن ہے یہ اسے آہستہ آہستہ سب کچھ یاد آنے لگا اس نے اٹھ کر کیلنڈر دیکھا تو آج سنڈے تھا اچانک اس کے موبائل پر غضنفر کا میسج آیا ہائے زرتاشہ ۔۔ ہاؤ آر یو۔ زرتاشہ نے غضنفر کو سنڈے کا وقت دیا تھا اور آج سنڈے تھا اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا تو جواب دے دیا آئی ایم فائن کیا ہوا ہائے صبح صبح بس کچھ نہیں تمہارے بارے میں سوچ رہا ہوں کب ملو گی زرتاشہ اس کا میسج دیکھ کر کچھ بہتر محسوس کرنے لگی اچھا تم کیا کر رہی ہو آنسر میں زرتاشہ نے کہا۔

کچھ نہیں ابھی ابھی اٹھی ہوں اوت تمہیں میسج کر رہی ہوں اچھا ہم کب تک ملیں گے زرتاشہ کو اس کی بے چینی میسجز میں بھی نظر آرہی تھی یار مل لیں گے پر تھوڑا سا صبر تو کرلو دوسری طرف سے پیغام آیا مگر آج آپ کو ملنا ہی ہوگا ۔کیونکہ آپ نے وعدہ کیا تھا گویا غضنفر نے اسے وعدہ یاد دلانے کی کوشش کی ہو ہاں یاد ہے بھولی نہیں ہوں آج ہم لنچ ساتھ میں کریں گے زرتاشہ نے گویا اس سے مل لینے کا فیصلہ کر لیا ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا اور ہاں ابھی سے ملنے کا وقت طے کرو غضنفر کے اس میسج پر وہ گویا سوچوں کے بھنور میں ڈوب گئی۔

آپ یوں کریں کہ کوئی ا ... فائیو سٹار ہوٹل میں لنچ طے کریں اور مجھے پتہ بتا دیں میں ... ٹیکسی لے کر آجاؤں گی دوسری طرف سے صرف اوکے ۔ کا پیغام ملا اور زرتاشہ نے مسکرا کر سیل فون کو دیکھا زرتاشہ نے وارڈروب سے ڈھیلا ڈھالا عام قمیض شلوار والا سوٹ نکالا اور شوخ میک اپ کیا تا کہ وہ پوری طرح غریب لڑکی نظر آئے اور کچھ ہی دیر بعد اس کے موبائل پر غضنفر کا میسج آیا اس میں ہوٹل کا مکمل پتہ درج تھا۔

زرتاشہ نے اسے آنسر دے دیا اور سوچنے لگی واقعی بندہ ٹکر کا ہے کہ اتنے ٹائم میں ہوٹل کا نام بھی بتا دیا یہ تو ڈیفنس کا مہنگا ترین ہوٹل ہے زرتاشہ خود کئی بار وہاں اکثر جاتی رہی تھی اچانک ایک ٹیکسی ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں رکی اور اس میں سے سادہ لباس میں سے زرتاشہ کا انتظار کر رہا تھا اس نے شیشے کے بند شیشے والا دروازے میں سے پارکنگ ایریا میں زرتاشہ کو دیکھ رہا تھا غضنفر کا خوبصورت سڈول باڈی بلڈر جسم تھا اس کا چہرہ سفید دودھیا رنگ کا تھا وہ بلیک پینٹ کوٹ میں ملبوس تھا اور اس کی پرسینلٹی غضب ناک حد تک خوبصورت تھی اس کے بال گردن تک جھول رہے تھے زرتاشہ ہوٹل کے اندر داخل ہو گئی وہ حیران نظروں سے ارد گرد دیکھنے لگی اور پھر وہ غضنفر کی طرف چلی آئی کیونکہ غضنفر نے اسے اپنا مکمل حلیہ میسجز میں بتایا تھا ہیلو کیا۔

آپ غضنفر ہو زرتاشہ نے میز پر بیٹھے ہوئے نوجوان سے کہا جی ہاں اور آپ زرتاشہ ہو غضنفر نے مسکرا کر کہا۔ زرتاشہ اس کے سامنے بیٹھ گئی واقعی خدا نے آپ کو حسین بنایا ہے زرتاشہ نے کچھ توقف کے بعد کہا اور آپ بھی تو خوبصورت سحر انگیز ہو بیٹھو مجھے بتاؤ کہ گھر والوں کو بتا کر آئی ۔ نہیں تم میرے دوست ہو گیا میں انہیں بتا کر آتی کہ میں ایک لڑکے سے ملنے جا رہی ہوں ہاں تم تو مڈل کلاس سے تعلق رکھتی ہو ورنہ اپر کلاس میں تو یہ باتیں عام سمجھی جاتی ہیں زرتاشہ نے اسے خود کو غریب ظاہر کیا تھا ورنہ زرتاشہ تو لڑکوں کو ٹشو پیپر کی مانند استعمال کرتی تھی جی خیر میں تو بتا ہی چکی ہوں کہ میں ماں باپ کی اکلوتی اولاد ہوں۔

زرتاشہ اس کے احساسات کو دیکھنا چاہتی تھی سو اس کا امتحان لینے کی کوشش کر رہی تھی دراصل مما اور پاپا دونوں بہت ہی پیار کرنے والے ہیں پاپا باہر رہتے ہیں ماما ان دونوں ماموں کے ہاں گئی ہے اور میں گھر میں اکیلی رہتی ہوں ہوں غضنفر نے صف ہوں کہا۔ کیا تمہیں اکیلے گھر میں ڈر نہیں لگتا ہے زرتاشہ مسکرا کر رہ گئی کس سے بھوت سے یا کسی آسیب سے نہیں میرا یہ مطلب نہیں ہے وہ بری طرح جھنجھلا گیا۔

انسانوں سے ڈر نہیں لگتا اگر مجھے انسانوں سے ڈر لگتا تو کیا میں یہاں پر اکیلے ملنے آجاتی ہرگز نہیں خیر تم یہ بتاؤ کہ تم اپنی فیملی بیک گراؤنڈ کے بارے میں بتاؤ میرا بیک گراؤنڈ بہت ہی سادہ ہے کیونکہ جب میں پیدا ہوا تو منہ میں سونے کا چمچ لے کر آ گیا میری ایک چھوٹی بہن ہے میرے موم ڈیڈ بہت ہی امیر و کبیر ہیں اور اپنی روٹین لائف میں بری طرح غرق ہیں میں اس وقت کئی ہوٹلز پلازہ اور فیکٹریوں کا واحد مالک ہوں غضنفر نے پوری سچائی بیان کر دی۔

آپ کی زندگی میں تو کئی لڑکیاں بھی آئی ہوں گی زرتاشہ نے پوچھا ہاں آف کورس بہت زیادہ مگر کسی سے بھی بن نہ سکی مجھے تو کسی سادہ سی لڑکی کی ضرورت تھی جو عمر بھی مجھے پیار کرے اور میری دولت کو نہ دیکھے مجھے دیکھے وہ جتنی لڑکیاں بھی تھیں مجھے نہیں میری دولت پر نظریں گاڑھے بیٹھی ہوئی تھیں دونوں دیر تک باتیں کرتے رہے اور لنچ کرنے کے بعد دونوں لانگ ڈرائیو پر چلے گئے اب شام کے سائے پھیل رہے تھے جبکہ واپس شہر میں ان کی گاڑی داخل ہوئی تم نے بتایا نہیں کہ تم کہاں رہتی ہو غضنفر نے پوچھا میں تمہیں تمہارے گھر تک چھوڑ آتا ہوں۔

نہیں غضنفر یہ نہ کرنا اگر مجھے کسی عزیز نے آپ کی گاڑی سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا تو میرے لیے بہت مشکل ہو جائے گی پلیز آپ مجھے یہیں کہیں اتار دیں اور واقعی غضنفر نے اسے اتار دیا وہ روڈ پر کھڑی ہو گئی غضنفر نے گاڑی آگے بڑھائی اس نے یوٹرن لیا۔ اور گاڑی دوسرے سائیڈ پر لے گیا کچھ دور جا کر اس نے گاڑی واپس اسی سڑک پر ڈال دی جس روڈ پر زرتاشہ کھڑی تھی اس نے دیکھ لیا کہ زرتاشہ کسی ٹیکسی میں سوار ہو رہی ہے ٹیکسی آگے بڑھ گئی اور غضنفر نے اس کو فالو کرنا شروع کر دیا اس کو حیرت ہو رہی تھی ٹیکسی ڈیفنس کے بڑی کوٹھیوں کی سمت جا رہی تھی غضنفر نارمل رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا جبکہ زرتاشہ نے اسے شہر کے تنگ و تاریک گلیوں کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ وہاں رہتی ہے اور کسم پرسی کی زندگی گزار رہی ہے خیر وہ بدستور اس کے پیچھے جاتا رہا اور یہ جان کر اسے حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ٹیکسی ایک بڑے اور خوبصورت بنگلے کے سامنے رک گئی زرتاشہ نے اسے پیسے دیئے اور بنگلے میں داخل ہو گئی غضنفر بھی یہاں قریب ہی رہتا تھا جو کہ دوسرے ٹاؤن تک دس منٹ کا راستہ تھا غضنفر سوچوں میں دوب گیا اور وہاں سے چلا گیا۔

زرتاشہ نے موبائل کو دیکھا جب وہ غضنفر سے ملی تھی تو اس نے اپنا موبائل سائلنٹ کیا تھا اور نعمان نے کوئی بیس مس کال کی تھیں اور بہت سارے میسجز کئے تھے مہران کی بھی تھی زرتاشہ نے موبائل سے سم نکالی اور نئی خریدی ہوئی سم موبائل میں ڈال دی یہ نمبر صرف غضنفر کے پاس تھا اور یہ نیو سم اس نے ہی زرتاشہ کو لے کر دی تھی زرتاشہ نے سکون کا سانس لیا کہ چلو جان چھوٹی ان دو نکموں سے اور اچانک اس کے نئے نمبر پر رنگ ٹون بج اٹھی یہ غضنفر کا نمبر ہوگا اسنے ہنستے ہوئے ہیلو کہا مگر دوسری جانب شامیال تھا اسکی آواز کانوں میں رس گھولا کتی تھی تم وہی تصویر والے ہوناں۔

زرتاشہ کو وہی تصویر یاد آگئی تھی جس نے رات کے وقت اس سے باتیں کی تھیں تم سے ڈر لگنے لگا ہے تم کوئی جادوگر ہو زرتاشہ کے چہرے پر خوف کے گہرے سائے سمٹ آئے یہی سمجھ لو مگر میں تمہیں چاہنے لگا ہوں اور تمہاری وہ بہن بیلہ کہاں گئی بیلہ تو ملک سے باہر چلی گئی ہے شامیال کی مدہوش آواز سنائی دی شامیال ہی نے بیلہ کا بہروپ بھرا تھا اس کی کوئی بہن نہ تھی زرتاشہ نے اگلے لمحے میں موبائل فون بند کر دیا مگر یہ کیا اس کے سیل فون سے ابھی بھی شامیال کی آواز گونج رہی تھی میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں شامیال کی آواز اس کے سیل فون سے نکلی تو بتاؤ زرتاشہ نے ڈرے ہوئے لہجے میں کہا تم سے شادی کرنا

چاہتا ہوں ۔۔۔شادی۔۔ زرتاشہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہوگئی مگر میں شادی نہیں کرسکتی میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی شامیال۔

کیوں زرتاشہ میں تمہیں بہت خوش رکھوں گا اور اپنی جادوئی طاقتوں سے تمہیں ہواؤں کی سیر کراؤں گا میں تمہیں اپنی ملکہ بنانا چاہتا ہوں شامیال میں تم سے نہیں بلکہ کسی بھی مرد سے شادی نہیں کرنا چاہتی اور نہ میں اس جھنجھٹ میں پڑنا چاہتی ہوں یہ تم کیا کہہ رہی ہو تم جانتی نہیں ہو کہ تم کسے انکار کررہی ہو شامیال میں ایک بات تمہیں پہلے سے بتادوں کہ ایک تم ہی نہیں سینکڑوں میرے دیوانے ہیں مگر میں شادی کے بندھن میں ہرگز نہیں بندھنا چاہتی ہوں جو بھی مجھے شادی کی آفر کرتا ہے وہ میرے نزدیک بیکار انسان ہوجاتا ہے اس لیے آئندہ یہ بھول کر بھی مت کہنا۔

زرتاشہ نے درشت لہجے میں کہا اس کا بند موبائل سے اب شامیال کی آواز آنا بند ہوگئی یقیناً وہ زرتاشہ کی بات سن کر غصہ ہوگیا ہوگ اور موبائل سے اپنا جادو ہٹالیا ہوگا زرتاشہ نے بھی سکون، سانس لیا کہ شکر ہے وقتی طور پر ہی سہی شامیال سے جان چھوٹی مگر زرتاشہ ڈر رہی تھی کیونکہ اس بار وہ ایک جادوگر کے ہتھے چڑھ گئی تھی زرتاشہ نے موبائل فون آن کیا تو وہ کچھ دیر کے لیے گم صم ہوگئی وہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ غضنفر کو کیسے ہینڈل کروں غضنفر کے علاوہ شامیال اور نعمان بھی تھا زرتاشہ نے نفی میں سر ہلایا مجھے شادی نہیں کرنی اور نہ میں کبھی شادی کے لیے رضامند ہوسکتی ہوں اچانک اس کے نیو نمبر پر ایک بار پھر نئے بغیر نام کے نمبر سے کال آنے لگی اس نے ڈرتے ہوئے کال ریسیو کی وہ سمجھ رہی تھی کہ یہ کال شامیال کی ہوگی مگر کال کرنے والا غضنفر تھا۔

ہیلو غضنفر نے کہا زرتاشہ نے بھی جواب میں ہیلو کہا کیا گھر پہنچ گئی ہو اس نے گھمبیر لہجے میں پوچھا ارے غضنفر آپ کو بہت فکر ہے میری ہاں مگر کیوں نہیں ہوگی محبت جو کرتا ہوں تم سے غضنفر کی اس بات پر زرتاشہ کھلکھلا کر ہنس دی ہاں غضنفر میں خیر خیریت سے گھر پہنچ گئی ہوں ابھی تھکی ہوئی ہوں بعد میں بات کرتے ہیں غضنفر سے اس کا رابطہ منقطع ہوگیا وہ موبائل کی سکرین کی طرف دیکھنے لگی اچانک سکرین پر شامیال کی تصویر بننے لگی اور چند لمحوں میں ہی سکرین شامیال کی تصویر سے جگمگا اٹھی ایسا لگنے لگ جیسے شامیال کی تصویر کسی نے کیمرے میں سے لی ہو زرتاشہ حیران و پریشان ہوگئی مگر بدستور سکرین کو دیکھنے لگی شامیال کی تصویر جو موبائل سکرین میں رکھ رہی تھی وہ اب وہ بولنے لگی زرتاشہ مجھے تم سے بات کرنی ہے زرتاشہ حیرت سے بولی۔

کیا بات ہے جیسے تم مجھے دیکھ رہی ہو ویسے میں بھی تمہیں اس سکرین پر دیکھ رہا ہوں اچھا اور کچھ کہو زرتاشہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں تم صرف میری ہو میں تمہارے لیے سب سے بڑی قربانی دینے کو تیار ہوں یا کرسکتے ہو میرے لیے زرتاشہ تیزی سے بولی سب کچھ موبائل سکرین میں شامیال بولا ہاں میں اگر تم سے شادی کرون گا تو میں تمہارے لیے جادو کو ترک کردوں گا اور تمہیں اپنی ساری طاقتیں دے دون گا تم سب کچھ کرسکوگی ہواؤں میں پریوں کی طرح اڑسکوگی سمندر میں سفر کرسکوگی اور وہ سب کچھ کرسکوگی جو عام انسان کے بس کی بات نہیں ٹھیک ہے شامیال تم مجھے سوچنے کے لیے وقت دو ٹھیک ہے تم سوچو میں پھر روبرو آؤں گا ٹھیک ہے جب میں تمہیں بلاؤں تب تم آنا اچانک سکرین سے شامیال غائب ہوگیا زرتاشہ نے سکون کا سانس لیا۔

زرتاشہ سوچوں میں گم ہوگئی وہ زیادہ تر شامیال کے بارے میں سوچنے لگی تھی یہ مجھے کیا ہورہا ہے میں کیوں شامیال کے بارے میں سوچنے لگی ہوں وہ شاید میرے حواسوں پر کچھ زیادہ ہی سوار ہوا ہے یا پھر مجھے اس سے محبت ہونے لگی ہے نہیں میں کسی سے محبت نہیں کرسکتی میں کسی کا قیدی نہیں بننا چاہتی میں آزاد رہنا چاہتی ہوں اور میں کسی کے دھوکے میں بھی نہیں آؤں گی میں ہمیشہ اپنے دل کی بات سنوں گی وہ انہی سوچوں میں درگرداں تھی کہ اچانک مین گیٹ کی گھنٹی بج اٹھی وہ باہر کی طرف چلی گئی وہاں پر لان تھا چوکیدار نے دروازہ پہلے سے کھول دیا تھا گیٹ کے سامنے مہران کھڑا تھا زرتاشہ نے اسے اشارے سے اندر بلایا وہ چوکیدار کو نظر انداز کرکے اندر آگیا۔

ہائے زرتاشہ کیسی ہو اور کس حال میں ہو تمہارے سامنے کھڑی ہوں تم بتاؤ کیسے آنا ہوا زرتاشہ نہ تو تمہارا نمبر مل رہا تھا اور نہ ہی تم سے رابطہ ہو پارہا ہے میں بہت پریشان ہوں اور مجھ سے رہا نہ گیا میں سیدھا چلا آیا ہاں مہران ڈیڈ چند دنوں میں آنے والے ہیں اس کے سامنے تو میں تم نکموں کو گھر نہیں بلاسکتی اور میں اب ڈیڈ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں کیونکہ وہ ہی ان سب کا اصل مالک ہے اگر میں ڈیڈ کے سامنے ویسٹرن سٹائل کروں گی تو وہ مجھ سے بہت ناراض ہوں گے تم جاؤ۔

اوکے اور تب آنا جب تمہیں میں بلاؤں ورنہ زمین میری بہت اچھی دوست ہے اور تم میرے دوست کا شوہر ہو ہاں ٹھیک ہے مگر تم مجھ سے یوں بے رخی ظاہر کرکے اچھا نہیں کررہی ہو اگر تم مجھے چھوڑدوگی تو میں تمہیں کسی کا قابل نہیں چھوڑوں گا مہران گویا سمجھ گیا تھا کہ زرتاشہ اس سے اکتا چکی ہے اور اب وہ اس کا چیپٹر کلوز کرنا چاہتی ہے تو وہ بھی دھمکیوں پر اتر آیا اوہ تو تم مجھے دھمکی دے رہے ہو زرتاشہ طنز سے بولی۔

ہاں میں تمہیں دھمکی دے رہا ہوں میں تمہارے بنا نہیں رہ سکتا آئی کا منٹ وڈ لیو یو تم جاتے ہو یا میں تمہیں دھکے دے کر اس گھر سے نکالوں زرتاشہ غصے سے بولی ۔اوکے جارہا ہوں مگر یاد رکھنا کہ تم نے بہت برا کیا ہے اور اس کا انجام بھی تمہیں خود ہی بھگتنا ہوگا مہران غصہ ہوکر چلا گیا زرتاشہ نے سکون کا سانس لیا کہ اس سے تو جان چھوٹی وہ صوفے پر گر گئی اور ایک بار پھر شامیال کی سوچوں میں گم ہوتی گئی شامیال تم میرے حواسوں میں بستے جارہے ہو وہ زیر لب بڑبڑائی۔

❀❀❀

شامیال اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور کسی سوچ میں گم تھا میں اگر زرتاشہ سے شادی کروں گا تو اپنی جادوئی صلاحیتیں کھودوں گا اور یوں میرا بدصورت روپ واپس آجائے گا میں نے تو کالی طاقتوں کو حاصل کرنے لیے چالیس سال کی طویل ترین قربانیاں دیں ہیں اور اب جب میں دنیا کا سب سے بڑا جادوگر بننے لگا ہوں تو یہ مجھے پریم کا روگ لگ گیا ہے شاید میں اگر زرتاشہ کو اتنا چاہتا ہوں تو اسے اپنی داسی کیوں نہ بناؤں وہ دن رات میرے پاس ہوگی اور میرا کہنا مانے گی نہ میں بدصورت ہوں گا اور نہ میری طاقتیں سلب کی جائیں گی اور ویسے بھی مجھے یا تو امر ہونے کا چلہ شروع کرنا چاہیے یا پھر کچھ اور کرنا پڑے گا میں زرتاشہ کو کسی بھی قیمت پر نہیں کھونا چاہتا ہوں وہ سوچوں میں گم تھا اور بار بار زرتاشہ کا چہرہ اس کی نگاہوں کے سامنے آرہا تھا۔

زرتاشہ میں نے جو سحر تم پر چھوڑا ہے وہ دھیرے دھیرے تم پر اثر چھوڑے گا اور وہ اثر جب مکمل طور پر تم کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا تب تم دوڑتی ہوئی آؤ گی اور میری بانہوں میں ہوگی وہ دھیرے دھیرے سے مسکرایا اس کی مسکان زہریلی تھی جیسے کوئی شیطان مسکرا رہا ہو شامیال ایک نوجوان لڑکا نہیں تھا بلکہ وہ ایک بدصورت بوڑھا تھا اور اس کی جو خوبصورت وجود تھا جس پر نوخیز کلیاں مرتی تھیں یہ جادوئی تھا شامیال پچھلے چالیس سالوں سے جادو کا پیروکار تھا اور اب شامیال ایک بڑا جادوگر بن گیا تھا۔ اگر جادوئی طاقتیں، اس کی ختم ہوجاتی ہیں تو وہ ایک ساٹھ سالا بوڑھے کا روپ دھار لیتا اور وہ جو اپنی من مانیاں کرتا ہے وہ نہیں کرسکے گا یہی وجہ تھی کہ وہ اب سوچ رہا تھ وہ صحیح طریقے سے سوچ رہا تھا اپنی نظروں میں۔

❀❀❀

رات کیسے گزر گئی پتہ ہی نہیں چلا زرتاشہ بستر سے اٹھی تو بے ساختہ اس کی نظر گھڑی پر پڑی اف ہو میں تو بہت ہی لیٹ ہوچکی ہوں ہاں رات کو دیر تک سوچتی رہی تھی اور اس جادوگر کے میں بارے میں سوچ رہی تھی ابھی دس بج رہے ہیں وہ اٹھی اور شاور لینے کے لیے باتھ روم میں گھس گئی وہ کچھ دیر کے بعد بالکل فریش ہوکر باہر نکلی اس نے موبائل فون کو دیکھا صبح صبح غضنفر کا میسج آیا تھا زرتاشہ

میں تم سے ملنا چاہتا ہوں زرتاشہ ہنسی اور پھر ریلے دیا کہ کہاں ملوں گے زرتاشہ میں تمہیں اپنا گھر دکھانا چاہتا ہوں زرتاشہ نے ہنکارہ بھرا اور کچھ دیر کے بعد اسے فون کردیا غضنفر نے پہلی ہی بل پر کال ریسیو کرلی جیسے وہ بے تاب بیٹھا ہوا تھا۔

ہائے غضنفر تم مجھے اپنا گھر دکھانا چاہتے ہو ہاں زرتاشہ میں یہی چاہتا ہوں کہ تم میرا گھر دیکھو تمہارا گھر کہاں ہے غضنفر نے جلدی سے اسے اپنے گھر کا پتہ نوٹ کروایا تو زرتاشہ اس کا گھر کا پتہ سن کر حیرت زدہ رہ گئی کیونکہ وہ جو ایڈریس بتا رہا تھا وہ اس کے گھر کے کافی قریب تھا اور تھوڑے سے فاصلے پر اس کا گھر تھا وہ بھی ڈیفنس کا رہائشی تھا دس منٹ کی دوری پر اس کا گھر واقع تھا زرتاشہ گم صم ہوگئی۔

زرتاشہ کب آؤ گی ملنے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد غضنفر کی آواز سنائی دی ہاں جب موقع ملے گا میں آؤں گی اوکے تم فی الحال کوئی انتظار مت کرو ٹھیک ہے زرتاشہ جب آنے کا ارادہ ہو مجھے پہلے سے بتانا تاکہ میں گھر کو سجا سکوں زرتاشہ نے کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کی پھر اس سے رابطہ منقطع کردیا وہ ایک بار پھر الجھ کر رہ گئی اس کے ذہن میں شامیال کا عکس ابھرنے لگا وہ جتنا شامیال کے خیال سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھی وہ اتنا ہی اس کے ذہن پر سوار ہو رہا تھا۔



مہران ایک تنگ سی گلی میں کھڑا تھا کچھ دیر کے بعد اس کے پاس ایک کالے رنگ کا آدمی کھڑا ہوا تومی میں تمہاری خدمات حاصل کرنا چاہتا ہوں کیسی خدمات ٹومی ایک درمیانے قد کا آدمی تھا اس کی رنگت کالی تھی اور سر بالوں سے عاری تھا جبکہ وہ چہرے سے بدمعاش لگ رہا تھا مہران بولا ٹومی مجھے ایک لڑکی کو اغوا کروانا ہے یہ ہے اس کی تصویر مہران نے ٹومی کی طرف زرتاشہ کی تصویر بڑھائی ٹومی نے تصویر لے لی اور اس کے بارے میں مہران سے معلومات کرنے لگا مہران نے اس کو وہ تمام معلومات دے دیں جو اسے معلوم تھیں اسے ایڈوانس میں پچاس ہزار روپے بھی دے دیئے اور اسے کہا کہ میرے خالی جلیٹ پر اس لڑکی کو منتقل کرنا ہے تاکہ میں اس سے مل لوں بڑا تڑپایا ہے مجھے اس لڑکی نے ٹھیک ہے مہران کام ہوجائے گا آپ بے غم ہوجاؤ بلکہ میں آج ہی اس چھوکری پر نظر رکھتا ہوں اور اگر مجھے موقع ملا تو آج ہی اسے اغوا کرتا ہوں ورنہ دوسری صورت میں رات کو اس تتلی کو اٹھواؤں گا ٹھیک ہے ٹومی جو تمہیں بہتر لگے مہران وہاں سے چلا گیا اور ٹومی اپنی بلیک کلر کی گاڑی میں بیٹھ گیا اس کا رخ ڈیفنس کی طرف تھا وہ زرتاشہ کی گھر کی طرف جا رہا تھا۔

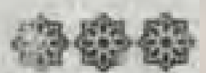


زرتاشہ نے اپنے الجھے ہوئے ذہن کو جھٹکنے کی کوشش کی اور وہ اب موبائل کی طرف متوجہ ہوگئی اس نے غضنفر کا نام موبائل میں ظاہر کیا اور ملایا غضنفر نے بہت جلد موبائل ریسیو کیا ہائے میری جان اتنی جلدی فون کیسے کیا غضنفر میں آج ہی تمہارے گھر آرہی ہوں میں انتظار کررہا ہوں وہ خوش ہوکر بولا اس کے بعد دونوں کا رابطہ ٹوٹ گیا زرتاشہ نے سیف میں سے شلوار قمیض نکالی اور وہ پہن لی وہ شلوار قمیض میں بھی بہت ہی زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی اس نے دوپٹہ کندھے پر ڈالا اور اب میک اپ کرنے لگی وہ آدھے گھنٹے میں تیار ہوگئی اور پھر بنا گاڑی کے گھر سے باہر نکلی آگے کچھ فاصلے پر اس کے سامنے ایک گاڑی آکر رک گئی وہ گاڑی مکمل طور پر سیاہ تھی اور اس میں کالے رنگ کے شیشے لگے ہوئے تھے گاڑی اس کے قریب رک گئی مگر اس کے پیچھے ایک ٹیکسی بھی آرہی تھی زرتاشہ نے ٹیکسی کو روکا اور اس میں سوار ہوگئی جب ٹیکسی چل پڑی۔

اس کے پیچھے پیچھے گاڑی بھی چلنے لگی کچھ دور ہی بنگلوں کی ایک لمبی قطار شروع ہوگئی سڑک کے دونوں اطراف خوبصورت بنگلے بنے ہوئے تھے مگر اس دن ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے سب لوگ کہیں چلے گئے ہوں کوئی بھی ذی روح نظر نہیں آرہا تھا ٹیکسی ایک بڑے اور خوبصورت بنگلے کے سامنے رک گئی زرتاشہ اس میں سے اتری اور ٹیکسی والے کو کرایا دیا غضنفر کا کمرہ دوسری منزل پر تھا وہ کمرے کی کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا کہ اس نے دیکھا کہ اس کے کمرے کی کھڑکی میں سے اس کے بنگلے پر ایک ٹیکسی آکر رک گئی اور اس میں سے زرتاشہ اتر گئی اس کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آگئی اچانک ٹیکسی کے پیچھے ایک کالے رنگ کی گاڑی آکر رکی زرتاشہ بنگلے کے گیٹ کی طرف متوجہ ہوگئی۔

ٹیکسی آگے بڑھ گئی اچانک کالے رنگ کی گاڑی سے ایک ہٹا کٹا شخص نکلا وہ حلیے سے ہی بدمعاش لگ رہا تھا وہ لمحے میں ہی زرتاشہ کی طرف متوجہ ہوا اور کسی عقاب کی طرح زرتاشہ پر جھپٹ پڑا زرتاشہ نے ایک تیز چیخ ماری اس آدمی نے زرتاشہ کو منہ پر رومال رکھا ظاہر ہے اس میں کلوروفارم تھا جس نے زرتاشہ کو بے ہوش کردیا زرتاشہ لڑک گئی اس نے زرتاشہ کو بانہوں میں اٹھایا اور گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈالا غضنفر تیزی سے کھڑکی سے ہٹا اس نے دراز سے پسٹل نکالا اور گیٹ کی جانب جانے لگا اس نے جیسے ہی گیٹ کھولا کالے رنگ کی گاڑی جارہی تھی وہ اتنی دور نہیں گئی تھی غضنفر جلدی سے اندر چلا گیا اور گیراج میں سے جلدی اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا اس نے تیزی سے گاڑی باہر نکالی اور جس طرف کالے رنگ کی گاڑی گئی تھی اس طرف گاڑی کو موڑا اس کو کالے رنگ کی گاڑی دکھائی دی جو خاصی دور جاچکی تھی وہ اس کے پیچھے چلنے لگا گاڑی وہ مہارت سے چلا رہا تھا مگر کالے رنگ کی گاڑی کا ڈرائیور بھی بہت ہی مہارت رکھتا تھا وہ گاڑی کو بہت تیزی سے لے جارہا تھا کالے رنگ کی گاڑی اب ڈیفنس سے نکل چکی تھی۔

وہ اب شہر کے سڑکوں پر رواں دواں تھی غضنفر نے دل میں سوچا کہ وہ مستقل گاڑی کا پیچھا کرے گا شہر میں بہت رش تھا مگر کہیں بھی ٹریفک جام نہ تھا اب گاڑی مختلف راستوں پر جارہی تھی غضنفر اب کچھ فاصلے سے اس کا پیچھا کررہا تھا کالے رنگ کی گاڑی اب شہر کے مضافات سے نکل چکی تھی وہ اب دوسرے راستے پر گامزن تھی وہ اب جس علاقے میں جارہی تھی یہاں اکثر غربا رہائش پذیر تھے اور ان علاقوں میں سرکاری فلیٹ بنے ہوئے تھے یہاں پر ایک گندگی کا ڈھیر تھا اور دھول مٹی سے اٹا ہوا تھا علاقہ تھا گاڑی اب ایسے فلیٹ کے سامنے رکی جو کہ تین منزلہ تھا یہاں پر ہر طرف بے شمار فلیٹ بنے ہوئے تھے جو کہ ایک ہی طرز تعمیر پر بنائے گئے تھے کچھ ہی دیر میں گاڑی فلیٹ کے اندر چلی گئی غالباً فلیٹ میں اور بھی کئی افراد تھے کیونکہ مین گیٹ کھلا ہوا تھا غضنفر نے اس سے دور گاڑی کھڑی کی اور پستول نکال کر گاڑی سے نکل آیا وہ وہاں کچھ دیر کھڑا رہا ہر طرف تین تین چار چار منزلہ عمارتیں بنائی گئی تھیں اور ان عمارتوں میں لوگ رہائش پذیر تھے مگر کسی کو شک بھی نہیں گزرا ہوگا کہ کالے رنگ کی گاڑی میں ایک اغوا کی واردات ہوئی ہے یہ علاقہ سول فلیٹ پر مشہور تھا۔



ٹومی تم نے کمال کردیا مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم نے اتنی کم وقت میں اس کم بخت کو اٹھوا دیا یہ لو یہ ہے تمہارا انعام مہران نے ٹومی کی طرف ایک خاکی رنگ کا لفافہ اچھال دیا جو کہ ٹومی نے پکڑ لیا اب تم جاؤ بس تمہارا کام ختم ٹومی نے ادب سے سر کو جنبش دی اور وہاں سے نکل گیا زرتاشہ کو اس نے آرام دہ کمرے میں بیڈ پر لٹایا تھا یہ فلیٹ مہران کی ملکیت تھی وہ اکثر وقت گزارنے کے لیے یہاں آتا رہتا تھا وہ زرتاشہ کو بھی یہاں پر لانا چاہتا تھا مگر زرتاشہ مہران کو نہیں ملی رہی تھی اور اس کی قربت کے لیے مہران تڑپ رہا تھا۔

اب مہران اس فلیٹ میں بالکل اکیلا تھا اور زرتاشہ بے ہوش تھی وہ ٹومی کے پیچھے گیٹ تک آیا اور گیٹ بند کردیا غضنفر فلیٹ کے دروازے کی طرف بڑھنے ہی والا تھا کہ فلیٹ کا دروازہ کھلا اس میں سے وہی کالے رنگ کی گاڑی باہر نکلی اور سیدھی سڑک کی طرف مڑگئی جبکہ غضنفر نے دیکھا کہ اس گاڑی کے پیچھے فلیٹ کا دروازہ بند کرنے کے لیے ایک نوجوان بھی برآمد ہوا تھا اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی وہ عمر سے تیس کا لگتا تھا وہ پینٹ شرٹ میں ملبوس تھا اس نے فلیٹ کا مین گیٹ بند کردیا غضنفر

تیزی سے اس کی طرف بڑھا مگر گیٹ بند ہو چکا تھا عمارت تین منزلوں پر تھی اور بہت ہی بوسیدہ تھی باہر سے دھول مٹی نے عمارت کا نقشہ بگاڑ دیا تھا وہ سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہیے وہ کوئی لائحہ عمل تیار کرنے لگا۔

نومی نے تو کام کر دیا اور پھر چلا گیا اب مہران اس فلیٹ میں اکیلا تھا اس نے بے ہوش زرتاشہ کے ہاتھ باندھ دیئے پھر اس کے دونوں پیر رسی سے مضبوطی سے باندھنے لگا چند ہی لمحوں میں اس نے کام نہایت تیزی سے کیا اس کے شیطانی دماغ جیسے کچھ چل رہا تھا زرتاشہ بیڈ پر سیدھی لیٹی ہوئی تھی وہ ابھی تک بے ہوش تھی وہ ابھی تک بے خبر تھی کہ وہ اس وقت کہاں ہے مہران کا چہرہ انتقام بن چکا تھا۔

آج میں تمہارا وہ حشر کروں گا کہ ساری زندگی مجھے یاد رکھے گی بہت تڑپایا ہے تو نے مجھے مہران حقارت سے بولا وہ کچھ دیر زرتاشہ کو دیکھنے لگا پھر بڑبڑایا پہلے تمہیں ہوش تو دلاؤں وہ کمرے سے نکل کر باہر براڈے میں آیا وہاں پر اس نے پانی کا بھرا ہوا جگ اٹھایا اور کمرے کی طرف چلا گیا۔

غضنفر سوچ چکا تھا کہ وہ قریباً گیٹ کے سامنے باہر کھڑا تھا وہ تقریباً دس منٹ تک بے سدھ کھڑا رہا تھا وہ سوچ رہا تھا کہ شاید اندر پورا ایک مجرموں کا مکمل گروہ ہو پہلے تو اس نے سوچا کہ یہ کال پولیس سے کرنا چاہیے مگر پھر اس کے ذہن میں خیال آیا اور اس نے فوراً اس پر عمل کرنے کے بارے میں سوچا وہ زور زور سے دروازے کو کھٹکھٹانے لگا اس نے دروازے پر بیک وقت کئی بار دستک دی مہران کے ہاتھ میں جگ تھا وہ کمرے میں داخل ہی ہوا تھا کہ اس نے مین گیٹ کی آواز سنی یہ کمرہ پہلی ہی منزل پر تھا یعنی بالکل مین گیٹ کے سامنے اس لیے وہ اگر اوپری منزلوں پر ہوتا تو اوپر سے جھانک لیتا دروازے پر دستک اب بھی مسلسل ہو رہی تھی شاید نومی ہوگا یہ جگہ صرف اسے معلوم ہے خیر ہی یہ بلا ہوش میں نہ آ جائے اس نے ایک پٹی زرتاشہ کے منہ پر لگا دی اور گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔

جونہی مہران نے گیٹ کھولا غضنفر نے فوراً اس پر پستول تان لیا اور اسے دھکا دے کر آگے اندر چلا گیا مہران اب غضنفر کی زد میں تھا مہران نہایت ہی حیران و پریشان ہوا مہران غرا کر بولا کون ہو تم تمہاری موت اگر ذرا بھی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی غضنفر غرا کر بولا آگے چلو مہران آگے چلنے لگا غضنفر اس کے پیچھے چلنے لگا پستول اس کے سر کے پیچھے لگائی تھی اور اس نے مہران پر خاص نظر رکھی تھی مہران بولا۔

اگر تم کوئی چور اچکے ہو تو تم بہت برا کر رہے ہو تمہیں پتہ ہے کہ تم نے کس بندے کو لوٹنے کی کوشش کی ہے ٹھیک ہے یہ وقت بتائے گا کہ کون کسے پچھاڑتا ہے زرتاشہ کو ہوش آ گیا تھا وہ انجان جگہ پر تھی اس نے ملنے کی کوشش کی تو وہ گھبرا گئی وہ ہاتھوں اور پیروں سے بندھی ہوئی تھی اس کا منہ بھی بند تھا وہ نہ تو چلا چلا کر آسمان سر پر اٹھاتی وہ بمشکل اٹھ کر بیڈ میں بیٹھ گئی اچانک مہران کمرے میں داخل ہوا اور اس کے پیچھے غضنفر مہران نے ہاتھ اٹھائے تھے اور غضنفر نے اس کے سر کے پیچھے ہاتھ میں پستول پکڑا تھا زرتاشہ ان دونوں کو دیکھ کر سمجھ نہ سکی اور اوں اوں کی آوازیں نکالنے لگی جب غضنفر نے زرتاشہ کو دیکھا تو غصے سے بے قابو ہو گیا اس نے مہران کے پچھواڑے پر زوردار لات رسید کی وہ آگے کی طرف زور سے گرا اور منہ کے بل گر گیا مہران نے اس پر ایک ہلکی چیخ ماری اور غضنفر نے لاتوں کی اس پر بارش کر دی وہ اس کے جسم کے مختلف حصوں پر لاتیں مار رہا تھا مہران کو اس نے ذرا بھی سنبھلنے کا موقع نہ دیا جیسے وہ اس کا سرمہ بنا رہا تھا وہ دیر تک اس کو مارتا رہا حتیٰ کہ مہران بے دم ہو گیا کچھ لاتیں اس کی کھوپڑی پر بھی پڑی تھیں اس کا چہرہ لہولہان ہو گیا تھا۔

غضنفر زرتاشہ کی جانب متوجہ ہوا اس نے اس کے منہ سے پٹی ہٹائی اور جلدی جلدی اس کے ہاتھ پاؤں کھولنے لگا اس کے ہاتھوں کی کلائیوں میں رسی اتنی مضبوطی سے باندھی تھی کہ اس کی کلائیاں سرخ ہو رہی تھی اس کو بہت تکلیف بھی ہوئی تھی اب بھی اس کے پیروں میں جلن ہو رہی تھی وہ جلدی سے بولی یہ سب کیا ہے غضنفر

نے اس کو کہا اس کے آدمی نے تجھے اغوا کیا تھا مہران ابھی تک زمین پر بے سدھ پڑا تھا آؤ یہاں سے نکلیں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے زرتاشہ ساری بات سمجھ گئی تھی پتہ نہیں اگر تم نہیں آ گئے تو یہ درندہ میرے ساتھ کیا کچھ نہیں کرتا زرتاشہ اس پر تھوک کر بولی زرتاشہ اگر تم کہو تو میں اس کو یہیں پر ہی ختم کر دوں۔

نہیں یہ غضب مت کرنا یہ میری دوست نرمین کا شوہر ہے وہ دونوں فلیٹ سے باہر نکل گئی اور مہران کو جاتے وقت ایک لات بھی رسید کر گئی تھی اور اس پر تھوکا بھی تھا جبکہ غضنفر نے اس کو کئی لاتیں ماری تھیں بیک وقت رسید کی اور دونوں جلدی سے فلیٹ سے نکل گئے آگے اب وہ گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے غضنفر نے اسے پوری کہانی بتائی اور پھر زرتاشہ سے اس نے پوچھا مجھے تم شروع سے صاف صاف بتا دوں کہ تم کیا بھید مجھ سے چھپا رہی تھی زرتاشہ واقعی غضنفر کی احسان مند ہو گئی تھی اس نے شروع سے کہا پہلے تمہارے گھر جائیں گے پھر میں سب کچھ سچ سچ تمہیں بتا دوں گی ٹھیک ہے غضنفر نے کہا اور دونوں اس کے گھر کی طرف چل دیئے۔

وہ دونوں اب غضنفر کے گھر میں موجود تھے اس نے پہلے اسے اپنا پورا گھر دکھایا پھر اس کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا پلیز زرتاشہ مجھے سب کچھ سچ بتاؤ ٹھیک ہے غضنفر سب سے پہلے تو یہ کہ میں نے تم سے جھوٹ بولا تھا کہ میں غریب ہوں میں بھی تمہاری طرح نہایت امیر ترین ہوں اور کروڑوں کی اکلوتی وارث ہوں پھر زرتاشہ نے اسے شروع سے اپنی کہانی سنائی اور اس نے ایک لفظ بھی اس سے نہیں چھپایا غضنفر اس کی کہانی ایسے سن رہا تھا جیسے وہ کوئی انہونی داستان سنا رہی تھی زرتاشہ تم نے یوں قسم سے مجھے حیران کر دیا۔

اگر تم اتنی آوارہ ٹائپ لڑکی ہو تو میرا اور تمہارے مزاج میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے زرتاشہ مجھے شامیال سے ملنے کا شوق پیدا ہوا ہے یعنی ایک جادوگر بھی تمہارا عاشق ہے وہ تمہیں بہت چاہتا ہے اور وہ اپنی ساری جادوئی طاقتیں بھی تمہیں دینا چاہتا ہے وہ واقعی عجیب انسان ہے اس کے واقعات بھی بہت عجیب ہیں بند موبائل سے تم سے بات کر لیتا ہے اور اس کی تصویر حرکت کرتی ہے جبکہ تمہارا کہنا ہے کہ تم کبھی بھی شادی نہیں کرو گی تم نے ارمان کو انکار کیا مہران نے اس لیے تمہیں اغوا کیا کہ تم نے اس کو انکار کیا تھا اور پھر شامیال وہ جادوگر وہ بہت زیادہ حیران رہ گیا۔

تم تو مکمل طور پر من چلی ہو زرتاشہ اس کے باوجود بھی میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں آئی لو یو۔ وہ زرتاشہ کو دیکھ کر بولا زرتاشہ ویسے اگر تم اغوا ہوئی اور پھر اس کمینے مہران نے تمہارے ہاتھ پاؤں باندھے تو شامیال نے تمہاری مدد کیوں نہیں کی شکر ہے کہ اس جادوگر نے میری مدد نہیں کی خدا نے یہ موقع تمہیں دیا اور میں تمہاری شکر گزار ہوں تم پہلے مرد ہو جو میرے دل کو لگے ہو زرتاشہ ہنس کر بولا۔

اور جہاں تک شامیال کا سوال ہے وہ ضرور دو دن کے لیے مجھ پر نظر نہیں رکھے گا کیونکہ میں نے سوچنے کے لیے اس سے وقت مانگا تھا وہ ہر وقت میرے ذہن پر سوار رہتا تھا مگر جب سے تم ملے ہو وہ میرے ذہن سے اتر گیا ہے۔ غضنفر زرتاشہ کی بات سن کر ہنس ادونوں دیر تک اسی موضوع پر باتیں کرتے رہے اس کے بعد خود غضنفر نے اسے گھر ڈراپ کیا اور اس کے گھر پر آ گیا زرتاشہ نے پہلے اس کو شامیال کی تصویر دکھائی تو وہ تصویر دیکھ کر دنگ رہ گیا وہ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی شہزادہ ہو غضنفر رشک سے بولا یہ تو بہت ہی خوبصورت ہے مگر ہے تو جادوگر زرتاشہ نے اس کی حیرت کو نظر انداز کر کے کہا اور شاید یہ اس کا بہروپ ہو اس کی اصل شکل کچھ اور بھی ہو سکتی ہے غضنفر نے ہوں میں جواب دیا۔

بالکل تم ٹھیک کہتی ہو خیر مجھے اس جادوگر سے چھٹکارہ حاصل کرنا ہے جب آئے گا تو مجھ سے سوال ضرور کرے گا ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو شاید اگر ایسے بھی تیرا انکار پسند نہ آیا تو یہ بھی تجھے اغوا کر سکتا ہے اور پھر مشکل بہت ہوگی زرتاشہ غضنفر کی اس بات پر چونکی ہاں ایسا ہو سکتا ہے اور مجھے اس سے ڈر بھی لگتا ہے کیونکہ وہ جادو پر دسترس

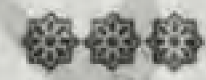
رکھتا ہے اور غضنفر تم مجھ سے دور رہو وہ کمینہ میری وجہ سے تمہیں بھی نقصان پہنچا سکتا ہے اس لیے ہمیں سوچ سمجھ کر ہی ان کا سامنا کرنا ہوگا اور شاید وہ ہم سے اب بے خبر ہو مگر وہ زیادہ دیر بے خبر نہیں رہے گا وہ میرے پاس ضرور آئے گا اور وہ مجھ سے میری مرضی معلوم کرے گا زرتاشہ نے یہ باتیں خدشات کے طور پر کہیں اور غضنفر بولا ہاں زرتاشہ تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو میں جانتا ہوں تم بھی اپنے گھر جاؤ میں احتیاطاً ایک عامل کے پاس جا رہا ہوں تاکہ ہم دونوں اس کے شر سے محفوظ رہیں کیونکہ تمہاری باتوں نے مجھے بھی ڈرا دیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس کے جادوئی توڑ کا جواب عامل کی روحانی عمل سے دوں ہاں غضنفر تم ٹھیک کہہ رہے ہو کیونکہ مجھے شروع سے اس جادوگر سے ایک خوف سا محسوس ہوتا ہے جیسا کہ وہ کم بخت شدید محبت کے باوجود مجھے موت کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دے گا۔

ہاں غضنفر پہلے تم مجھے میرے گھر میں ڈراپ کردو پھر چلے جانا جہاں تمہارا دل چاہے تم چلے جانا وہ دونوں غضنفر کے گھر سے نکلے اور پھر غضنفر نے پہلے گھر زرتاشہ کو ڈراپ کیا پھر اپنی گاڑی آگے بڑھائی۔



شامیال گھر میں اکیلا تھا اس نے زرتاشہ پر کوئی نظر نہیں رکھی تھی کیونکہ اس نے زرتاشہ پر جادو بھرا اثر چھوڑا تھا اور وہ یہ توقع کر رہا تھا کہ زرتاشہ دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئے گی مگر اگر وہ دونوں کے اندر اندر اس کے پاس نہیں آئی تو پھر اس کا جادو ناکام ثابت ہوتا مگر جادو ناکام ہونے کی ایک وجہ ہوسکتی تھی اور وہ بھی عجیب تھی اگر ان دونوں میں زرتاشہ کے دل میں کوئی اور جگہ بناتا شامیال پریشانی سے ٹہل رہا تھا کیا زرتاشہ کے میں کسی نے اور نے جگہ بنائی ہوگی تبھی تو میرا جادو ناکامیاب ہوا ہے۔

مجھے دیکھنا چاہیے کہ وہ کون ہے وہ تیزی سے کمرے سے نکلا اور نیچے خفیہ تہ خانے میں چلا گیا وہاں پر پراسرار ماحول تھا اور وہ کوئی منتر پڑھنے لگا ایک قدم آدم آئینہ روشن ہوا اس نے غالباً منتر اسی آئینے پر پڑھا تھا اسی لیے وہ آئینہ کسی سکرین کی طرح روشن ہوگیا اور اس میں زرتاشہ کا شبیہ ابھرنے لگا مجھے اس شخص کا چہرہ دیکھنا ہے جو اس لڑکی کے دل میں سمایا ہو شامیال نے آئینے سے پوچھا اور پھر زرتاشہ کا عکس ختم ہوا وہاں پر اب غضنفر کا چہرہ نمودار ہوا وہ اس انجان چہرے کو دیکھ کر اچھل پڑا اور پھر وہ غضب ناک ہوکر تہ خانے سے نکلا اس کی آنکھیں سرخ تھیں اس چھوکرے کی وجہ سے میرا عمل ناکام ہوا ہے ورنہ آج زرتاشہ میری بانہوں میں ہوتی اور مین یا اس سے شادی کرلیتا یا اس کی بلی دینے کے لیے تیار کرتا میں اس لڑکے کو نہیں چھوڑوں گا اور اس کو ابھی اسی وقت ختم کردوں گا وہ منہ ہی منہ میں منتر پڑھنے لگا۔



غضنفر اس وقت ڈیفنس سے باہر تھا وہ شہر کے مضافاتی علاقے میں تھا اس علاقے میں ایک جھونپڑی بستی بھی تو وہ اسی وقت اس جھونپڑی بستی مین تھا اس میں ایک اللہ والے رہتے تھے یہ اللہ والے بزرگ بھی اسی جھونپڑی بستی میں رہتا تھا وہ ہروقت ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے غضنفر اسی باباجی کے ساتھ جھونپڑی میں بیٹھا ہوا تھا باباجی گویا ہر چیز سے بے نیاز تھے اور ذکر الٰہی میں مصروف تھے غضنفر خاموشی سے باباجی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا وہ باباجی کو کچھ ماہ پہلے سے جانتا تھا باباجی صاف وشفاف سفید کپڑوں میں ملبوس تھے اور اس کے سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید تھے اچانک باباجی نے آنکھیں کھول کر غضنفر کو دیکھا۔

باباجی نے نرم لہجے میں اسے بتایا غضنفر بہت ہی صحیح سقت پر آئے ہو مجھے تمہارا ہی انتظار تھا غضنفر پہلے تو حیران ہوا پھر اسے پہلے بھی پتہ تھا کہ باباجی بہت ہی کرامات والے ہیں جی باباجی وہ کیسے ابھی تو میں نے آپ کو کچھ بتایا بھی نہیں ہے۔

غضنفر بیٹے وہ شیطان جادوگر کو ابھی ابھی تمہارے بارے میں پتہ چلا ہے اور اب وہ تمہیں مارنا چاہتا ہے اگر تم بروقت نہیں آتے تو شاید اس کے شیطانی وار کا روکنا مشکل

ہوتا شاید وہ ڈھونڈتا ہوا یہاں پر آئے باباجی زرتاشہ سے وہ شادی کرنا سں چاہتا ہے وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا وہ امرجیون کا راز اس نے معلوم کیا ہے اور وہ اس کی بلی دینا چاہتا ہے مجھے سب معلوم ہوگیا ہے انسانیت خطرے میں پڑ جائے گی اگر اس کا خاتمہ نہیں ہوا تو باباجی اس کا خاتمہ کیسے ہوگا صبر کرو ابھی وہ تم پر وار کرنا چاہتا ہے پہلے وہ وار کرلے اس کے بعد ہم دیکھیں گے۔

اچانک ایک تیز طوفان ہر طرف برپا ہوا ہر چیز ہلنے لگی اور ایسا لگا کہ غریب لوگوں کی بستی ہوا اپنے ساتھ اڑا کر لیجائے گی باباجی نے ہاتھ اٹھایا اور پھر منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگے طوفان تھمنے لگا اور پھر بالکل ہی ختم ہوگیا۔

باباجی یہ سب کیا تھا وہ تمہیں موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا تھا اسنے اپنی دانست میں معلوم کیا تھا کہ تم اس وقت جھونپڑی میں ہو اور اس نے تمہیں ختم کرنے کے لیے جادوئی طوفان کو یہاں بھیجا تھا مگر شکر ہے خدا کا کہ تم میرے ساتھ ہو غضنفر نے عقیدت سے باباجی کو دیکھا اور پھر اچانک باباجی بولے میں نے محسوس کیا ہیکہ وہ کم بخت یہاں پر آگیا ہے مجھے محسوس ہوا ہے وہ یہاں قریب ہی ہے اور پھر اچانک ان کی جھونپڑی جلنے لگی اور ان کی جلتی ہوئی جھونپڑی میں ایک دم آگ بھڑک گئی باباجی نے پھونک ارد گرد ماری تو جلتی آگ بجھ گئی۔ اور دونوں باہر نکلے جھونپڑی سے باہر شامیال کھڑا تھا بزرگ بابا نے اسے قہرآلود نظروں سے گھورا شامایل نوجوان کے بہروپ میں تھا جو غضنفر کا ہم عمر لگ رہا تھا مگر جب بزرگ باباجی نے اپنی لاٹھی اس کی طرف کی تو وہ ایک ساٹھ سالے بوڑھے کے روپ میں ڈھل گیا شامیال غرایا۔

اے بڈھے کیون ہم سے دشمنی چاہتا ہے اس لڑکے کو میرے حوالے کردے باباجی تحمل سے بولے تو نے یہاں آکر اپنی موت کو دعوت دی ہے تو سرکش ہے اور سرکش لوگ واجب القتل ہوتے ہیں باباجی نے اپنی لاٹھی اس کی گردن میں ماری اور اس کی لاٹھی اس کی گردن کے اردگرد لپٹنے لگی شامیال منتر پڑھنے لگا مگر باباجی نے جھٹکا دے کر اسے اپنے قریب کرلیا اور اس کی دونوں آنکھوں میں اپنی ہاتھ کی انگلیاں دے کر اسے اپنے قریب کرلیا اور اس کی دونوں آنکھوں میں اپنی انگلیاں ٹھونس دیں اچانک شامیال کو آگ لگ اور وہ وہی جل کر ختم ہوگیا اس کی راکھ دھیمی ہوا کے دباؤ پر اڑ کر بکھر گئی باباجی بولے غضنفر بیٹا شیطان کا چیلہ تھا جب کوئی شیطان کا چیلہ مرتا ہے تو شیطان بہت خوش ہوتا ہے وہ کیسے باباجی غضنفر حیرت سے بولا۔

وہ ایسے کہ شیطان سوچتا ہے کہ اس کا ایک ساتھ اس سے پہلے جہنم وصل ہوا ہے تم اب گھر چلے جاؤ اور زرتاشہ کو مبارک باد دو میں یہاں سے کہیں اور جا رہا ہوں تاکہ کہاں اور کسی دوسرے شیطان کا خاتمہ کرسکوں جب غضنفر مڑا اور پھر مڑ کر دیکھا تو باباجی غائب تھے وہ خوشی خوشی زرتاشہ کے پاس پہنچا اور زرتاشہ نے دروازہ کھولا تو سامنے غضنفر بڑا خوش دکھائی دے رہا تھا ارے تم تو چند گھنٹے پہلے ہی گئے تھے اب کیوں واپس آگئے کیوں تمہیں خوشی نہیں ہوئی کیا غضنفر نے پوچھا کیوں نہیں ہوئی اور پھر غضنفر نے اسے خوشی خوشی سارا ماجرہ سنایا وہ یہ سب سن کر غضنفر کے گلے لگ گئی اور ذخوشی سے اچھل پڑی غضنفر نے خوشی سے کہا اب ہمارے راستے میں کوئی بھی رکاوٹ نہیں آئے گی وہ خوشی سے بولی غضنفر میرے لیے تم قابل ہو مگر میرے ماں باپ نے بھی محبت کی شادی کی تھی مگر میرے بچپن میں ہی دونوں الگ ہوگئے زرتاشہ میں سب جانتا ہوں میں کبھی بھی تمہیں نہیں چھوڑوں گا اور تمہیں ایک مضبوط سہارے کی بھی ضرورت ہے ورنہ مہران اور شامیال جیسے گدھ تمہارے اردگرد منڈلاتے رہیں گے زرتاشہ اس کی بات سن کر ایک بار پھر اس کے گلے سے لگ گئی۔ آؤ جان ہم اپنی شادی کی تیاری کریں۔

من چلی ہو میں اپنی من کی آزاد پنچھی
نہ قید کر مجھے میں اڑتی پھروں ہوا میں آزاد پنچھی

رابی خان۔ پشاور۔

آدم خور دوشیزہ

--- تحریر: اسد شہزاد گوجرہ ---

آدھی رات کو جب طوفانی بارش کی آواز سنائی دی اور میری آنکھ کھل گئی تو میں نے اپنے وجود میں عجیب سی بے کلی محسوس کی بارش کی سنسناتی آواز مجھے پاگل کر رہی تھی تجھے بری طرح خون طلب محسوس ہونے لگی میں گھبرا کر باہر لان میں نکل آئی ہر طرف سناٹا طاری تھا لیکن میرے قدم جیسے میرے اختیار میں نہ تھے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ مجھے اپنے عقب میں اسی لڑکی کی آواز سنائی دی میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ لڑکی سامنے کھڑی تھی اس لڑکی نے اپنا ہاتھ بڑھایا میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا پھر ہم آج اسی جگہ پر تھے وہاں آج بھی ایک انسان موجود تھا لے لیس پھڑ پھڑا رہا تھا لڑکی نے پھر شہ رگ کاٹی چاقو سے میں نے اس دن کی طرح اپنا منہ اس کی شہ رگ پر رکھ دیا فارغ ہوئی سر اٹھایا تو پھر وہی سب کچھ ہوا میں اپنے لان میں کھڑی تھی میری زبان خون کے نمکین ذائقے کی تصدیق کر رہی تھی اب تو یہ معمول بن گیا تھا کہ جب بارش ہوتی تو وہ لڑکی آجاتی لیکن جب بارش نہ ہوتی تو وہ لڑکی نہ آتی ایک دفعہ تو طویل عرصے تک بارش نہ ہوئی تو میرا نشہ بری طرح ٹوٹنے لگا یہاں تک کہ میں اپنا ہی جسم جھنجھوڑنے لگی مجھے کچھ سمجھ نہ آیا اسی عالم میں میں نے گاڑی نکالی اور بنا کسی سمت کا تعین کئے چل پڑی اور بلاوجہ سڑکوں پر گاڑی دوڑانے لگی میں ایک ویران سڑک پر پہنچی تو وہاں ایک لڑکے نے لفٹ مانگی جو میں نے کسی بے فکری کے بغیر دے دی رستے میں معلوم ہوا وہ مزدور ہے اور واپس گھر جا رہا تھا ہوا گم ہوا تو مجبوراً لفٹ لینا پڑی اس کا گھر زیادہ دور نہ تھا اس نے مجھے چائے کی دعوت دی جو میں نے بخوشی قبول کرلی ہم اندر چلے گئے اور پھر کیا تھا کہ میں موقع ملتے ہی اس کو دھر لیا اور اس کا خون پینے لگی چھری کے تیز وار سے میں نے اس کی گردن کاٹی تھی اس کا خون بہت ہی لذیذ تھا دل کو سکون مل سا گیا اور پھر واپس لوٹ آئی۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

بیگم صاحبہ ثمن بی بی آئی ہیں میں نے ان کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے ملازم نے عائشہ کو بتایا جو کہ اپنے کمرے میں رسالے کے مطالعے میں مصروف تھی اچھا تم چائے بناؤ میں آتی ہوں جی بہتر ملازم نے جواب دیا عائشہ اور ثمن بچپن کی سہیلیاں ہیں وہ ایک دوسرے کی زندگی کی ہر حقیقت کی واقف ہیں ان کی دوستی کو پچیس سال ہوگئے عائشہ نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی ثمن کو ڈانٹنا شروع کر دیا۔ کیونکہ وہ آج پندرہ دن کے بعد اس سے ملنے آئی تھی تو بس آتے ہی شروع ہوگئی ہو مجھے چائے پانی تو پی لینے دیتی اچھا اب جلدی سے چائے پلاؤ۔

اچھا یار چائے بن رہی ہے میرے کام کا کیا بنا ہے وہ ہی تو بتانے آئی ہوں ثمن نے جواب دیا پھر اس نے اپنے پرس سے اخبار نکالا اور عائشہ کو دے دیا عائشہ نے اخبار کو دیکھا اور بڑے بیزار ہو کر کہا۔

اس کا میں کیا ہے یار اس میں ایک عامل کا پتہ ہے جو دل کی ہر خواہش پوری کرتا ہے لیکن پیسے اپنی مرضی کے لیتا ہے عائشہ نے اخبار میں دیکھا تو اس میں لکھا تھا ہر مشکل کا حل عاشقوں کو قدموں میں لانا ہو شوہر کو غلام بنانا ہو ساس سے چھٹکارا لاٹری کا نمبر لگانا ہو بے اولادی کا حل صرف ایک آدمی گروشنکر کے پاس خوشی اور کامیابی آپ کے قدم چومے گی اشتہار کے نیچے اس کا پتہ لکھا تھا۔

اے ثمن کی بچی یہ کس ڈھونگی بابا کا اشتہار اٹھالائی ہو میں نے ایسے ڈھونگی بابا کے بارے میں بہت سنا ہوا ہے ان کے پاس ہوتا کچھ نہیں بس پیسے ضائع ہوتے ہیں عائشہ نے فیصلے لہجے میں کہا ارے نہیں یار یہ بہت پہنچے ہوئے بابا ہیں یار وہ اپنی فرینڈ نہیں تھی نوشی وہ بھی اس بابا کے پاس گئی تھی اس کا اولاد والا مسئلہ بابا کے پاس ہی حل ہوا ہے ثمن نے مسلسل بولتے ہوئے کہا سچ میں عائشہ نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

ہاں یار سچ امید ہے کہ محسن بھائی بھی ٹھیک ہوجائیں گے پھر سچ ہی باباجی کے پاس چلتے ہیں محسن ایک بزنس مین ہے عائشہ محسن کی بیوی ہے ان کی شادی کو سات سال ہوگئے ہیں پانچ سال ان کے ہنسی خوشی گزرے اس کے بعد ان میں ایک لڑکی کی وجہ سے اختلافات پیدا ہوگئے شادی کو سات سال ہونے کے باوجود اولاد کی نعمت سے محروم تھے اس لیے محسن کی توجہ دوسری طرف ہوگئی حالات دن بدن خراب ہوتے جارہے تھے تلخیاں بڑھتی جارہی تھیں اب تو محسن نے عائشہ سے بات کرنا بھی چھوڑ دی تھی وہ دونوں الگ الگ کمروں میں سوتے تھے دوسرے دن حسب معمول محسن جب آفس چلا گیا تو عائشہ کاموں سے فارغ ہوکر ثمن کا انتظار کرنے لگی تاکہ وہ جلدی جلدی گروشنکر کے پاس جائے ثمن اور عائشہ گاڑی میں بیٹھی بابا کی طرف جارہی تھیں۔

جب وہ بابا کے پاس پہنچی تو ان کے پاس کافی رش تھا ایک گھنٹہ انتظار کے بعد جب ان کی باری آئی تو سب لوگ جاچکے تھے صرف وہ دونوں رہ گئی تھیں عائشہ اور ثمن جب گروشنکر کے کمرے میں داخل ہوئی تو اندر اندھیرا تھا اور دھواں دھواں سا تھا عجیب سی چیز جلنے کی بدبو آرہی تھی ان دونوں کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں دونوں کو ایسے لگا جیسے ابکائی آنے لگی ہو ابھی وہ دونوں خود پر قابو پانے کی کوشش کررہی تھیں کہ بابا کی آواز آئی۔

اندر آجاؤ بچہ وہ دونوں ڈرتی ڈرتی اندر جانے لگیں بابا کی پھر آواز آئی ڈرو نہیں وہ دونوں بابا کے پاس جاکر بیٹھ گئیں تو بابا نے اپنا منہ اوپر کیا تو عائشہ کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی اسے ایسا لگا جیسے اس کی آواز بند کردی ہو ثمن بھی ڈر گئی تھی پھر بابا نے کہا۔

بچہ مجھے سب پتہ ہے تمہاری مراد پوری ہوگئی تمہارا شوہر تمہارے قدموں میں ہوگا۔ بابا نے اپنی بھاری اور بھدی آواز میں کہا عائشہ حیران رہ گئی کہ باباجی کو کیسے پتہ چلا بچہ یہ میرے لیے معمولی باتیں ہیں حیران ہونے کی ضرورت نہیں میری مدد کریں بابا میری مدد کریں میں محسن سے بہت پیار کرتی ہوں پلیز میری مدد کریں بچہ کیا کرسکتی ہو اپنے شوہر کو پانے کے لیے بابا نے شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ مسکراتے ہوئے کہا۔

میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں بابا نے اسے دو دن کے بعد آنے کا کہا ساتھ کہا کہ اکیلے آنا ہے رات کو جی بابا میں آج جاؤں گی لیکن باباجی رات کو محسن گھر پر ہوتا ہے میں کیسے آؤں گی بابا نے کہا بچہ تو اس کی فکر نہ کر میں یہ کام اپنے بیرو سے کروالوں گا تو رات کے وقت دروازہ اندر سے بند کرکے آنکھیں بند کرلینا میرا بیرو تمہیں میرے پاس پہنچادے گا۔

لیکن باباجی رات کو کیوں بچہ ایک عمل کرنا ہے بچہ زیادہ سوال نہ کر جو کہا ہے وہ کر ٹھیک ہے باباجی اب جا بچہ اور نذرانہ باہر دیتے جانا اور دو دن بعد اپنے کمرے میں آنکھیں بند کرکے بیٹھ جانا۔

آج عائشہ کو بابا کے پاس سے آئے ہوئے دوسرا دن تھا کل اس نے چلے کے لیے جانا تھا اسے بہت ڈر لگ رہا تھا اتنے میں ملازم نے آکر بتایا کہ صاحب کچھ دنوں کے لیے دوبئی چلے گئے ہیں محسن عائشہ سے بات نہیں کرتا تھا اس لیے ملازم کو بتا کے چلا گیا عائشہ نے شکر کیا کہ چلو یہ مسئلہ تو حل ہوگیا۔

آج عائشہ کو بابا کے پاس چلے کے لیے جانا تھا عائشہ نے آج جلد ہی کھانا کھالیا اور نوکروں کو ان کے کمروں میں بھیج دیا لیکن عائشہ کا دل ڈر رہا تھا لیکن محسن کو پانے کے لیے وہ کچھ بھی کرسکتی تھی فارغ ہوکر عائشہ اپنے کمرے میں چلی گئی دروازے کو اندر سے لاک کرنے کے بعد وہ اپنے بیڈ پر بیٹھ گئی اور آنکھیں بند کریں جب

آنکھیں کھولیں تو وہ بابا کے پاس تھی اس نے دائیں طرف دیکھا تو ایک عجیب وغریب مخلوق کھڑی تھی اس کی تین آنکھیں تھیں ناک نہیں تھا ہونٹ چپٹے تھے اس کیا یک ٹانگ تھی اس کے پورے جسم پر بال تھے عائشہ کی نظر جب اس پر پڑی تو بے ہوش ہوگئی عائشہ کو جب ہوش آیا تب باباجی سامنے بیٹھے تھے اور کوئی نہیں تھا۔

ڈرگئی تھی بچہ گروشنکر نے اپنی بھدی آواز میں کہا باباجی وہ کدھر ہے عائشہ نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کانپتی ہوئی آواز میں کہا ڈرو نہیں وہ میرا بیرو تھا جس کو دیکھ کر تم ڈرگئی تھی لیکن باباجی وہ کدھر ہے عائشہ ابھی بھی ڈری ہوئی تھی۔۔۔

بچہ وہ چلا گیا ہے تو میری بات غور سے سن اگر تو اپنے خاوند کو اپنا تابعدار بنانا چاہتی ہے تو تمہیں ایک آزمائش سے گزرنا ہوگا۔ باباجی میں محسن کو پانے کیلیے کچھ بھی کرسکتی ہوں گروشنکر نے اسے ایک پیالہ میں سرخ رنگ کا ایک محلول دیا اور کہا۔۔ بچہ مشروب سمجھ کر پی جاؤ یہ تیری پہلی آزمائش ہے عائشہ نے پیالہ پکڑ کر اس کو غور سے دیکھتے ہوئے یوں لگا کہ جیسے اس میں خون ہو لیکن اس نے کہا کچھ نہیں اور اپنے خیال کو جھٹک دیا اور پیالہ منہ سے لگالیا ابھی ایک گھونٹ ہی اندر گیا تھا تو اسے ایسا لگا جیسے ابکائی آنے لگی ہو اس نے پیالہ کو منہ سے ہٹادیا گروشنکر نے جب دیکھا تو کہا۔

بچہ پی جاؤ رکو نہیں میں نے اس پر عمل کیا ہے پی جاؤ بچہ عائشہ نے پیالہ پھر منہ کیساتھ لگالیا اور ایک ہی سانس میں پی گئی اسے ابکائی تو آئی لیکن وہ برداشت کرگئی کیونکہ وہ اپنے شوہر کا پیار پانے کے لیے کچھ بھی کرسکتی تھی مبارک ہو بچہ تو پہلی آزمائش میں کامیاب ہوگئی ہے عائشہ کو ایسا لگا جیسے اسے نیند آرہی ہو اس نے اپنا سر پکڑلیا اور باباجی سے کہا۔

باباجی مجھے نیند آرہی ہے اب میں اپنے گھر کیسے جاؤں گی بچہ تو پریشان نہ ہو تجھے گھر پہنچادیا جائے گا باباجی نے اسے آنکھیں بند کرنے کو کہا عائشہ نے آنکھیں بند کیں پھر بابا کی آواز آئی بچہ آنکھیں کھول دو عائشہ نے جب آنکھیں کھولیں تو وہ اپنے بیڈ پر تھی وہ لیٹ گئی اور مدہوش ہوگئی۔ صبح جب عائشہ کی آنکھ کھلی تو دروازہ زور زور سے بج رہا تھا عائشہ نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے اس کی نوکرانی پریشان کھڑی تھی۔

بی بی جی کیا ہوا تھا آپ کو آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے دوپہر کے دو بج چکے ہیں آپ نے دروازہ کیوں نہیں کھولا میں بہت پریشان ہوگئی تھی نوکرانی نے ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ دیا کچھ نہیں سکینہ رات کو دیر سے سوئی تھی اس لیے آنکھ نہیں کھلی کچھ طبیعت بھی خراب تھی تم جاؤ اپنا کام کرو بی بی جی کچھ کھانے کے لیے لاؤں ہاں ناشتہ تیار کرو میں آتی ہوں عائشہ اپنے کمرے میں آگئی تو نہادھوکر فریش ہوکر ناشتے کیلیے چلی گئی آج وہ اپنے آپ کو ہلکا پھلکا محسوس کررہی تھی سارا دن کام میں گزر گیا شام کو عائشہ کو بہت پیاس محسوس ہوئی اس نے جی بھر کے پانی پیا لیکن اس کی پیاس نہیں بجھی عجیب بے چینی تھی جو ختم نہ ہورہی تھی اتنے میں گروشنکر کے پاس جانے کا ٹائم بھی ہوگیا تھا جلدی جلدی اپنے کمرے میں جاکر اپنے بستر پر بیٹھ گئی اور آنکھیں بند کرلیں کچھ دیر بعد گروشنکر کی بھدی آواز سنائی دی۔۔۔

بچہ آنکھیں کھول دو تو اپنی منزل کے بہت قریب ہے باباجی آج میری حالت بہت خراب تھی پھر عائشہ نے وہ سب کچھ بتادیا بچہ فکر نہ کر یہ سب مشروب کیوجہ سے ہے سب ٹھیک ہوجائے گا یہ لے بچہ پی جا تیری بے چینی ٹھیک ہوجائے گی عائشہ پھر مست ہورہی تھی گروشنکر نے اپنے بیرو کو اشارہ کیا اور عائشہ اپنے کمرے بیڈ پر پہنچ گئی اسی طرح عائشہ اگلے کئی دن گروشنکر کے پاس جاتی رہی اور ہر روز ہی اسے مشروب پینے کو ملتا۔

عائشہ اپنے کمرے میں سوئی ہوئی تھی تو دروازہ زور زور سے بجنے لگا عائشہ کی آنکھ کھلی تو آواز آرہی تھی بی بی جی صاحب جی آگئے ہیں اور آپ کو بلارہے ہیں عائشہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی اور فٹافٹ دروازہ کھولا اور محسن کے کمرے کی طرف چل دی اس کو یقین نہیں آرہا تھا کہ محسن نے اسے بلایا ہے دل میں ڈر بھی رہی تھی کہ شاید کوئی غلطی ہوگئی

ہے جس کی سزا دینا چاہتے ہیں عائشہ جب کمرے میں داخل ہوئی تو محسن بے اختیار اس کے گلے میں لگ گیا روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

عائشہ مجھے معاف کر دو میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں عائشہ کو یقین ہو گیا کہ گرو شنکر نے سب کیا ہے اب گرو شنکر کے پاس جانے کا ٹائم ہو رہا تھا اور محسن اسے اپنے پاس بیٹھا کر پیار کرنا چاہتا تھا ابھی عائشہ سوچ رہی تھی تو گرو شنکر کی آواز آئی بچہ اس کا انتظام ہو جائے گا تو محسن کے ساتھ پیار کر کافی دیر وہ محسن کیساتھ رہی پھر محسن نے کہا مجھے نیند آ رہی ہے چلو سوتے ہیں وہ اور محسن لیٹ گئے تھوڑی دیر بعد محسن گہری نیند سو گیا تو عائشہ نے بھی آنکھیں بند کر لیں تو گرو شنکر کی آواز آئی بچہ آنکھیں کھول دو عائشہ نے آنکھیں کھولی تو وہ گرو شنکر کے پاس تھی بابا اگر محسن جاگ گیا تو مسئلہ ہو جائے گا۔

بچہ تو فکر نہ کر ہماری مرضی کے بغیر وہ نہیں جاگے گا

بابا میں آپکا شکریہ کس طرح ادا کروں بچہ یہ تیرا چلے کا آخری دن ہے آج آخری بار مشروب پینا ہے تجھے اب سب ٹھیک ہو جائے گا اور ہاں اب میں تمہیں نہیں ملوں گا میں کچھ عرصہ کے لیے دور جا رہا ہوں تجھے اپنا ایک کام سونپ رہا ہوں بول کرے گی ہاں بابا میں کروں گی آپ حکم کریں تو سن بچہ یہ جو سامنے غار ہے اس میں ایک بت پڑا ہوا ہے وہ بت نہیں ہے اس میں طاقتیں ہیں اس میں اور جس سے وہ خوش جائے اسے طاقتیں دیتا ہے تو اسے اپنے ساتھ لے جا اور سنبھال کر رکھنا اسے ہر ہفتہ بعد انسانی خون سے نہلانا ہوتا ہے۔

کیا خون بابا جی میں انسانی خون کہاں سے لاؤں گی ہاں بچہ خون۔۔ خون کا انتظام تجھے خود کرنا ہوگا اگر تو نہیں لینا چاہتی تو تیری مرضی اتنا یاد رکھ اگر تو نہ لے گی تو برباد ہو جائے گی محسن تجھ سے نفرت کرنے لگے گا تو بڑی نصیب والی ہے آقا نے تجھے چنا ہے نہیں نہیں بابا جی میں لے کر جاؤں گی انہیں۔

پھر گرو شنکر نے اسے سب کچھ سمجھا دیا۔ اب اپنی آنکھیں بند کر تجھے میں تیرے گھر کے تہہ خانے کے دروازے پر پہنچا دیتا ہوں وہاں آقا محفوظ رہیں گے ان کو تہہ خانہ صاف کر کے اونچی جگہ پر رکھ دینا اور ایک دیا بھی ضرور جلا دینا جب بھی خون سے نہلانا ہو تو اس طریقے سے میں نے کہا ہے۔ اب جا بچہ جا۔

عائشہ نے آنکھیں بند کی اور جب آنکھیں کھولیں تو اپنے تہہ خانے کے دروازے کے سامنے کھڑی تھی عائشہ کے ہاتھ میں بت تھا اس نے جلدی سے تہہ خانے کا دروازہ کھولا اور بت کو لیکر اندر چلی گئی تہہ خانہ بہت گندہ تھا عائشہ نے جلدی سے ایک سائیڈ پر پڑا میز صاف کیا اور اس پر بت کو رکھ دیا اور جلدی سے اپنے کمرے میں واپس آ گئی اور مست ہو کر سو گئی دوسرے دن عائشہ کو شام ہوتے ہی بے چینی نے گھیر لیا تھا اس نے آج بت کو بھی نہلانا تھا عائشہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ بے چین کیوں ہے کافی دیر ادھر ادھر گھر میں گھومنے کے بعد وہ تھک کر بیٹھ گئی اسے پھر بھی اپنی بے چینی کی سمجھ نہ آئی تو اس نے سوچا کہ بت کو نہلائے جلدی جلدی پھر محسن آ گئے تو مشکل ہو جائے گی اب مسئلہ یہ تھا خون کہاں سے لے کافی دیر سوچنے کے بعد اس کی نظر اپنے ہٹے کٹے ملازم کو آواز دی رحمو۔ جی بی بی جی جھاڑو لے لو تہہ خانے کی صفائی کرنی ہے خود جلدی سے کچن میں چلی گئی وہاں سے تیز دھار چھری لی اور اپنے دوپٹے میں چھپا لی اتنے میں رحمو آ گیا چلیں بی بی جی ہاں چلو اتنے میں فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے فون ریسو کیا فون محسن کا تھا اس نے لیٹ آنے کا بتایا عائشہ نے سوچا یہ تو اور بھی اچھا ہے پھر وہ اور ملازم تہہ خانے میں چلے گئے رحمو نے صفائی شروع کر دی بی بی جی یہ بت کہاں سے آیا ہے تم اس کو چھوڑو اپنا کام کرو عائشہ نے اسے جھڑک دیا جی بہتر بی بی جی اب رحمو پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا اب عائشہ شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ رحمو کی طرف بڑھ رہی تھی اس نے دوپٹے کے نیچے سے چھری نکالی اور رحمو کی کمر میں گھونپ دیا دو تین دفعہ وار کیا رحمو کے منہ سے درد کی کراہٹیں نکلیں عائشہ نے اسے چیخنے کا موقع بھی نہ دیا اب عائشہ نے خون جمع کرنے کے لیے برتن تلاش کیا تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد اسے ایک پینٹ والا خالی ڈبہ ملا

اب عائشہ نے چھری رحمو کی گردن پر چلا کر ڈبے میں خون جمع کیا اور گرو شنکر کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق بت کے آگے جھکی اور کہا۔

آقا بھینٹ قبول کرو اور ڈبہ بت کے سر الٹا دیا پورا بت خون سے نہا گیا بت سے آواز آئی بالکی ہم پرسن ہوئے آج سے تم کو ایک طاقت دیتا ہوں تجھے آنے والے خطرے کا احساس ہو جایا کرے گا شکریہ آقا۔ آقا اس لاش کا کیا کروں اور مجھے بے چینی کیوں ہو رہی ہے لاش کی فکر نہ کر اور اس کی گردن پر منہ رکھ تیری بے چینی خود ہی ختم ہو جائے گی اس کے بعد بت سے آواز آنا بند ہو گئی عائشہ پہلے کراہٹ ہوئی پر بے چینی جو بڑھ رہی تھی مجبور ہو کر اس نے رحمو کی گردن پر منہ رکھ دیا اور غٹا غٹ خون پینے لگی اور اسے اب اپنی بے چینی کم ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اب مزا بھی آ رہا تھا جب خوب جی بھر کر خون پی لیا تو اسے خیال آیا کہ کہیں محسن نہ آ جائے اس نے جلدی سے ایک کپڑا منہ صاف کیا اور جلدی سے اپنے کمرے کی طرف بھاگی لیکن تہہ خانہ کا دروازہ بند کرنا نہ بھولی تھی اپنے کمرے میں آ کر نہائی اور کپڑے بدلے اور بیڈ پر لیٹ گئی اس پر نشہ چھانے لگا آہستہ آہستہ سو گئی صبح جب آنکھ کھلی تو محسن واش روم میں تھا وہ جلدی سے اٹھی اور ملازم کو آواز دے کر ناشتہ کے لیے کہا اتنے میں محسن باہر آ گیا رات کو تم اتنی جلدی سو گئی اور کھانا بھی نہیں کھایا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں محسن نے پیار سے اس کے پاس بیٹھ کر کہا پہلے تو عائشہ محسن کے پیار پر حیران ہوئی پھر جلدی سے جواب دیا بس محسن آپ کا انتظار کرتے کرتے پتہ نہیں چلا چلو کوئی بات نہیں محسن نے اس کے سر پر بوسہ دیا اور کہا آؤ ناشتہ کریں سکینہ اتنی دیر میں ناشتہ لگا چکی تھی دونوں اب ناشتہ کی میز پر تھے ابھی ناشتہ ختم کیا ہی تھا کہ سکینہ آئی محسن نے کہا رحمو سے کہو میری گاڑی صاف کر لے صاحب جی میں آپکو بتانے لگی تھی رحمو کل شام سے غائب ہے کیا اور تم مجھے اب بتا رہی ہو کہیں چوری کر کے بھاگ تو نہیں گیا عائشہ کوئی چیز غائب تو نہیں۔

پتہ نہیں محسن دیکھوں تو پتہ چلے گا چلو دیکھو اور بتاؤ میں پولیس کو بتاتا ہوں۔ عائشہ نے محسن کو دکھانے کے لیے ایک چکر گھر کا لگایا اور کوئی چیز غائب نہ ہونے کا بتا دیا پولیس آئی اور ملازم کا نام پتہ پوچھ کر چلی گئی۔ محسن آفس چلا گیا اور عائشہ اپنے کمرے میں عائشہ کی نظر آئینے پر پڑی تو حیران رہ گئی کیونکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت ہو گئی تھی اس کے گال سرخ ہو گئے تھے جسم بھر گیا تھا پھر عائشہ کو خیال آیا یہ میں نے کیا کر دیا ہے میں قاتل ہوں میں نے خون پینا شروع کر دیا ہے اتنے دن میں بابا نے مجھے خون پلایا ہے عائشہ کے چہرے پر گھبراہٹ سے پسینہ آ گیا گھبراہٹ سے وہ تہہ خانہ میں چلی گئی اور بت کے سامنے گر گئی اور رونے لگی۔

اتنے میں بت سے آواز آئی عائشہ تو پریشان نہ ہو تو نے کچھ بھی غلط نہیں کیا ہے تجھے محسن کا پیار مل گیا ہے تو خوبصورت ہو گئی ہے اور تجھے کیا چاہیے لیکن آقا اگر کسی کو پتہ چل گیا تو مجھے پھانسی ہو جائے گی اور یہ گناہ ہے گناہ اور نیک میں کچھ نہیں ہوتا اور تجھے میرے ہوتے ہوئے کچھ نہیں ہوگا اور تجھے وہ کچھ ملے گا جو تو نے سوچا بھی نہیں ابھی اور کل پھر تو نے مجھے نہلانا ہے یاد ہے ناں آقا وہ لاش کہاں گئی ہے بچہ اس کی فکر نہ کر اور بے فکر ہو جا اور سکون سے سو جا تجھے میرے ہوتے ہوئے کچھ نہیں ہوگا پھر عائشہ اپنے کمرے میں واپس آ گئی آج عائشہ نے بت کو نہلانا تھا آج وہ سوچ رہی تھی وہ کس کو اپنا شکار بنائے اتنے میں نوکرانی نے آ کر چائے اس کے سامنے رکھی تو عائشہ کی نظر اس پر پڑی اس نے ذہن میں آیا نوکروں کا کیا ہے اور مل جائیں گے لیکن اس سے بہتر کوئی شکار نہیں مل سکتا عائشہ نے فوراً سکینہ سے کہا تم میرے ساتھ چلو مجھے تہہ خانے میں کام ہے ابھی چلو چائے بعد میں پی لوں گی پھر صاحب بھی آ جائیں گے وہ ناراض ہوں گے جلدی کرو عائشہ نے ادھر ادھر دیکھا کوئی دیکھ تو نہیں رہا ویسے تو باقی نوکر چھٹی پر تھے تو اس نے پھر بھی احتیاط کرنا ضروری تھا نوکرانی آگے آگے چل پڑی تھی عائشہ بھی جلدی جلدی اس کے پیچھے چل پڑی چھری پہلے ہی تہہ خانے میں اس نے چھپا رکھی تھی سکینہ نے لائٹ آن کی اور سیڑھیوں سے

نیچے اترنے لگی سکینہ سامنے بت کو دیکھ کر ڈر گئی وہ تھا ہی اتنا ڈروانا۔۔

بی بی جی۔۔بی بی جی یہ کیا ہے عائشہ نے نیچے آتے ہوئے تہہ خانہ کا دروازہ بند کردیا تا کہ کوئی مشکل نہ ہو تم پریشان نہ ہو سکینہ تم وہاں دیکھو میں نے کچھ گملے رکھوائے تھے۔عائشہ نے جلدی سے چھری نکالی اور جلدی سے سکینہ کے منہ پر ہاتھ رکھ کر چھری اس کے گلے پر رکھ دی لیکن اسکے گلے پر چلا نہ سکی کیونکہ سکینہ نے عائشہ کا ہاتھ پکڑ لیا تھا وہ عائشہ کو گرانا چاہتی تھی اس نے عائشہ کو جھٹکے دے کر خود کو بچانا چاہا لیکن عائشہ نے اسے نہیں چھوڑا وہ عائشہ سے اپنے آپ کو چھڑانے کو بھرپور کوشش کر رہی تھی لیکن وہ عمر رسیدہ عورت اور عائشہ جوان تھی لیکن پھر بھی کافی دیر کی کوشش کے بعد وہ عائشہ سے اپنے آپ کو چھڑانے میں کامیاب ہوگئی اور سیڑھیوں کی طرف بھاگی عائشہ بھی فورا اس کی طرف لپکی کیونکہ اس نے ساتھ ساتھ بچاؤ بچاؤ کہنا بھی شروع کردیا تھا عائشہ نے اسے چوتھی سیڑھی پر جالیا اور نیچے کی طرف کھینچا اور اس کے بازوؤں کو قابو کر کے اس کے دل میں خنجر اتار دیا عائشہ کے لیے آج بہت مشکل ہوئی تھی وہ ہانپ رہی تھی اب اس نے خنجر اس کی گردن پر پھیرا اور ایک برتن میں اکٹھا کیا اور بت پر ڈالا اور جلدی سے گردن پر رکھ دیا خون دیکھ کر اس پر وحشت طاری ہوگئی تھی وہ خون پی رہی تھی یکدم سے اسے لگا جیسے کوئی دروازہ پیٹ رہا ہو تہہ خانے کا بڑے زور سے وہ سیدھی کھڑی ہوگئی اور پریشان نظروں سے دروازے کی طرف دیکھنے لگی اس کے ذہن میں ہلچل ہو رہی تھی اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا یہ کیا ہو رہا ہے اس نے بت کو دیکھا اور آنکھیں بند ہونے کے قریب تھیں کہ ایک دم خاموشی چھا گئی۔



محسن اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا ور سوچ رہا تھا کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ اچھا نہیں یا ایک بے وفا لڑکی کے لیے اپنی بیوی کو دور کیا اگر وہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھتا تو بھی یقین نہ کرتا اچھا ہوا جو مجھے پتہ چل گیا ورنہ میں اپنی بیوی کو ہمیشہ کے لیے کھو دیتا شکر ہے اب سب ٹھیک ہو جائے گا آج ڈنر باہر کرنے کا موڈ ہے تو جلدی گھر جانا ہے سو وہ جلدی جلدی اپنا کام ختم کرنے لگا اور گھر جانے کے لیے نکل پڑا محسن نے ہارن بجایا اور چوکیدار نے دروازہ کھولا محسن کو آج خلاف توقع گھر میں خاموشی محسوس ہوئی اس نے سکینہ کو آواز دی کہ چائے لائے اور عائشہ کو دیکھنے کے لیے کمرے میں گیا لیکن اسے نہ ملی ادھر سکینہ بھی چائے نہ لے کر آئی تھی وہ تھوڑا حیران ہوا کہ آج کیا بات ہے وہ فورا باہر گیا اس نے چوکیدار کو آواز دی اور پوچھا سب کہاں ہیں تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا اور یہ بھی کہا کہ باہر کوئی بندہ نہیں گیا سب اندر ہی ہوں گے اس نے پورے گھر کو چھان مارا لیکن گھر میں کوئی نہیں تھا عائشہ کی سب چیزیں بھی موجود تھیں وہ صوفے کی پشت سے سر ٹکائے سوچ رہا تھا سب کہاں گئے ہیں اس کے ذہن میں آیا کیوں نہ پولیس کو اطلاع کرے اس فون کرنے کے لیے آنکھیں کھولی تو اس کی نظر فرش پر پڑی تو وہاں سرخ خون کے قطرے تھے ایک لائن میں تھے جو باہر کی طرف جارہے تھے جہاں پچھلا دروازہ تھا گھر کا اس نے ہاتھ پر لگا کر دیکھا تو وہ خون تھا یہ کیا ہے وہ بہت سخت پریشان ہوگیا کہیں عائشہ کو کچھ ہو تو نہیں گیا وہ اندر کی طرف بھاگا جہاں سے خون کے قطرے آرہے تھے خون کے قطروں پر دیکھتے ہوئے وہ تہہ خانے کے دروازے تک پہنچ گیا اور پریشانی میں دروازہ بجانے لگا عائشہ دروازہ کھولو کیا ہوا ہے تمہیں کیا ہوا ہے وہ پریشانی میں دیکھ ہی نہ سکا کہ دروازہ باہر سے بند ہے کافی دیر دروازہ پیٹنے کے بعد جب دروازہ نہ کھلا تو وہ تھک ہار کر بیٹھ گیا اچانک اس کی نظر دروازے کے ہینڈل پر پڑی تو اس نے اسے پکڑ کر کھولا تو دروازہ کھلتا ہی چلا گیا جب اس نے اندر کا منظر دیکھا تو اسے لگا کہ اس کی آنکھیں بند ہو رہی ہیں منظر ہی کچھ ایسا تھا ایک دم خاموشی چھائی تو عائشہ اپنے ہوش حواس میں لوٹ آئی عائشہ خالی خالی نظروں سے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی کہ کیا ہوا ہے اتنے میں بت کی آنکھیں روشن ہوئیں عائشہ میرے پاس آ میں تجھے بتاتا ہوں کہ کیا ہوا ہے یہ سب اس طاقت کا کرشمہ ہے جو میں نے تجھے دی ہے

تیرے لیے خطرہ ہے تیرا شوہر آنے والا ہے اور تیرے لیے بہتر ہے کہ تو یہاں سے چلی جا مجھے تیرا آنے والا وقت نظر آرہا ہے اگر تو یہاں رہی تو بہت بڑی مشکل میں پھنس جائے گی اور میں بھی کچھ نہیں کرسکوں گا کیونکہ تیرا شوہر پکا مسلمان ہے وہ کبھی برداشت نہیں کرے گا جو تو سب کچھ کرتی ہے تو چل یہاں سے جلدی کر لیکن آقا یہ سب کیا ہو رہا ہے کیوں میں محسن کو چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں میں نے اس کے لیے سب کچھ کیا تھا بچہ خطرہ بڑھ رہا ہے چل یہاں سے چلی جا جلدی مجھے اٹھا اور پر آقا باہر کوئی ہے کوئی نہیں ہے بچہ چل بچہ آقا یہ لاش بچہ لاش کو غائب کرنے کا ٹائم نہیں ہے عائشہ نے جلدی سے بت کو اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھی۔



محسن نے جب دروازہ کھولا تو سامنے خون ہی خون تھا اسے لگا اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آرہا ہو اس نے خود کو سنبھالا اور اندر کی طرف گیا تو اس نے دیکھا کہ سکینہ کی لاش کی گردن کٹی پڑی ہے عائشہ یہاں بھی نہیں ملی اس کی پریشانی بڑھ گئی عائشہ کہاں ہے کہیں عائشہ کو کچھ ہو نہ گیا ہو اللہ نہ کرے وہ فورا سٹنگ روم میں آیا اور پولیس کو فون کیا پولیس آئی اور جائزہ لیکر چلی گئی اور اسے قاتل کو ڈھونڈنے لگی محسن کی پریشانی بڑھتی جارہی تھی اس نے عائشہ کو خود ہی ڈھونڈنے کا فیصلہ کرلیا اس نے اپنے تمام جاننے والوں کو فون کیا عائشہ کی سہلیاں سب سے پتہ کیا لیکن کہیں بھی پتہ نہیں چلا۔



عائشہ مورتی لے کر پچھلے دروازے سے باہر نکلی تو شام کا اندھیرا تھا وہ مورتی کو لے کر شمال کے رخ پر بھاگنے لگی اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کرے کس طرف جائے اس کا گھر غیر گنجان آباد علاقے میں تھا عائشہ کو بھاگتے ہوئے دو گھنٹے ہوگئے تھے اب وہ کافی تھک چکی تھی عام حالات میں عائشہ شاید دس منٹ بھی نہ بھاگتی لیکن انسانی خون پینے کا اثر تھا کہ وہ مردوں سے بھی زیادہ بھاگ رہی تھی عائشہ نے سڑک کا موڑ مڑا تو ایک دم کوئی تیز لائٹ اس کی آنکھوں میں پڑی اور کوئی چیز اس کے ساتھ ٹکرائی شدید درد کا احساس ہوا اسے اس کے بعد اسے کچھ ہوش نہ رہا۔

عائشہ کی جب آنکھ کھلی تو وہ ایک عالی شان کمرے کے بیڈ پر تھی آہستہ آہستہ اس کے ذہن میں گزرے واقعات گھومنے لگے دروازہ بج رہا تھا وہ اپنے ہی گھر سے بھاگ نکلی تھی پھر اس کی ٹکر کسی سخت چیز سے ہوئی اور اسے کچھ ہوش نہ رہا تھا اب اسے محسن کی یاد آرہی تھی کہ پتہ نہیں وہ کتنا پریشان ہوگا وہ حیران تھی کہ کہاں ہے کون لایا ہے اسے یہاں اسے محسن کی یاد ستا رہی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اس نے یہ سب محسن کا پیار پانے کے لیے کیا تھا اب اس سے ہی بھاگ رہی تھی پتہ نہیں وہ کیسا ہوگا لیکن مجھے یہاں کون لایا ہے میں اس سے بڑے خطرے میں پھنس گئی تو کیا ہوگا عائشہ فورا اٹھ کر بیٹھ گئی اس نے سوچا مجھے یہاں سے جلد نکل جانا چاہیے وہ بیڈ سے نیچے اترنے لگی تھی کہ دروازہ کھلا ایک ادھیڑ عمر شخص اندر داخل ہوا دیکھنے سے ہی وہ بارعب اور شریف انسان لگ رہا تھا۔

بیٹا آپ کو ہوش آگیا شکر ہے بیٹا آپ کو زیادہ چوٹ نہیں آئی بیٹا آپ اس سڑک کے درمیان کیوں بھاگ رہی تھیں اس شخص نے آتے ہی پوچھا عائشہ وہوہ میں چلو بیٹا رہنے دو ابھی تمہاری طبیعت کیسی ہے بھوک لگی ہے وہ آپ مجھے بیٹا آپ مجھے انکل کہہ سکتی ہو انکل مجھے یہاں آپ لے کر آئے ہیں۔

نہیں بیٹا آپ میری بیٹی کی گاڑی سے ٹکرا گئی تھیں پھر اس نے اپنی بیٹی سانیہ کو آواز دی بیٹا مہمان کے لیے کچھ کھانے کے لیے لاؤ پھر ایک لڑکی جس کے حسن کی تعریف جتنی بھی کروں کم ہوگی خوبصورت نین نقش بھرے بھرے گال اور پنک رنگ وہ کسی پری کی طرح پاک صاف پاکیزہ لگ رہی تھی۔

اوہ آپکو ہوش آگیا میں سانیہ ہوں مجھے پیار سے سنی کہتے ہیں آپکا کیا نام ہے جتنی وہ خود خوبصورت تھی اتنی ہی خوبصورت ہی اس کی آواز تھی میرا نام عائشہ ہے اچھا آپ کچھ کھالو پھر آرام سے باتیں کریں گے اچھا بیٹا آپ آرام

کرلو بعد میں ملاقات ہوگی سانیہ نے مجھے جوس دیا اور ساتھ کچھ سنیکس بھی تھے عائشہ اور کچھ چاہیے ہو تو بتادیں نہیں بس کافی ہے عائشہ جب سنیکس سے فارغ ہوئی تو سانیہ نے کہا۔

عائشہ آپ بھاگ کیوں رہی تھی کیا آپ کے پیچھے کوئی لگا ہوا تھا کوئی عائشہ نے ذہن میں سوچا اسے سچائی نہیں بتانی چاہیے عائشہ نے کہا ہاں میرے پیچھے کچھ آوارہ لڑکے لگ گئے تھے میں اپنے جارہی تھی کہ گاڑی رستے میں خراب ہوگئی تو گھر زیادہ دور نہیں تھا میں نے کہا پیدل ہی چلی جاتی ہوں کہ وہ آوارہ لڑکے پیچھے لگ گئے اوہ اسی لیے آپ میری گاڑی سے ٹکرا گئی تھیں اچھا آپکے گھر میں کون کون ہے میرا شوہر محسن وہ ملک سے باہر ہے عائشہ نے جھوٹی کہانی بناتے ہوئے کہا اچھا آپ کے ہاتھ میں ایک مورتی تھی آپ کا نام مسلمانوں والا ہے آپکا مذہب کیا ہندو ہے۔۔

نہیں میں مسلمان ہوں وہ تو میں میرا مطلب ہے کہ مجھے پرانی چیزوں کا جنون ہے تو میں ایسی چیزیں اکثر خریدتی رہتی ہوں اچھا وہ ہے کہاں۔۔

وہ گاڑی میں پڑی ہے رات کافی ہو چکی ہے صبح اسے منگوا لیں گے آپ آرام کریں صبح بات ہوگی گڈ نائٹ سانیہ کہہ کر چلی گئی اور عائشہ نے بھی آنکھیں بند کرلیں اور گزرے ہوئے حالات کے بارے میں سوچنے لگی اور پھر اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔



محسن اسے سب جگہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گیا تھا پر کہیں پتہ نہیں چلا تھا اس کے دل میں بار بار یہ خیال آرہا تھا کہیں اس نے عائشہ کو مار نہ دیا ہو جس نے سکینہ کو قتل کیا۔ آخر کار محسن کے بھی ذہن نے یہ قبول کرنا شروع کردیا تھا کہ اب عائشہ اسے نہیں ملے گی ایک دن محسن بازار سے کچھ چیزیں خرید رہا تھا کہ اسے کسی نے پکارا آواز نسوانی تھی اس نے پلٹ کر دیکھا تو پیچھے ثمن کھڑی عائشہ کی بچپن کی دوست اس کی اس سے ملاقات آج دو سال بعد ہورہی تھی۔

محسن بھائی کیسے ہیں آپ عائشہ کا کیا حال
میں پچھلے دس دن سے شہر سے باہر گئی ہوئی تھی کل واپ
ہوئی ہے آج میں عائشہ سے ملنے کے لیے آنا تھا جوا
میں محسن نے سب کچھ بتادیا ساری تفصیل سننے کے بعد
کا رنگ اڑ گیا سے کچھ سمجھائی نہیں دے رہا تھ پھر اس
محسن کو اپنے ساتھ گھر آنے کا کہا لیکن محسن نے انکار کر
نے محسن کا سیل نمبر لے لیا تا کہ عائشہ کے بارے میں
چلتا رہے۔

صبح عائشہ کی آنکھ کھلی تو سانیہ نے اسے ناشتہ کر
اس کے دونوں گپ شپ کرنے لگی عائشہ نے اس
مورتی کے بارے میں پوچھا منگوائی ہے کہ نہیں اس نے
منگوائی ہوں عائشہ دل میں سوچنے لگی اس لڑکی میں بہ
خون ہے سرخ سرخ اس کے رخسار اس کی خونی پیاس کو
رہے تھے اس نے سوچا کیوں نہ اس کا ہی آج خون
جائے سانیہ بھی اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی یکدم عا
چونکی اور حیرت سے عائشہ اچھل ہی پڑی جب سانیہ نے
خون کا انتظام ہے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہ
ہے میں ابھی لیکر آئی اور جب سانیہ کمرے میں داخل ہ
تو اس کے ہاتھ میں جگ تھا اور دو گلاس تھے اس نے
گلاس میں عائشہ کے لیے خون ڈالا ایک میں اپنے
عائشہ حیران پریشان سانیہ کو دیکھ رہی تھی سانیہ نے اس
سامنے ایک گلاس خون کا غٹا غٹ پی گئی زیادہ مت
آدم خور دوشیزہ۔

لیکن تم کیسے جانتی ہو اور تم بھی ایسا کیوں عائشہ
منہ سے ٹوٹے ہوئے الفاظ نکل رہے تھے مجھے اپنی
سمجھو میرے بارے میں کسی کو علم نہیں تھا کسی کو بھی
لیکن اب تمہیں پتہ ہے سرف میں تمہیں سب بتاتی ہو
پہلے یہ پی لو اگر ڈیڈی آگئے تو مشکل ہو جائے گا عائشہ
گلاس ہونٹوں سے لگالیا اور پی گئی ایسے جیسے کوئی بہت
مزیدار مشروب ہو خون ختم کرنے کے بعد سانیہ برتن
کر چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد وہ لوٹ کر آئی مجھے
مزا نہیں آتا تھا اب تم مل گئی ہو تو کیا خوب گزرے گی

مل بیٹھیں گے آدم خوردو اس کے بعد وہ دونوں ہنسنے لگیں ابھی وہ ہنس رہی تھیں کہ اس کے ڈیڈی اندر آگئے ہاں بھئی خوب باتیں ہورہی ہیں اس کے ڈیڈی نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا جی ڈیڈی۔

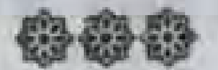
بیٹا اگر تم ٹھیک ہو تو تمہیں گھر چھوڑ آؤں عائشہ کی ہنسی یکدم غائب ہوگئے وہ سوچنے لگی میں گھر کیسے جاسکتی ہوں وہاں محسن کو پتہ چلا کہ میں خون پیتی ہوں تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا سانیہ عائشہ کے بولنے سے پہلے ہی بول پڑی ڈیڈی اس کا کوئی گھر نہیں ہے یہ بے سہارا ہے اور بہت ہی دکھی ہے اس نے مجھے سب بتادیا ہے میرا خیال ہے اسے آرام کرنے دیں میں آپ کو سب بتاتی ہوں آپ چلیں میرے ساتھ پھر سانیہ اواس کیڈیڈی چلے گئے عائشہ لیٹ کے سوچنے لگی شاید سانیہ نے میرے دل کی بات پڑھ لی ہے یہ لڑکی پتہ نہیں اپنے اندر کیا کیا پراسرار طاقتیں لیے ہوئے ہے جو بھی ہے اس نے مجھے اپنے پاس رکھا ہے یہ ہی کافی ہے اتنے میں سانیہ اندر آگئی سانیہ تم نے کیسے جانا کہ میں گھر نہیں جاسکتی تم نے اپنے ڈیڈی سے کیا کہا ہے سب بتاتی ہوں پہلے اپنے بارے میں مجھے سب بتاؤ پھر میں بھی بتاتی ہوں عائشہ نے اپنے بارے میں سب کچھ اسے بتادیا جسے سن کر سانیہ نے افسوس کا اظہار کیا عائشہ نے کہا اب تم بتاؤ کہ یہ ایک لمبی کہانی ہے جب میں نے ہوش سنبھالا تو ٹھیک تھی سوائے اس کیکھانے میں سبزیاں اور دالیں ذرا پسند نہیں تھیں اور گوشت کی میں بری طرح دیوانی تھی جب بھی گھر میں گوشت یا قیمہ نہ پکتا تو میں پورا گھر سر پر اٹھا لیتی تھی میری وجہ سے ممی ڈیڈی ہر وقت فریج میں گوشت مچھلی اور قیمہ رکھتے تھے لیکن مجھے گوشت کی اتنی شدید طلب ہوتی کہ بعض اوقات فریج میں سے کچا گوشت ہی نکال کر کھانا شروع کردیتی اور آہستہ آہستہ میری کچا گوشت کھانے کی عادت پختہ ہوتی چلی گئی لیکن میں یہ کام نہایت رازداری سے کرتی سوائے میری ذات کے اور کوئی اس میں انوالو نہیں تھا یہ اندنوں کی بات ہے جب میں آٹھویں جماعت میں پڑھتی تھی میرا کمرہ شروع سے ہی الگ تھا مطالعے کا بھی مجھے جنون کی

حد تک شوق تھا میں لائبریری میں کتابیں لینے گئی تو دیکھا ڈیڈی وہیں تھے ایک الماری جسے ہر وقت تالا لگا رہتا تھا کھول کر اس میں سے کوئی کتاب تلاش کررہے تھے میں بھی دبے پاؤں ان کے پاس جاکر کھڑی ہوگئی اس الماری میں بڑی بڑی رنگین تصاویر والی لیکن پرانی اور بوسیدہ کتابیں تھیں مجھے اپنے پاس پاکر ڈیڈی تھوڑا سا چونکے پھر انہوں نے تیزی سے الماری کے پٹ بند کرنے چاہے لیکن میں دیکھنے کی ضد کر بیٹھی انہوں نے مجھے کتابیں دیکھنے کیا جازت دے دی لیکن اس شرط پر کہ صرف دیکھنی ہیں باہر نہیں نکالنی دیکھ کر اندر ہی رکھ دینی ہیں اس بات کی انہوں نیکوئی وجہ پیش نہیں کی جس سے میرے دل میں کتابوں کو بغور سے دیکھنے کی خواہش جڑ پکڑتی گئی میں کتابوں کو دیکھنے میں دانستہ دیر لگائی جس سیا کتا کر ڈیڈی کی نظر جیسے ہی ادھر ادھر ہوئی میں نے ڈیڈی کی نظر سے بچا کر ایک بڑی موٹی کتاب چھپا کر رکھ لی پھر موقع ملتے ہی اسے اپنے کمرے میں لے آئی بس اس رات سے میری زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوگیا سانیہ نے کہا اس رات اس رات سانیہ سسک پڑی میں نے اپنے کمرے کا دروازہ حسب معمول اندر سے بند کرلیا بستر پر بیٹھ کر کتاب کو سامنے رکھ لیا یہ بڑے سائز کی کتاب تھی جس کے باہر نامانوس زبان میں کچھ لکھا تھا وہ شاید اس کتاب کا نام تھا جسے میں ابھی پڑھنے کی کوشش کررہی تھی کہ اچانک میں نے محسوس کیا کہ یہ زبان میرا ذہن قبول کررہا ہے لکھا تھا زرکاش قبیلے کی تاریخ اور رسم و رواج تفصیل پڑھنے سے پتہ چلا کہ یہ افریقہ کے دور دراز علاقوں میں آباد کوئی قدیم پراسرار قبیلہ جو مہذب دینا سے ناواقف ہے اس کتاب کی تصاویر انتہائی خوفناک بلکہ کراہٹ آمیز تھیں ورق گردانی سے پتہ چلا کہ یہ قبیلہ ابلیس کی پوجا کرتا ہے اور یہ آدم خور قبیلہ معمولی پتوں سے ستر پوشی کرتے ہیں اور تنگ و تاریک جنگل کے دلدلی علاقوں میں رہتے تھے انکے قریب ایسا پہاڑ ہے جس کے اندر ہی اندر قدرتی غاروں کے اندر رہائش رکھی ہوئی ہے اس قبیلے کا نظم و نسق ایک سردار اور اس کے پانچ مذہبی پیشوا چلاتے ہیں اس قبیلے میں جو بھی بچہ

پیدا ہوتا ہے اس کو مقدس سمجھا جاتا ہے اور پیدائش سے دو سال بعد قبیلے کے مذہبی پیشوا اسے ایک خاص کٹیا میں رکھ کر اس پر مختلف تجربات اور عمل کرتے ہیں جس سے اس بچے میں چند مافوق الفطرت خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں۔

وہ کون سی خصوصیات ہیں۔ عائشہ پوچھے بنا نہ رہ سکی ۔پہلی یہ کہ وہ لوگوں کے ذہن پڑھ لیتا ہے دوسری یہ کہ فاصلے اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے تیسری یہ کہ وہ اپنی ہی شکل میں رد و بدل کر سکتا ہے۔

حیرت انگیز عائشہ کے منہ سے نکلا۔ اس کتاب میں جو تصویریں تھیں وہ بھی حیران کن تھیں عام آدمی انہیں دیکھ کر ہی حواس باختہ ہو سکتا ہے ایک تصویر میں زندہ انسانوں کا گوشت قبیلے کے لوگ گدھے اور سور کے پیوند والے جانور کی پوجا کر رہے ہیں اور ایک تصویر میں لوگ زرکاش بچے کے دل اور دماغ نکال کر مذہبی پیشوا اسے مافوق الفطرت بنا رہے ہیں اسی طرح ایک اور تصویر میں بھی سفید چمڑی والے مہذب دنیا کے لوگ الٹے لٹکے ہوئے ہیں اور ان کی شہ رگیں کٹی ہوئی ہیں نیچے تالاب میں زرکاش بچوں کو نہلایا جا رہا ہے خون سے اسی طرح تصویروں کو دیکھتے دیکھتے میں ایک ایسی تصویر پر جا رکی جس میں زرکاش نسل کا ایک مرد اور عورت ابلیس دیوتا کے بت کی پوجا کر رہے ہیں ان کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں میں تصویر کو باغور دیکھ رہی تھی کہ مجھے محسوس ہوا کہ تصویر میں موجود ابلیس دیوتا کی آنکھوں نے حرکت کی ہے پہلے تو میں نے اسے وہم سمجھا جب دوسری بار آنکھوں نے حرکت کی تو میرے سارے جسم میں سراسیمگی پھیل گئی میں صفحہ پلٹنے کی بہت کوشش کی لیکن میرے ہاتھوں نے حرکت کرنے سے انکار کر دیا اور میں ساکت ہو گئی ابلیس کا بت بار بار آنکھوں کی تبدیلیوں کی جنبش سے مجھے دیکھنے لگا اور پھر اس کے پتھریلے ہونٹوں نے حرکت کی اور ان پر مکروہ مسکراہٹ نے بسیرا کر لیا میرا دل دھک دھک کرنے لگا۔



محسن گھر میں بیٹھا ہوا تھا وہ عائشہ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کے تھک چکا تھا پولیس نے بھی کوئی جواب نہ دیا سراغ لگایا تھا انہیں میں دروازے پر بیل ہوئی نوکرانی نے دروازہ کھولا محسن نے کھانا پکانے کے لیے نئی نوکرانی رکھی تھی تاکہ کھانے کا باقی کاموں کا مسئلہ حل ہو جائے اتنے میں ثمن کی آواز محسن بھائی ہیں گھر پر تو نوکرانی نے اسے اندر لے آئی محسن بھائی کیا حال ہے عائشہ کا کچھ پتہ چلا۔ نہیں۔ محسن نے جواب دیا محسن بھائی جب آپ عائشہ سے ناراض تھے تو ہم لوگ ایک بار بابا کے پاس گئے تھے وہ بہت پہنچا ہوا ہے اس کی وجہ سے عائشہ اور آپ پھر ہنسی خوشی رہنے لگے ہیں۔

کیا کیا مطلب ہے تمہارا محسن نے کہا پھر ثمن نے مشورہ دیا اس کے پاس چلنے کا جب وہ لوگ اس بابا کے پاس گئے تو وہاں بابا موجود نہیں تھا انہیں بتایا گیا تھا کہ یہاں کوئی بابا نہیں رہتا ہے اور ثمن یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہاں پر وہ عمارت نہیں تھی جس میں وہ پہلے آ چکے تھے ثمن نے محسن سے کہا۔

محسن بھائی مجھے طرح یاد ہے یہاں ہی ہم دونوں آئی تھیں ثمن شاید تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے نہیں محسن بھائی کوئی غلط فہمی نہیں مجھے یاد ہے سب اب کیا کریں محسن نے کہا۔ ثمن تھوڑی دیر سوچتی رہی پھر بولی۔ محسن بھائی میں ایک اور بابا کو جانتی ہوں اس کے پاس چلتے ہیں پھر وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ کر اس بابا کی طرف چل دیئے اس بابا کا ٹھکانہ شہر کے شمال میں قدرے ویران علاقے میں تھا جب ہم اس کے ٹھکانے پر پہنچے تو وہاں اینٹوں کی دو کنال کے رقبے پر چار پانچ فٹ اونچی دیوار بنی تھی اس کے اندر ایک اینٹوں کا کمرہ تھا وہاں لوگوں کا کافی رش تھا ہماری باری دو گھنٹے بعد آئی وہ اندر گئے تو اندر ایک گندا مندرا اور لمبی داڑھی والا اسے دیکھ کر کراہت آ رہی تھی آدمی بیٹھا ہوا تھا جب ہم نے اسے اپنا مسئلہ بتایا تو اس نے آنکھیں بند کر لیں اور کچھ منہ میں پڑھتا رہا ایک دم اس نے آنکھیں کھول لیں اس کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں پھر اس نے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔

تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ میں تم لوگوں کی مدد نہیں

کر سکتا لیکن بابا کیوں۔ کیا مسئلہ ہے کیا ہے ہم آپ کو جتنے آپ مانگیں گے اس سے زیادہ پیسے دیں گے پلیز ہماری مدد کریں میری بیوی غائب ہے میری نوکرانی قتل ہو گئی ہے کچھ تو بتائیں محسن نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا وہ لوگ جن کی وجہ سے یہ سب ہوا ہے وہ مجھ سے بڑی طاقت والا ہے میں نے تمہیں کچھ بتایا تو مجھے جلا کے بھسم کر دیا جائے گا تمہاری بیوی کالے جادو اور شیطانی طاقتوں کے چکر میں پڑ گئی ہے بس اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا چلے جاؤ جاؤ۔ بابا ہم پر رحم کریں کچھ تو بتائیں۔

ٹھیک ہے تمہاری مدد صرف ایک آدمی کر سکتا ہے اس کے پاس چلے جاؤ ہو سکتا ہے وہ کچھ مدد کریں پھر اس نے ہمیں ایک پتہ بتایا ہم نے اسی وقت وہاں جانے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ میں بہت پریشان ہو گیا تھا شیطانی طاقت کا سن کر ہم جب وہاں پہنچے تو وہ ایک مزار تھا ہم نے ادھر ادھر دیکھا ہمیں بابا نظر نہیں آئے وہاں کافی لوگ جو نظرانہ عقیدت پیش کرنے آئے تھے ایک طرف جھونپڑی تھی وہاں بھی کافی لوگ تھے ہم اس طرف گئے تو محسن نے ایک آدمی سے پوچھا۔

یہاں کیوں رش ہے تو اس نے بتایا کہ ہم یہاں اپنے مسئلے باباجی سے حل کروانے کے لیے آئے بہت اچھے اور پرہیزگار باباجی ہیں تو محسن کو پتہ چل گیا کہ ہمارا مطلوبہ شخص یہ ہی ہے تو محسن اپنی باری کا انتظار کرنے لگا سب سے آخر میں محسن اور ثمن کی باری آئی تو وہ لوگ اندر گئے تو محسن نے دیکھا وہ باباجی بہت بارعب اور نورانی چہرے والے بابا ہیں انکے چہرے پر سفید داڑھی اور ہاتھوں میں تسبیح ہے بابا کی آواز گونجی اندر آ جاؤ وہاں کیوں کھڑے ہو محسن بیٹا۔

محسن بڑا حیران ہوا کہ باباجی کو کیسے پتہ چلا محسن اندر جا کر ان کے پاس بیٹھ گیا اور پوچھا باباجی آپ کو کیسے علم ہوا۔ بچہ خدا کی مہربانی ہے آپ بتاؤ کیا مسئلہ ہے محسن نے اپنا سارا مسئلہ باباجی کو بتایا یہ بات سن کر وہ بزرگ ایک اور کمرے میں چلے گئے۔

بچی ہی تو تھی رات کے سناٹے میں ایسی خوفناک صورتحال کا مقابلہ نہ کر سکی بے ہوش ہو گئی آنکھ کھلی تو صبح ہو چکی تھی دیکھا تو وہ کتاب کمرے میں نہ تھی میں اس واقع کا کسی سے ذکر نہ کیا وقت دھیرے دھیرے گزرتا رہا اس واقعے کو دو سال بیت گئے ایک دن میری ماں کا روڈ ایکسیڈنٹ ہو گیا

ہم جب ہسپتال پہنچے تو ماں اکھڑی اکھڑی سانسیں لے رہی تھیں انہوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مجھے قریب ہونے کے لیے کہا پاپا اس وقت دوائی لینے گئے تھے پھر میری ماں ایک انکشاف کیا بیٹا میں تمہاری سگی ماں نہیں تمہیں بیٹی کی چاہا اور ہمیشہ اپنی بیٹی سے بھی زیادہ پیار کیا میری بخشش کی دعا کرنا یہ تمہارا مجھ پر احسان ہو گا ممی یہ کیا کہہ رہی ہیں ہاں میری بچی یہ سچ ہے ماں میرے والدین کہاں ہیں

بیٹا ایک دفعہ تمہارے ابو اور میں میرے لیے گئے وہ افریقہ کا ایک پسماندہ علاقہ کانگو تھا افریقہ کے جنگلات بہت مشہور ہیں ہم نے جنگل کی سیر کے لیے ایک ہیلی کاپٹر لیا اس کا پائلٹ جانی تھا جو تمہارا گائیڈ بھی تھا وہ اس سارے علاقے کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا ہم نو بجے ہیلی کاپٹر پر سوار ہو کر روانہ ہوئے جانی ہمیں ساتھ ساتھ جنگل کے بارے میں بتایا جا رہا تھا اس نے ہمیں بتانا شروع کیا کہ جنگل بہت گھنا ہے جنگل کے درمیان بہت خطرناک اور عجیب و غریب رسوم والے ایسے قبائل آباد ہیں جو آدم خور ہیں یہ قبائل مہذب دنیا سے پوری طرح کٹے ہوئے ہیں اگر مہذب دنیا کے لوگ ان کے قریب بھی چلے جائیں تو وہ ان کو پکڑ کر ان کچا کھا جاتے ہیں اس کی وجہ سے سیاح ان جنگلات کے قریب بھی نہیں بھٹکتے انہی قبائل میں ایک قبیلہ زرکاش ہے جو انتہائی غیر مہذب خطرناک وحشی اور آدم خور ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد پراسرار ہے اس قبیلے کے لوگ حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں جانی کی باتیں سن کر تمہارے ڈیڈی کا اشتیاق بڑھتا گیا تمہارے ڈیڈی نے جانی سے فرمائش کی کہ وہ اس قبیلے کو قریب سے دیکھنا چاہتے ہیں پہلے تو تمہارے ڈیڈی کے کہنے پر جانی نے انکار کر دیا کہ وہاں

جان کا خطرہ ہے لیکن تمہارے ڈیڈی کے اصرار کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے جانی نے ہیلی کاپٹر کا رخ اس قبیلے کی طرف کر دیا موسم صاف تھا پرواز قدرے نیچی تھی میرے پاس جدید کیمرہ تھا جس سے میں گاہے بگاہے تصویریں لے رہی تھی تقریباً دس منٹ بعد جانی نے بتایا ادم خور قبیلے کا علاقہ شروع ہو گیا۔

وہاں ہمیں جھونپڑی اور وحشی بھجنگ دکھائی دیئے جانی نے ہدایت کے مطابق پرواز اور نیچی کر لی اب ہیلی کاپٹر زمین سے 300 فٹ کی بلندی پر تھا اور دائرے میں چکر لگا رہا تھا تا کہ نیچے کا منظر آسانی دیکھ سکیں اور تصاویر بھی لے سکیں وحشی ہمیں دیکھ کے شور وغل کرنے لگے تمہارے ڈیڈی نے واضح دیکھنے کے لیے جانی کو ہیلی کاپٹر اور نیچے لے جانے کے لیے کہا اب بستی کا منظر صاف نظر آ رہا تھا ہم سب بہت خوش تھے کہ اچانک ہیلی کاپٹر کے فن روٹر کسی چیز سے ٹکرائے اور ہیلی کاپٹر ڈولنے لگا دراصل ہم بستی کا نظارہ کرنے میں اتنے محو تھے کہ جانی کا دھیان بھی ہٹ گیا ہیلی کاپٹر کے فن روٹر درختوں کی شاخوں سے ٹکرا گئے جس سے ہیلی کاپٹر کا رخ بدل گیا جانی نے اونچی آواز میں کہا ہیلی کاپٹر کو کنٹرول کرنے کے لیے نیچے اتارنا ضروری ہے ورنہ تباہی کا خطرہ ہے اس نے ہمارا جواب سنے بغیر ہیلی کاپٹر نیچے تار دیا جانی کا خیال تھا چند لمحے توقف کے بعد ہیلی کاپٹر کو دوبارہ اٹھا کر اس کے رخ تبدیل کر لیں گے مگر خیال خیال ہی رہا ہیلی کاپٹر زمین پر اترتے ہی زرکاش قبیلے کے باشندے درختوں کی اوٹ سے نکل کر ہیلی کاپٹر کی طرف سرپٹ بھاگے اس سے پہلے کہ ہیلی کاپٹر ہم اوپر اٹھاتے وحشیوں نے ہیلی کاپٹر کو گھیر لیا تھا دیکھتے ہی دیکھتے زرکاش وحشیوں نے ہیلی کاپٹر پر قبضہ کر لیا۔

چند ایک جانی پائلٹ کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا جس سے رہی سہی امیدیں دم توڑ گئیں چند ہی لمحات میں انہوں نے کھینچ کھانچ کر ہیلی کاپٹر سے اتار لیا گیا وہ ہمیں گھیرے میں لے کے چل دیئے تھوڑی ہی دور جا کر ہمیں ... میں دھکا دے ... دیا اور اوپر پتے رکھ دیئے اور ساتھ پہرہ بھی لگا دیا سب کچھ چند منٹوں میں ہو گیا ہم سیاح سے قیدی اور وہ بھی آدم خور قبیلے کے بن گئے تھے ہم سب کے چہروں پر موت کی زردی چھا گئی تمہارے ڈیڈی نے مجھے حوصلہ دیا اور کہا۔

ہمیں یہاں سے نکلنے کی ترکیب سوچنی چاہیے اس لیے کہ میرا رو رو کے برا حشر ہو رہا تھا کچھ دیر بعد گھاس پھوس ہٹایا جانے لگا اور پھر اوپر سے بدشکل وحشیوں کے چہرے جھانکتے نظر آئے اور پھر رسیوں کی بنی سیڑھی لٹکائی گئی زبان تو ہم ان سمجھ نہیں سکتے تھے مگر ہم نے اندازہ لگایا کہ وہ چاہتے ہیں ہم باہر آئیں کچھ وہ اشارے بھی کر رہے تھے باہر صورتحال بڑی عجیب تھی دائرے میں تمام وحشی کھڑے تھے ایک طرف آگ کا الاؤ روشن تھا جسے دیکھ کر ہم سہم گئی ایک طرف چبوترے پر بڑی بھیانک شکل والا شخص بیٹھا تھا۔

ہمارے علاوہ 3 اور آدمی تھے ہم لوگ سمجھ گئے کہ ہمارا آخری وقت آ گیا ہے ان لوگوں نے صبح کا ناشتہ ہمارے گوشت سے کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور پھر پتھر پر بیٹھے شخص نے عجیب وغریب زبان میں تیز تیز کچھ کہا تو اچانک ہی وہ سب کچھ ہو گیا جو ہم نے سوچا بھی نہ تھا اس شخص کی آواز سنتے ہی ایک وحشی نے جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا وہاں موجود جو آدمی تھے ان میں سے ایک آدمی کے پیٹ میں گھونپ دیا اور اسے کچھ ایسے مخصوص انداز میں زور دے کر گھمانے لگا جیسے پیچ کس کو گھماتے ہیں چند لمحوں میں وہ آدمی مر گیا پھر وہ وحشی دوسرے آدمی کی طرف بڑھنے لگا اس آدمی کے بعد ہماری باری تھی ہم خوف سے تھر تھر کانپنے لگے۔

جب بزرگ واپس آئے محسن بیٹا میری بات غور سے سنو تمہاری بیوی کو شیطان نے برائی کے رستے پر ڈال جہاں سے اس کی واپسی ممکن نہیں تمہارے اور تمہاری بیوی کے درمیان تعلقات خوشگوار تھے تو یہ بچی اسے لے کر شیطان کے غلام گرو شنکر کے پاس گئی تا کہ تم اس سے دوبارہ پیار کرنے لگو گرو شنکر کو بھی ایک عورت کی تلاش تھی جو اپنے خاوند سے بہت پیار کرتی ہو اور اپنے خاوند کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہو اس کے پیچھے اس کا خاص مقصد تھا ایک تو برائیوں کو پھیلانا دوسرا اپنے اس شیطان کو خوش کرنا کیونکہ تمہاری بیوی پرہیزگار تھی اس طرح برائیوں کی جیت ہوتی پھر بزرگ نے ساری تفصیل محسن کو بتا دی محسن کو ایسے لگا جیسے اس کے سر پر آسمان ٹوٹ پڑا ہو محسن کے آنسو نہیں رک رہے تھے بزرگ نے کہا صبر کرو بیٹا صبر ہی سب مشکلات کا حل ہے۔

بابا جی اب کیا ہو گیا بیٹا اب وہ انسانیت کی دشمن بن چکی ہے ہم اگر اس کو ڈھونڈ بھی لیں تو کوئی فائدہ نہیں اس کو خون پینے کی عادت پڑ گئی وہ عادت نہیں چھوڑے گی چاہے کچھ بھی ہو نہیں بابا جی کچھ تو حل ہو گا کوئی تو طریقہ ہو گا اسے بچانے کا نہیں بیٹا اب کچھ نہیں ہو سکتا اب تم کو ایک اہم فیصلہ کرنا ہو گا چونکہ تمہاری بیوی انسانیت کے لیے خطرہ ہے اور اس کا ایمان بھی خراب ہو گیا ہے وہ اب کافر ہے اس کا خاتمہ ضروری ہے اسے صرف تم ختم کر سکتے ہو کیا ...... کیا بابا جی میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں بیٹا تمہیں ایسا کرنا پڑے گا بیٹا میرے پاس دو دن بعد آنا میں تمہیں سب سمجھا دوں گا اور اس کا پتہ بھی بتا دوں گا پھر وحشی دوسرے آدمی کی طرف بڑھنے لگا وحشی کو اپنے پاس آتے ہوئے دیکھا تو اس آدمی نے فوراً ہاتھ پنڈلی کی طرف بڑھایا جب اس کا ہاتھ باہر آیا اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

پھر بجلی کوندی اس نے ذرذر تین فائر کئے ایک تو وہ جو چبوترے پر بیٹھا اور دوسرا جو اس کی طرف بڑھ رہا تھا تیسرا جو ہمارے پیچھے کھڑا تھا ان کو نشانہ بنایا اور وہ اپنی جگہ پر شہتیروں کی طرح گر پڑے جس سے سائیڈوں پر اکھٹے وحشیوں میں کھلبلی مچ گئی اور جس وحشی کا جدھر منہ تھا ادھر بھاگنے لگا پھر وہ آدمی ایک طرف بھاگ نکلا اور ہمیں بھی بھاگنے کا اشارہ کیا ہم بھی اس کے پیچھے بھاگے چند لمحوں میں میدان صاف ہو چکا تھا ہمارے تعاقب میں کوئی نہ آیا جلد ہی ہم درختوں کے جھنڈ میں جا گھسے اور جیسے ہی درختوں سے ذرا آگے نکلے تو مسرت کے مارے ہمری چیخیں نکل گئیں سامنے ہی ہمارا ہیلی کاپٹر کھڑا تھا جانی نے فوراً ہی اپنی سیٹ سنبھال لی اور ہمیں بھی جلدی بیٹھنے کی ہدایت کرنے لگا۔

عین اسی وقت تمہارے ڈیڈی کی نظر دو سالہ نیلی آنکھوں والی بچی پر پڑی جو ہلکے سانولے رنگ کی تھی اور وہ وحشیوں سے الگ تھلگ محسوس ہو رہی تھی میں بھی اس بچی کو دیکھ چکی تھی تو ہم دونوں کی نظریں ملیں میرا خیال تھا یہ کسی ایسے جوڑے کی بچی ہے جن کے والدین کو یہ وحشی کھا چکے ہیں اسے ہم ساتھ لے چلتے ہیں اتنی دیر میں جانی ہیلی کاپٹر سٹارٹ کر چکا تھا اور وہ آدمی جانی کے ساتھ بیٹھ چکا تھا تمہارے ڈیڈی نے لپک کر اس بچی کو اٹھا لیا اور تیزی سے ہیلی کاپٹر میں داخل ہوتے ہوئے بچی جو بری طرح مدافعت کر رہی تھی اس کو میں نے دبوچ لیا اور تمہارے ڈیڈی نے پھرتی پھرتی سے دروازہ بند کر دیا وحشیوں کا غول نظر آیا جو کہ ہیلی کاپٹر کی طرف دوڑ رہا تھا ہیلی کاپٹر اب بلند ہو چکا تھا۔

بچی ابھی تک گلا پھاڑ کر چیخ رہی تھی تمہارے ڈیڈ نے اس آدمی سے اس کا نام پوچھا اس آدمی نے اپنا نام جمیل بتایا وہ بھی جنگل کی سیر کرنے کے لیے آئے تھے کہ راستہ بھولنے کی وجہ سے ان کے قابو آ گئے ہم اس کے بہت شکر گزار تھے کہ اس کی وجہ سے ہماری جانیں بچ گئیں بہت کوشش کے باوجود اس آدمیکا پتہ نہ چل سکا جس کی یہ بچی تھی تو ہم نے اس بچی کو گود لے لیا اور وہ بچی جیسی ہی تھی سانیہ اپنی کہانی سنا کر خاموش ہو گئی۔

اس کا مطلب یہ ہوا تم کسی ایسے والدین کی اولاد ہو جو آدم خوروں کی خوراک بن گئے ہیں اور تم نے کچھ عرصہ زرکاش قبیلے میں پرورش پائی ہے عائشہ نے کہا۔

ماما نے یہ بھی بتایا میں وحشیوں کے ساتھ رہتی اس لیے ویسی ہی حرکتیں کرتی لحاظہ ماما پوری توجہ مجھ پر مرکوز کر دی تب ایک سال بعد مجھ میں سدھار آیا وہ لمحات ماما کے میرے ساتھ آخری تھے کتاب میں آنکھیں ملنے والے واقعے کے بعد کوئی واقعہ پیش نہ آیا لیکن میرے دل میں کوئی بات مسلسل چبھ رہی تھی لیکن پھر ایک ایسا واقعہ ہوا کہ میری پرسکون زندگی اتھل پتھل ہو گئی اس دن میں گھر میں

اکیلی تھی ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی میں برس پر کھڑی موسم سے لطف اندوز ہو رہی تھی کہ یکا یک میری چھٹی حس پھڑکی مجھے احساس ہوا میرے پیچھے کوئی کھڑا ہے میں نے فوراً پیچھے دیکھا ہے میرا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔

کچھ دنوں بعد محسن بابا جی کے پاس پہنچ گیا بابا جی کچھ لوگوں کے ساتھ مصروف تھے بابا جی نے محسن کو سائیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا جیسے ہی بابا جی نے ان حضرات کو فارغ کیا محسن کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا بیٹا میری بات غور سے سنو تمہاری بیوی انسانیت کی دشمن ہے اسے ختم کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے بیٹا تمہاری بیوی ایک ایسی لڑکی سے جا ملی ہے جو زرکاش قبیلے کی ہے وہ بھی تمہاری بیوی کی طرح آدم خور ہے اور زرکاش قبیلے کی اصل طاقت ہے اور پھر بابا نے سانیہ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا بیٹا اگر سانیہ واپس زرکاش قبیلے میں چلی گئی تو ان کی طاقتیں واپس آجائیں تم سانیہ کو ایسے سمجھو جیسے وہ ایک تالی کی چابی ہے۔

بیٹا اگر وہ زرکاش قبیلے میں واپس چلی گئی اور وہاں کے سردار سے شادی کرلی تو وہ بے انتہا شیطانی طاقتوں کی مالک بن جائے گی پھر تمہارے لیے اسے ختم کرنا مشکل ہو جائے گا جتنی جلدی ہو سکے اس کام کو پورا کرو خیر اب بھی وہ تمہارے لیے خطرہ ہے کیونکہ تم جب اس کے سامنے جاؤ گے وہ تمہارا ذہن پڑھ لے گی تمہیں جانے سے پہلے ایک رات کا چلہ کرنا ہے جو ہے تو بہت مشکل لیکن اس کا ٹائم کم ہوگا یہ آسانی ہے تمہارے لیے اور مشکل یہ کہ ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر کرنا ہے بابا نے سارا طریقہ محسن کو سمجھا دیا محسن بابا کو مطمئن کر کے واپس گھر کی طرف چل پڑا۔

دوسری طرف ہو بہو ہمشکل کھڑی تھی مجھے لگا کہ میں آئینہ دیکھ رہی ہوں اور پر اسرار انداز میں مسکرا رہی ہوں حالانکہ میں مسکرا نہیں رہی تھی میرا سر چکرانے لگا بس پر آئینہ کہاں سے آئے گا دروازہ بھی بند تھا اس سے پہلے کہ میں اپنے ہوش سے بیگانہ ہوتی اس ہمشکل کے لب ہلے ڈرو نہیں سانیہ میں تمہاری دوست ہوں تمہیں لینے آئی ہوں۔

ک۔ ک۔ ک۔۔ کون ہو تم میں تمہاری دوست ہوں آؤ چلیں اس نے ہاتھ بڑھایا کہاں۔ میرے منہ سے نکلا وہیں جہاں سے تمہیں لایا گیا ہے بچپن میں زرکاش قبیلے میں میں تمہیں نہیں جانتی میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی اچھا نہ جاؤ میری بات تو سنو لڑکی بے تکلفی سے بولی جسے پا کر تم پاگل ہو جاؤ گی۔

یہ کہتے ہوئے اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے ایسے لگا جیسے میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہو اور ہوا بھی یہ ہی تھا جب میرے پاؤں کے نیچے زمین آئی تو میں بہت سے درختوں کے درمیان کھڑی تھی وہاں کا منظر دیکھ کر میری حیرانی دو چند ہو گئی وہاں ایک خوبصورت لڑکا جس کے ہاتھ پاؤں اور منہ سختی سے بندھے ہوئے تھے ایک درخت کے تنے کے ساتھ بندھا تھا۔ میری ہمشکل لڑکی نے ایک تیز دھار چاقو لڑکے کی گردن پر پھیر دیا تو گرم گرم ابلتے خون کا فوارہ اس کی گردن سے نکلنے لگا۔۔ پی لو اس نے مجھے اشارہ کیا میں تو گوشت بھی صرف حلال جانوروں کا کھاتی تھی مجھے نہیں پتہ تھا میرے ساتھ کیا ہوا میں جلدی سے جھکی اور اپنے ہونٹ اس لڑکے کی شہہ رگ پر رکھ دیئے اور لپ شپ خون پینے لگی خون پینے میں اتنی محو ہوئی کہ مجھے لڑکی کے بارے میں بھی یاد نہ رہا خوب سیر ہو کر خون پینے کے بعد اٹھ کر دیکھا تو مجھے لڑکی کہیں دکھائی نہ دی تو میں گھبرا گئی اور خوف محسوس کرنے لگی میرے دل میں دو خیالات یکدم سر اٹھانے لگے ایک یہ کہ میں گھر کیسے جاؤں گی دوسرا یہ کہ میرے ہاتھوں ایک انسان بھی قتل ہو چکا ہے۔

کہاں ہو میرے سامنے آؤ مجھے اس کا نام بھی معلوم نہ تھا میں اسے کس نام سے پکاروں اسی گھبراہٹ میں میری نظر پھر لاش پر پڑی تو بری طرح چونکی جس جگہ لاش پڑی تھی وہاں زمین شق ہو رہی تھی اور لاش از خود اس شق زمین کے شگاف میں گر گئی پھر زمین آپس میں مل گئی میں نے دیکھا کہ وہاں اب خون اور لاش کو نام و نشان نہ تھا پھر

میرے دماغ پر بوجھ پڑنے لگا اور غبار چھانے لگا میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا ذرا دیر بعد غبار چھٹا تو میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو اسی طرح بارش ہو رہی تھی گھبراہٹ ایک لازمی امر تھا میں اپنے کمرے کے ٹیرس پر تھی بارش اسی طرح ہو رہی تھی میں دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی اور آئینے کے سامنے کھڑی ہو گئی تو یہ سب تمہارا وہم تھا۔

عائشہ نے پوچھا نہیں عائشہ ایسا نہیں ہے آئینے میں میں نے دیکھا کہ میرے کپڑے پانی سے شرابور ہیں اور منہ خون لتھڑا ہوا ہے میں فوراً باتھ روم کی طرف بھاگی اور جلدی جلدی نہا کر کپڑے بدل کر اپنے بیڈ پر لیٹ گئی تجسس عروج پر تھا پھر میری زندگی ایک نئے ڈگر پر چل نکلی جس کا ڈیڈی کو کچھ علم نہ تھا لیکن ایک دن پھر آدھی رات کو جب طوفانی بارش کی آواز سنائی دی اور میری آنکھ کھل گئی تو میں نے اپنے وجود میں عجیب سی بے کلی محسوس کی بارش کی سنسناتی آواز مجھے پاگل کر رہی تھی مجھے بری طرح خون طلب محسوس ہونے لگی میں گھبرا کر باہر لان میں نکل آئی ہر طرف سناٹا طاری تھا لیکن میرے قدم جیسے میرے اختیار میں نہ تھے۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ مجھے اپنے عقب میں اسی لڑکی کی آواز سنائی دی میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ لڑکی سامنے کھڑی تھی اس لڑکی نے اپنا ہاتھ بڑھایا میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا پھر ہم آج اسی جگہ پر تھے۔ وہاں آج بھی ایک انسان موجود تھا لیکن پھڑ پھڑا رہا تھا لڑکی نے پھر شہہ رگ کاٹی چاقو سے میں نے اس دن کی طرح اپنا منہ اس کی شہہ رگ پر رکھ دیا فارغ ہوئی سر اٹھایا تو پھر وہی سب کچھ ہوا میں اپنے لان میں کھڑی تھی میری زبان خون کے نمکین ذائقے کی تصدیق کر رہی تھی اب تو یہ معمول بن گیا تھا کہ جب بارش ہوتی تو وہ لڑکی آجاتی لیکن جب بارش نہ ہوتی تو وہ لڑکی نہ آتی ایک دفعہ تو طویل عرصے تک بارش نہ ہوئی تو میرا نشہ بری طرح ٹوٹنے لگا یہاں تک کہ میں اپنا ہی جسم بھنبھوڑنے لگی مجھے کچھ سمجھ نہ آیا اسی عالم میں میں نے گاڑی نکالی اور بنا کسی سمت کا تعین کیئے چل پڑی اور بلاوجہ سڑکوں پر گاڑی دوڑانے لگی میں ایک ویران سڑک پر پہنچی تو وہاں ایک لڑکے نے لفٹ مانگی جو میں نے کسی بے فکری کے بغیر دے دی رستے میں معلوم ہوا وہ مزدور ہے اور واپسی گھر جا رہا تھا بٹوا گم ہوا تو مجبوراً لفٹ لینا پڑی اس کا گھر زیادہ دور نہ تھا اس نے مجھے چائے کی دعوت دی جو میں نے بخوشی قبول کر لی وہ تھوڑا پریشان ہو گیا کیونکہ اس نے مجھ سے اخلاقاً پوچھا تھا ہم دونوں اندر چلے گئے اس نے مجھے ایک کمرے میں چارپائی پر بٹھایا اور خود لینے چلا گیا۔

میں نے کمرے کا جائزہ لیا تو وہاں مجھے چھریاں پڑی نظر آئیں پھر وہ واپس آ گیا میں چھریاں ہاتھ میں لے کر چیک کرنا شروع کر دیں اور اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا اس نے کہا یہ میں کبھی کبھی عید پر قصائی والا کام بھی کرتا ہوں وہ لڑکا بہت صحت مند تھا اس سے بہتر شکار کیا ہو سکتا تھا میں نے ایک دم پلٹ کر اس پر چھری کا وار کیا جو سیدھا اس کی گردن پر ہوا وہ گر کر تڑپنے لگا اس کی آنکھوں میں حیرانی تھی میں منہ اس کی گردن پر رکھ دیا اور غٹا غٹ خون پینے لگی مجھے اپنے آس پاس کی کوئی خبر نہ تھی یہ میرا پہلا قتل تھا جو میں نے اپنے ہاتھوں سے کیا تھا خون پینے سے فارغ ہو کر میں نے اس کے کپڑوں سے جلدی جلدی منہ صاف کیا اور گاڑی میں بیٹھ کر واپس آگئی اس رات ایک اور واقعہ ہوا جس نے مجھے مکمل کود اعتماد اور مافوق الفطرت خون آشام بنا دیا محسن نے فیصلہ کیا کہ وہ چلہ کل رات کرے گا آج کی رات وہ آرام کرے گا رات کا کھانا کھا کر محسن جلدی ہی سو گیا رات کا پتہ نہیں کون سا پہر تھا جب محسن کی آنکھ کھلی کمرے میں گھپ اندھیرا تھا محسن رات کو لائٹ بند کر کے سوتا تھا محسن کو کمرے میں کسی ذی روح کی موجودگی کا احساس ہوا محسن ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا اس نے چاروں طرف غور سے دیکھا اسے ایک جانور کا ہیولہ نظر آیا اسی وقت اس کی غراہٹ ابھری اور نیلے رنگ کی روشنی کمرے میں پھیلتی چلی گئی محسن نے دیکھا کہ ایک سیاہ رنگت کا جانور جس کی شکل سور اور کتے کی پیوند کاری معلوم ہوتی تھی شعلہ بار نظروں سے دیکھنے لگا محسن کے

پورے بدن میں خوف کی لہر دوڑ گئی جانور کا منہ کھلا اور بھدی آواز سنائی دی۔

تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم زرکاش قبیلے کی رانی کو تم چھو بھی نہیں سکتے آخر کار اس نے لوٹ کر آنا ہے ہمارے قبیلے میں تم کون ہو محسن اب تھوڑا سا سنبھل گیا تھا میں ان کا ایک پجاری ہوں۔

دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ محسن نے غصے سے کہا ایک دم اس درندے نے اپنی دونوں ٹانگیں اٹھا کر حملہ کرنا چاہا لیکن جیسے ہی محسن کے جسم کو مس ہوئی وہ جانور چیختا ہوا غائب ہو گیا جیسے کسی نے اس کی ٹانگیں جلا دی ہوں محسن نے شکر کیا کہ وہ جانور بھاگ گیا باقی پوری رات جاگتے ہی گزر گئی دوسرے دن محسن چلے کی تیاری کر کے چلے والی جگہ پہنچ گیا محسن نے ایک پرانی قبر ڈھونڈی کیونکہ بابا نے کہا تھا پرانی قبر کے سر والی سائیڈ پر کھڑے ہو کر کرنا ہے پہلے تو محسن کو قبرستان کا سناٹا دیکھ کر بہت ہی خوف آیا جیسے ابھی قبر سے مردے باہر آ جائیں گے پھر محسن نے ہمت کی کیونکہ اس کے گلے میں بابا کا دیا ہوا تعویذ تھا محسن نے آیت الکرسی کا ورد کر کے اپنے گرد دائرہ لگایا اور ایک ٹانگ پر کھڑا ہو گیا اور چلے والا ورد پڑھنے لگا پہلے پانچ منٹ تو آرام سے گزر گئے۔

محسن آنکھیں بند کئے ہوئے ورد کر رہا تھا کہ ایک دھماکے کی آواز سنائی دی اور محسن اپنی جگہ سے لڑکھڑا گیا محسن کا دوسرا پاؤں نیچے لگنے والا تھا کہ محسن نے اپنا توازن ٹھیک کیا اور آس پاس دیکھا تو کچھ بھی نہیں تھا محسن نے دوبارہ آنکھیں بند کیں اور ورد کرنے لگا کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ محسن کو چیخ سنائی دی بہت بھیانک کان پھاڑ دینے والی آواز تھی محسن نے بے اختیار اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ دیا اور آنکھیں کھول دیں محسن نے دیکھا وہی بھیانک شکل والا جانور سامنے کھڑا ہے اور محسن کو گھور رہا ہے میں نے تمہیں روکا تھا کہ ہماری مہارانی کا پیچھا چھوڑ دو اب اپنے انجام کے خود ذمہ دار ہو گے۔

دفع ہو جاؤ یہاں سے محسن نے کہا پھر اس نے چیخ ماری تو ایسے لگا جیسے ٹنوں وزن کی کوئی چیز گھسیٹی جا رہی ہو محسن نے آس پاس دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا محسن کی ایک دم سامنے نظر اٹھی ایک بہت بڑا اژدھا بہت تیز رفتاری سے آ رہا تھا محسن کو ڈر کی وجہ سے پسینہ آ رہا تھا محسن بھاگنے ہی لگا تھا کہ وہ اژدھا دائرے سے ٹکرا گیا اور غائب ہو گیا محسن نے خدا کا شکر ادا کیا محسن نے آنکھیں بند کیں، اور ورد شروع کر دیا۔

محسن کے آخری پندرہ منٹ رہتے تھے کہ ایک دم زلزلہ آنا شروع ہو گیا محسن نے خود کو بہت سنبھالا لیکن اب مشکل ہو رہا تھا محسن کا پاؤں زمین پر لگنے والا تھا کہ اس کی نظر گھڑی پر پڑی آخری دو منٹ رہ گئے تھے اس نے فٹا فٹ خود کو سنبھالا محسن کی نظر جب اوپر اٹھی تو اس نے دیکھا روشنی کا ایک طوفان تھا جو لہروں کی صورت میں اس کی طرف آ رہی تھی وہ ابھی کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ بھاگ جاؤں لیکن دیر ہو چکی تھی وہ بہت قریب آ چکی تھی محسن نے اپنے دونوں ہاتھ سامنے کیئے محسن کو جھٹکا لگا اور وہ لہریں محسن کے جسم میں جذب ہو گئیں اور محسن کو آواز آئی بولیں آقا کیا کر سکتا ہوں۔

محسن نے آس پاس دیکھا کچھ نظر نہ آیا پھر میں آپ کو وہاں نظر نہیں آؤں گا کیونکہ میں آپ کے دماغ میں ہوں اب آپ کی اجازت کے بغیر کوئی آپ کی سوچ نہیں جان سکتا اور میں آپ کو ہر چیز کا حل بھی بتا سکتا ہوں اور تم کیا سکتے ہو سب کچھ کر سکتا ہوں جو آپ کہیں سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ عائشہ اور وہ لڑکی کدھر ہے آقا وہ اس وقت ایک گھر میں ہیں اچھا یہ بتاؤ کیا عائشہ ٹھیک ہو سکتی ہے محسن نے امید بھرے لہجے میں کہا نہیں آقا وہ ٹھیک نہیں ہو سکتی آپ کو اسے ختم کرنا ہو گا اور ایک اہم بات آقا دوسری لڑکی کو اس کے قبیلے والے واپس لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ اب تک وہاں اس لیے نہیں گئی کیونکہ وہ دوسری لڑکی کو اس کی مرضی کے خلاف نہیں لے جا سکتے ورنہ آپ اسے کبھی ختم نہ کر سکتے۔

اچھا چلو چلتے ہیں ان کے پاس آقا آپ آنکھیں بند کریں میں آپ کو وہاں پہنچا دیتا ہوں لیکن وہاں آپ پھونک پھونک کر قدم بڑھانا ورنہ نقصان بھی ہو سکتا ہے

پہلے آپ کو اس لڑکی کو ختم کرنا ہو گا۔ بعد میں اپنی بیوی کو۔



عائشہ اور سانیہ کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ اک دم دھماکہ ہوا اور دھواں پھیل گیا اور سانیہ کو اپنی ہمشکل نظر آئی عائشہ کی تو حیرت سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں دونوں میں کوئی فرق نہیں تھا میں تم دونوں کو خطرے سے آگاہ کرنے آئی ہوں ہمشکل نے کہا کیسا خطرہ سانیہ نے پوچھا عائشہ کا شوہر آ رہا ہے اور اس کے پاس بہت ساری طاقتیں ہیں عائشہ کے بارے میں وہ سب کچھ جان گیا ہے اور تمہارے بارے میں بھی وہ تم دونوں کا خاتمہ کرنے آ رہا ہے روحانی طاقتیں اس کی مدد کر رہی ہیں تم دونوں میرے ساتھ قبیلے چلو تم دونوں وہاں محفوظ رہو گے نہیں ہم تمہارے ساتھ نہیں جائیں گی۔

عائشہ نے کہا وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تم جاؤ یہاں سے سانیہ نے بھی غصے سے کہا ہمشکل نے افسوس سے ان کی طرف دیکھا۔ اور کہا اگر میری ضرورت ہو تو مجھے بلا لینا باتو۔ تو۔ تو بول دینا میں آ جاؤں گی سانیہ کو وہ الفاظ فوراً سمجھ میں آ گئے ہمشکل چلی گئی۔



آقا ہمارا مقابلہ اس کی ہمشکل لڑکی سے بھی ہو سکتا ہے وہ ایک بہت بڑی اور گندی طاقت ہے کالی دنیا سے آئی قبیلے کی رانی کو بچانے اتنا کہہ کر بونا چپ ہو گیا تم چپ کیوں ہو گئے ہو کیا تمہارے پاس اس کا کوئی حل نہیں ہے آقا اس کو ختم کرنے کے لیے ہمیں اس کے بال کا ٹکر جلانے ہوں گے جو بہت مشکل کام ہے کیونکہ وہ چھلاوہ ہے کیا تم بھی اسے نہیں پکڑ سکتے پتہ نہیں آقا کوشش تو کرنی ہی ہے بہرحال چلو پھر چلتے ہیں ادھر ہی محسن ایک گھر میں کھڑا تھا جو اپنی بناوٹ کے لحاظ سے بہت خوبصورت تھا محسن کو کچھ آوازیں سنائی دیں۔

محسن نے اپنی بیوی کی آواز پہچان لی تھی وہ کمرہ ڈھونڈنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی تھی محسن کمرے کے اندر چلا گیا آپ یہاں عائشہ سکتے کی حالت میں دیکھ رہی تھی دوسری لڑکی بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی ہاں میں ہی ہوں سانیہ بھی حیران کھڑی تھی یہ کون ہے اور عائشہ ایسے کیوں دیکھ رہی ہے عائشہ یہ کون ہے عائشہ نے کوئی جواب نہ دیا سانیہ نے پاس آ کر عائشہ کو جھنجھوڑا تو عائشہ نے کہا یہ محسن ہے میرا شوہر۔

کیا سانیہ نے حیران ہو کر کہا۔ محسن نے اپنی طاقت سے پوچھا اب بتاؤ کیا کریں آقا میں آپ کو خنجر لا دیتا ہوں آپ اس سے اسے مار سکتے ہیں عام انسان کی طرح لیکن آقا جلدی کہیں اس کی ہمشکل نہ آ جائے ادھر سانیہ نے یہ سنا تو اسے لگا جیسے اس کی موت آ گئی ہے اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کرے ابھی وہ سوچ رہی تھی کہ اس کی زبان نے کچھ لفظ ادا کرنے شروع کر دیئے جب وہ منتر پڑھ رہی تھی تو اس نے دیکھا کہ محسن کے ہاتھ میں سنہری رنگ کا خنجر آ چکا تھا اور وہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا محسن نے خنجر مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو سانیہ نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں۔

جب سانیہ نے آنکھیں کھولیں تو منظر بدلا پڑا تھا محسن نیچے گرا تھا خنجر ابھی تک اس کے پاس اور سانیہ کی ہمشکل اس کے پاس کھڑی مسکرا رہی تھی جبکہ عائشہ پریشان محسن کو دیکھ رہی تھی ہمشکل نے سانیہ کو کہا میں نے تمہیں کہا تھا خطرہ ہے لیکن تم نے میری بات نہ مانی محسن خنجر لے کر سانیہ کے قریب چلا گیا اور اس نے خنجر مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ اسے چکر آیا اور وہ نیچے گر گیا۔ اور بونے کی آواز آئی۔

آقا وہ آ گئی ہے آپ جس کا کہا ہے میں نے آپ فکر نہ کریں آپ بس لیٹے رہیں میں اس کے بال لانے کی کوشش کرتا ہوں اس کو لگ رہا ہے آپ پر اس کا وار ابھی کام کر رہا ہے وہ بے فکر کھڑی ہے ہم اس کے بال آسانی سے کاٹ سکتے ہیں اب محسن کو بونے کی آواز نہیں آ رہی تھی محسن دم سادھے لیٹا رہا ہمشکل جو کہ بڑی بے فکر سے کھڑی تھی ایک دم گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی پھر ایک جگہ محسن کے قریب اس کی نظر ٹک گئی۔

تم معمولی بونے میرے بال نہیں لے جا سکتے واپس کرو میرے بال اتنے میں بال بونے نے محسن کے ہاتھ پر

"جنون"

تحریر = راؤ محمد یونس ناز

ڈاکٹر جنید اپنی لیبارٹری میں انسان کو بڑھاپے سے نجات دلانے کے لیے ایک تجربے میں مشغول تھا یہ تجربہ اب آخری مراحل میں تھا چند ہی دنوں میں دنیا سے بڑھاپا غائب ہونے والا تھا اب صرف فارمولا نمبر03 کی کمی تھی یہ فارمولا ملک کے شمالی علاقہ میں (پونا گڑھ) کے ایک کئی سو صدی پرانے کنوئیں میں سنہری چمگادڑوں Golden.bats کے خون کے سیل میں پایا جاتا تھا۔ اس کنوئیں کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ بدروحوں، جن بھوت پریت آسیبی مخلوق کا مسکن ہے رات کے وقت اس کنوئیں کے دھانے سے پراسرار، روشنیاں نکلتی ہیں بہت سے ملکی و غیر ملکی آدمیوں نے اس راز کو افشاء کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے جس نے بھی کنوئیں میں اترنے کی کوشش کی اپنی موت کو للکارا، سنہری چمگادڑیں Golden.Bats انا" فانا"، اس کا گوشت نوچ لیتی اور چند ہی منٹوں میں ہڈیوں کا پنجر بنا دیتی اس کنوئیں کے ارد گرد انسانی و حیوانی ڈھانچے کافی تعداد میں بکھرے پڑے ہیں اس علاقے کو ڈینجر قرار دے دیا گیا ہے کبھی یہ ہی علاقہ سیاحوں کا مرکز تھا لیکن اب صورتحال اس کے برعکس تھی اب اس علاقے میں انسان تو کیا چرند پرند بھی نظر نہیں آتے، لیکن قدرتی دولت سے یہ علاقہ اب بھی مالا مال ہے۔ پھل دار، اور چنار کے درختوں اور چھوٹی بڑی پہاڑیوں آبشار، ندی، نالے اور جھیلوں کے، نیلے اور سنہری پانی سے اپنی کشش برقرار، رکھے ہوئے ہے ڈاکٹر جنید مجھ سے عمر میں (2) سال بڑا تھا، بلا کا ذہین تھا ڈاکٹر جنید نے امریکہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن میں سائنس کی دنیا میں قدم رکھا میں نے اپنی تعلیم لندن سے حاصل کی اور ڈاکٹر جنید کے ساتھ ہی سائنس کی پراسرار دنیا میں داخل ہو گیا ڈاکٹر جنید کا اور میرا نت نئے تجربے کرنے کا مشغلہ بن گیا تھا مجھے آج جمال پور میں آئے ہوئے دوسرا روز تھا میرے ساتھ میری بہن سحرش بھی تھی ہم جمال پور کے وڈیرے رئیس کرم داد کی حویلی میں ٹھہرے ہوئے تھے حویلی کچھ خاص نہیں تھیں بس عام سی تھی رئیس کرم داد بھی نیک پارسا پانچ وقت کا نمازی تھا شام کے 4 بج رہے تھے میں اور میری پیاری بہن سحرش باغ میں بیٹھے جو کہ حویلی کی 4 دیواری کے اندر تھا موسم سے لطف اندوز ہو رہے تھے موسم خوشگوار تھا، اچانک موبائل، فون کی گھنٹی بجی سحرش نے فون اٹینڈ کیا، ہیلو مسٹر سحرش اسپیکنگ، دوسری طرف سے ڈاکٹر جنید کی بھاری آواز سنائی دی سحرش کیسی ہو ٹھیک ہو ناں؟ امید ہے معلومات مکمل کرلی ہو گی؟ سحرش نے پر مسرت لہجے میں کہا، جی سر کام مکمل ہے، اور پھر گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے بولی اب شام کے 4 بج رہے ہیں ہم تقریبا" 8 بجے تک پہنچ جائیں گے ڈاکٹر جنید نے میرے بارے میں پوچھا؟ سحرش ڈاکٹر نزاکت صاحب کدھر ہیں

سحرش نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا" وہ میرے قریب ہی کھڑے ہیں یہ لیں ان سے بات کریں اور پھر فون میرے ہاتھ میں تھما دیا" ہیلو ڈاکٹر صاحب؟ دوسری طرف سے آواز سنائی دی ڈاکٹر نزاکت صاحب جلدی پہنچنے کی کریں میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں میں نے کہا، رائٹ سر ہم ابھی پہنچتے ہیں اور پھر رابطہ منقطع ہو گیا ہم نے رئیس کرم داد سے واپس جانے کی اجازت لی سب سے ملنے کے بعد اپنی جیپ میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے جمال پور، پونا گڑھ سے مغرب کی طرف 10 کلو میٹر کے فاصلے پر تھا اور گولڈن پلازہ پونا گڑھ سے مشرق کی طرف 20 کلو میٹر کے فاصلے پر سرسبز پہاڑوں کے درمیان آبادی سے الگ تھلگ پر سکون ماحول میں واقع تھا جمال پور سے گولڈن پلازہ کی طرف (2) سڑکیں جاتی تھیں ایک سڑک پونا گڑھ کے درمیان سے جبکہ دوسری سڑک بالکل قریب سے نکلتی تھی یہ سارا علاقہ پہاڑی تھا ہماری گاڑی باہر والی سڑک پر دوڑی جا رہی تھی بل کھاتی سڑکیں اوپر سے نیچے دائیں سے بائیں پر خطر پہاڑیوں پر ایسے محسوس ہو رہا تھا نجانے یہ سفر ختم ہو گا بھی یا نہیں نجانے یہ احساس میرے دل میں کیوں پیدا ہوا تھا شام کے سائے پھیلتے جا رہے تھے کہ اچانک ڈرائیور سائیڈ والا بیک سائیڈ ٹائر دھماکے سے پھٹ گیا دائیں اور بائیں سائیڈ پر گہری کھائی تھی گاڑی کھائی میں گرتے ہوئے بال بال بچی یہ تو اچھا ہوا جیپ کی رفتار تھوڑی تھی، موت کا تصور کرتے ہوئے جسم میں خوف کی جھرجھری سی ہو گئی وہ بھی بھیانک موت خیر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم موت کے منہ میں جاتے جاتے بچ گئے وہیل کھول کر اسٹپنی دوسرا وہیل فٹ کیا ایک نظر گھڑی کی طرف ڈالی 6 بج رہے تھے دوبارہ سفر کا آغاز کیا کار سحرش چلا رہی تھی آہستہ آہستہ رات کی سیاہی نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا کار کی ہیڈ لائیٹس روشن کر دی گئی وسیع و عریض رقبے پر پھیلا ہوا پہاڑی سلسلہ رات کی تاریکی میں پہاڑ ہیولے کی طرح نظر آ رہے تھے تقریبا" پونے سات۔ بجے کا وقت تھا ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا سحرش خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی میری نظریں سامنے سڑک پر لگی ہوئی تھی یہ کافی دشوار موڑ تھا دائیں طرف ٹن کر کے چڑھائی شروع ہو جاتی تھی موڑ خیر خیریت سے کٹ گیا اب گاڑی چڑھائی پر دوڑی جا رہی تھی کہ اچانک ڈرائیور سائیڈ والا ڈبیل کھل گیا بائیں طرف پہاڑ تھا جبکہ دائیں طرف سنگلاخ گہرائی تھی جیپ لڑکھڑاتی ہوئی ہماری خوف میں دبی ہوئی چیخوں کے ساتھ گرتی چلی گی جیپ کی چھت پتھروں سے ٹکرائی ہماری چیخوں سے گنجان پہاڑیاں گونج کر رہ گی خوف اور دہشت کی وجہ سے میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا جب مجھے ہوش آیا میں گاڑی سے باہر پڑا تھا۔ سانس لینے کی کوشش کی ایسے محسوس ہوا جیسے کہ پھیپھڑے کام کرنا چھوڑ گئے ہوں۔

پورے جسم میں درد کی لہریں اوپر سے نیچے آ رہی تھی ایک نظر گاڑی کی طرف ڈالی جیپ کے گرد ایک کالا سا ہیولا گھوم رہا تھا جیپ کی حالت ایسے تھی جیسے کسی مشین میں ڈال کر پریس کر دیا ہو اچانک سحرش کا خیال آیا سحرش کا خیال آتے ہی میرے دل میں طرح طرح کے خیالات گردش کرنے لگے میں اپنی تمام قوت یکجا کر کے کھڑا ہو گیا جیسے ہی میں کھڑا ہوا وہ کالا سا ہیولا بھی غائب ہو گیا میں نے اپنے جسم کو ہلا جلا کر چیک کیا جسم بالکل صحیح تھا بس پیشانی پر پتھر یا جیپ کی باڈی لگنے سے زخم ہو گیا تھا۔ جب میں جیپ کے قریب پہنچا اندر سحرش موجود نہ تھی۔ اب میری آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہو گئی تھیں تھوڑی سی تلاش کے بعد جیپ سے 10 گز کے فاصلے پر سحرش اوندھے منہ خون میں لت پت گری ہوئی مل گئی۔ میں نے جلدی سے سحرش کو سیدھا کیا اور نبض چیک کی مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا ہو سحرش مر چکی تھی۔ میری کل کائنات سحرش مجھے تنہا چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملی تھی۔ میرے ممی اور ڈیڈی ایک فضائی حادثے میں مجھے سحرش اور ڈاکٹر جنید کو اکیلا چھوڑ گئے تھے اور اب میری پیاری بہن بھی ہمیں اکیلا چھوڑ گئی میری آنکھوں میں آنسوؤں کا طوفان امڈ آیا تھا میں کافی دیر تک دھاڑیں مار مار کر روتا رہا آخر کار میں نے اپنے دل کو سنبھالا میرے پاس اور چارا بھی کیا تھا سوائے دل کو سنبھالنے کے میں نے اپنے بوٹ میں فٹ جدید چھوٹے سے موبائل فون کو نکالا اور (گولڈن پلازہ) ڈاکٹر جنید کو آگاہ کیا۔ کچھ ہی دیر بعد ڈاکٹر جنید ہیلی کاپٹر لیکر پہنچ گیا نزدیک ہی ہموار جگہ پر ہیلی کاپٹر اتار لیا گیا۔ ہیلی کاپٹر کے پروں کی ہوا نے سوکھے پتوں اور مٹی کا گرد و غبار سا کھڑا کر دیا تھا کچھ ہی دیر بعد پروں کی رفتار میں کمی ہوئی ہیلی کاپٹر کی ایمر جنسی لائٹس روشن کر دی گئی طاقتور بلبوں کی روشنی نے دن کا سماں سا پیدا کر دیا تھا۔ ڈاکٹر جنید دوڑتا ہوا ہمارے قریب پہنچا اور سحرش سے لپٹ کر رونے لگا میرا دل کر رہا تھا میں بھی زور زور سے روؤں، لیکن میرے آنسو خشک ہو چکے تھے۔ میں نے ڈاکٹر جنید کو سحرش سے علیحدہ کیا ڈاکٹر جنید کی حالت پاگلوں کی سی ہو گئی تھی۔ ہم دونوں نے سحرش کے مردہ جسم کو اٹھا کر ہیلی کاپٹر میں رکھا تقریبا" 20 منٹ میں گولڈن پلازہ پہنچ گئے۔ ہیلی کاپٹر نیچے اتارا گولڈن پلازہ کا عملہ پہلے ہی سے منتظر کھڑا تھا، ہر آنکھ اشکبار تھی۔ سحرش کو آہوں اور سسکیوں میں سپرد خاک کیا۔ اور تیسرے ہی دن ڈاکٹر جنید حرکت قلب بند ہونے سے انتقال فرما گیا ایک زخم ابھی مٹا نہیں تھا دوسرا زخم مل گیا تھا میری دنیا اندھیر ہو چکی تھی میں نے صبر اور حوصلے سے کام لیا وقت اپنی رفتار سے محو پرواز رہا۔ آج 2 ماہ ہو گئے ہیں گولڈن پلازہ کا مکمل کنٹرول میں نے سنبھال لیا ہے۔

گولڈن پلازہ 25 ایکڑ رقبے میں پھیلا ہوا تھا جسکی اہم پریکٹیکل لیبارٹریز انڈر گراؤنڈ بنائی گئی تھی، رہائش کے لئے کنکریٹ کی امریکن ڈیزائن کوٹھی، (گولڈن پلازہ پہاڑیوں کو تراش کر بنایا گیا تھا) چار دیواری 20 فٹ اونچی اور دیواروں پر (11000) وولٹ بجلی کی ننگی تاریں نکائی گئی تھی کنکریٹ کے مورچوں میں چاک و چوبند ایل ایم جی 20 (L.M.G.20) گنوں سے مسلح سیکورٹی گارڈز پہرے پر معمور تھے۔ اور مزید برطانوی نسل کے کتے بھی رکھے گئے تھے گولڈن پلازہ کا دفاعی حصار ایک ناقابل تسخیر حصار تھا ہر طرح کے فضائی حملے سے نپٹنے کے لیے۔ زمین سے فضا میں مار کرنے والے ایم، ٹی، سیونٹی میزائل (M.T.70) نصب تھے۔ اور طاقتور ریڈائی لہروں کے حامل ریڈار پر چاک و چوبند عملہ بغیر آنکھ جھپکائے بیٹھا تھا ریڈار کی کمپیوٹر سکرین پر کروز میزائل کو بھی آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا، کروز میزائل دیکھنے کی ٹیکنالوجی صرف ہمارے پاس تھی گولڈن پلازہ جس کا اصل نام جے جے پی (JJP) جس کا بانی اور تخلیق کار ڈاکٹر جنید وکڑی تھا۔ ہم نے ایسی ادویات بنائی تھیں صرف میں این سی ایس (N.C.S) کیپسول کے بارے میں بتاؤں گا اس میں کیا خوبی اور صلاحیت تھی (N.C.S) کیپسول کھاتے ہی آدمی غائب ہو سکتا تھا اور دل میں دوبارہ تصور کرتے ہی ظاہر ہو

سکتا تھا ایسی بہت سی حیرت انگیز جادو اثر ادویات بنائی تھی ہمارا ارادہ تھا کہ یہ تمام ادویات سن 2000 ہزار میں متعارف کروائی جائیں چنانچہ میں نے ڈاکٹر جنید کے ادھورے مشن کو مکمل کرنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ میں گہری سوچ میں غرق تھا کہ آیا سنہری چمگادڑوں کو کیسے حاصل کیا جائے میرے ذہن میں پروفیسر رضوان کے بارے میں خیال آیا کیوں نہ پروفیسر رضوان کی مدد لی جائے پروفیسر رضوان نوری علم کا ماہر تھا بہت سے جن بھوتوں کو اپنے قبضے میں لے رکھا تھا پروفیسر رضوان کا فون نمبر مجھے معلوم نہیں تھا پروفیسر کے پاس فون کرنے کے لیے اپریٹر روم کی طرف چل دیا میرے کوٹ پر لگے ڈیجیٹیل آٹومیٹک ریموٹ سے سگنل نکل کر اپریٹر روم کے دروازے سے ٹکرائے کمپیوٹرائز دروازے کلک کی آواز سے کھلتے چلے گئے اور اندر داخل ہوتے ہی خود بخود بند ہو گئے میرے پی اے (P.A) ارشد قریشی نے کھڑے ہو کر سلام کیا میں نے پروفیسر رضوان کے آفس کا ٹیلی فون نمبر ملانے کو کہا P.A ارشد قریشی نے کمپیوٹر پر ٹیلی فون ڈائریکٹری میں سے نمبر دیکھنے کے بعد فون ملایا۔ ایک ریسیور میں نے اپنے کان سے لگا لیا' پہلی رنگ میں، پروفیسر رضوان نے فون کا ریسیور اٹھایا ریسیور کے ہیڈ فون میں سے پروفیسر کی آواز ابھری' ہیلو پروفیسر رضوان اسپیکنگ؟ میں گولڈن پلازہ سے ڈاکٹر نزاکت وکڑی کا P.A بول رہا ہوں بات کریں؟ ہیلو؟ پروفیسر صاحب کیا حال ہیں آپ کے؟ دوسری طرف سے پروفیسر کی پر مسرت آواز آئی ڈاکٹر صاحب اللہ تعالیٰ کی کرم نواز ہے آپ سنائیں آپ کا کیا حال ہے میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ہے پروفیسر صاحب آپ جلدی سے گولڈن پلازہ پہنچیں بقایا باتیں یہیں پر بیٹھ کر کریں گے۔

آپ سے ضروری کام ہے جتنا بھی جلدی ہو سکے پہنچنے کی کریں دوسری طرف سے حیران کن اور تجسس بھری آواز آئی اوکے' رائٹ سر؟ میں نے گھڑی کی طرف دیکھا گھڑی دن کا ایک بجا رہی تھی۔ ٹائم بہت ہی کم تھا میں تیزی سے اپریٹر روم سے باہر نکل آیا مختلف راہداریوں اور کمروں سے ہوتا ہوا لفٹ کے ذریعے زیر زمین (P.C.L) لیبارٹری میں آگیا یہاں پر تجربے کا کام جاری تھا میں نے کچھ دیر ہر چیز کا بغور جائزہ لیا (P.C.L) لیبارٹری سے نکل کر کچھ ہی فاصلے پر دائیں طرف اپنے قدم بڑھا دیئے۔ کنٹرول روم کے دروازے پر ایک سیکورٹی گارڈ لیزر گن سے مسلح کھڑا تھا۔ گارڈ نے مجھے اپنی طرف آتا دیکھ کر سلیوٹ کیا کنٹرول روم کا آٹومیٹک دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا کنٹرول روم کے اندر مختلف قسم کے رنگ برنگے بلب جل بجھ رہے تھے ہر بلب کے نیچے ایک والیم اور بٹن لگا ہوا تھا دوسری طرف دیوار پر چھوٹے بڑے لیور اور گیز میٹر لگے ہوئے تھے میں نے والیم نمبر1 اور والیم نمبر7 کو سیٹ کرنا شروع کیا اب سرخ بلبوں نے تیزی سے جلنا بجھنا شروع کر دیا تھا یہی عمل والیم نمبر2 اور والیم نمبر 10 پر دھرایا اور کچھ وقفے کے بعد دائیں اور بائیں سائیڈ کے لیوروں کو اوپر کیا اب گیز میٹر کی سوئیوں نے تھرتھرانا شروع کر دیا تھا اور آہستہ آہستہ سوئیوں نے اوپر اٹھنا شروع کر دیا' گیز میٹر کی سوئی جیسے ہی (10.k.m) پر پہنچی یک دم لیوروں کو ڈاؤن کر دیا لیزر شعاعوں کی رینج (3.k.m) سے بڑھا کر (10.k.m) کر دی تھی ہر قسم کا ہتھیار اس رینج میں آتے ہی ناکارہ ہو جاتا تھا ہر چیز کا بغور معائینہ کیا سب چیزیں اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک کام کر رہی تھیں ہر طرف سے مطمئن ہو کر جب میں کنٹرول روم سے باہر آیا ایک ربوٹ پہلے ہی سے منتظر کھڑا تھا ربوٹ کے مصنوعی اسٹیل کے ہونٹوں میں لرزش پیدا ہوئی سر پروفیسر صاحب فریشنگ روم میں آپکا انتظار فرما رہے ہیں۔ میں نے کہا؟ رائٹ میں آتا ہوں؟ اور پھر ربوٹ واپس آگیا کھلی فضا میں تازہ سانس لیا فریشنگ روم کے دروازے پر پہنچ کر دروازے پر دستک دی اور اندر داخل ہو گیا۔ پروفیسر صاحب آنکھیں بند کیے صوفے پر بیٹھے تھے مجھے اندر آتا دیکھ کر کھڑے ہو گئے میں نے پروفیسر کے ساتھ مصافحہ کیا اور ہم دونوں صوفے پر بیٹھ گئے حال احوال لینے کے بعد مشروب کا دور چلا میں پروفیسر کو ساتھ لیکر لفٹ کے ذریعے نیچے لائبریری میں آگیا لائبریری مختلف کتابوں سے بھری پڑی تھی ایک طرف ایک گول میز رکھی ہوئی تھی میز کے ارد گرد کرسیاں ترتیب سے رکھی ہوئی تھی میں نے پروفیسر کو کرسی پر بیٹھنے کا ہاتھ سے اشارہ کیا اور خود میں کتابوں کی سیف کی طرف بڑھتا چلا گیا میں نے سیف کا شیشہ ایک طرف کر کے اس میں سے ایک موٹی سی سرخ جلد کی کتاب نکالی'

میں پروفیسر کی سوالیہ نظروں کو دیکھتا ہوا ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا کچھ دیر خاموشی رہی اور پھر میں نے بولنا شروع کیا پروفیسر صاحب لگتا ہے آپ کچھ سوچ رہے ہیں؟ پروفیسر نے جواب میں سر ہلا دیا پروفیسر صاحب اس کتاب کے لیے آپ کو بلایا ہے؟ پروفیسر نے پریشان سے لہجے میں پوچھا؟ میں مطلب سمجھا نہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں میں نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور پھر بولنا شروع کیا پروفیسر صاحب پہلے آپ اس کتاب پر یہ لکھا ہوا نام پڑھیں اور پھر میں نے کتاب کا منہ پروفیسر کی طرف کر دیا کتاب پر موٹے حروف میں لکھا ہوا تھا (پراسرار کنواں) پروفیسر اچھل کر ایسے کھڑا ہو گیا جیسے کسی سانپ نے کاٹ لیا ہو' اور منہ سے بے اختیار نکل گیا خونی پراسرار کنواں اور پھر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا پروفیسر نے کتاب میرے ہاتھ سے اچک لی تھی میری طرف سوالیاں نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا یہ آپکو کیسے ملی؟ میں نے مختصر جواب دیتے ہوئے کہا اس کے بارے میں بھی بتا دوں گا میں نے پروفیسر کے ہاتھ میں سے کتاب لے لی اور پھر میں بولا اس مشن کو مکمل کرنا ہے بس آپکی مدد کی ضرورت ہے؟ پروفیسر نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا ڈاکٹر صاحب مجھے بھی اس کنوئیں کی بدروحوں اور دوسری مخلوق سے ملنے کا بہت شوق ہے میرے پاس ایسے عمل ہیں جن سے میں ان کو اپنے قبضے میں لے سکتا ہوں میں خوشی سے میز پر مکا مارتے ہوئے بولا بہت خوب اسی لیے تو آپ کو منتخب کیا ہے ہم دونوں نے کتاب کا مطالعہ کیا کافی دیر تک پلاننگ (Planing) بنتی رہی آخر کار صبح پانچ بجے کا پراسرار کنواں جانے کا ٹائم طے پایا رات کے آٹھ بج رہے تھے پروفیسر صبح 4 بجے آنے کا کہہ کر اپنے گھر روانہ ہو گیا اور میں خواب گاہ (Bad Room) میں آ کر خیالوں ہی خیالوں میں پلاننگ (Planing) بنانے لگا میں جلد ہی دنیا و مافیا سے بے خبر نیند کی وادیوں میں پراسرار کنوئیں کی تلاش میں نکل پڑا میں اب پونا گڑھ کی پہاڑیوں میں داخل ہو چکا تھا اور اب کنوئیں کے دھانے پر کھڑا تھا دھانے پر کھڑا کنوئیں کا بغور جائزہ لے رہا تھا میں نے ایک بڑے سے پتھر کے گرد موٹا رسہ باندھنا شروع کیا رسہ باندھنے کے بعد ایک سرا کنوئیں میں لٹکا دیا اور پھر میں نے رسے کے ذریعے کنوئیں میں اترنا شروع کر دیا۔ اچانک سنہری چمگادڑوں Golden. Bats. نے حملہ کر دیا میں اس اچانک حملے سے بوکھلا گیا اور رسے سے میرا ہاتھ چھوٹ گیا میری دلخراش چیخوں سے کنواں گونج کر رہ گیا۔ اس سے پہلے کہ موت مجھے اپنے بازوؤں میں تھامتی یک دم میری آنکھ کھل گئی میرا پورا بدن پسینے میں شرابور تھا دل بری طرح دھڑک رہا تھا ساتھ ہی رکھے پانی کے جگ میں سے پانی گلاس میں ڈال کر پانی ٹیبل پر رکھے ٹائم پیس کی طرف نگاہ ڈالی رات کے گیارہ بج رہے تھے نجانے پھر کس وقت نیند نے مجھے اپنی گود میں لے لیا۔ زوں زوں کی تیز اور بے سری آواز سے میری آنکھ کھل گئی کمرے کی لائٹ بند تھی کمرے میں ایک فٹ بال نما چیز اپنی بھیانک اور بے سری آواز نکالتی ہوئی کمرے کی دیواروں کے ساتھ چکر لگا رہی تھی اس ناگہانی آفت سے میں بوکھلا کر رہ گیا میں نے ریموٹ اٹھا کر ٹیوب لائٹ آن کی کمرہ روشن ہوتے ہی وہ فٹ بال نما چیز اب صاف دکھائی دے رہی تھی وہ ایک خوفناک شکل کی کھوپڑی تھی جو کہ مسلسل رکے بغیر گردش کر رہی تھی مجھ پر اس خوفناک کھوپڑی کی دہشت طاری ہو گئی تھی میری نظریں کھوپڑی کے گرد مسلسل چکر لگا رہی تھی اچانک کھوپڑی جھٹکا کھا کر رکی بیڈ سے کچھ فاصلے پر ہوا میں معلق ہو گئی اب زوں زوں کی آوازیں بھی آنا بند ہو گئی تھی میں حیران تھا کمرے میں کہیں داخل ہونے کی جگہ نہیں تھی یہ اتنی بڑی کھوپڑی کہاں سے داخل ہو گئی ابھی میں کشمکش و پیچ میں مبتلا تھا کہ اچانک کھوپڑی کی بے نور آنکھوں میں سے سبز رنگ کی شعاعیں نکلنا شروع ہو گئی میں نے ریوالور سے کھوپڑی پر گولی چلانا چاہی اس سے پہلے کہ میں ریوالور کا ٹریگر دباتا ایک بھیانک اور گرجدار آواز کمرے میں گونجی؟

خبردار تمہارا یہ کھلونا میرا کچھ بھی نہیں بگاڑے گا اس سے پہلے کہ میرا قہر تجھ پر نازل ہو اپنی زندگی اور موت کا پروانہ پڑھ لو اس کے بعد جو دل چاہے کرو میرے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر نیچے گر گیا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ اچانک کھوپڑی میں دوبارہ بجلی سی پیدا ہوئی کھوپڑی نے اپنا بے سرا راگ دوبارہ الاپنا شروع کر دیا کھوپڑی کے کان سے ایک سنہری رنگ کی چمگادڑ نمودار ہوئی اس کے پنجوں میں ایک سفید سا پرچہ دبا ہوا تھا جو کہ ان کے بقول میری زندگی اور موت کا پروانہ تھا بیڈ پر ڈال کر دوبارہ کھوپڑی کے کان میں داخل ہو گیا اور پھر اچانک کھوپڑی اپنا بے سرا راگ الاپتی ہوئی غائب ہو گئی کھوپڑی غائب ہوتے ہی میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور پھر میں نے پرچہ سیدھا کر کے پڑھنا شروع کر دیا جس کی تحریر کچھ یوں تھی مسٹر ڈاکٹر نزاکت وکڑی آپ حیران ہو رہے ہونگے یہ سب کیا چکر ہے؟ یہ چکر وکر نہیں ہے بس تمہاری غلطیوں اور نادانیوں کا نتیجہ ہے یہ ہی کھوپڑی تمہاری جان بھی لے سکتی تھی مگر نہیں تمہارے لیے یہ میری پہلی وارننگ ہے اس کے بعد □ تم خوب سمجھتے ہو کیا ہو گا؟ سنہری چمگادڑیں حاصل کرنا چاہتے ہو؟ ناممکن؟ ناممکن؟ ناممکن؟ بہتری اسی میں ہے سنہری چمگادڑوں کا خیال دل سے نکال دو۔ اس سے پہلے تمہارے والد کو

بہت شوق تھا سنہری چپگلوڑیں حاصل کرنے کا اور پر اسرار کنوئیں کے راز جاننے کا انجام دیکھ لیا اپنے ساتھ کتنی بے گناہ افراد کو بھی مروالیا۔ تمہاری پیاری اور لاڈلی بہن اور بھائی کو بھی بہت شوق تھا ان کا انجام بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہوگا؟ عقلمند کے لیے اشارہ ہی کافی ہے؟ اگر میری بیٹی تم پر دیوانہ' نہ ہوتی تو میں کب کا موت کا مزہ چکھا دیتا اسی کی وجہ سے ابھی تک میں رکا ہوا ہوں؟ کیوں اپنی جان کے دشمن بنے ہو سنہری چپگلوڑیں کیا ہیں؟ اور پر اسرار کنواں کیا ہے؟ اگر یہ سب تم جان جاؤ تو تمہاری سات پشتیں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھیں؟ اب یہ تم خود فیصلہ کروگے موت یا زندگی؟ آپ کا خیر اندیش یا پھر موت کا پھندا؟ نجونگ قبیلے کا سردار سردار زونگسان پر اسرار کنواں

خط پڑھتے ہی میرے دماغ میں آندھیاں سی چلنا شروع ہو گئی تھیں نجونگ قبیلہ میرے ماں باپ، بہن بھائی کا قاتل تھا میرا خون کھول اٹھا تھا اب میرے دل میں انتقام کی آگ لگ چکی تھی میں نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کیا میں پر اسرار کنوئیں کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا نجونگ قبیلے کے سردار سن لے میں اعلان کرتا ہوں ایک ایک کو بھون ڈالوں گا کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا مجھ پر جنون سا طاری ہو گیا تھا میں نجانے کیا کیا کہتا رہا میں ساؤنڈ پروف کمرے میں تھا اس لیے میری آواز باہر کسی کو سنائی نہیں دے رہی تھی جب میرا غصہ کچھ کم ہوا تو سوچنا شروع کیا جب انہوں نے تمہارے ممی ڈیڈی بہن اور بھائی کو مار ڈالا ان کے آگے تم کیا چیز ہو لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ میں ضرور کامیاب ہونگا جب تک میرے رب نے مجھے سانسیں بخشی ہیں مجھ سے دنیا کی کوئی طاقت چھین نہیں سکتی اس جذبے کے تحت اٹھا خط پھاڑ کر میں نے پرزے پرزے کر دیا نہانے کے لیے باتھ روم میں چلا گیا جیسے ہی پھوارے کا بٹن آن کیا باتھ روم میں اچانک اندھیرا چھا گیا اور پھر اچانک دوبارہ روشنی آگئی میں نے سوچا شاید بجلی چلی گئی تھی لیکن مجھے اس وقت حقیقت کا پتہ چلا جب اچانک پانی کی جگہ پھوارے سے خون نکل کر گرنا شروع ہو گیا میرا جسم گرم گرم خون سے نہا گیا تھا میں جلدی سے پھوارے کی رینج سے دور ہو گیا غسل خانہ خون سے بھر گیا خون کی کچھ کچی سی مہک سے مجھے متلی آنے کو ہو رہی تھی مجھ پر خوف اور دہشت طاری تھی میں نے بڑی مشکل سے پھوارے کے بٹن کو آف کیا دیکھتے ہی دیکھتے غسل خانے کے فرش سے خون ایسے غائب ہو گیا جیسے تھا ہی نہیں میں خوفزدہ غسل خانہ کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا میں نے ڈرتے ڈرتے اپنے دل کو سنبھالتے ہوئے اور خوف پر قابو پاتے ہوئے دوبارہ پھوارے کا بٹن آن کیا لیکن اب پانی بالکل صاف تھا میں نے جلدی جلدی نہا کر کپڑے بدلے کمرے میں کچھ دیر چہل قدمی کرتا رہا فریج سے دودھ نکال کر پیا دودھ پینے کے بعد دوبارہ بیڈ پر دراز ہو گیا۔ میرے ذہن میں عجیب و غریب خیالات گردش کر رہے تھے کہ اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی میں نے پہلی ہی رنگ میں رسیور اٹھالیا رسیور میں پروفیسر کی بھرائی ہوئی آواز ابھری ڈاکٹر نزاکت صاحب مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی ہے اس سے آگے اسکی زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی میں نے تجسس بھرے لہجے میں پوچھا؟ پروفیسر صاحب خیر تو ہے کیا ہو گیا ہے؟ کوئی ڈراؤنا خواب تو نہیں دیکھ لیا ہے؟ پروفیسر نے اپنی آواز کی لرزش پر قابو رکھتے ہوئے دوبارہ کہنا شروع کیا ڈاکٹر صاحب کوئی ڈراؤنا خواب نہیں دیکھا یہ سب حقیقت میں ہوا ہے میں نے پوچھا کیا ہوا ہے کچھ بتائیں بھی تو سہی؟ ڈاکٹر صاحب آپ جلدی میرے گھر پہنچنے کی کریں میری بیوی بچے؟ اس سے آگے اس کی زبان ساتھ نہ دے پا رہی تھی بڑی مشکل سے کہا ق ق قتل ہو گئے ہیں اس کے بعد رابطہ منقطع ہو گیا قتل کا لفظ سن کر میں چونک کر رہ گیا میں سوچ رہا تھا یہ سب کیسے ہوا؟

یہ سب کچھ جاننے کے لیے میں اپنی بلٹ پروف کار میں بیٹھ کر پروفیسر کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ باہر ہو کا عالم تھا ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا اندھیری رات تھی رات کے 2 بج رہے تھے جی ٹی روڈ پر کار فراٹے بھرتی جا رہی تھی سڑک سنسان پڑی تھی ٹریفک کا نام و نشان تک نہ تھا اب میں نے گاڑی K.L.P روڈ پر موڑ دی کار 90 کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑی جا رہی تھی پروفیسر کی کوٹھی K.L.P روڈ پر واقع ماڈل ٹاؤن میں تھی۔ میں 2 بجکر 45 منٹ میں ماڈل ٹاؤن پروفیسر کی کوٹھی پر پہنچ گیا کوٹھی کے باہر پولیس کی 2 گاڑیاں کھڑی تھیں 20.15 کے قریب آدمی کھڑے تھے۔ میں نے سب کے چہروں کی طرف دیکھتے ہوئے یہ بات نوٹ کی اندر کوئی اندوہناک واقع پیش آیا ہے سب کے چہرے خوف سے مرجھائے ہوئے تھے میں کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا اندر بھی کافی تعداد میں لوگ جمع تھے لان میں 3 تین چارپائیوں پر نعشیں پڑی تھی چارپائیوں کے نزدیک ہی پروفیسر غم سے نڈھال آسمان کی طرف نگاہ جمائے دیکھ رہے تھے۔ پروفیسر کی آنکھوں سے آنسوں نکل نکل کر اپنے نشان باقی چھوڑ چکے تھے' دائیں طرف پولیس کا عملہ کھڑا تھا میں نے پروفیسر کا کندھا پکڑ کر ہلایا پروفیسر کو شاید ابھی تک میرے آنے کا احساس نہیں ہوا تھا ایک دم چونک کر کھڑے ہو گئے پھر مجھ سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگا آج سے پہلے میں نے پروفیسر کو اتنا خوفزدہ کمزور اور گھبرایا ہوا نہیں دیکھا تھا پروفیسر کی یہ حالت دیکھ کر میرا دل بھر آیا' میں نے پروفیسر کو علیحدہ کیا رومال سے پروفیسر کے آنسوں صاف کیے اور اپنے بھی تھوڑی دیر کے بعد انسپکٹر نے پروفیسر سے تفتیش کا آغاز کیا انسپکٹر نے پروفیسر کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا؟ پروفیسر صاحب آپ بتا سکتے ہیں یہ سب کیسے ہوا' پروفیسر نے کچھ توقف کے بعد تفصیل بتانا شروع کی انسپکٹر صاحب یہ تقریباً" رات ایک بجے کا وقت تھا میں اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا ساتھ والے کمرے میں میرے بیوی بچے سوئے ہوئے تھے اس کمرے کا دروازہ میرے کمرے کے اندر سے ہی کھلتا ہے اچانک چیخ و پکار کی آواز سے میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا چیخوں کی آوازیں میری بیوی بچوں کی آ رہی تھیں مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے ان کو کوئی ذبح کر رہا ہو میں جلدی سے دروازہ کھولنا چاہا دروازہ اندر سے لاک تھا میں نے اپنی بلاؤں کو مدد کے لیے حاضر کرنا چاہا لیکن میری زبان نے ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ کسی غیبی طاقت نے میری زبان کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے واقعی ایسے ہی ہوا تھا بعد میں مجھے پتہ چل گیا چیخوں کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں میں نے جلدی سے ہمسایوں کے گھر ٹیلی فون ملانا چاہا اس سے پہلے کے میں ٹیلی فون پر نمبر ڈائل کرتا ٹیلی فون غائب ہو گیا۔

میں نے جلدی سے دروازے میں لگے لاک کے سوراخ میں سے دیکھا تو میری روح کانپ کر رہ گئی اندر تین بدشکل بلائیں جن کے سر سے پاؤں تک لمبے اور گھنے بال تھے میرے بیوی بچوں پر جھکے ان کی گردن سے خون پینے میں مصروف تھے وہ ان کے ہاتھوں میں مچھلی کی طرح تڑپ رہے تھے میرے پاؤں تلے سے زمین نکلی جا رہی تھی میں نے اٹھ کر دروازہ توڑنے کی کوشش کی تو مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے کسی نے مجھے رسیوں میں جکڑ دیا ہو کچھ ہی دیر بعد چیخیں آنا بند ہو گئی جیسے ہی چیخیں آنا بند ہوئی مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی میرے جسم سے رسیاں کھول رہا ہو جیسے ہی یہ احساس ختم ہوا میں اچھل کر کھڑا ہو گیا اور ساتھ ہی میری زبان نے بھی کام کرنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی دروازہ بھی خود بخود کھلتا چلا گیا میں جلدی سے کمرے کے اندر داخل ہوا وہ بلائیں اپنا کام کر کے واپس جا چکی تھیں غائب ہو گئی تھیں میرے بیوی بچے ساکت پڑے تھے ان کے چہروں پر نیلاہٹ پھیلی ہوئی تھی اور آنکھیں خوف کی وجہ سے کھلی ہوئی ایک جگہ پتھرائی ہوئی تھیں۔ میں کافی دیر تک باری باری ان سے لپٹ کر روتا رہا۔ پھر میں نے سب سے پہلے ہمسایوں کو آگاہ کیا اسطرح چوہدری صادق نے پورے ماڈل ٹاؤن کو اس واقع سے آگاہ کر دیا اس کے بعد میں نے اسی ٹیلی فون سے جو تھوڑی دیر پہلے غائب ہوا تھا پولیس اسٹیشن فون کر دیا اور میں........ انسپکٹر نے بات کاٹتے ہوئے پوچھا آپکی بیوی اور بچوں کی عمریں اور ان کے نام بتائیں؟ پروفیسر نے دوبارہ بولنا شروع کیا میری بیوی کا نام کرن تھا عمر تقریباً" 25 سال تھی بیٹے کا نام نوید تھا عمر 10 سال تھی بیٹی کا نام شمع تھا عمر 7 سال تھی انسپکٹر نے پروفیسر کا بیان قلمبند کرنے کے بعد کمروں کا جائزہ لیا پھر تینوں لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے لیجایا گیا اس رپورٹ کے ساتھ صبح چھ بجے نعشیں ہمارے حوالے کر دیں پوسٹ مارٹم رپورٹ؟ پوسٹ مارٹم کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ مقتولین کی گردنوں پر' تین تین باریک سوراخ تھے جن کے ذریعے سے خون پیا گیا لہٰذا یہ کسی انسان یا درندے کا کام نہیں یہ کسی باہر کی مخلوق کا کام ہے

کیونکہ پروفیسر خود بھی کہہ چکے ہیں جیسے ہی میں اندر داخل ہوا وہ پہلے ہی غائب ہو چکی تھیں اس لیے یہ کیس پولیس کے بس سے باہر ہے دوسرے دن کے اخبارات میں پروفیسر کے بیوی بچوں کے پر اسرار قتل کی خبر چھپ کر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی میں نے اپنی رائے دیتے ہوئے کہا؟ میرا خیال ہے ہم آج ہی اس منحوس پر اسرار کنوئیں میں چلتے ہیں پروفیسر بھی یہ ہی چاہتا تھا فوراً" بولا میرا بھی یہی خیال ہے ہم نے سامان تو پہلے ہی تیار کیا ہوا ہے ہر چیز مکمل ہے پھر میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا واٹر گنوں کا انتظام کر لیا ہے؟ میں سر ہلاتے ہوئے بولا جی پروفیسر صاحب 2 جدید قسم کی واٹر گنیں منگوا لی ہیں پانی پھینکنے کے ساتھ ساتھ وہ لیزر شعاعیں بھی برساتی ہیں کافی دیر تک تبادلہ خیال ہوتا رہا پروفیسر کا خیال تھا کیوں ناں ہم سب سے پہلے کنوئیں کو چیک کر لیں ان میں اب سنہری چپگلوڑیں ہیں بھی یا نہیں کیا پتہ زونگ قبیلے نے ان کو غائب کر دیا ہو؟ اگر وہ ہیں تو ان سے کیسے نمٹا جائے؟ خیر میں نے پروفیسر کی رائے سے

اتفاق ظاہر کیا اور ہم دونوں ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر پوناگڑھ کی قاتل پہاڑیوں کی طرف چل دیئے۔ ہیلی کاپٹر اپنی خوفناک آواز نکالتا ہوا لحہ بہ لحہ منزل کے قریب تر قریب ہوتا جا رہا تھا ہم صبح 6 بجکر 20 منٹ پر روانہ ہوئے تھے تقریباً" 20 منٹ میں پوناگڑھ کی پہاڑیوں میں داخل ہو چکے تھے سورج کی کرنیں گھاس پر گرے ہوئے شبنم کے قطروں پر گر رہی تھی ایسے گمان ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے سونے کے موتی بکھیر دیئے ہوں صبح کا منظر کتنا دلفریب اور کتنا سندر ہوتا ہے۔ اب کنوئیں کے بالکل اوپر پہنچ چکے ہیں فضاء ہی فضاء میں رہتے ہوئے کوئی آدھے گھنٹے میں مختصر اور اہم ویڈیو فلم بنائی اور پھر واپس آ گئے ہمارے لیے قابل غور بات 2 پہاڑیاں تھیں ایک پہاڑی مشرق کی طرف کنوئیں سے تقریباً" 30 گز کے فاصلے پر جبکہ دوسری پہاڑی مغرب کی طرف تقریباً" 50 گز کے فاصلے پر تھی پلاننگ Planing کچھ اس طرح بنی تھی۔ جو 2 پہاڑیاں مشرق اور مغرب کی طرف ہیں مشرق والی پہاڑی کے سرے پر ایک رسہ باندھ کر اس کا دوسرا سرا مغرب والی پہاڑی کے سرے پر باندھ دیا جائے کسی جانور کا تازہ گوشت باریک نائیلون کی ڈوری والے جال میں ڈال کر رسے کے ساتھ باندھ کر کنوئیں کے دھانے پر لٹکا دیا جائے چنانچہ ہم مطلوبہ سامان اور 2 آدمی ساتھ لیکر دوسرے دن صبح 10 بجے مذکورہ جگہ پر پہنچ گئے مشرق والی پہاڑی پر مضبوطی سے رسہ باندھ کر رسے کو ہینڈل کرنے کے لیے ایک قوی ہیکل آدمی بیٹھا دیا ہیلی کاپٹر کے ذریعے رسے کا دوسرا سرا مغرب والی پہاڑی پر باندھ دیا اس پہاڑی پر بھی رسہ ہینڈل کرنے کے لیے ایک آدمی بیٹھا دیا اور گوشت والے جال کو کنوئیں کے اوپر رسے کے ساتھ باندھ کر لٹکا دیا صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے ہیلی کاپٹر کنوئیں کے اوپر ہوا میں معلق تھا۔ دونوں آدمی اشارے کے منتظر تھے میں نے گرین سگنل دے دیا اشارہ ملتے ہی رسے کو اوپر نیچے کرنا شروع کر دیا گیا گوشت والا جال جیسے ہی کنوئیں کے دھانے پر جاتا فوراً" ہی واپس اٹھا لیا جاتا' یہی عمل جاری تھا کہ سنہری چمگادڑیں نمودار ہوئیں ساتھ ہی ہمارے دل کی دھڑکن بھی تیز ہو گئی سنہری چمگادڑیں سینکڑوں کی تعداد میں تھی دیکھتے ہی دیکھتے چند ہی منٹوں میں گوشت کا صفایا کر دیا گوشت کھانے کے بعد اب ان کا رخ ہماری طرف تھا ہمیں اس کی بالکل توقع نہیں تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہیلی کاپٹر کو چاروں اطرف سے گھیر لیا کچھ چمگادڑوں نے ونڈ سکرین سے ٹکرانا شروع کر دیا ان کے ٹکرانے سے ایسا لگتا تھا کہ ابھی شیشہ توڑ کر اندر داخل ہو جائیں گی ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے پروفیسر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا ڈاکٹر صاحب میرا کوئی بھی عمل کام نہیں کر رہا ہے کیونکہ ہم اس وقت ہوا میں ہیں اور دوسرے نمبر پر سنہری چمگادڑوں نے ہمارے گرد مضبوط حصار بنا رکھا ہے اس سے پہلے کہ ہم ان چمگادڑوں کا نوالہ بنیں ہمیں فوراً" یہاں سے نکلنا چاہیے میں نے ہیلی کاپٹر کا رخ پہاڑیوں سے باہر کی طرف کر دیا سنہری چمگادڑوں نے ہمارا تعاقب صرف پہاڑیوں تک کیا ہم جیسے ہی پوناگڑھ کی حدود سے نکلے سنہری چمگادڑیں واپس لوٹ گئی۔ ہم واپس گولڈن پلازہ آ گئے۔ ابھی ہم ہیلی کاپٹر کو نیچے اتار ہی رہے تھے کہ اچانک ان دونوں آدمیوں کا خیال آیا بغیر اسٹاپ کیے ہم پوناگڑھ پہنچے سنہری چمگادڑیں واپس کنوئیں میں جا چکی تھیں اس سے پہلے وہ اپنا کام کر چکی تھی جسکا ہمیں ڈر تھا یہ دیکھتے ہی ہماری جان نکل گئی کہ وہ دونوں آدمی پہاڑی پر موجود نہیں تھے ان کی جگہ ہڈیوں کے ڈھانچے پڑے تھے سنہری چمگادڑوں نے ان کے جسم سے گوشت نوچ لیا تھا۔ آہستہ آہستہ دن ڈھلتا گیا اور رات نے اپنی سیاہی کی لپیٹ میں ہر چیز کو لینا شروع کر دیا اور پھر آہستہ آہستہ رات بھی ڈھلتی گئی اور صبح نے ہر طرف اجالا بکھیر دیا میں ابھی نہانے کے لیے باتھ روم میں داخل ہو رہا تھا کہ پروفیسر چیختا ہوا کمرے میں داخل ہوا میں جلدی سے پروفیسر کی طرف لپکا میں نے پروفیسر سے پوچھا؟ خیر تو ہے کیا ہوا؟ ہے؟

پروفیسر نے میرے ہاتھ میں ایک لفافہ تھمایا اور غصے میں پھنکارتے ہوئے بولا سردار' زوگمسان نے یہ خط بھیجا ہے میں نے لفافہ کھول کر اس میں سے ایک سنہری رنگ کا پرچہ نکال کر پڑھنا شروع کیا جسکی تحریر کچھ یوں تھی ڈاکٹر نزاکت وکڑی اور پروفیسر صاحب آداب باخیریت زندگی کم خیریت اپنے دونوں آدمیوں کا حشر دیکھ لیا ہو گا یہی حال میں تمہارے ساتھ بھی کر سکتا تھا مگر نہیں میں اتنی آسان موت تمہیں نہیں ماروں گا ایک خوفناک اور بھیانک موت ماروں گا ایسی موت ماروں گا کہ تمہاری روحیں بھی کانپ اٹھیں۔ میں کہتا ہوں ابھی بھی وقت ہے سنہری چمگادڑیں حاصل کرنے کا خیال دل سے نکال دو؟ سوائے موت کے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا؟ سردار زوگمسان پراسرار کنواں۔ اور پھر اچانک خط میرے ہاتھ سے غائب ہو گیا ہم اس اچانک خط غائب ہونے سے گھبرا گئے میں نے پروفیسر سے کہا ہم آج ہی چلتے ہیں دیکھ لیں گے سردار زوگمسان کو وہ اپنے آپکو کیا سمجھتا ہے پروفیسر بات کاٹتے ہوئے بولا" ڈاکٹر صاحب میں بھی نہا کر فریش ہو لوں اور تم بھی جلدی سے نہا کر فریش ہو لو میں ناشتہ لگانے کا کہتا ہوں ناشتہ کر کے چلتے ہیں پروفیسر چلا گیا اور میں نہانے کے لیے باتھ روم میں آ گیا جب میں نہا کر باہر آیا تو اس اثناء میں ٹیبل پر کھانا لگا ہوا تھا کچھ ہی دیر بعد پروفیسر بھی آ گیا ہم نے مل کر ناشتہ کیا اور پھر مختلف راہداریوں سے ہوتے ہوئے لفٹ کے ذریعے B.O.C.R.M کمرے میں آ گئے یہ کمرہ ہر قسم کے چھوٹے بڑے ہتھیاروں سے بھرا پڑا تھا اس کمرے میں ہمارا پہلے سے تیار شدہ سامان رکھا ہوا تھا جس میں جدید قسم کی ٹیبلٹس بھی تھیں جو کہ ابھی تک مارکیٹ میں نہیں آئی تھی جو کہ بھوک پیاس کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ گوشت پوست کی کسی بھی شے کو ایک دھماکے کے ساتھ ختم کر سکتی تھیں نیز ہم نے وہ ایک سامان ساتھ لے لیا تھا جسکی کسی بھی گوریلہ اپریشن پر ضرورت پڑتی ہے چنانچہ واٹر گنوں کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں واٹر گنوں میں پروفیسر کا 41 دن عمل کیا ہوا پانی بھرا ہوا تھا پراسرار کنوئیں کے پراسرار مخلوق کے لیے کسی کلاشنکوف سے کم نہیں تھا مزید بڑھے ہوئے پانی کی اضافی بوتلیں بھی ساتھ لے لی تھیں صبح کے 7 بج رہے تھے گولڈن پلازہ کا انچارج ڈاکٹر نصرت کو بنا دیا سب کے ساتھ گلے ملنے کے بعد ایک حسرت بھری نگاہ گولڈن پلاہ پر ڈالی اور پھر گلاچی ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر پوناگڑھ کی طرف روانہ ہو گئے چند ہی منٹوں میں ہم پوناگڑھ کی پہاڑیوں میں داخل ہو گئے جلد ہی ہم کنوئیں کے گرد چکر لگا رہے تھے اب میری نظریں ہموار جگہ کی تلاش میں تھیں قریب ہی ایک پہاڑی پر ہموار جگہ نظر آ گئی اس پہاڑی پر آسانی سے ہیلی کاپٹر کو اتارا جا سکتا تھا اس پہاڑی پر ہیلی کاپٹر اتارنے کے بعد انجن بند کر دیا ہیلی کاپٹر کے پروں نے اپنی ہوا سے جھاڑیوں اور درختوں کی ٹہنیوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا ہم نے مضبوطی سے واٹر گنیں اپنے ہاتھوں میں پکڑ لی اور پھر پہاڑی سے نیچے اترنا شروع کر دیا پہاڑی زیادہ اونچی نہیں تھی اس لیے اترنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی میرا دل خوف سے گھبرا رہا تھا اور یہی حالت پروفیسر کی بھی تھی۔

ایسے لگتا تھا کہ ابھی سنہری چمگادڑیں کنوئیں سے نکل کر ہم پر حملہ کر دیں گی پروفیسر نے اپنی ساتھی بلاؤں کو پہلے ہی سے الرٹ کر دیا تھا شاید اسی وجہ سے سنہری چمگادڑیں باہر نہیں نکلی تھیں نہیں تو کیا مجال کہ کوئی انسان کیا چرند پرند اس علاقے میں داخل ہو جائے ہم دشوار گزار راستے سے ہوتے ہوئے کچھ ہی دیر بعد کنوئیں کے دھانے پر پہنچ گئے۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا ہوا رکی ہوئی تھی ہمارے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے کنوئیں کے چاروں اطراف جھاڑیوں نے حصار بنا رکھا تھا ہم نے جھاڑیوں کو کاٹ کر ختم کیا اور پھر کنوئیں میں جھانک کر دیکھا اندر کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا اندر اندھیرا ہی اندھیرا تھا ہم نے اندھیرے میں دیکھنے والے چشمے لگائے اور دوبارہ اندر جھانک کر دیکھا اب اندر کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ کنوئیں میں جہاں تک قوت بشارت جا رہی تھی نیچے تک سیڑھیاں جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں میں نے پروفیسر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شکر ہے سیڑھی کا انتظام بہت اچھا کیا گیا ہے؟ ہماری پہلی مشکل آسان ہو گئی؟ اور پھر ہم سیڑھیاں اترتے ہوئے کنوئیں میں داخل ہو گئے کنوئیں کی دیواروں پر مکڑیوں کے جالے لگے ہوئے تھے سپائیڈر کے جالے اور بڑی بڑی سپائیڈرز خوفناک منظر پیش کر رہی تھی۔ ابھی ہم نے پندرہ بیس سیڑھیاں اتری ہو گی کہ اچانک ایک سپائیڈر نے اچھل کر پروفیسر کے کان پر کاٹ لیا اور پھر اچھلتی واپس جالے میں بیٹھ گئی شاید پروفیسر کا خون کڑوا تھا پروفیسر کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکل گئی پروفیسر بولا ڈاکٹر صاحب جلد سے مرہم میرے کان پر لگاؤ سپائیڈر کے کاٹنے سے جلن ہو رہی ہے میں نے جلدی سے مرہم کی ڈبیہ نکال کر پروفیسر کے کان پر لگا دیا مرہم لگتے ہی جلن ختم ہو گئی۔ کنوئیں کے چاروں اطراف میں بڑی بڑی خوفناک شکلوں والی سپائیڈر ہمیں گھور رہی تھی کہ اچانک ہم پر سنہری چمگادڑوں نے حملہ کر دیا اور اچانک ہی سیڑھیاں غائب ہو گئی ہم اس غیر متوقع حملے سے گھبرائے ہماری دلخراش چیخوں نے کنوئیں کے در و دیوار کو ہلا کر رکھ دیا تھا ہم لڑکھڑاتے ہوئے کنوئیں کی تہہ کی طرف جا رہے تھے سنہری چمگادڑیں پروفیسر کے جسم پر چمٹ گئی تھیں دل ہلا دینے والا منظر تھا۔ میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔

جب مجھے ہوش آیا تو اپنے آپکو کنوئیں کی تہہ پر پایا میرے نزدیک ہی پروفیسر بے ہوش پڑے تھے ان کا پورا بدن سوجھا ہوا تھا میرے دماغ میں چند لمحوں پہلے والا منظر گھومنے لگا میں جلدی سے اپنے سر کو جھٹکا دے کر کھڑا ہو گیا میرا جسم بالکل صحیح تھا معمولی سی بھی خراش نہیں آئی تھی نجانے سنہری چمگادڑوں نے مجھے کیوں چھوڑ دیا تھا میں نے اپنی واٹر گن اٹھا کر پروفیسر پر پانی برسانا شروع کر دیا پانی

پڑتے ہی پروفیسر کے جسم سے سوجھن غائب ہو گئی اور دوسرے ہی لمحے پروفیسر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا شاید اس کو اپنے زندہ بچنے پر یقین نہیں تھا جب اسے یقین آگیا کہ واقعی ہم زندہ ہیں اچھل کر کھڑا ہو گیا قریب ہی واٹر گن پڑی تھی پروفیسر نے گن کو اٹھا کر چیک کیا گن بالکل ٹھیک تھی پروفیسر اپنے گیلے کپڑے خشک کرتے ہوئے بولا ڈاکٹر صاحب حیران ہوں ہم زندہ کیسے بچ گئے میں 2 دو ٹوک سا جواب دیتے ہوئے بولا پروفیسر صاحب سب اللہ تعالی کی کرم نوازی ہے کنوئیں کا دھانا کسی تارے کی طرح چمکتا ہوا نظر آ رہا تھا جس سے صاف پتہ چلتا تھا کہ ہم کئی سو فٹ گہرائی میں ہیں کنوئیں کے چاروں اطراف میں مضبوط لکڑی کے دروازے لگے ہوئے تھے میں نے پروفیسر کو کہا کہ ہم ان دروازوں میں سے کسی ایک کو کھولتے ہیں پروفیسر نے ہاں میں سر ہلا دیا پروفیسر اپنی رائے دیتا ہوا بولا ڈاکٹر صاحب میں پوزیشن سنبھال کر کھڑا ہوتا ہوں تم اکیلے ہی دروازہ کھولنا تاکہ کسی بھی قسم کے خطرے سے آسانی سے نپٹا جائے پروفیسر چوکنا ہو کر کھڑا ہو گیا پروفیسر نے گن کا رخ دروازے کی طرف کیا ہوا تھا۔ میں نے جیسے ہی دروازے کو کھولا اندر سے ناگوار سی بو باہر نکلی ہم نے جلدی سے اپنی سانسیں بند کر لیں کچھ دیر کے بعد سانس لیا اب وہ ناگوار بو ختم ہو چکی تھی ہم جیسے ہی کمرے کے اندر داخل ہوئے دروازے میں حرکت پیدا ہوئی دروازے نے ادھر ادھر ہلنا شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے بند ہو گیا ہم اس اچانک دروازہ بند ہونے سے گھبرا گئے اور دوبارہ زور لگا کر دروازہ کھولنا چاہا لیکن بے سود دروازہ نہ کھل سکا ہمارے دل بری طرح سے دھڑک رہے تھے ہم اس کمرے میں قید کر دیئے گئے تھے ہم نے اپنی واٹر گنیں مضبوطی سے اپنے ہاتھوں میں تھام لی سامنے دیوار میں لرزش پیدا ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک خلا بن گیا خلا میں سے چار بدشکل شیر جتنی جسامت کی بلائیں چنگھاڑتی ہوئی اندر داخل ہوئی اس سے پہلے کہ ہم کوئی ایکشن لیتے بلائیں اڑتی ہوئی ہم پر جھپٹی ہم پھرتی سے اپنی جگہ بدل کر نیچے لیٹ گئے تھوڑی سی بھی دیر ہماری جان لے سکتی تھی بلائیں دیوار کے ساتھ ٹکرا کر دھڑام سے نیچے گر گئیں اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ اٹھتیں میں نے واٹر گن کا رخ ان کی طرف کر کے پانی کے چار فائر کیے جیسے ہی پانی ان کے جسموں پر پڑا دھواں بن کر غائب ہو گئیں بلائیں غائب ہوتے ہی خلا دوبارہ بند ہو گیا۔ ہم دوبارہ پھر قید ہو کر رہ گئے پروفیسر بولا ڈاکٹر صاحب میں فرش کو چیک کرتا ہوں اور تم دیوار پر لگے کسی بٹن یا ہینڈل وغیرہ کو ڈھونڈنے کی کوشش کرو اور پھر ہم اندھوں کی طرح ٹٹولنے لگے تھوڑی سی کوشش کے بعد پروفیسر کا ہاتھ آہنی چیز سے ٹکرایا پروفیسر نے چیختے ہوئے کہا ڈاکٹر صاحب جلدی آؤ مل گیا ہینڈل مل گیا جلدی آؤ میں دوڑتا ہوا پروفیسر کے قریب پہنچا لیور مٹی میں دبا ہوا تھا

ہم دونوں نے لیور کے ارد گرد سے مٹی ہٹائی مٹی ایک طرف ہٹا کر ہینڈل نما لیور کو آگے پیچھے کرنا شروع کیا اچانک کڑک کی آواز سے کمرے کا فرش دو اطراف میں بٹتا چلا گیا جب ہم نے اندر جھانک کر دیکھا تو ہمارے جسم میں خوف کی لہر دوڑ گئی ایک خونخوار بلا قاتل نظروں سے ہماری طرف دیکھ رہی تھی اور اسکا جسم لحہ بہ لحہ بڑھتا جا رہا تھا۔ فرش کا خلا بند کرنے کے لئے جیسے ہی میں نے لیور ہلایا نتیجہ الٹ نکلا کمرے کی چھت نے آہستہ آہستہ نیچے کی طرف آنا شروع کر دیا اوپر بھی موت نیچے بھی موت ہم نے واٹر گن سے بلا پر پانی برسانا شروع کر دیا پانی پڑتے ہی بلا کا جسم گھٹنا شروع ہو گیا ادھر سے چھت بالکل سر پر پہنچ چکی تھی اس سے پہلے کہ چھت ہمارا کلا دباتی ہم نے بیک وقت نیچے تہہ خانے میں چھلانگ لگا دی جیسے ہی ہم نے نیچے چھلانگ لگائی چھت اور فرش مل کر ایک ہو گیا اچانک وہ بلا دوبارہ نمودار ہوئی بلا نے پروفیسر پر حملہ کر دیا بلا نے پروفیسر کو اپنے خوفناک ہاتھوں میں اٹھا کر ایک طرف دوڑ لگا دی میں نے پروفیسر کو بچانے کی کافی کوشش کی لیکن ناکام رہا ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ پروفیسر کا کیا بنے گا کہ اچانک سبز رنگ کا دھواں نما ہیولا گردش کرنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس ہیولے نے ایک گوریلہ نما بلا کا روپ دھار لیا ابھی میں سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ اس بلا نے مجھے اپنے کندھوں پر ڈال لیا اور نامعلوم منزل کی طرف دوڑ لگا دی میں نے اپنے آپ کو اس بلا سے آزاد کروانے کی کافی کوشش کی لیکن میری کوئی بھی تدبیر کارے نہیں آئی گوریلہ نما بلا مختلف راہداریوں اور کمروں سے ہوتی ہوئی ایک کھوپڑی نما محل میں داخل ہو گئی محل خوفناک چیخوں سے گونج رہا تھا لیکن چیخنے والے کہیں نظر نہیں آ رہے تھے بلا ایک اندھیرے کمرے میں داخل ہو گئی اور مجھے زور سے زمین پر پٹخ دیا میرے حلق سے دلخراش چیخ نکل گئی اور پھر وہ بلا دھواں بن کر غائب ہو گئی میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور کمرے کا بغور جائزہ لینے لگا کمرے میں ادھر ادھر چمگادڑیں اڑتی پھر رہی تھیں اچانک کمرہ خوفناک چیخوں

سے گونج اٹھا میں جلدی سے اٹھ کر کمرے کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا میں خوفزدہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا مگر مجھے کوئی شے دکھائی نہ دی اچانک کمرہ روشن ہو گیا اور ہر چیز واضح نظر آنے لگی ایک طرف بڑا سا طابوت رکھا تھا 4 انسانی ڈھانچے گلے میں پھندا ڈال کر لٹکا رکھے تھے ان کی حالت دیکھ کر لگتا تھا کہ ان کو اذیتیں دے کر مارا گیا ہے کمرے کے فرش پر انسانی کھوپڑیاں اور ہڈیاں بکھری پڑی تھیں اور دیوار پر جگہ جگہ خون کے دھبے لگے ہوئے تھے۔

میری خوف اور دہشت سے بری حالت تھی میں نے اٹھ کر طابوت کا معائنہ کیا طابوت پر کافی مٹی جمی ہوئی تھی میں نے اپنے خوف پر قابو پاتے ہوئے جیسے ہی طابوت کا ڈھکن کھولا یک دم کمرے میں اندھیرا چھا گیا اور پھر اچانک ہی کمرہ دوبارہ روشن ہو گیا یہ دیکھ کر میں نے بوکھلا کر طابوت کا ڈھکن واپس بند کر دیا طابوت میں ایک خوبرو لڑکی کی لاش پڑی تھی میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی میں جلدی سے طابوت بند کر کے پیچھے ہٹ گیا اچانک ڈھانچوں میں لرزش پیدا ہوئی اور دوسرے ہی لمحے ڈھانچے اپنے گلے سے پھندا نکال کر آہستہ آہستہ میری طرف بڑھے میرا خوف کی وجہ سے برا حال تھا میں نے واٹر گن سے ان پر پانی برسانا شروع کر دیا ڈھانچوں پر پانی جیسے ہی پڑا ڈھانچے دھواں بن کر غائب ہو گئے کمرے میں ایک بار پھر اندھیرا چھا گیا اور پھر دوبارہ کمرہ روشن ہو گیا اس دفعہ مجھے اپنی موت صاف دکھائی دے رہی تھی طابوت میں لرزش پیدا ہوئی اور پھر طابوت نے اپنی جگہ سے ہلنا شروع کر دیا دائیں ہلا بائیں ہلا اور پھر چھت کی طرف اٹھتا چلا گیا اور پھر آہستہ آہستہ نیچے کی طرف آنا شروع ہو گیا اور دوبارہ اپنی جگہ پر ساکت ہو گیا میری نظریں طابوت پر ٹکی ہوئی تھیں چرچراتی آواز سے طابوت کا ڈھکن کھلا اور طابوت نے دوبارہ ہلنا شروع کر دیا اچانک چمگادڑوں نے تیزی سے ادھر ادھر اڑنا شروع کر دیا چمگادڑوں کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ نے عجیب شور برپا کر رکھا تھا اچانک کمرہ بھیانک چیخوں سے لرز اٹھا ایسے لگتا تھا کوئی کسی کو بے دردی سے ذبح کر رہا ہو طابوت سے لاش اچھل کر باہر آ پڑی اور ایک جھٹکے سے اچھل کر کھڑی ہو گئی لاش خونخوار نظروں سے مجھے گھور رہی تھی مجھے اپنی رگوں میں خون جمتا ہوا محسوس ہو رہا تھا لاش کی سبز آنکھیں انگاروں کی طرح دھک رہی تھیں لاش نے آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنا شروع کر دیا لاش نے اپنی دونوں آنکھیں نکال کر میرے سر پر دے ماری میں پہلے ہی ہوشیار کھڑا تھا میں پھرتی سے نیچے بیٹھ گیا آنکھیں دیوار کے ساتھ ٹکرا کر واپس پلٹ رہی تھیں کہ میں نے برق رفتاری سے اچھل کر واٹر گن سے آنکھوں پر پانی برسانا شروع کر دیا پانی نے دونوں آنکھوں کو جلا کر بھسم کر دیا لاش نے پاگلوں کی طرح ادھر ادھر بھاگنا شروع کر دیا لاش اندھی ہو چکی تھی ایک نہ تھمنے والا چیخوں کا سلسلہ شروع ہو گیا کمرے میں زلزلہ سا آ گیا تھا کمرے میں جھٹکے لگنے شروع ہو گئے اور چھت کی اینٹیں نیچے گرنا شروع ہو گئی لاش نے مجھے اٹھا کر طابوت میں پٹخ دیا اور خود بھی طابوت میں لیٹ گئی طابوت میں زلزلہ سا آ گیا طابوت کا ڈھکن ایک جھٹکے سے بند ہو گیا ڈھکن بند ہوتے ہی طابوت نے چھت کی طرف اٹھنا شروع کر دیا اور چھت پھاڑتا ہوا آسمان کی طرف بلند ہوتا چلا گیا لاش کی اور میری زور آزمائی شروع ہو گئی لاش نے میری گردن دبانا شروع کر دی مجھے اپنی موت ناچتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی میں نے اپنی تمام قوت یکجا کر کے لاش کے پیٹ میں مکوں کی بارش شروع کر دی اور ساتھ ہی پانی کی بوتل بڑی مشکل سے بیلٹ کھول کر علیحدہ کی بوتل کا ڈھکن کھول کے سارا پانی لاش کے منہ میں انڈیل دیا پانی جیسے ہی لاش کے پیٹ میں گیا لاش کا جسم خوفناک دھماکے سے پھٹ گیا اور میری دلخراش چیخوں سے فضا گونج اٹھی پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا جب مجھے ہوش آیا تو اپنے آپ کو بند کمرے میں لوہے کے ایک بڑے سے پنجرے میں بند پایا پنجرے کی باہر تین خوفناک کتے اپنی دو گز لمبی خون آلود زبان باہر نکالے بیٹھے تھے ان کی آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں وہ سوچ رہے تھے کب پنجرہ کھلے اور کب ہم اس کی تکا بوٹی بنا کر کھائیں میرے جسم میں خوف کی سرد لہر دوڑ گئی میں نے خوفناک کتوں سے بچنے کے لیے تدبیر سوچنا شروع کر دی میں نے یہ تہہ کر لیا تھا جیسے ہی پنجرہ کھلے فوراً ان پر حملہ کر دیا جائے ان پر پہلے حملہ کرنا دشمن کو چوکنا کرنے کے مترادف تھا میری واٹر گن اب بھی میرے کندھے میں لٹکی ہوئی تھی حیرت کی بات تو یہ ہے جب لاش کا جسم پھٹا تو میں کیسے زندہ بچ گیا یہ سب اس نیلی چھت والے کی کرم نوازی تھی جو مجھے ہر بار موت کے منہ سے بچا رہا تھا رات کی تاریکی بڑھتی آ رہی تھی کمرے میں جا بجا سپائیڈر کے بڑے بڑے جالے لٹکے ہوئے تھے ایک سپائیڈر تیزی سے جالا بنتی ہوئی پنجرے کی طرف بڑھتی آ رہی تھی کبوتر کی جسامت جتنی سپائیڈر اپنی سرخ سرخ آنکھیں مجھ پر جمائے ہوئے تھی

اور تیزی سے میری طرف بڑھتی آ رہی تھی میں نے واٹر گن کا رخ سپائیڈر کی طرف کر کے پانی برسایا دوسرے ہی لمحے سپائیڈر کوئلہ بن کر زمین پر گر گئی اور اچانک ہی پنجرہ کھلا اور کتوں نے اچھل کر پنجرے میں چھلانگ لگا دی میں اس اچانک حملے سے بوکھلا گیا ایک کتے نے میری ٹانگ پر اپنے خونخوار دانت گاڑ دیئے بقایا دونوں کتے میرے بازوں پر ٹوٹ پڑے میں نے اپنی قوت یکجا کر کے دونوں کتوں کو سر سے پکڑ کر پنجرے سے باہر اچھال دیا اس سے پہلے کہ وہ اندر آتے میں نے تیسرے کتے کو گردن اور لاتوں سے پکڑ کر ان دونوں کتوں کے اوپر پھینک دیا پھرتی سے واٹر گن سیدھی کر کے اندھا دھند پانی برسانا شروع کر دیا چند ہی منٹوں میں کتے راکھ کا ڈھیر بن گئے۔ میرا زخموں سے برا حال تھا میرے پاس پانی کی بقایا تین بوتلیں بچ گئی تھیں ایک بوتل کا ڈھکن کھول کر واٹر گن میں انڈیلی اور ایک بوتل کا پانی زخموں پر لگایا پانی لگاتے ہی زخم غائب ہو گئے رات کی تاریکی نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا جب میری نگاہ روشن دان میں پڑی تو میں چونک کر رہ گیا روشندان سے چاند نظر آ رہا تھا میں حیران تھا اس کنوئیں میں چاند کدھر سے آ گیا میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات گردش کر رہے تھے میں سوچ رہا تھا کہ پروفیسر کا کیا بنا ہو گا وہ زندہ بھی ہو گا یا نہیں کیا ہم کامیاب بھی ہونگے یا موت سے لڑتے لڑتے ایسے ہی مر جائیں گے؟ مجھے بھوک محسوس ہوئی میں نے ایک بریڈ ٹیبلیٹ نکال کر کھائی ٹیبلیٹ کھاتے ہی بھوک ختم ہو گئی اچانک دور سے قدموں کی چاپ سنائی دی قدموں کی چاپ کمرے کے قریب ہوتی آ رہی تھی کمرے کی دیوار کے قریب آ کر قدموں کی چاپ رک گئی۔ میری نظریں دیوار کی طرف جمی ہوئی تھیں دیوار میں لرزش پیدا ہوئی اور پھر دو سمت میں بٹتی چلی گئی اور ساتھ ہی پنجرہ غائب ہو گیا سامنے ایک بلا ہو بہو ڈائنو سار کی ہم شکل ہاتھ میں دو پھن والی تلوار لئے کھڑی تھی غصے سے پھنکارتی ہوئی جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئی ادھر میں نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے واٹر گن سے پانی برسانا شروع کر دیا پانی پڑتے ہی بلا کا جسم سینکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا اور ہر طرف چیخوں پکار کا عالم شروع ہو گیا کان پھاڑ دینے والی چیخیں اب مسلسل کمرے کے قریب ہوتی آ رہی تھیں میں نے اپنی جان بچانے کے لیے کمرے سے باہر دوڑ لگا دی یہ قید خانہ ایک قبرستان میں واقع تھا قید خانے کے چاروں اطراف میں قبریں تھیں چیخوں پکار کی آوازیں یہی سے آ رہی تھیں تھوڑی دیر پہلے چاند نظر آ رہا تھا کمال ہے اب چاند کا کہیں بھی نام و نشان نہ تھا اندھیری رات تھی قبرستان گھنی جالوں سے ڈھکا ہوا تھا میں نے اندازے سے نامعلوم منزل کی طرف قبروں کے درمیان سے دوڑنا شروع کر دیا مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی میرے پیچھے دوڑ رہا ہے میں نے اور تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا دوڑتے دوڑتے میری ٹانگیں لڑکھڑانے لگیں تھیں سانس بھی پھول چکی تھی اور کپڑے پسینے میں تر ہو گئے تھے قبرستان ختم ہونے کے ابھی تک کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے لگتا تھا قبرستان کئی سو میلوں میں پھیلا ہوا ہے آخر کار میں بھاگتے بھاگتے نڈھال ہو کر اوندھے میں ایک قبر پر گر گیا۔

اچانک قبر میں زلزلہ سا آ گیا اور مجھے ایسے محسوس ہونے لگا کہ کوئی شے مجھے اندر کی طرف کھینچ رہی ہے میں نے اپنی تمام قوت یکجا کر کے دوبارہ دوڑنا شروع کر دیا خدا کا شکر ہے کہ کچھ ہی دیر بعد قبرستان ختم ہو گیا قبرستان ختم ہوتے ہی ایک نئی معیبت نے میرا استقبال کیا سرد ہواؤں کے جھونکے میرے پورے بدن کو کپکپا رہے تھے میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا اچانک اتنی سردی کہاں سے آ گئی۔ میرے کپڑے بھی کئی جگہ سے پھٹے ہوئے تھے سردی سے میرا برا حال تھا ہر چیز دھند میں لپٹی ہوئی نظر آ رہی تھی میں گمنام منزل کی طرف بڑھتا جا رہا تھا یہ ایک چھوٹی سی سڑک تھی سڑک کے کناروں پر گلاب کے پودوں نے دیوار سی بنا رکھی تھیں پھولوں کی مہک میں نے پہلی دفعہ محسوس کی تھی کیا خوب مسحور کن خوشبو تھی اچانک مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی میرے پیچھے آ رہا ہو میں نے خوفزدہ ہو کر سرپٹ دوڑ لگا دی راستے میں ایک گہرا کنواں تھا میں برق رفتاری سے بھاگتا جا رہا تھا اور دوسرے ہی لمحہ کنوئیں میں گرتا چلا گیا خوف کی وجہ سے میری چیخ بھی نہ نکلنے پائی اور پھر میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا جب مجھے ہوش آیا تو اپنے آپکو ایک خوبصورت کمرے میں پایا میں ایک خوبصورت پلنگ پر لیٹا ہوا تھا پلنگ پر مخمل کا بستر لگا ہوا تھا میرے پھٹے ہوئے کپڑے تبدیل تھے جسم پر شہزادوں والا لباس تھا اس کمرے کا دروازہ بند تھا انگیٹھی میں کوئلے دہک رہے تھے اس لیے سردی کا بالکل پتہ بھی نہیں چلتا تھا میں حیرت بھری نظروں سے ہر چیز کو دیکھ رہا تھا میں سوچ رہا تھا کہیں میں کسی نئی شیطانی چال میں تو نہیں پھنس گیا ہوں ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ کلک کی آواز سے کمرے کا دروازہ

کھلا میں اٹھ کر بیٹھ گیا میں یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا ایک خوبصورت نوجوان دوشیزہ کمرے کے اندر داخل ہوئی اس نے اپنے ہاتھوں میں لذیذ کھانوں سے سجی ہوئی (ٹرے) طشتری اٹھا رکھی تھی طشتری پلنگ پر رکھ کر میرے ساتھ بیٹھ گئی میں حیرت بھری نظروں سے مسلسل دیکھے جا رہا تھا خدا نے کیا خوب اس کو بنایا تھا اس کا گلاب سا گلابی چہرہ پتلے پتلے گلاب کی پتیوں جیسے ہونٹ بس کیا بتاؤں سر سے پاؤں تک حسن ہی حسن تھا وہ مجھے مخاطب کر کے بولی لگتا ہے مجھ میں کھو گئے ہو میں تمہاری ہی ہوں بعد میں جی بھر کے دیکھ لینا پہلے کھانا کھا لو میں چونک کر رہ گیا اور منہ سے بے اختیار نکل گیا کیا مطلب؟ وہ دوبارہ مسکرا کر بولی ڈاکٹر صاحب پہلے کھانا کھائیے اس کے بعد باتیں کریں گے میں نے جلدی سے طشتری پر ڈھکا ہوا ریشمی رومال اتار کر ایک طرف رکھا طشتری میں روٹیاں بھنی ہوئی مرغی اور سلاد رکھی ہوئی تھی مجھے کئی دن ہو گئے تھے کھانا کھائے ہوئے میں نے چند ہی منٹوں میں ساری چیز کا صفایا کر دیا اتنا لذیذ کھانا زندگی میں پہلی دفعہ کھایا تھا پھر اس نے میرے ہاتھ دھلوائے اس کے بعد طشتری اٹھا کر کمرے سے باہر چلی گئی کچھ ہی دیر بعد واپس آ گئی اور میرے ساتھ پلنگ پر بیٹھ گئی کچھ دیر خاموش رہی پھر بولنا شروع کیا ڈاکٹر نزاکت وکڑی صاحب میرا نام شہزادی زرین نگار ہے اور اس محل میں اکیلی ہی رہتی ہوں یہ محل کالے سمندر کے درمیان میں واقع ہے یہ کالا سمندر پراسرار کنوئیں کے جنوب میں ہے یعنی کہ ہم جنوب میں ہیں میں اس کی باتیں غور سے سن رہا تھا پھر وہ بولی جب تک میں اپنی بات مکمل نہ کر لوں تم نے بیچ میں بالکل بولنا نہیں ہے پھر اس نے دوبارہ بولنا شروع کیا مجھے برسوں سے اپنے شہزادے کے آنے کا انتظار تھا میں اکیلی اس محل میں رہ رہ کر اکتا چکی تھی میں ہر وقت اداس رہتی تھی آخر میرا سپنا سچ ہوا میرا شہزادہ آ گیا خوشی سے اس کا چہرہ کھلا جا رہا تھا پھر میرے گرد اپنی نرم و نازک بانہوں کا گھیرا ڈال کر میری آنکھوں میں اپنی آنکھیں ڈال کر بولی جس شہزادے کا مجھے برسوں سے انتظار تھا وہ تم ہو؟ میں چونک کر رہ گیا پھر وہ پلنگ سے نیچے اتر گئی کچھ دیر کمرے میں ٹہلتی رہی پھر دوبارہ بولی ڈاکٹر صاحب میں آج اپنے ممی ڈیڈی کے پاس خوشخبری سنانے جا رہی ہوں شام کو لوٹ آؤں گی اور یاد رکھنا اس کمرے سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرنا باہر خطرناک قسم کی بلائیں گھوم رہی ہیں ان کو تمہاری موجودگی کا پتہ چل گیا ہے کیونکہ اس وقت تم میری پناہ میں ہو اس لیے وہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گی جب ہماری شادی ہو جائے گی تو یہ سب بلائیں غلام ہو نگی اس کی یہ پراسرار باتیں سن کر مجھے حیرت کا ایک جھٹکا لگا پھر کمرے سے باہر چلی گئی اور میں سوچنے لگا یہ کیا نئی معیبت گلے پڑ گئی

ویسے میں ایک بات بتاتا چلوں میں اس کے حسن کا قیدی بن گیا تھا سورج کی کرنیں روشندان سے اندر آ رہی تھیں اور ساتھ ہی پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں دل میں اپنی سریلی آواز سے جادو جگا رہی تھیں اچانک مجھے اپنی واٹر گن اور دوسرے سامان کا خیال آیا وہ سب سامان غائب تھا میں نے کمرے کی ایک ایک چیز چھان ماری لیکن سامان کہیں نہ ملا میں نے پریشانی سے کمرے میں اودھر ادھر ٹہلنا شروع کر دیا پھر میرے دل میں باہر کی دنیا دیکھنے کی حسرت پیدا ہوئی اس کے کہنے کے باوجود میں کمرے سے باہر نکل آیا باہر ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں لان میں گلاب کے پھول بکھرے ہوئے تھے ایسے لگتا تھا کسی تقریب وغیرہ میں پھول برسائے گئے ہیں دور تک کالے پانی سے جل تھل سمندر نظر آ رہا تھا میں سورج کی تپش میں جسم سہلانے لگا اچانک 4 لمبے تڑنگے دیو نمودار ہوئے ان کی خوفناک شکلیں اور ہاتھوں چمکتی ہوئی دھار کی ننگی تلواریں تھیں مجھے اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی انہوں نے مجھے چاروں اطراف سے تلواروں کی نوک پر لے لیا ایک دیو نے آگے بڑھ کر میری آنکھوں پر کالے رنگ کی پٹی باندھی اور پھر مجھے اپنے کندھے پر اٹھا کر اڑنا شروع کر دیا پھر اس نے بلندی سے نیچے اترنا شروع کیا پھر مجھے ایک ستون کے ساتھ باندھنا شروع کر دیا پھر میری آنکھیں کھول دی یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی یہ پہاڑی علاقہ تھا اور میں ایک چبوترے پر ایک ستون کے ساتھ بندھا ہوا تھا میرے دائیں طرف آگ کا ایک بڑا آلاؤ روشن تھا اور بائیں طرف اونچے چبوترے پر ایک خوفناک شکل کا دیو بیٹھا تھا اور اس کے پہلو میں شہزادی زرین نگار بیٹھی تھیں میں شہزادی زرین نگار کو اسکے ساتھ بیٹھے دیکھ کر چونک کر رہ گیا میرے سامنے سینکڑوں کی تعداد میں خوفناک شکلوں کی بلائیں بیٹھی تھیں وہ مجھے اپنی خونخوار نظروں سے گھور رہی تھیں ایک دیو میرے پیچھے ہاتھ میں ننگی تلوار لیے کھڑا تھا شاید وہ اشارے کا منتظر تھا میری گردن اڑانے کے لیے چبوترے پر بیٹھے دیو نے اپنی گرجدار آواز میں میرا نام لیا ڈاکٹر نزاکت وکڑی آج فیصلے کا دن ہے آج تمہارا فیصلہ کر دیا جائے گا مجھے آج اپنی موت صاف دکھائی دے رہی تھی

اور وہ بھی بھیانک وہ غصے سے دوبارہ چیخا میرے بارے میں سوچ رہے ہو میں کون ہوں؟ میرا نام سردار زوگمسان ہے اور میں اس پر اسرار کنوئیں کا سردار ہوں؟ میں اچھل کر رہ گیا میری آنکھوں کو یقین نہیں آرہا تھا کہ واقعی یہ سردار زوگمسان ہے سردار زوگمسان کو دیکھتے ہی میرا خون کھول اٹھا پھر میں نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کر دیا تم قاتل ہو قاتل ہو میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا؟ سردار زوگمسان دوبارہ چیخا سنہری چگادڑیں حاصل کرنے آئے تھے سنہری چگادڑیں حاصل کرلیں تم ساری عمر سنہری چگادڑیں حاصل نہ کر سکو گے بلاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا یہ بلائیں دیکھ رہے ہوں یہ سنہری چگادڑوں کا اصل روپ ہے؟ پھر ان بلاؤں کی طرف ہاتھ کا جھٹکا دیا وہ ساری بلائیں چگادڑیں بن کر پھڑ پھڑاتی ہوئی اڑ کر غائب ہو گئی میں اپنی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتا رہ گیا' سردار زوگمسان دوبارہ پھر بولا اس کالے پردے کی طرف دیکھو اپنے گولڈن پلازہ کی تباہی کا منظر

اس نے کالے پردے کی طرف ہاتھ کا جھٹکا دیا دوسرے ہی لمحے کالا پردہ روشن ہو گیا اور اس پر گولڈن پلازہ صاف دکھائی دینے لگا گولڈن پلازہ سے کچھ فاصلے پر چھ سات بلائیں ہاتھوں میں تربوز نما کوئی شے اٹھائے کھڑی تھیں سردار زوگمسان نے جیسے ہی ان بلاؤں کو ہاتھ کا اشارہ دیا ان بلاؤں نے وہ تربوز نما شے گولڈن پلازہ پر پھینک دی دوسرے ہی لمحے ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا۔ اور گولڈن پلازہ ریت کا ڈھیر بن گیا گرد و غبار اور آگ کا ایک طوفان سا اٹھ کھڑا ہوا کالا پردہ دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا میں غصے سے کانپ رہا تھا سردار زوگمسان کے قہقہوں سے پہاڑیاں گونج کر رہے گئی پھر دوبارہ بولا یہ دیو اپنے پیچھے دیکھ رہے ہو میرے اشارے کا منتظر ہے اشارہ ملتے ہی تمہاری گردن تن سے جدا کر دے گا میں ایسا نہیں کرنا چاہتا؟ تمہیں ایک شرط پر معاف کیا جاتا ہے میری بیٹی سے شادی کرنا ہو گی بولو میری شرط منظور ہے پھر شہزادی زرین نگار کی طرف دیکھتے ہوئے بولا یہ میری بیٹی زرین نگار ہے اس کی ماں بھی آدم زاد تھی لیکن اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے اسکی خواہش تھی کہ میں زرین نگار کی شادی کسی آدم زاد سے کروں میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے اور میری بیٹی بھی تمہیں دل و جان سے چاہتی ہے بولو میری شرط قبول ہے یا پھر موت میں سوچنے لگ گیا شہزادی زرین نگار بھاگتی ہوئی میرے پاس چبوترے پر آگئی میری رسیاں کھولی پھر مجھ سے لپٹ کر

رونے لگی میرا دل بھی بھر آیا شہزادی زرین نگار روتے ہوئے مجھے کہنے لگی خدارا ہاں کہدو تم میرا پیار ہو میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی ہاں کہوں نہیں تو میں تمہارے سے پہلے مرجاؤں گی میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ میں کیا فیصلہ کروں آخر میں اس فیصلے پر پہنچا ہاں کر دی جائے۔ میں نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے چیخ کر کہا ہاں مجھے شہزادی قبول ہے مجھے یہ شرط قبول ہے میرا جواب ہاں میں سن کر شہزادی مجھ سے لپٹ گئی اور پھر ہم پر پھولوں کی بارش شروع ہو گئی سردار نے ہمارے سر پر ہاتھ رکھا اور اپنی شفقت بھری چھاؤں میں محل میں لے آیا ایک بہت بڑی تقریب منعقد کی گئی جس میں ہزاروں بلاؤں وغیرہ نے شرکت کی سب کی موجودگی میں ہماری شادی کر دی اب شہزادی بہت خوش ہے اور شہزادی میری بیوی بن گئی ہے میں بھی بہت خوش ہوں کہ مجھے ایک پیار کرنے والی بیوی ملی ہے اب میں پر اسرار کنوئیں کا شہزادہ ہوں پر اسرار کنوئیں کی بلائیں میری غلام ہیں آہستہ آہستہ دن مہینوں میں اور پھر سالوں میں بدلتے گئے اب ماشاء اللہ میرے دو بچے ہیں بڑے بچے کی عمر 12 سال ہے اس کا میں نے جنید نام رکھا ہے بچی کی عمر 9 سال ہے اس کا نام میں نے سحرش رکھا اب میں بہت خوش ہوں کبھی کبھی یہ سوچ سوچ کر میرا دماغ پھٹ جاتا ہے کہ سردار زوگمسان میرے ماں باپ بہن بھائی کا قاتل تھا میں نے کیوں اسکی بیٹی سے شادی کی ہے میرا دل بھر آتا ہے جب میں اپنے معصوم سے بچوں کو دیکھتا ہوں تو اپنے سارے غم بھول جاتا ہوں پروفیسر کا میں نے بعد میں پتہ چلایا تھا اس کو بلاؤں نے ہلاک کر دیا تھا مجھے پروفیسر کے ہلاک ہونے پر بہت افسوس ہوا اب سردار زوگمسان بھی بہت خوش ہے کیونکہ اب وہ نانا بن چکا ہے جب بھی میرا دل اداس ہوتا ہے کچھ دیر کے لیے اپنے وطن واپس آجاتا ہوں اور پھر واپس پر اسرار کنوئیں میں لوٹ جاتا ہوں جب سے میری زرین نگار سے شادی ہوئی ہے پونا گڑھ کی پہاڑیوں میں دوبارہ بہار لوٹ آئی ہے اب وہاں سے پر اسرار کنوئیں کے دھانے کو بند کر دیا ہے قارئین آج میں نے اپنے دل کا راز افشاء کر دیا ہے آج مجھے اپنا دل ہلکا ہلکا محسوس ہو رہا ہے آج میں بہت خوش ہوں

******



"بہار"

تحریر: عمران قریشی، کوئٹہ

بہار زندگی کا پیغام لاتی ہے- جبکہ خزاں موت کا اعلان کرتی ہے- یہ اجڑا ہوا سبزہ اور خشک ندی دیکھ رہے ہو- یہ کبھی سرسبز اور پھولوں سے لدی پھندی خوبصورت ندی اور زندگی سے بھرپور وادی تھی- آج یہ اجڑ کر کسی قبرستان سے کم معلوم نہیں پڑ رہی- میرے ساتھ چلتا حبشی گائیڈ بڈ بھیر روانی سے بولتا جا رہا تھا- بڈ بھیر کا جسم مختصر ہڈیوں کا مجموعہ دکھائی دیتا تھا- جس پر کھال منڈھ دی گئی ہو- اس کا چہرہ ڈھانچہ کی کھوپڑی سے مشابہ تھا- میں یونیورسٹی میں زوالوجی کا سٹوڈنٹ تھا- ہمارا واسطہ اکثر اوقات جنگلی حیاتیات سے پڑتا رہتا ہے- ہمارا سبجیکٹ ہمیں جنگلی حیاتیات کے رہن سہن اور طور طریقوں کے متعلق مفید معلومات مہیا کرتا ہے- یونیورسٹی میں میرا آخری سال مکمل ہونے والا تھا- میں اپنی تھیوریکل تیاری سے بے حد مطمئن تھا- لیکن پریکٹیکل طور پر بے حد کمزور تھا- اپنی تیاری کو مکمل تیاری کا روپ دینے کے لئے میں اس وقت افریقہ کے گھنے اور خطرناک جنگلات میں موجود تھا- یہ جنگلات ہماری یونیورسٹی سے زیادہ دور نہیں تھے- ہم اکثر اپنے اساتذہ کے ساتھ ان جنگلات کا رخ کرتے رہتے تھے- لیکن اس وقت میں جنگل کے جس حصے میں موجود تھا- وہ بے حد دشوار گزار اور خطرناک تھا- یہاں دن کے وقت بھی رات کا سماں نظر آتا تھا- جنگل کے اس گھنے حصے کو عبور کرنے کے بعد میں اور میرا گائیڈ اس وقت ایک خشک اور اجڑی ہوئی ندی کے پاس سے گزر رہے تھے- جب بڈ بھیر نے زندگی اور موت کا فلسفہ چھیڑ دیا تھا-

بڈ بھیر زندگی اگر بہار میں جنم لے سکتی ہے- تو خزاں میں بھی وجود پذیر ہو سکتی ہے- میں نے مسکراتے ہوئے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا-

لیکن وہ زندگی نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے- بھلا خزاں کہاں بہار کا مقابلہ کر سکتی ہے- بہار تو بہار ہے- زندگی اور خوشیوں سے بھرپور اگر خزاں میں زندگی جنم دے گی- تو وہ خزاں کی طرح خشک اور ویران ہی ہوگی- بڈ بھیر نے ٹنڈ منڈ سے ایک درخت کے نیچے موجود پتھر پر بیٹھتے ہوئے کہا-

لیکن ہوتی تو وہ زندگی ہی ہے نا- پھر تم اسے موت سے تشبیہ کیسے دے سکتے ہو- میں نے بھی اپنا بیگ زمین پر رکھتے ہوئے اور اس کے پاس ہی پتھر پر بیٹھتے ہوئے کہا-

خشک اور بے جان زندگی موت سے کم نہیں ہوتی- جب یہ ندی اور اس کے پاس کی زمین ہری بھری تھی- تو یہاں زندگی خوشگوار اور پرسکون تھی- آج یہاں موت کی سی خاموشی چھائی ہوئی ہے- آؤ میں تمہیں پوکی تھولو سے ملواؤں- وہ تمہیں بتائے گا- کہ زندگی کیسے ملتی ہے- اور موت کیسے حملہ آور ہوتی ہے- بڈ بھیر نے پتھر سے اٹھتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا- اور میں بھی اٹھ کھڑا ہوا-

وہ لکڑی کا سادہ سا گھر تھا- جس کے سامنے گھاس کا وسیع میدان بہت دلفریب نظارہ پیش کر رہا تھا- میدان میں چار پانچ بھینسیں اور آٹھ دس بھیڑ بکریاں گھاس چر رہی تھیں- ایک کالے رنگ کا بڈھا بڈز بھیڑ بکریوں کے آگے پیچھے دوڑ رہا تھا- لکڑی کے مکان کا نچلا حصہ گودام کے طور پر اور اوپر کا حصہ رہائش کے لئے استعمال کیا جاتا تھا- سیڑھیاں چڑھ کر ہم دونوں اوپر کمرے میں پہنچے سادے سے اس کمرے میں سے لوبان کی خوشبو بے تحاشا محسوس ہو رہی تھی- کمرے میں موجود بوڑھا وجود بڈ بھیر کی طرح ہڈیوں کا ڈھانچہ دکھائی دے رہا تھا- اس کے جسم پر موجود سیاہ رنگ کی نیکر اس کے سیاہ جسم کا حصہ دکھائی دے رہی تھی-

بیٹھو اس نے لرزتی ہوئی آواز سے ہم دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا- اور ہم دونوں لکڑی کے فرش پر بچھی بوسیدہ دری پر بیٹھ گئے-

یہ خالد ہے- یونیورسٹی میں پڑھتا ہے- یہاں جانوروں کے متعلق معلومات اکٹھی کرنے آیا ہے- میں اسے گولڈز قصبے کی وہ خشک ندی دکھا چکا ہوں- جہاں چک اور میگی ملا کرتے تھے- کیا تم اسے چک اور میگی کی وہ پراسرار کہانی سنانا پسند کرو گے- ہو سکتا ہے- کہ یہ اسے کتابی صورت دینے میں تمہاری مدد کر سکے بڈ بھیر نے پوکی تھولو سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا- اور پوکی تھولو میری جانب دیکھنے لگا- اس کی آنکھوں میں زندگی کی چمک مفقود ہو چکی تھی- چہرے پر دیوانگی کا راج تھا-

کیا تم اس معاملے میں میری کچھ مدد کر سکتے ہو- اس نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا-

حالانکہ میرا سبجیکٹ بالکل مختلف ہے- لیکن جیکسن ولی کا ایک پبلشرز میرا جاننے والا ہے- اگر کہانی قابل اشاعت ہوئی- تو وہ ضرور اسے شائع کرے گا- تم مجھے کہانی سناؤ میں نے کہا-

میں تمام واقعات ڈائری میں منتقل کر چکا ہوں- وہ ڈائری میں تمہارے حوالے کر دیتا ہوں تم اسے آسانی سے پڑھ سکتے ہو- پوکی تھولو نے اٹھتے ہوئے کہا- اور کمرے میں موجود ٹرنک کی طرف چلا آیا- بڈ بھیر مجھ سے مخاطب تھا-

کبھی اس بوڑھے کے چہرے پر زندگی دوڑتی تھی- لیکن اب زندہ ہونے کے باوجود اس کے چہرے پر موت اپنا قبضہ جمائے صاف نظر آتی ہے- یہی خزاں اور بہار کا فلسفہ ہے- تھوڑی دیر بعد وہ پوکی تھولو مختصر لیکن اچھا خاصا بھاری لفافہ میرے حوالے کر چکا تھا- اور اب مجھ سے مخاطب تھا-

یہ میری زندگی کا مقصد ہے- اسے سنبھال کر رکھنا- یہ ایک ایسے بوڑھے شخص کے الفاظ ہیں- جس کی زندگی صرف چند دنوں کی باقی رہ گئی ہے- میں تم پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی زندگی کا مقصد تمہارے حوالے کر رہا ہوں- میرے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچانا- اور میں اثبات میں سر ہلانے لگا-

میری اس تحریر کو پڑھنے والے پر لازم ہے- کہ وہ اس کے ایک ایک حرف پر یقین رکھے- یہ تحریر حقیقت سے دور ہونے کے باوجود اپنے اندر مکمل حقیقت رکھتی ہے- میں پوکی تھولو گولڈز قصبے کا معمولی کسان اور تحریر کے کرداروں کا رشتے دار ہوں- اپنی مکمل تحریر کو ان کرداروں کے نام کرتے ہوئے آپ سے اجازت چاہوں گا- اب آپ تحریر بچے کرداروں کی زبانی سنیں گے- خدا حافظ-

میں اس وقت ہاسٹل کے کمرے میں موجود تھا- سیاہ رنگ کی چرمی جلد والی وہ ڈائری میرے سامنے میز پر دھری پڑی تھی- جب میں نے پوکی تھولو کا دیا ہوا وہ لفافہ کھولا تھا- تو اندر سے اس ڈائری کے علاوہ پانچ ہزار ڈالر اور ایک رقعہ بھی برآمد ہوا تھا- رقعے پر تحریر تھا-

"مجھے یقین ہے کہ تحریر کی اشاعت کے لئے یہ رقم کام آئے گی- کالے جنگلوں کا شکاتا دیوتا تمہیں اپنی امان میں رکھے- اور مجھے میرے مقصد میں کامیابی دے- اب تم ڈائری پڑھ سکتے ہو-" طویل سانس لیتے ہوئے میں نے تحریر کا آغاز کر دیا-

میرا نام چک ہرکولیس ہے- نام کی طرح میرا جسم بھی ہرکولیس سے کم معلوم نہیں پڑتا- ایک معمولی کسان کا لڑکا ہونے کے باوجود سیکنڈری سکول تک تعلیم حاصل کر چکا ہوں- سکول کے علاوہ میرے صرف دو شوق ہیں- ایک بیس بال کھیلنا اور دوسرا گولڈز قصبے کی خوبصورت کانڈا جھیل کو مزید خوبصورت بنانا- میں سپچرڈے اور سنڈے کی تمام چھٹیاں اس خوبصورت جھیل کے پاس موجود سرسبز گھاس کو سنوارنے سجانے میں گزارتا ہوں- گھاس کے اس خطے پر اکثر درخت میرے ہاتھوں کے لگے ہوئے ہیں- درختوں کی یہ لائین جھیل کے ایک طرف خوبصورت دیوار کا کام دیتی ہے- تو دوسری طرف گھنے اور ٹھنڈے سائے کے طور پر بھی بے حد مفید ثابت ہوتی ہے- جھیل کے سامنے کی طرف ایک وسیع خطرناک پہاڑی علاقہ اسے مزید محفوظ کرنے میں کار آمد ثابت ہوتا ہے- پہاڑ سے گرتی مختصر آبشار کے پانی کی بدولت یہ جھیل تمام سال پانی سے بھری رہتی ہے میں جھیل کے کنارے بیٹھا اس قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوتا رہتا تھا- جھیل میں اچھلتے کودتے مینڈک، مرغابیاں اور دلفریب بطخیں کھلتے پھولوں پر بیٹھتی رنگ برنگی تتلیاں ماحول کو سحرانگیز کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں- میں کانڈا جھیل کے پاس بے حد سکون محسوس کرتا تھا- مجھے یہاں آکر ایسا محسوس ہوتا تھا- جیسے میں ابھی پیدا ہوا ہوں- اور میرے جسم میں بے انتہا طاقت بھر دی گئی ہو- بہر حال یہ ایسے ہی ایک خوبصورت سپچرڈے کا واقع ہے- میں حسب معمول صبح سویرے کانڈا جھیل کے کنارے پہنچ چکا تھا- اور اب جھیل کے کنارے اگی گھاس کو صاف کرنے میں مصروف تھا- جب ایک خوبصورت اور دلفریب کالے سیاہ بالوں والی لڑکی شرٹ اور نیکر میں ملبوس درختوں کی دیوار کے نیچے سے نکل کر میرے سامنے آ کھڑی ہوئی-

ہائے میرا نام میگی ڈونلڈ ہے- کیا تم یہاں مالی کے طور پر کام کرتے ہو- اس نے مجھ سے پوچھا-

میرا نام چک ہرکولیس ہے- اور سیکنڈری سکول میں طالب علم ہوں- قدرت کے اس حسین خطے پر مالی کے طور پر کام کرنا میرا مشغلہ ہے- کیا تم قصبے میں نئی آئی ہو- کیونکہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا- میں نے پوچھا-

ہم کل ہی جیکسن ولی سے گولڈز آئے ہیں، میرے ڈیڈی قصبے میں فارم کھولنا چاہتے ہیں- کیا میں تم سے دوستی کر سکتی ہوں- اس نے مجھ سے پوچھا-

بائیں، مجھے تم سے دوستی کر کے خوشی محسوس ہو گی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور اس نے مسکراتے ہوئے میرا ہاتھ اپنے نازک ہاتھوں میں تھام لیا۔ یہ ہماری دوستی کی پہلی ملاقات تھی۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی۔

ہم اکثر کانڈا جھیل کے کنارے جھیل کی خوبصورتی کو مزید خوبصورتی میں بدلنے میں مصروف نظر آتے۔ یا پھر گھنٹوں بیٹھے پیار محبت کی باتیں کرتے رہتے۔ میگی مجھ سے بے انتہا محبت کرنے لگی تھی۔ اور میں بھی اس کا دیوانہ ہو چکا تھا۔ آخر کار ہماری یہ محبت ہی شادی کا باعث بننے میں مددگار ثابت ہوئی۔ میگی بے انتہا پیار کرنے والی وفادار بیوی ثابت ہوئی۔ جس نے میری زندگی کو بے حد پر سکون اور دلفریب بنا ڈالا۔ ایک سپچرڈے ہم دونوں کانڈا جھیل کے کنارے حسب معمول کام کر رہے تھے۔ کہ اچانک مجھے میگی کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔

چک یہ دیکھو یہ کیسا پودا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ واقعی پودا بے حد عجیب و غریب تھا۔ سیاہ رنگ کے اس پودے کی سیاہ پتیوں کے درمیان سفید رنگ کی انسانی آنکھ بہت پراسرار دکھائی دے رہی تھی۔ وہ آنکھ ٹکر ٹکر ہمیں دیکھے جا رہی تھی۔ مجھے اس پودے سے عجیب قسم کی کراہت محسوس ہونے لگی۔ میں نے میگی کو بازو سے پکڑ کر ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔

ہٹو میں اس پودے کو اکھاڑتا ہوں۔ مجھے پودا پراسرار دکھائی دے رہا ہے۔ میگی نے خوفزدہ لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

چک کہیں یہ تمہیں نقصان نہ پہنچائے۔ اسے ایسے ہی لگا رہنے دو۔

تم فکر نہ کرو۔ یہ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ پھر بھی میں اپنے آپ کو اس سے دور رکھنے کی کوشش کروں گا۔ میں نے ایک سائیڈ پر پڑا بیلچہ اٹھاتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ کر بیلچہ پودے کے اوپر دے مارا۔ چٹاخ کی آواز کے ساتھ وہ پودا غبارے کی مانند پھٹ چکا تھا۔ پودے کے پھٹنے پر اس میں سے سرخ رنگ کا لعاب نکل کر میرے کپڑوں اور ہاتھوں کو رنگ چکا تھا۔

چک یہ مجھے انسانی خون لگتا ہے۔ تم نہر کے پانی سے ہاتھ اور کپڑے دھو ڈالو۔ کہیں یہ تمہیں نقصان نہ پہنچا ڈالے۔ میگی فکر مند لہجے میں میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور میں سرہلاتا ہوا جھیل کی طرف چل دیا۔ ہاتھ اور کپڑے دھونے کے بعد میں نے پودے کو جڑ سے اکھاڑا اور جھیل سے کافی دور جنگل میں پھینک دیا۔ لیکن میگی کی فکر اثر انگیز ثابت ہوئی۔ کیونکہ میرے جسم پر جہاں جہاں پودے کا خون گرا تھا۔ وہاں زبردست خارش نے حملہ کر ڈالا۔ بازو کو کھجا کھجا کر میں نے زخمی کر ڈالا۔ لیکن سکون نصیب نہیں ہوا۔ اس پر ستم یہ کہ شام تک مجھے زبردست بخار نے آگھیرا۔ قصبے کے اکلوتے وچ ڈاکٹر رچرڈ کا کہنا تھا۔ کہ کسی جاندار وجود کا زہر میرے جسم میں پھیل چکا ہے اور یہ کہ اگر صحیح علاج نہ کیا گیا۔ تو موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ میں نے وچ ڈاکٹر رچرڈ کو علاج کی اجازت دے دی۔ اور رچرڈ نے میرا علاج تن دہی سے شروع کر دیا۔ مختلف جڑی بوٹیوں کا کڑوا محلول مجھے دن میں آٹھ دس دفعہ پینا پڑتا تھا۔ لیکن بحرحال صحیح علاج کی بدولت ایک ہفتے میں میں بالکل بھلا چنگا ہو چکا تھا۔ لیکن میرے سیدھے ہاتھ میں اب بھی خارش ہوتی تھی۔ اور کبھی کبھی تو مجھے بے حد بے چین کر دیتی تھی۔ ایسے موقع پر میگی میرے لئے رحمت کا فرشتہ ثابت ہوتی تھی۔ وہ مجھے حوصلہ بخشتی اور میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر مساج کرتی۔ اور کچھ دیر کے بعد مجھے سکون نصیب ہو جاتا تھا۔ مزید ایک ہفتے کے بعد سیدھے ہاتھ کی کلائی کے پاس ایک سرخ رنگ کا دانہ سا ابھر آیا۔ میں نے دوبارہ قصبے کے وچ ڈاکٹر رچرڈ کے کلینک کا رخ کیا۔ اس نے دانے کا معائنہ کرنے کے بعد جواب دیا۔ کہ ابھی جسم میں زہر موجود ہے۔ جو ابھرتے دانوں کا باعث بن رہا ہے۔ اور یہ کہ مزید علاج کی ضرورت ابھی باقی ہے۔ اس نے کچھ مرہم دانوں پر لگانے کے لئے اور خون کی صفائی کے لئے مزید محلول میرے حوالے کر دیا۔ اور طریقہ استعمال بھی مجھے بتا دیا۔ ہاتھ پر مرہم لگانے کی بدولت خارش حیرت انگیز طور پر ختم ہونے لگی۔ مگر دانہ دن بدن بڑھنے لگا۔ پہلے اس نے خون سے بھرے ایک پھوڑے کی صورت اختیار کی۔ اور اس کے بعد ایک مختصر انگلی کی صورت جس پر ننھا سا ناخن خون سے بھرا صاف دکھائی دیتا تھا۔ میں نے اس انگلی کے متعلق میگی کو کچھ نہیں بتایا۔ اور شاید قدرت بھی مجھ پر مہربان تھی۔ کیونکہ میگی اپنی نانی سے ملنے جیکسن دلی جا چکی تھی۔ بازو میں دوبارہ خارش شروع ہو

چکی تھی۔ کبھی کبھی یہ خارش بے حد تکلیف دہ ثابت ہونے لگی تھی۔ لیکن میں برداشت سے کام لیتا۔ اور اپنے آپ پر قابو رکھتا۔ ایک ہفتے کے بعد پانچ انگلیوں میں چھپا ہوا وہ الجھا سا ہاتھ میرے بازو کے پاس نمودار ہو چکا تھا۔ حیرت پر مزید حیرت یہ کہ ہاتھ کے درمیان وہ آنکھ بھی موجود تھی۔ جسے میں کانڈا جھیل کے پاس پودے میں دیکھ چکا تھا۔ میں اپنے جسم میں حیرت انگیز تبدیلی محسوس کر رہا تھا۔ حالانکہ میں طبیعتاً بہت نرم مزاج اور رحم دل انسان واقع ہوا تھا۔ لیکن اس دن نا جانے مجھے کیا ہوا۔ کانڈا جھیل سے واپس آتے ہوئے انکل ولسن کی میٹھا دودھ دینے والی گائے کو دیکھتے ہی میں آپے سے باہر ہو چکا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر گائے کی گردن کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں پکڑا۔ اور جھٹکا دے کر زمین پر گرا ڈالا۔ میرا جسم حیرت انگیز طور پر بے انتہا طاقت کا مجموعہ بن چکا تھا۔ گائے نے اپنے آپ کو مجھ سے چھڑوانے کی بہت کوششیں کیں لیکن بے سود میں نے ایک ہی جھٹکے سے اس کی گردن کی ہڈی کو توڑ ڈالا۔ اس تمام جدوجہد کے درمیان میرے بازو پر موجود اس تیسرے ہاتھ نے میری بے انتہا مدد کی۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس کے بغیر یہ سب کچھ ممکن نہیں تھا۔ تو بے جا نہیں ہو گا۔ گائے کے مرتے ہی جیسے مجھے ہوش آگیا۔ میں نے حیران ہو کر گائے کی لاش کو دیکھا جیسے یہ سب کچھ میں نے نہیں بلکہ کسی اور نے کیا ہو۔ اور گولڈز قصبے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

اس واقعے کے بعد یہ معمول بن گیا۔ جب بھی مجھے تنہائی میں کوئی جانور دکھائی دیتا۔ میرے جسم کے اندر مختلف پیغامات کا سلسلہ چل نکلتا۔ جیسے ایسا لگتا جیسے کوئی مجھے مجبور کر رہا ہو۔ کہ میں سامنے موجود جانور کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں۔ اور میں مجبوراً ایسا کرتا بھی تھا۔ لیکن اس تمام عمل میں میری مرضی شامل نہیں ہوتی تھی۔ مجھے ایسا لگتا تھا۔ جیسے میں مجبوراً ایسا کر رہا ہوں۔ حد تو اس وقت ہوئی۔ جب مجھے وہ خوبصورت لڑکی گولڈز قصبے کی طرف جاتی دکھائی دی۔ اس دن پہلی دفعہ مجھے پیغام موصول ہوا کہ اس لڑکی کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں۔ اور میں مجبوراً لڑکی کی طرف چل دیا۔ وہ گریڈ ٹام کوشل کی لڑکی روز تھی۔ جو سکول سے گھر کی طرف جا رہی تھی۔ مجھے اپنی طرف آتے دیکھ کر اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

ہائے چک کیسے ہو تم۔ اور میں نے جواب دینے کے بجائے آگے بڑھ کر اسے اپنے جسم کے ساتھ چپکا لیا۔ اور ایک ہی جھٹکے میں اس کی گردن توڑ ڈالی۔ وہ مری ہوئی مرغی کی طرح میری بانہوں میں جھولنے لگی۔ میں نے پریشان ہو کر اپنے اردگرد نظر دوڑائی۔ اور قصبے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

چک ہرکولیس تم تباہی کی طرف گامزن ہو۔ سدھر جاؤ۔ ورنہ تمہارا انجام ٹھیک نہیں ہو گا۔ اس معصوم لڑکی روز کا کیا قصور تھا۔ جو تم نے اس بے دردی سے اسے مار ڈالا۔ چک کانڈا جھیل کے کنارے بیٹھا بے حد اداس دکھائی دے رہا تھا۔ اسے مختلف سوچوں نے گھیر رکھا تھا۔ لیکن بھلا اس تمام معاملے میں اس کا کیا قصور تھا۔ وہ تو مجبور تھا۔ اسے تو حکم ملتا تھا۔ اور وہ حکم پر عمل کرتا تھا۔ نا جانے اسے اپنے جسم پر اختیار کیوں نہیں رہا تھا۔ بازو کے ساتھ لگا تیسرا ہاتھ بے انتہا صحت مند ہونے کی وجہ سے اس کے جسم کا ہی ایک عضو معلوم ہونے لگا تھا۔ اپنے جسم کے اس کراہت انگیز عضو کو چھپانے کے لئے چک ہر وقت سیاہ رنگ کی وہ شال اوڑھے رکھتا تھا۔ جو اس کے نانا نے اسے جیکسن دلی سے منگوا کر دی تھی۔ اور یہ چک کی بہترین قسمت ہی تھی۔ کہ ان دنوں موسم بہار ہونے کے باوجود کافی سردی پڑ رہی تھی۔ اس لئے سیاہ رنگ کی اس شال کو کسی نے معیوب نظروں سے نہیں دیکھا۔ چک کی پریشانی کی ایک اور وجہ بھی تھی۔ اب پیغامات باقاعدہ آواز کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ یعنی اسے اپنے جسم کے اندر کوئی پیغام دیتا صاف سنائی دیتا تھا۔ یہ غیر انسانی آواز بے حد پراسرار معلوم پڑتی تھی۔ اسے باقاعدہ حکم دیا جاتا تھا۔ کہ فلاں بندے کو ختم کرنا ہے۔ اور چک سر جھکائے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے تیار ہو جاتا تھا۔ لیکن سپچرڈے کو ملنے والے پیغام نے اسے بے طرح پریشان کر کے رکھ دیا۔ پیغام یہ تھا کہ مسز زینب کے آٹھ سالہ لڑکے آفتاب کے جسم کی بوٹیاں بوٹیاں کر دی جائیں۔ مرتا کیا نہ کرتا وہ قصبے کے آخری سرے پر واقع مسز زینب کے گھر کی طرف چل دیا۔ مسز زینب ہر سپچرڈے کو گیارہ بجے سودا سلف لینے گولڈز قصبے کے مختصر سے بازار کا رخ کرتی تھی۔ وہ بیوہ تھیں۔ اور قصبے کے مختصر سے سکول میں ٹیچر کی خدمات انجام دیتی تھیں۔ وہ سکول کے دور میں چک کی بھی ٹیچر رہ چکی تھیں۔ اپنی ٹیچر کے لڑکے کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چک کو بالکل بھی زیب نہیں دے رہا تھا۔ لیکن وہ مجبور تھا۔ اس کے

اختیار میں کچھ بھی نہیں تھا۔ اسی لئے وہ اس وقت مسز زینب کے گھر کے پاس موجود تھا۔ دستک دینے پر دروازہ آفتاب نے ہی کھولا۔ چک کے ہاتھ آگے بڑھا کر آفتاب کو پیچھے دھکا دینے کی کوششیں کیں۔ لیکن وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہا۔ اس کے ہاتھوں کو ایسا جھٹکا لگا جیسے اس نے بجلی دوڑتی کسی ننگی تار کو چھولیا ہو۔

کیابات ہے۔ آفتاب حیران ہو کر پوچھ رہا تھا۔

کچھ نہیں چک نے جواب دیا۔ اور کانڈا جھیل کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

یہ سب کیا ہے۔ مجھے کرنٹ کیوں لگا۔ شاید مسز زینب کے گھر پر کالے جنگل شکا تا دیوتا مہربان ہے۔ تبھی میں اسے چھو بھی نہیں سکا۔ وہ گھر اس کی امان میں ہے۔ اور یہ بہت اچھی بات ہے۔ ورنہ آفتاب کا جو حال ہوتا تھا۔ وہ بہت دردناک ہوتا۔ چک کانڈا جھیل کے کنارے موجود درختوں کے سائے میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ جب سے چک نے اپنے جسم پر اختیار کھویا تھا۔ تب سے کانڈا جیل خشک ہونے کے ساتھ اپنی خوبصورت چراگاہ کو بھی خشک ہونے سے بھی نہ بچا سکی۔ اب یہ عالم تھا کہ جھیل میں گرتی آبشار نہ جانے کہاں کھو چکی تھی۔ سبزہ معدوم پڑتا جا رہا تھا۔ جھیل کے کنارے ہمیشہ سے بسیرا کئے ہوئے پرندے نقل مکانی کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ یہ سب باتیں چک کے لئے بہت تکلیف دہ ثابت ہو رہی تھیں۔ لیکن وہ مجبور تھا۔ کچھ بھی تو نہیں کر سکتا تھا۔ جب انسان کے اعمال بری صورت اختیار کرنے لگ جاتے ہیں۔ تو ایسے ہی ورا کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ جیسے گولڈز قصبے پر نازل ہونے والا تھا۔ آج سے پہلے گولڈز قصبہ ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال تھا۔ بارشوں کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔ اور یہ عالم تھا کہ کافی عرصہ ہوا بادلوں کی صورت بھی دکھائی نہیں دی تھی۔ پہاڑوں کے پیچھے سورج کو دیکھتے ہوئے چک کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔

چک کی زندگی کا دشوار گزار مرحلہ اس وقت شروع ہوا۔ جب یگی جیکسن ولی سے واپس گولڈز قصبے آئی۔ بیوی کو اپنے سے دور رکھنا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔ اور چک کی قربت یگی کو اس کے جسم کی ناقابل برداشت تبدیلی کے متعلق جاننے میں دیر نہ لگاتی۔ بہت سوچ بچار کے بعد چک نے اپنی محبوب بیوی سے ایک دوسرے کمرے میں سونا شروع کر دیا۔ لیکن یہ مسئلے کا مکمل حل نہیں تھا۔ چک سب کچھ کرنے کے لئے تیار تھا۔ لیکن یگی کو اپنے کرتوت بتانے کو تیار نہیں تھا۔ الگ سونے پر یگی نے بہت واویلا مچایا۔ اس سے وجہ بھی دریافت کی۔ لیکن چک اسے خاطر خواہ جواب نہیں دے سکا۔ شوہر کی محبت میں پاگل اس دیوانی لڑکی نے شوہر کے اس رد عمل کو بھی شوہر کا پیار سمجھ کر قبول کر لیا۔ لیکن بات صرف ایک کمرے میں سونے کی نہیں تھی۔ بلکہ چک نے تو اسے بالکل ہی نظر انداز کرنا شروع کر دیا۔ وہ جہاں بیٹھی چک وہاں سے اٹھ کر کہیں اور جا بیٹھتا۔ تنگ آ کر آخر کار یگی نے پوچھ ہی لیا۔ کہ وہ اسے نظر انداز کیوں کر رہا ہے۔ کیا چک کا اس سے دل بھر چکا ہے۔ یا پھر اسے قصبے کی کوئی اور لڑکی پسند آ گئی ہے۔ تڑپ کر چک نے جواب دیا۔ کہ ایسی کوئی بھی بات نہیں۔ اگر کوئی بات ہے تو صرف اتنی ہے کہ یگی اور اس کی محبت کا سلسلہ بے حد مضبوط ہو چکا ہے۔ اور اپنی محبت سے مجبور ہو کر وہ ایسا نہیں چاہتا ہے۔ کہ اس کے ہاتھوں یا اس کے عمل سے یگی کو کوئی تکلیف پہنچے۔ اس لئے ایسا وقت آنے سے پہلے ان دونوں کو جدا ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ بہتری اسی میں ہے۔

چک تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔ میں جیتے جی تم سے جدا نہیں ہو سکتی۔ ہماری جدائی صرف موت کی صورت میں واقع ہو سکتی ہے۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گی کہ موت بھی ہم دونوں کو جدا نہیں کر سکے گی۔ ہمیں شکا تا دیوتا نے یکجا کیا تھا۔ اور اب شکا تا دیوتا بھی ہمیں جدا نہیں کر سکے گا۔ یگی نے جذباتی لہجے میں جواب دیا۔

تم سمجھتی کیوں نہیں ہو۔ بعض اوقات حالات ایسی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ جب جدائی بہترین ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔ اور ہمیں یہ ذریعہ استعمال کرنا ہو گا۔ چک نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

کیا ہوا ہے حالات کو سب کچھ ٹھیک تو ہے۔ تم مجھ سے بہت کچھ چھپا رہے ہو۔ اگر مجھے بتانا نہیں چاہتے ہو تو ٹھیک ہے۔ میں پھر بھی تم سے جدا ہو جانے سے مر جانے کو بہتر جانتی ہوں۔ یگی نے حتمی انداز میں اپنا فیصلہ چک کے گوش گزار کر دیا۔ اور چک نے کاندھے اچکا کر اپنی کمزوری کا اعتراف کر لیا۔

چک انکل ٹام کے گھر کے سامنے موجود تھا۔ اسے انکل ٹام کی لڑکی جینفر کے جسم کے ٹکڑے کرنے کو کہا گیا تھا۔ جینفر پندرہ سولہ سال کی خوبصورت اور صحت مند لڑکی تھی۔

دروازے پر دستک دینے پر دروازہ جینفر ہی نے کھولا۔ کیا بات ہے چک اگر تمہیں ڈیڈی سے کام ہے۔ تو اس وقت گھر میں موجود نہیں ہیں۔ جینفر نے چک کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

مجھے تمہارے ڈیڈی سے کوئی کام نہیں۔ بلکہ میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں کیا تم مجھے اندر آنے کو نہیں کہو گی۔ اور چک کمرے میں داخل ہو گیا۔ گھر میں اور کوئی موجود تو نہیں ہے۔ چک نے پوچھا۔

نہیں لیکن تم ایسا کیوں پوچھ رہے ہو۔ جینفر نے حیرانگی سے پوچھا۔

ایسے ہی میں تم سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ چک نے مطمئن لہجے میں جواب دیا اور آگے بڑھ کر جینفر کو اپنے مضبوط بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا۔ کڑک کی آواز کے ساتھ جینفر ہوش و حواس کی دنیا سے کوچ کر چکی تھی۔ چک کو اپنے مذموم ارادے میں کامیاب ہوتا دیکھنے والا وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ انکل ٹام اور مسز ٹام قصبے کے ایک اکلوتے بینک میں کام کرتے تھے۔ یہ اکلوتا بینک ہی ان کی شادی کا باعث بنا تھا وہ دونوں شروع ہی سے بینک میں ملازم تھے۔ اور ایک دوسرے کو بے حد پسند کرتے تھے۔

اپنی پسند کو مضبوط دوستی کا روپ دینے کے لئے ان دونوں نے شادی کے بندھن میں بندھ جانے کو بہتر جانا۔ اور اس وقت ان کے پیار کی نشانی زمین پر آڑھی ترچھی پڑی کسی اور ہی دنیا کی مخلوق دکھائی دے رہی تھی۔ چک سامنے کھڑا اسے بہت افسوس سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے اس تمام معاملے میں اس کا کوئی بھی قصور نہ ہو۔ اچانک دروازے پر دستک ہوئی اور چک گھبرا کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ نہ جانے باہر کون تھا۔ چک نے گھر پر طائرانہ نظر ڈالی۔ فرار کا واحد راستہ وہ دروازہ تھا۔ جو برابر دستک کی آواز پیدا کر رہا تھا۔ فرار تقریباً ناممکن تھا۔ اب اس مسئلے کا صرف ایک ہی حل موجود تھا۔ کہ بالکل خاموش رہا جائے باہر موجود شخص اچھی طرح دروازہ کھٹکھٹانے پر خود ہی واپس چلا جائے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ دروازے میں چابی گھومنے کی آواز چک کے دماغ کو گھما چکی تھی چھپنے کا وقت نہیں تھا۔ چک چھلانگ لگا کر دروازے کے سامنے لگے لمبے پردوں کے پیچھے چھپ گیا۔ دروازہ کھل چکا تھا اور بوڑھی کیتھرائین کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ انکل ٹام کے گھر میں کام کرتی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ گھر میں کوئی موجود نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے انکل ٹام نے گھر کی ایک چابی بوڑھی کیتھرائن کو دے ڈالی تھی۔ تاکہ وہ اطمینان سے اپنا کام کر سکے۔ کیتھرائن کے کمرے میں داخل ہوتے ہی چک نے پردے کو ہٹایا اور تیزی سے کمرے کے اکلوتے دروازے کی طرف لپکا۔ کیتھرائن سامنے موجود جینفر کی لاش کو دیکھ چکی تھی۔ اور اب حلق پھاڑ کر چیخ رہی تھی۔ چک نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ اور دروازہ کھول ڈالا۔ دروازہ کھلنے کی آواز سن کر کیتھرائن نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ چک دروازے میں کھڑا تھا۔

جینفر کو کسی نے قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر اس کی شائد گردن کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے۔ کیتھرائین نے ہراساں لہجے میں چک سے مخاطب ہو کر کہا وہ شاید یہ سمجھ رہی تھی۔ کہ چک ابھی باہر سے کمرے میں داخل ہوا ہے۔ اور یہ سب چک کے لئے بہتر ہی تھا۔

گولڈز قصبے کے تمام لوگ بوڑھی کیتھرائن کو ہی جینفر کا قاتل سمجھ رہے تھے۔ کیونکہ آئے دن کیتھرائین اور جینفر میں جھگڑا ہوتا رہتا تھا۔ لیکن ایک ہستی ایسی بھی تھی۔ جو چک پر شک کرنے پر مجبور تھی۔ اور وہ چک کی محبوب بیوی یگی تھی۔ یگی کا کہنا تھا۔ کہ چک جینفر سے محبت کرتا تھا۔ لیکن جینفر اسے گھاس بھی نہیں ڈالتی تھی۔ تبھی چک نے جینفر کا قتل کر ڈالا۔ جینفر کی وجہ سے ہی چک یگی سے دور رہتا تھا۔ اور چک کہہ رہا تھا۔

ہاں میں جینفر سے محبت کرتا تھا۔ اور میری تم سے دوری کی وجہ بھی جینفر ہی تھی۔ لیکن میں نے اسے قتل نہیں کیا۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ اسے کس نے قتل کیا ہے۔

میں اب بھی یہی کہوں گا۔ کہ ہمیں الگ ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ اب ہمارے درمیان وہ محبت نہیں رہی۔ جس کی وجہ سے ہم یکجا ہوئے تھے۔ چک نے جواب دیا۔

تم مجھ سے محبت کرو یا نہ کرو۔ لیکن میں اب بھی تم سے محبت کرتی ہوں۔ اور تم سے الگ ہونے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتی ہوں۔ یگی نے آنسو بھری آنکھوں سے چک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تم سمجھتی کیوں نہیں ہو۔ میں اب تمہارے قابل نہیں رہا ہوں۔ تمہیں مجھ سے دور رہنا چاہئے۔ جاؤ یہاں سے چلی جاؤ۔ ورنہ میرے ساتھ تم بھی تباہ ہو جاؤ گی۔ چک نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

چک میں ایک دفعہ پھر کہوں گی کہ تم مجھ سے کچھ

چھپا رہے ہو۔ بھلا اپنے جیون ساتھی سے کوئی بات چھپائی جاتی ہے۔ پلیز تم مجھے سب کچھ بتا دو۔ میگی نے پریشان لہجے میں چک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تم اگر مجھ سے دور نہیں جا سکتی۔ تو ٹھیک ہے۔ میں خود ہی یہاں سے چلا جاتا ہوں۔ چک نے غصیلے لہجے میں کہا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اور میگی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

ایک ہفتے کے بعد چک کی طرف سے میگی کو طلاق کے کاغذات موصول ہو چکے تھے۔ اس سانحے کے بعد اس پر سکتے کا جو عالم نظر آرہا تھا۔ اسے دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے اب وہ دوبارہ ہوش وحواس کی دُنیا میں نہیں آئے گی۔ اور دوسری طرف کیتھرائین کو جینفر کے قتل کے جرم میں گیس چیمبر کی سزا سنا دی گئی۔ چک کانڈا جھیل کے کنارے ٹنڈ منڈ درخت کے نیچے سر پکڑے بیٹھا بے حد پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ آج صبح ہی اسے میگی کو ختم کرنے کے احکامات موصول ہو چکے تھے۔ جو کہ ایک ناممکن بات تھی۔ لیکن چک کو اس ناممکن کو ممکن بنانا تھا۔ کیونکہ انکار کرنا اس کے اختیار سے باہر ہو چکا تھا۔ کانڈا جھیل بالکل خشک ہو چکی تھی۔ سبزہ جھاڑ جھنکاڑ کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ آبشار اور آبی پرندوں کا دور دور تک نام ونشان نہیں تھا۔ شاید فنکا تا دیوتا ناراض ہو چکا تھا۔ گولڈز قصبے پر قحط کے اثرات نمودار ہو رہے تھے۔ اور یہ سب شائید چک کی بدولت ہو رہا تھا۔ تمام قصبہ پریشان تھا۔ یہ پریشانی دور ہو سکتی تھی۔ اگر چک اپنے آپ کو ختم کر لیتا۔ اپنے جسم میں پلنے والے اس ناسور کا خاتمہ کر دیتا۔ اس مسئلے کا صرف یہ ہی ایک حل باقی تھا۔ اور چک دِل میں پکا ارادہ کر چکا تھا۔ کہ وہ اپنا خاتمہ ضرور کرے گا۔ اسی نیت سے وہ اس وقت کانڈا جھیل کے کنارے موجود تھا۔ کچھ دیر بعد وہ اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنانے کی نیت سے سامنے موجود پہاڑ پر چڑھنے کا آغاز کر چکا تھا۔ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر اس نے نیچے جھانک کر دیکھا۔ گولڈز قصبے کے مکان بچوں کے کھلونوں کی طرح چھوٹے چھوٹے دکھائی دے رہے تھے۔ پہاڑ سے آبشار کی صورت میں نیچے گرنے والا پانی خشک ہو چکا تھا۔ چک نے چوٹی پر کھڑے ہو کر دونوں بازوؤں کو پرندوں کے پروں کی طرح کھولتے ہوئے چیختے ہوئے کہا۔

گولڈز قصبے کے باشندوں تُمہاری پریشانی دور ہونے کا وقت آگیا ہے۔ تُمہاری پریشانی میری وجہ سے تھی اور میں نے اپنے آپ کو ختم کرنے لگا ہوں۔ اگر ایک شخص کی موت سے ہزاروں لوگوں کو فائدہ ہو سکتا ہے۔ تو یہ بہت اچھی بات ہو گی۔ میں اپنے آپ کو ختم کر کے تُم سب کو خوشحال کر دوں گا۔ خدا حافظ میرے عزیزوں چک نے چیختے ہوئے کہا۔ اور نیچے چھلانگ لگانے کے لئے پر تولنے لگا۔ لیکن اچانک اسے اپنے کاندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا۔ اور وہ بے اختیار پیچھے مڑ گیا۔

میں تُم سے مُحبت کرتی ہوں۔ طلاق ملنے کے باوجوں میں تمہیں بھلا نہیں سکی۔ اور تُمہارے آگے پیچھے پھرتی رہی۔ مقصد صرف تمہیں دیکھ کر اپنی آنکھوں کی پیاس کو بجھانا تھا۔ میں تمہیں پہلے بھی پسند کرتی تھی۔ اور آج بھی پسند کرتی ہوں۔ اور ہمیشہ کرتی رہوں گی۔ میگی چک سے مخاطب تھی۔ وہ دونوں کانڈا جھیل کے کنارے آمنے سامنے بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ دونوں کی آنکھوں میں تاسف انگیز شرمندگی نمایاں تھی۔

تم نے مجھے خودکشی کرنے سے روک کر اچھا نہیں کیا۔ میں تمہیں اپنی تمام کہانی سنا چکا ہوں۔ اور اس ناسور کے متعلق بھی بتا چکا ہوں۔ گولڈز قصبے کی بہتری اسی میں ہے۔ کہ میں اپنے جسم کو ختم کر کے اس ناسور کا بھی خاتمہ کر ڈالوں۔ چک نے اپنے بازو کے ساتھ موجود تیسرے ہاتھ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جس میں موجود اکلوتی آنکھ بہت معصومیت سے چک کی جانب دیکھ رہی تھی۔

مرنے سے مسئلے حل نہیں ہوا کرتے۔ مسائل زندہ رہ کر حل کئے جاتے ہیں۔ ہم دونوں مل کر اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ڈھونڈ ہی لیں گے۔ تُم مجھے بتا چکے ہو کہ سسٹر زینب کے گھر تمہیں کرنٹ لگا تھا۔ اور تُم اس کے لڑکے آفتاب کا بال بیکا کئے بغیر اپنے مقصد کی ناکامی کے بعد واپس آ گئے تھے۔ ہمیں اگر اس ناسور سے کوئی چھٹکارا دلوا سکتا ہے۔ تو وہ صرف سسٹر زینب ہیں۔ ہمیں جلد از جلد ان سے رجوع کرنا چاہئے۔ ورنہ دیر ہم دونوں کے لئے خطرناک بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ میگی نے چک سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ ہاں واقعی سسٹر زینب کے گھر میں ضرور کوئی راز پوشیدہ ہے۔ جس کی بدولت مجھے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ چلو اس کے پاس چلتے ہیں۔ شاید بات بن جائے۔ چک نے امید بھرے لہجے میں میگی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور دونوں کھڑے ہوتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

سسٹر زینب مسلمان ہونے کی بدولت پانچوں وقت کی نماز کی پابند تھیں۔ ان کی قرآن شریف کی قرآت کا یہ عالم تھا۔ کہ بدن پر وجد کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ بہت سی غیر مسلم عورتیں صرف ان کی قرآت سننے کے لئے صبح سویرے ان کے گھر آ جاتی تھیں۔ دو انگریز عورتیں سسٹر زینب کے ہاتھوں اسلام قبول کر چکی تھیں۔ ان کی آواز میں اتنی شیرینی تھی کہ دِل موہ لینے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔ چک اور میگی سسٹر زینب کے سامنے سر جھکائے بیٹھے تھے۔ چک تمام روداد سسٹر زینب کے گوش گزار کر چکا تھا۔ اور اب جواب کا منتظر تھا۔ سسٹر زینب کہہ رہی تھیں۔

تُمہارے جسم پر کوئی شیطانی قوت قابض ہو چکی ہے۔ پتہ نہیں میں تمہیں اس قوت سے نجات دلا سکتی ہوں یا نہیں۔ کسی شیطانی طاقت سے مقابلے کے لئے بے پناہ ایمان کی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور میرے ناتواں جسم میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ کہ میں کسی طاقت سے مقابلہ کر سکوں۔ لیکن ایک طاقت میرے پاس ایسی موجود ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے کوئی بھی طاقت غلبہ نہیں پا سکتی۔ اور وہ طاقت ایک کتاب میں پوشیدہ ہے۔ جسے ہم قرآن شریف کہتے ہیں۔ سسٹر زینب نے دونوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

وہ کتاب کہاں ہے سسٹر آپ فوراً وہ کتاب لے آئیں۔ مجھے یقین ہے کہ نتیجہ مثبت نکلے گا۔ چک نے بے چین لہجے میں سسٹر زینب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ وہ تینوں اس وقت کانڈا جھیل کے کنارے موجود تھے۔ چک میں سسٹر زینب کے گھر جانے کی اہمیت موجود نہیں تھی۔ وہ دوبارہ کرنٹ کھانے سے گھبرا کر سسٹر زینب کو کانڈا جھیل کے کنارے بلا بیٹھا تھا۔ اس لئے قرآن شریف لانے کے لئے سسٹر زینب کو دوبارہ گولڈز قصبے کا رخ کرنا پڑا۔

کچھ دیر کے بعد کانڈا جھیل کے کنارے میگی چک اور سسٹر زینب موجود تھے۔ سسٹر زینب ہاتھوں میں قرآن شریف اٹھائے ہوئے تھیں۔ چک بہت عجیب نظروں سے قرآن شریف کو دیکھ رہا تھا۔ قرآن شریف کو سامنے دیکھتے ہی اسے اپنی جسمانی لرزش کا اندازہ ہو چکا تھا۔ اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے اس کے جسم میں بے چینی اور ہلچل مچی رہی ہو۔ وہ بیک وقت وہاں ٹھہرنا بھی چاہتا تھا۔ اور وہاں سے بھاگنا بھی چاہتا تھا۔

چک تیار ہو جاؤ۔ میں کچھ آیتیں پڑھوں گی۔ پھر دیکھوں گی کہ ان کا کیا ردعمل ظاہر ہوتا ہے۔ مجھے مکمل یقین ہے۔ کہ میرا خدا میرا ساتھ دے گا۔ سسٹر زینب نے کہا اور گھاس پر بیٹھ کر قرآن شریف کا کور کھولنے لگی۔ وہ اس وقت مکمل وضو میں سر پر سفید رنگ کا دوپٹہ اوڑھے کسی حور سے کم معلوم نہیں پڑھ رہی تھی۔ قرآن شریف کھولنے کے بعد اس نے سورۃ یٰسین بلند آواز میں پڑھنی شروع کر دی۔ ساتھ ہی جیسے چک کے جسم پر لپٹی چادر میں ہلچل مچ اٹھی۔ چادر جھٹکے سے زمین پر گر چکی تھی۔ اور اس کے جسم کا ناسور یعنی تیسرا ہاتھ چک کی گردن کو اپنے شکنجے میں جکڑ چکا تھا۔ چک کا چہرہ تیزی سے مسخ ہوتا جا رہا تھا۔ اسے اپنا سانس حلق میں رکتا محسوس ہو رہا تھا۔ میگی پریشانی سے چک کو دیکھ رہی تھی۔ چک کی حالت متزلزل ہوتے دیکھ کر اس سے رہا نہیں گیا۔ اور اس نے چیخ کر سسٹر زینب کو سورۃ یٰسین پڑھنے سے روک دیا۔ ساتھ ہی چک کی گردن سے ہاتھ کی گرفت ختم ہو چکی تھی۔ اور وہ نڈھال ہو کر زمین گر چکا تھا۔

چک کیا ہوا تمہیں۔ تمہیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچا۔ میگی نے ہراساں لہجے میں پوچھا۔ میں ٹھیک ہوں۔ صرف مجھے سانس ٹھیک نہیں آ رہا۔ چک نے اپنی گردن کو مسلتے ہوئے کہا۔ چک میرے آیت پڑھنے کے دوران تمہیں کوئی پیغام موصول ہوا تھا۔ سسٹر زینب نے پوچھا۔ ہاں مجھے اپنے جسم میں آواز سنائی دی تھی۔ کہ اگر میں آپ کو آیت پڑھنے سے منع نہیں کروں گا۔ تو میرا گلہ دبا کر میرا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ چک نے جواب دیا۔

چک اس عفریت کو ایسے ہی رہنے دو۔ ورنہ یہ عفریت تُمہارا خاتمہ کر سکتا ہے۔ اور مجھے تُمہاری زندگی بے حد عزیز ہے۔ میگی نے آنسو بھری آنکھوں سے چک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

نہیں میں اس عفریت کا خاتمہ کر کے چھوڑ دوں گا۔ ورنہ گولڈز قصبے میں تباہی مچ جائے گی۔ تمہیں معلوم ہے۔ اس وقت مجھے کیا پیغام محسوس ہو رہا ہے۔ قصبے کے واحد چرچ کے فادر کو ختم کر دوں۔ میں ایسا نہیں کر سکتا ہوں۔ لیکن میں اس عفریت کو ختم کر سکتا ہوں۔ میرے ذہن میں ایک ایسا طریقہ موجود ہے۔ جس سے بھینس بھی مر جائے گی۔ اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔ چک نے کہا۔ اور

چشمے کی طرف چل دیا۔

وہ اس وقت سلمان احمد خان کے سامنے سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اپنی تمام روداد سلمان احمد خان کو سنا چکا تھا۔ اور اب جواب کا منتظر تھا۔

بہت غیر یقینی آپ بیتی ہے تمہاری۔ لیکن تمہارے جسم کے ساتھ موجود تیسرا ہاتھ اس آپ بیتی کا جیتا جاگتا ثبوت پیش کر رہا ہے۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ۔ کہ میں اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہے۔ سلمان احمد خان نے چک کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

میرے اس مسئلے کا صرف اور صرف ایک ہی حل باقی رہ گیا ہے۔ بصورت دیگر مجھے موت ہی اس عفریت سے نجات دلا سکتی ہے۔ چک نے سلمان احمد خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور وہ حل کیا ہے۔ اور اس حل کا مجھ سے کیا تعلق ہے۔ سلمان احمد خان نے پوچھا۔

میں آپکے ہاتھوں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ جب یہ عفریت آپ کی مقدس کتاب سے اتنا خوفزدہ ہے۔ کہ اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔ تو اگر یہ کتاب میرے دل پر نقش ہو جائے۔ تو اس عفریت کو میرے جسم کو چھوڑنا ہی پڑے گا۔ چک نے کہا۔

تم صرف اس عفریت سے نجات کے لئے اسلام قبول کر رہے ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو یہ عفریت تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ کیونکہ جب تک تمہارے دل میں اسلام کی قدرو منزلت موجود نہیں ہوگی۔ تم میں ایمان کی طاقت پیدا نہیں ہو سکے گی۔ سلمان احمد خاں نے اسے بتایا۔

میں دل وجان سے اسلام قبول کرنے کو تیار ہوں۔ ایک ایسے دین کو اپنانا چاہتا ہوں۔ جس کے ہونے کی بدولت کسی عفریت میں اتنی ہمت نہ ہو۔ کہ وہ جسم پر قبضہ کر سکے۔ اس کے علاوہ جب سسٹر زینب قرآت کر رہی تھیں۔ تو میرے دل ودماغ کو جو سکون میسر آ رہا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ کیفیت مجھے ہمیشہ کے لئے مل جائے۔ میں تم سے درخواست کروں گا۔ کہ مجھے جلد از جلد اسلام کے دائرہ اختیار میں داخل ہونے میں مدد دو۔ تمہارا خدا تمہیں اس کا اجر ضرور دے گا۔ چک نے منت بھرے لہجے میں سلمان احمد خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میرا ہی نہیں بلکہ اب وہ تمہارا بھی خدا ہے۔ تم یہی بیٹھو میں قرآن شریف لے کر آتا ہوں۔ سلمان احمد خان نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور اندر کمرے کی طرف چل دیئے۔ ان کے کمرے سے نکلتے ہی چک کے جسم پر موجود وہ تیسرا ہاتھ حرکت میں آگیا۔ اس نے اچک کر چک کی گردن کو ایسے مضبوط شکنجے میں جکڑا اور گردن کو دبانے لگا۔ چک کا چہرہ مزید سے مزید تر سرخ پڑتا جا رہا تھا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے تمام خون اس کے چہرے پر جمع ہو گیا ہو۔ سانس مدھم پڑتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کمرے میں موجود قالین پر گر چکا تھا۔ اور جب سلمان احمد خان کمرے میں داخل ہوئے۔ تو چک کے ساتھ اس کے جسم پر موجود تیسرا ہاتھ بھی بے حس وحرکت قالین پر آڑھے ترچھے پڑے تھے۔

یہاں تک پہنچ کر شاید کہانی کا اختتام ہو گیا تھا۔ لیکن مزید صفحے الٹانے پر کچھ اور تحریر میری نظروں کے سامنے سے گزری۔ لکھا تھا کہ اس تحریر کے زیادہ تر واقعات مجھے میگی کے ذریعے حاصل ہوئے تھے۔ میگی چک سے بے انتہا محبت کرتی تھی۔ چک بھی میگی سے دل وجان سے زیادہ محبت کرتا تھا۔ محبت میں دوری برداشت نہیں ہوتی۔ اور اتفاق سے چک اور میگی کے درمیان فاصلہ آگیا تھا۔ یہی فاصلہ میگی کی موت کا سبب بنا۔ چک کے مرنے کے بعد طلاق یافتہ میگی چک کی موت کا صدمہ برداشت نہیں کر سکی۔ اور بیمار رہنے لگی۔ ایک مہینے ہی میں وہ سوکھ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی تھیں۔ وہ اکثر کانڈا جھیل کے کنارے درختوں کے نیچے بیٹھی چک کا انتظار کرتی رہتی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ چک اسے لینے ضرور آئے گا۔ ہر بہار کی شروعات کا واقعہ ہے۔ ہر طرف بہار کی آمد عجیب بہار دکھا رہی تھی۔ لیکن کانڈا جھیل اور گولڈز قصبہ ویسے ہی اجڑا نظر آ رہا تھا۔ میں (پوکی تھولو) میگی کی تلاش میں کانڈا جھیل کی طرف چلا آیا۔ میگی ٹنڈ منڈ سے درخت کے سائے میں بیٹھی نہ جانے کس سے باتیں کر رہی تھیں۔ قریب پہنچنے پر مجھے ٹھٹھک کر رک جانا پڑا۔ وہ چک ہی تھا یا شائید اس کی روح تھی جو میگی کے سامنے بیٹھی اس سے مخاطب تھی۔

ہماری دوری کے ختم ہونے کا وقت آ چکا ہے۔ بہار کی آمد آمد ہے۔ لیکن کانڈا جھیل پر بہار کبھی نہیں آئے گی۔ کیونکہ موت کا دوسرا نام خزاں ہے۔ اور بہار زندگی کا پیغام دیتی ہے۔ ہم زندہ رہ کر سکون کے چند سانس بھی نہیں لے سکے تھے۔ ہم نے بھلا ایسی بہار کا کیا کرنا ہے۔ جو زندگی کا پیغام دینے کے باوجود سکون نہیں دے سکتی ہے۔ ایسی بہار سے تو خزاں لاکھ درجے بہتر ہے۔ جو موت کے ساتھ ہمیں ملاپ کا موقع تو دے سکتی ہے۔ چلو ہمارے ملنے کا وقت قریب آ چکا ہے۔ اپنا ہاتھ میری طرف بڑھاؤ۔ چک نے اپنا ہاتھ میگی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا میں نے چیختے ہوئے میگی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

میگی ایسا مت کرنا۔ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ میں بالکل تنہا رہ جاؤں گا۔ رک جاؤ اس بوڑھے وجود کی خاطر رک جاؤ۔ میں آگے بڑھ کر اس کے لاغر جسم کو اپنی بانہوں کے حصار میں لے لیا۔ لیکن مجھے دیر ہو چکی تھی۔ اس کی روح اس کے جسم کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ جسم درخت کی بے جان ڈال کی طرح میری بانہوں میں جھول رہا تھا۔ وہ دونوں مجھے چھوڑ کر بہت دور جا چکے تھے۔ واپس نہ آنے کے لئے دور سے بھی بہت دور۔ اس بہار کے بعد متعدد بار بہار آئی۔ لیکن اگر نہیں آئی۔ تو صرف گولڈز قصبے اور کانڈا جھیل پر نہیں آئی۔ شاید خزاں موت کی صورت میں گولڈز قصبے اور کانڈا جھیل پر اپنے پنجے نصب کر چکی تھی میں نے بہار کا انتظار کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اب زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہے۔ کہ چک اور میگی کی یہ کہانی شائع ہو جائے۔ اور مجھے امید ہے کہ تم بوڑھے پوکی تھولو کو اس کے مقصد میں کامیاب ہونے میں مدد ضرور دو گے۔ کالے جنگلوں کا کٹکا تا دیوتا تمہاری مدد کرے۔ آگے صفحات بالکل صاف تھے۔ صبح کاذب کے اثرات نمودار ہو رہے تھے۔ یعنی اس دلچسپ روداد کو پڑھتے ہوئے تمام رات بیت چکی تھی۔ ضرورت زندگی سے فارغ ہونے کے بعد میں جیکسن دلی میں موجود اخبار کے پبلشرز کے آفس کا رخ کر چکا تھا۔ اور یہی وہ وقت تھا۔ جب پوکی تھولو پر بھی خزاں موت کی صورت میں وارد ہو چکی تھی۔ یہ مجھے بعد میں پتہ چلا تھا۔ بحرحال پتہ نہیں کہ پبلشرز کو چک اور میگی کی حقیقت سے دور آپ بیتی پسند آئی یا نہیں۔ پھر بھی اس نے یہ کہتے ہوئے تحریر کو اپنے پاس رکھ لیا۔ کہ جب وقت ہو گا۔ تو اس پر ضرور کام کیا جائے گا۔ لیکن مجھے نہیں یقین کہ اکیسویں صدی کے اس دور میں جب کمپیوٹر ہر طرف کسی عفریت کی طرح قبضہ کے لئے نظر آ رہا ہے۔ پبلشرز چک اور میگی کی سرگزشت کو شائع کرنے کی جسارت کرے گا۔ لیکن بحرحال امید پر دنیا قائم ہے۔

عمران قریشی - پی او بکس نمبر 542 - جی پی او کوئٹہ

★ - - - ★ - - - ★

مصر و شام

نور الدین زنگی اپنے کردار سے اتنا بڑا انسان تھا کہ صلاح الدین ایوبی میں اس کے کردار کا ایک پرتو پایا جاتا تھا یا ہے اور صلاح الدین ایوبی نے اپنے کردار اور شخصیت کی تعمیر نور الدین زنگی ہی کی صحبت اور سرپرستی میں کی اور اس کے نقش قدم پر چلنے کو اپنے لئے وجہ افتخار جانا۔ نور الدین زنگی شاہی خزانے سے اپنے لئے ایک پیسہ بھی نہ لیتا تھا۔ اس کی گذر اوقات مال غنیمت یا اپنے کسی کام کی اجرت پر ہوتی تھی۔ گھر میں تنگی ترشی رہتی۔ بیوی اس سے تنگ آ چکی تھی۔ اس نے شوہر سے کہا مصر اور شام کا علاقہ تمہارے زیر نگیں ہے اور تمہارے گھر کا یہ عالم ہے اس میں آسودگی کا نام ونشان نہیں ملتا۔ نور الدین نے افسوس سے جواب دیا بیگم خزانہ عوام کا ہے اور مجھے اسکی چوکیداری پر متعین کیا گیا ہے کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں تمہاری خوشی اور گھر کی آسودگی کے لئے خیانت اور بد دیانتی کا جرم کر کے اپنے لئے جہنم میں ٹھکانا بنالوں؟ بیوی نے شرمندہ ہو کر منہ پھیر لیا اور دیر تک ندامت سے آنسو بہاتی رہی۔ (شمیم اختر شاہ جیونہ جھنگ)

اقوال زریں

(1) دل میں اترنے کے لئے سیڑھیوں کی نہیں بلکہ اچھے وقار کی ضرورت ہوتی ہے۔

(2) خون کی ندیاں بہانے سے وہ راحت حاصل نہیں ہوتی جو صرف ایک آنسو پونچھ دینے سے حاصل ہوتی ہے۔

(3) جو شخص انتقام کے طور طریقوں پر غور کرتا رہتا ہے اس کے زخم ہمیشہ تازہ رہتے ہیں۔

(4) ہر خوبصورت شے حاصل کرنے کی کوشش مت کرو چاند اور تارے صرف آسمان کی خوبصورتی کے لئے ہیں دامن بھرنے کے لئے نہیں۔

(5) ایک اندھا دوسرے اندھے کی قیادت کرے گا تو دونوں کھائی میں گریں گے۔

(6) انسان اپنے اندر ایک بے باک انسان رکھتا ہے وہ ہے اس کا ضمیر۔

(7) دشمن کے حسن سلوک پر بھروسہ نہ کرو کیونکہ پانی جتنا بھی گرم ہو آگ بجھا ہی دیتا ہے۔

(8) عزت کرنا بہت آسان ہے لیکن عزت کروانا بہت مشکل ہے۔

(9) جب بھی کوئی اچھی بات سنو تو اسے لکھ لو اور اسے یاد کرو، یاد کرو تو اس پر عمل کرو، عمل کرو تو دوسروں کو بتاؤ۔

(آصف جلال رکھی ضلع میانوالی)

آدھا چہرہ

تحریر..... کشور کرن - پتوکی

رات کے سناٹے میں ویران سڑک پر چاند کی ٹھنڈی روشنی میں چلتی ہوئی تیز ہواؤں کو چیرتا ہوا فل رفتار میں موٹر سائیکل پر اپنے شہر کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا- کہ دور سے سڑک کے درمیان کسی کو ہاتھ ہلاتے ہوئے دیکھ کر میں نے اپنا پاؤں بریک پر رکھ دیا- اور قریب جا کر موٹر سائیکل روک دی- مجھ سے لفٹ مانگنے والا سڑک کے درمیان کھڑے ہو کر ہاتھ ہلانے والا شخص مرد نہ تھا ایک حسین و جمیل دوشیزہ تھی- سیاہ نقاب میں اس کا چمکتا ہوا حسین چہرہ اور موٹی موٹی سیاہ آنکھیں دیکھ کر میں چند لمحوں کو تو اپنے ہوش کھو بیٹھا پلکیں جھپکنا بھول گیا- اس نے بھی اپنی گہری آنکھوں سے میرے جسم کا مکمل جائزہ لیا- رات کے اس سمے میں ویران سنسان سڑک پر کسی حسین و جمیل جوان دوشیزہ کو دیکھا- جب دماغ میں نیگیٹو خیالات سر ابھارنے لگے تو میں خوف وڈر سے کانپ گیا میں نے اپنے ارد گرد چاروں طرف دیکھا کہ کہیں اس کے ساتھ کوئی آدمی وغیرہ تو نہیں ہے- کہیں یہ کسی گینگ سے تعلق تو نہیں رکھتی- کہیں مجھے نقصان تو نہیں پہنچا سکے گی- لیکن مجھے چاروں اطراف کو کچھ دکھائی نہ دیا- پھر دھیان جن بھوتوں کی طرف چلا گیا- کہ اس ویرانے میں اکیلی دوشیزہ کا کیا کام کیا یہ چڑیل-----

میری اڑی رنگت دیکھ کر وہ خود ہی بولی لگتا ہے آپ مجھ سے خوفزدہ ہیں ڈر رہے ہیں گھبرا گئے ہیں- ایسی تو بات نہیں ہے- میں نے اپنے دل و دماغ میں انتشار پھیلانے والے خیالات کو جھٹکتے ہوئے کہا- آپ نے جانا کہاں ہے- کہیں نہیں اس کی یہ بات سن کر میں حیران رہ گیا- تو پھر آپ نے مجھے روکا کیوں ہے- نجانے کیوں اس بات پر ایک انجانا خوف میرے دل میں سوار ہو گیا تھا- شہر سے کچھ منگوانا تھا چلو میں خود ہی آپ کے ساتھ چلتی ہوں- حسینہ سے چڑیل کے تصور سے میں کانپ رہا تھا، دل دھڑ رہا تھا- زبان گنگ تھی سانس اکھڑے ہوئے تھے- لیکن وہ چڑیل نہ تھی اس کی آنکھوں میں کشش تھی- اس کا چمکتا چہرہ دیکھ کر پیار بھی آیا- یہ سوچ کر اسے اپنے پیچھے موٹر سائیکل پر سوار کر لیا کہ راستہ میں اس سے کہانی پوچھوں گا- وہ چھلانگ لگا کر موٹر سائیکل پر بیٹھ گئی- میں نے کک لگائی موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور چل دیئے- اس دوران چند ایک گاڑیاں گزری لیکن شائد ہر کسی نے ہم دونوں کو میاں بیوی سمجھا ہو- چلتے چلتے میں نے اس کی کہانی پوچھی کہ آپ اس ویرانے میں رات کو کیا کر رہی تھیں- میری بات سن کر وہ غمگین انداز میں بولی- اکیلی ہوں- کوئی آگے پیچھے نہیں ہے- چار بھائی تھے- جو قتل ہو گئے- ماں باپ بھی قتل ہو گئے اس کی زبانی یہ الفاظ سن کر میں چونکا جن بھوت والا خوف سر سے اتر گیا- کس نے کیا ہے انہیں قتل میرے پوچھنے پر بولی ڈاکو آگھسے تھے گھر میں ہر چیز لے گئے میرے باپ نے انہیں پکڑ لیا- او کہا کہ میں نے آپ کو پہچان لیا ہے یہ سن کر انہوں نے ہر کسی پر گولیاں برسا دیں- میں چھت پر اوپر کمرے میں تھی- گولیوں کی آواز سن کر ایک چیخ میرے منہ سے نکلی- تو وہ لوگ میری طرف اوپر بھاگے لیکن میں نے کھڑکی کے راستے نیچے چھلانگ لگا دی- چوٹیں تو آئیں لیکن بھاگ نکلی میں جانتی تھی کہ وہ میرا پیچھا کریں گے- میں نے ان کے چہرے پہچان لئے تھے- بھاگتے بھاگتے قبرستان آ گئی- رات بھر شہر کے قبرستان میں گزاری- چھپی رہی-

ایک ایک لمحہ انگاروں پر گزرا- خوفناک قبرستان بھیانک سناٹے میں رات بھر ڈرتی رہی- تڑپتی رہی ماں باپ بھائیوں کی تڑپتی لاشیں خون سے لت پت صحن اور کمروں میں بکھری لاشیں رات بھر میرے ارد گرد گھومتی رہی- میں روتی رہی تڑپتی رہی آنسو بہاتی رہی- ڈاکوؤں کے گروپ کو میں پہچان تو چکی تھی- لیکن خوفزدہ کہ وہ مجھے بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے- میرے جسم کے ٹکڑوں کو بھی صحن میں بکھیر دیں گے- رات اس طرح گزر گئی- صبح سویرے ہی میں گھر آئی- تو وہاں ہر جگہ خون ہی خون تھا- زمین خون سے سرخ تھی- لیکن تمام لاشیں غائب تھیں- یہ منظر دیکھتے ہی میں چیخنے کے بعد گر پڑی- لوگ آتے رہے منظر دیکھتے رہے- اور ڈرتے ہوئے خوفزدہ ہوتے ہوئے واپس جاتے رہے- کہ کہیں ان تمام لاشوں کے قتلوں میں انہیں بھی رگڑا نہ مل جائے- ان لوگوں میں دو ایسے بھی شخص تھے- جنہوں نے



میرے ماں باپ بھائیوں کو قتل کیا تھا- خون بہایا تھا گھر کے کونے کونے کو خون سے رنگا تھا- وہ مجھے گھور رہے تھے میں نے بھی انہیں پہچان لیا تھا- لیکن ان کی تیز دھار جیسی آنکھیں دیکھ کر کانپ کر رہ گئی- لرز کر رہ گئی- وہ لوگوں کو کہانی بتا رہے تھے- کہ- ہو سکتا ہے- ان مظلوموں کو قتل کرنے والے ان کی لاشیں بھی اٹھا کر ساتھ لے گئے ہوں

ویرانے میں پھینک دی ہوں۔ ان کی اس بات نے مجھے چونکا کر رکھ دیا۔ کیونکہ وہ خیال ظاہر نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ حقیقت بتا رہے تھے۔ تب میں بھاگتی بھاگتی چھپتے چھپاتے اپنی زندگی بچاتے یہاں آ چھپی ہوں۔ اسی حسینہ کی داستان غم سن کر میں خوفزدہ رہ گیا۔ لرز کر رہ گیا۔ مجھے اس حسینہ پر بہت ترس آیا۔ میری آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔ داستان ہی ایسی تھی۔ ہنستا بستا گھر اجڑ گیا تھا۔ ہنستی مسکراتی دوشیزہ ویرانوں کو اپنا مقدر بنائے چھپی بیٹھی تھی۔ تب میں نے کہا آپ کو یہاں ویرانے سے خوف نہیں آتا۔ تب وہ بولی بابو ویرانوں سنسانوں سے خوف کیسا۔ خوف تو انسانوں سے آتا ہے۔ خون یا قتل و غارت ویرانے نہیں کرتے انسان کرتے ہیں۔ دن بھر ایک کھائی میں چھپی رہتی ہوں۔ اور رات کو باہر آ جاتی ہوں۔ آپ سے بھی خوف آیا تھا۔ کہ کہیں آپ بھی ان میں سے ---- لیکن آپ چہرے سے ایسے نہ لگے آپ کے حسین مکھڑے میں بھلائی جھلکتی نظر آئی ہے تو ایک ہمسفر بن کر چل پڑی ہوں اگر برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں۔ اس کی بات سننے کے بعد میں نے کہا۔ ہاں ہاں بولیں تم ہمارے گھر آ جاؤ۔ تمہیں تحفظ مل جائے گا آپ کا نام کیا ہے ماں باپ بھائی سبھی شہزادی ہی کہتے ہیں اس نام سے پکارتے ہیں۔ پھر بولی بابو مجھ پر ایک مہربانی اور کرنا۔ کیا مجھے واپس اسی جگہ پہنچا دیں گے۔ جہاں سے بٹھا کر لائے ہیں کیوں نہیں۔ ضرور انہی باتوں میں ہم لوگ شہر آ گئے۔ اس نے رات کے سناٹے میں ہی شاپنگ کی اور دوبارہ میری موٹر سائیکل پر بیٹھ گئی۔ موٹر سائیکل ایک مرتبہ پھر ہواؤں کو چیرتے ہوئے بھاگتی جانے لگی۔ ایک حسینہ کو اپنے پیچھے بٹھائے۔ میں فخر محسوس کر رہا تھا۔ موٹر سائیکل کے ساتھ ساتھ خود کو بھی ہواؤں میں اڑتا دیکھ رہا تھا۔ کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اتنی خوبصورت شہزادی میری ہمسفر بھی بنے گی۔ وہ بھی پہلی ہی ملاقات میں فری ہو گئی۔ راستے بھر میں قہقہے لگانے لگی۔ میٹھی میٹھی باتیں کر کے مجھے اپنے پیار میں جکڑنے لگی۔ پہلی نظر میں وہ مجھے گھائل تو پہلے ہی کر چکی تھی۔ اب اس کی باتوں میں اس قدر پھنس گیا کہ منزل پر پہنچنے سے قبل ہی میں نے کہہ دیا کہ شہزادی آپ کا یہ بابو آپ کو ضرور اپنا ہمسفر بنائے گا۔ میری اس بات پر وہ کھل کھلا کر ہنسی اور بولی بابو یہ شہزادی تو اب بھی آپ کی ہمسفر بنی ہوئی ہے۔ آپ کے ساتھ چل رہی ہے ہواؤں سے باتیں کر رہی ہے میں بھی اس کی بات پر ہنس پڑا۔ اور پھر یکدم اس نے مجھے رکنے کو کہا میں تو نجانے مستی کے عالم میں کہاں سے کہاں تک چلا جاتا۔ اس کی آواز پر میں نے بریک پر پاؤں دبایا اور موٹر سائیکل روک دی۔ وہ نیچے اتری اور بولی چلو میرے ساتھ میں آپ کو اپنا ٹھکانہ بتاؤں۔ میں اس ویرانے میں موٹر سائیکل کھڑی کر کے اس کے ساتھ چلنے لگا۔ جیسے ہم دونوں یہاں پکنک منانے آئے ہوں۔ جیسے ہم دونوں صدیوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں نہ اپنی خبر نہ گھر والوں کا خیال۔ کہ گھر والے میرے انتظار میں بھوکے بیٹھے ہوں گے۔ کیونکہ ہمارے گھر میں یہ اصول تھا جب تک گھر کے تمام فرد اکٹھے نہ ہو جاتے کھانا نہ کھاتے۔ میں ہر چیز بھولے اس کے ساتھ مزید ویرانے، سنسانے میں گھستا چلا جا رہا تھا۔ آگے چل کر ایک گہری کھائی آئی تو بولی یہ میرا ٹھکانہ ہے یہاں دن کے اجالے میں چھپی بیٹھی رہتی ہوں۔ اس کھائی کو دیکھ کر میں خوفزدہ ہو گیا۔ کہ یہ بیچاری یہاں کیسے رہ رہی ہے۔ وہاں اسے ڈر نہیں لگتا۔ میں مرد ہو کر لرز گیا تھا۔ اور وہ عورت ہو کر میں سوچوں میں غرق تھا۔ کھائی کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اور شہزادی سے باتیں کر رہا تھا کہ تم اس بھیانک اور خوفناک جگہ میں کیسے رہ رہی ہو۔ لیکن شہزادی کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر جب میں نے ادھر ادھر دیکھا تو شہزادی غائب تھی۔ یہ دیکھتے ہی میرا جسم کانپنے لگا۔ پسینہ نہر کی طرح بہنے لگا۔ خوف و ڈر سے آنکھیں پتھرا گئیں۔ ہونٹ ایسے بند ہو گئے۔ جیسے میں کبھی بولا ہی نہ تھا۔ ابھی میں اپنی بدلی کیفیت درست بھی نہ کر پایا تھا۔ کہ بھیانک قہقہے سنائی دینے لگے۔ بھیانک اور خوفناک قہقہوں کی آوازیں سنتے ہی میں خوف سے بے ہوش ہونے والا تھا۔ کہ دور سے شہزادی آتی دکھائی دی۔ اسے دیکھتے ہی دل کو سکون ہوا جب قریب آئی تو میں اسے ایسے دیکھنے لگا جیسے میں موت سے شکنجے سے نکل کر آیا ہوں۔ موت کی بانہوں سے خود کو چھڑا کر یہاں آیا ہوں۔ میری اڑی رنگت دیکھ کر شہزادی بولی آپ کا چہرہ ایسے دکھائی دے رہا ہے جیسے آپ خوفزدہ ہوں۔ ڈر گئے ہوں۔ لیکن میں اس کی بات کا جواب بھی نہ دے پایا تھا۔ ابھی بھی زبان حلق سے چپٹی ہوئی تھی گلہ خشک تھا۔ ڈر اور خوف سے دھڑکنے والی دل کی آوازیں ابھی بھی سنائی دے رہی تھیں۔ کیا ہوا ہے آپ کو اس نے اس نے میرے دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا جن بھوت بمشکل یہ الفاظ زبان سے ادا کئے ہی تھے کہ وہ قہقہے لگا کر ہنسنے لگی بابو دو سال سے یہاں بسیرا کئے ہوئے ہوں ایک رات بھی مجھے ایسی آوازیں سنائی نہیں دیں۔ یہ آپ کا وہم تھا صرف رات کے سناٹے سے خوفزدہ ہیں۔ یا پھر زندگی میں پہلی مرتبہ ایسے مقامات پر آئے ہیں۔ نہیں شہزادی مجھے وہم نہیں ہے۔ سچ کہہ رہا ہوں تم کہاں چلی گئی تھی یکدم لمحوں میں اتنی دور کیسے جا پہنچی تھی۔ او وہ میری جان آپ تو خیالوں کی دنیا میں مست تھے۔ اور میں موٹر سائیکل پر اپنا سامان بھول آئی تھی۔ اب لے کر آ رہی ہوں۔ وہ باتیں کرتی جا رہی تھیں اور میں سوچوں میں غرق تھا کہ اب گھر کیسے پہنچوں گا۔ اس خوفناک ویرانے میں بھیانک آوازیں پیدا کرنے والی اگر اپنے اصلی روپ میں سامنے آ گئی تو کیسے گھر تک پہنچوں گا میرا تو ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ کیا سوچ رہے ہیں بابو۔ بابو نام اس کی زبان سے اتنا اچھا لگتا تھا کہ میں نے اسے اپنا نام بھی نہ بتایا کہ یہ مجھے بابو ہی کہے۔ شہزادی سچ پوچھیں تو مجھے یہاں خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ دل گھبرا رہا ہے چلو میرے ساتھ اس ویرانے سے نکل کر میرے گھر آ جائیں۔ اصل بات تو میرے دل میں تھی کہ اگر میں اسے کہتا کہ مجھے راستہ بھر میں خوف آتا رہے گا۔ اس لئے اسے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے بات کو دوسرا رنگ دے ڈالا تھا۔ میری بات سن کر وہ بولی پہلے آپ گھر والوں سے بات کریں۔ پھر میں چلی جاؤں گی آپ کے ساتھ میں تو کہتی ہوں آپ یہی رات رہیں میں آپ کو یہاں کے تمام ویرانے کی سیر کرواتی ہوں۔ آپ کے دل کے خوف کو ختم کرتی ہوں۔ لیکن میں جانتا تھا کہ میرے گھر والے شدت سے میرے منتظر ہوں گے۔ اس لئے میں نہ رکا اور واپس چل پڑا۔ موٹر سائیکل کو کک لگائی تو کک نہ لگی۔ ایسے لگا جیسے کک کو جام کر دیا گیا تھا۔ یہ دیکھ کر میرا رنگ اڑ گیا۔ شہزادی کو دیکھا تو وہ بھی شاید نیچے کھائی میں چلی گئی تھی۔ میں اکیلا ہی پسینہ سے بھیگے ہوئے دھڑکتے دل کے ساتھ آنکھوں میں خوف لئے موٹر سائیکل سے سر کھپاتا رہا۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی کک ٹس سے مس نہ ہوئی تو میں نے اسے تھوڑا سا گھسیٹا لیکن موٹر سائیکل کے دونوں وہیل بھی جام تھے۔ یہ دیکھتے ہی میں موٹر سائیکل کو وہی پھینک کر دوبارہ کھائی کی طرف بھاگا۔ تاکہ شہزادی کو ساتھ ملا لوں۔ بھاگتے ہوئے مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی مجھے گردن سے پکڑنا چاہتا ہو۔ پیچھے بھاگتے قدموں کی آوازیں مسلسل مجھے سنائی دے رہی تھیں۔ دل اس قدر زور سے دھڑکنے لگا کہ ایسے لگا جیسے ابھی پھٹ جائے گا۔ ڈر خوف اس قدر سر پر سوار ہوا کہ میں گر پڑا۔ اور گرتے ہی بے ہوش ہو گیا ہوش آیا تو سورج چمک رہا تھا اور میں کھائی میں لیٹا تھا۔ شہزادی اسی طرح سیاہ نقاب اوڑھے گہری آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی میرے سر کے بالوں پر اپنے ہاتھ پھیر رہی تھی۔ مجھے ہوش میں آتے دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔ بابو آپ نے خوف کو زیادہ سر پر سوار کر لیا تھا۔ اگر آپ کی چیخ کی آواز میں نہ سنتی تو ہو سکتا تھا کہ آپ رات بھر وہیں پڑے رہتے میں نے چمکتے سورج کو دیکھا تو خدا کا شکر ادا کیا اور کہا کہ شہزادی موٹر سائیکل کو کسی نے جام کر دیا تھا ---- لگتا ہے وہ چڑیل تھی۔ جو آپ کی غیر موجودگی میں قہقہے لگاتی رہی اور میرے پیچھے انہی کے قدموں کی آہٹ میں نے اپنے کانوں سے سنی تھی۔

بھاگتی رہی تھی۔ شہزادی، وہ مجھے جان سے مار دینا چاہتی ہے ختم کر دینا چاہتی ہے۔ اپنے خونی دانتوں سے میرے جسم کا خون نچوڑ لینا چاہتی ہے۔ میری باتوں پر وہ مسکرائے جا رہی تھی۔ اور صرف ایک ہی جملہ بولے جا رہی تھی آپ کا صرف وہم اور کچھ نہیں۔ کچھ ہوتا تو مجھے دکھائی نہ دیتا مجھے سنائی نہ دیتا مجھے گھر والوں کا خیال آیا۔ تو میں نے کہا میں چلتا ہوں نجانے گھر والے کس قدر پریشان ہوں۔ زندگی میں پہلی بار بغیر بتائے گھر سے باہر رہا ہوں۔ کھائی سے باہر نکلا تو موٹر سائیکل قریب ہی کھڑی تھی۔ اسے دیکھ کر میں چونک کر رہ گیا۔ تو شہزادی نے میرے چہرے سے حیرانی والے تاثرات پڑھ لئے اور بولی بابو حیران ہونے والی بات نہیں۔ یہ موٹر سائیکل میں یہاں لائی ہوں، آپ کہتے ہیں کہ یہ جام ہے لیکن جام تو نہ تھا میں اسے بڑی آسانی سے یہاں لے آئی ہوں۔ جب میں نے موٹر سائیکل کو کک ماری تو وہ یکدم اسٹارٹ ہو گئی۔ وہیل بھی [illegible] تھے ابھی تک حیرانگی میرے چہرے پر چھائی ہوئی تھی۔ شہزادی بولی دیکھ لیا ہے صحیح ہے ناں گاڑی صرف ڈر خوف کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو تا رہا ہے۔ شاید شہزادی ٹھیک کہتی تھی۔ لیکن غلط میں بھی نہ تھا۔ میں نے کہا تم تیار رہنا میں شام ہوتے ہی آپ کو آ کر یہاں سے لے جاؤں گا۔ آپ کو ایک لمحہ اس خوفناک ویرانے میں نہیں رہنے دوں گا۔ وہ ہاتھ پھیرتی رہ گئی۔ اور میں ویرانے سے نکلنے کے لئے تیزی سے نکل پڑا۔ سڑک اب ویران نہ رہی تھی۔ گاڑیاں آتی جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ تقریباً 25-20 منٹ بعد میں شہر پہنچا۔ اور سیدھا گھر

آئے میری حالت دیکھ کر بھی خوفزدہ ہو گئے۔ کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں نے انہیں کچھ نہ بتایا صرف کہا موٹر سائیکل خراب ہو گئی تھی رات بھر ویرانے میں رہا ہوں باقی کچھ نہ بتایا کہ میرے ساتھ کیا بیتی ہے۔ جسم بخار سے جل رہا تھا مجھے چھوتے ہی امی بولی بیٹا تجھے تو تیز بخار لگتا ہے کچھ ضرور گڑبڑ ہے کچھ نہیں امی جان بس طبیعت ٹھیک نہیں ہے نہ کچھ کھایا نہ پیا اندر کمرے میں چلا گیا۔ اور دروازہ بند کر کے بیڈ پر لیٹ گیا کہ مجھے کوئی تنگ نہ کرے۔ ابھی لیٹا ہی تھا کہ مجھے اپنے کمرے سے وہی قہقہے سنائی دینے لگے۔ جو ویرانے میں میں نے سنے تھے۔ یہ قہقہے سنتے ہی میں دروازے کی طرف بھاگا۔ دروازہ کھولا اور سامنے بنے برآمدے کے تھم سے جا ٹکرایا۔ کیا ہوا ہے بیٹا مجھے یوں یکدم کمرے سے باہر نکلے اور تھم سے ٹکرائے دیکھ کر امی جیسے رو پڑی۔ میں پھٹے ہوئے سر پر ہاتھ رکھے بیٹھا سبھی کو گھورنے لگا۔ ہر کوئی مجھے ایسے دکھائی دینے لگا آسیبی مخلوق مجھے جکڑے ہوئے ہے۔ سبھی میرے ہاتھ پاؤں دبانے میں مصروف تھے۔ ڈاکٹر آگیا مجھے مرہم پٹی کی۔ اور جلتے ہوئے جسم کو دیکھ کر بولے۔ اسے ٹھنڈی پٹیاں کریں بہت تیز بخار ہے ہر کوئی میری کیفیت اور چہرے کو دیکھ کر خوفزدہ ہو رہا تھا۔ میری آنکھیں سرخ تھیں ایسے جیسے جلتے انگارے ہوں۔ میں بھی ان لمحے ایک بھوت بنا ہوا تھا۔ گھر والے بار بار کمرے سے باہر نکلنے کا پوچھ رہے تھے۔ لیکن میں نے اصل حقیقت سے کسی کو آگاہ نہ کیا۔ مجھے اپنے کمرے میں چڑیل کا سایہ محسوس ہو رہا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے میرے کمرے میں کوئی چیل پھر رہا ہو۔ بھائی نے میرے کمرے کا پوری طرح جائزہ لیا لیکن انہیں کچھ دکھائی نہ دیا۔ تب وہ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ یہ ڈر گیا ہے۔ جب سے گھر آیا ہے۔ اس کا چہرے کا رنگ روپ بدلا ہوا ہے۔ نہ سیدھے منہ بات کرتا ہے۔ اور نہ ہی کسی بات کا جواب دیتا ہے۔ اور میں خود سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ کیوں میں اپنوں سے دور ہو رہا ہوں۔ کیوں ان سب میں مل جل کر نہیں بیٹھ رہا۔ کیوں ان سے باتیں نہیں کر رہا۔ یہی باتیں سوچنے کے بعد میں نے خود میں ہمت پیدا کی۔ اور بھائی سے پانی مانگا۔ جو فوری مل گیا۔

تب کچھ سکون کا سانس لیا۔ بخار کی حالت میں گھر کے صحن میں گھومنے پھرنے لگا۔ چڑیل کے قہقہوں کا ڈر دل و دماغ سے نکالنے لگا۔ جب کچھ صحت بحال ہوئی تو میں اپنے کمرے کی بجائے چھت پر چلا گیا۔ اور اوپر کمرے میں جا کر لیٹ گیا۔ اور سوچنے لگا کہ شہزادی سے متعلق کیسے بات کروں کیسے انہیں رضامند کروں کہ شہزادی ویرانے میں تنہا ہے۔ خوف کی دنیا میں رہ کر اکیلی ہی زندگی کی جنگ لڑ رہی ہے۔ جہاں میں ایک رات نہیں گزار سکا تھا۔ وہاں وہ دو سال سے رہ رہی ہے۔ ابھی یہی باتیں سوچ رہا تھا کہ باہر بہت بڑا طوفان آگیا۔ آندھی چلنے لگی۔ دروازے اور کھڑکیوں کے پٹ ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ پردے لہرانے لگے۔ یہ منظر دیکھتے ہی میں اٹھا اور دروازہ بند کر دیا۔ کھڑکیاں بند کر دیں۔ کمرے میں اندھیرا ہو گیا۔ لیکن اب ہوا کے تیز جھونکے کمرے میں نہ آ رہے تھے۔ اور نہ ہی چیزیں آپس میں ٹکرا رہی تھیں۔ اسی طوفان میں بھی کمرے کا بند دروازہ کھٹکنے لگا۔ ایسے جیسے کوئی زور زور سے دروازہ پیٹ رہا ہو۔ دل میں خیال آیا کہ امی ہوں گی جو میری وجہ سے سخت پریشان ہیں۔ میں بستر سے اٹھا۔ دروازہ کھولا تو باہر کوئی شخص نہ تھا۔ نہ امی نہ بہن بھائی میں خوفزدہ ہو کر کمرے سے باہر نکلا تمام چھت کا جائزہ لیا طوفان لمحوں میں ختم ہو گیا پہلے والا موسم تھا حیران و پریشان تھا کہ کمرے کا دروازہ کون پیٹتا رہا ہے۔ لیکن کسی کو بھی چھت پر نہ پا کر نیچے اتر آیا۔ اور آتے ہی پوچھا میرے کمرے کا دروازہ کون پیٹ رہا تھا۔ یہ سن کر سبھی حیران و پریشان رہ گئے۔ کہ اگر کوئی دروازہ پیٹتا تو ان کو آواز نہ آتی۔ دوسرا اوپر کوئی گیا بھی نہ تھا کہ ڈرا ہوا ہے۔ سکون سے آرام سے لیٹا رہے۔ میری بات سن کر ماں بولی بیٹا اوپر تو کوئی نہیں گیا۔ کیوں نہیں گیا جب طوفان آیا تھا آندھی چلی تھی تب میں نے دروازہ بند کیا تھا۔ بیٹا کیسا طوفان کیسی آندھی کیا ہو گیا ہے تجھے کیوں بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو کیوں نہیں بتا رہے ہو کہ کیا بات ہے۔ رات بھر کہاں رہے ہو۔ یہ باتیں سن کر مجھے پورا یقین ہو گیا کہ میں سائے کی لپیٹ میں ہوں۔ وہی قہقہے لگانے والی چڑیل مجھ پر سوار ہو گئی ہے۔ تب میں گھر سے باہر نکل کر دوستوں کے پاس آگیا میری حالت دیکھ کر وہ بھی خوفزدہ ہو گئے۔ انہوں نے وجہ پوچھی ہے تو میں ٹال مٹول کرتا رہا پھر تمام کہانی شہزادی کے بارے میں ہر بات سے آگاہ کیا۔ میری کہانی سن کر میرے دوست خوفزدہ ہو گئے۔ اور ایک بزرگ کے پاس لے کر مجھے گئے۔ انہوں نے مجھ پر دم کیا پھونکیں ماریں تو کچھ ہوش مجھے آیا۔ میں نے شہزادی کو یہاں لانے کو کہا تو وہ بھی میری طرح ڈر گئے ان کے بھی رنگ اڑ گئے اور بولے خود کو خواہ مخواہ جھنجھال میں نہ پھنساؤ نجانے اصل حقیقت کیا ہو۔ میں نے کہا وہ ٹھیک کہتی ہے مجھے اس کی باتوں پر پورا یقین ہے۔ وہ بالکل اکیلی ہے۔ کوئی آگے پیچھے نہیں ہے۔ دکھی ہے، پریشان ہے، انسانوں سے خوفزدہ ہے اسے سہارا چاہئے۔ پیار چاہئے دوست بولے ہم یہ نہیں کہتے کہ تم غلط کہتے ہو۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن یہ دنیا والے دنیا والوں کو چھوڑیں۔ مجھے کسی کی زندگی کو بچانا کسی کو غموں سے نکال کر خوشیاں دکھانی ہیں۔ لیکن ابھی جاؤ شام کے بعد تمہیں اس ویرانے سنسانے میں نہیں وہ کافی سوچ و بچار کے بعد کہنے لگے۔ جاؤ اگر تمہاری وہ حسینہ آتی ہے تو لے آؤ۔ --- ... لیکن جو تم نے چڑیل والی باتیں بتائی ہیں۔ ہم خود خوفزدہ ہیں۔ ڈرے ڈرے ہیں۔ میں نے کہا میرے گھر والوں کو کچھ نہ بتانا پھر خوشی خوشی سے موٹر سائیکل پکڑی اور سڑکوں میں بھاگنا شروع کر دیا بخار ابھی تک بھی تھا۔ لیکن اب مجھے اپنی فکر نہ تھی۔ شہزادی کی فکر تھی۔ کہ وہ بیچاری نجانے کب سے ویرانے میں حیوانوں جیسی زندگی گزار رہی ہے۔ آدھے گھنٹے تک میں اس ویرانے میں جا پہنچا۔ سڑک سے اتر کر موٹر سائیکل کا رخ ویرانے میں کر لیا اور سیدھا کھائی کے قریب جا رکا۔ موٹر سائیکل کا ہارن بجایا تو نیچے سے شہزادی اوپر آئی۔ چہرے پر سیاہ نقاب ویسے کا ویسا تھا۔ صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ شاید سو رہی تھیں تبھی تو اس کی آنکھیں نیند سے بھری ہوئی تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی مسکراتے ہوئے بولی بابو آگئے میں تو سمجھ بیٹھی تھی کہ تم اب دوبارہ یہاں نہ آؤ گے۔ کیونکہ کل جو تمہاری حالت تھی کچھ بات ظاہر کر رہی تھی۔

شہزادی کی بات سن کر میں نے کہا تم سے وعدہ کیا تھا اسے پورا تو کرنا تھا۔ دوسرا رہی خوف والی بات تو یہ میرا وہم نہیں ہے۔ حقیقت ہے سو فیصد حقیقت کیونکہ میں نے گھر میں بھی اس چڑیل کے قہقہوں کی آوازیں سنی ہیں۔ ایک طوفان آ چکا ہے۔ کھڑکیوں کے دروازے ٹوٹتے دیکھے ہیں اور پھر دروازے پر دستک ہوتی سنی ہے۔ شہزادی یہ میرا وہم نہیں ہے۔ حقیقت ہے۔ تم میں نجانے اتنا حوصلہ کیسے ہے نہ ڈرتی ہے۔ نہ غمگین ہوتی ہو۔ نہ خوفزدہ ہوتی ہو۔ پریشان رہ کر بھی قہقہے لگاتی ہو۔ اچھا چھوڑو ان باتوں کو جو لینا ہے۔ پکڑو اور چلو میرے ساتھ میں تمہیں لینے آیا ہوں۔ ابھی اور اسی وقت چلو۔ سچ بابو شہزادی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ ہاں ہاں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ میں ابھی آتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ نیچے کھائی میں اتری اور ایک بیگ پکڑا۔ اور کہا بابو دیکھو میں بالکل تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں لیکن ایک وعدہ کرو۔ کہ مجھے دوبارہ تو ان تنہائیوں میں نہیں چھوڑو گے۔ دوبارہ تو آنکھوں میں آنسو نہیں بھر دو گے۔ ہمیشہ اپنے پاس رکھو گے۔ اپنے قریب رکھو گے جدا تو نہیں ہو گے مجھ سے ---- کہیں گھر والے مجھے دھتکار تو نہیں دیں گے۔ گھر سے نکال تو نہیں دیں گے۔ اس کی بھیگی آنکھیں دیکھ کر میری آنکھوں میں بھی نمی تیرنے لگی۔ شہزادی میں تو تم کو ان ویرانوں سے نکالنا چاہتا ہوں۔ تمہارا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔ انسانوں میں رکھنا چاہتا ہوں۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ تمہیں دوبارہ یہاں پھینک دوں گا یہ سن کر وہ موٹر سائیکل پر بیٹھ گئی۔ میں نے موٹر سائیکل کی کک پر پاؤں رکھا تو رات کی طرح وہ پھر جام تھی ---- اور دونوں ویل بھی جام تھے۔ یہ دیکھ کر ایک مرتبہ پھر خوف میرے چہرے پر ابھرنے لگا لیکن دن کا اجالا تھا۔ میں نے خوف کو خود پر زیادہ سوار نہ ہونے دیا۔ اور شہزادی سے کہا دیکھو اب تم خود تمہیں یقین نہیں آ رہا تھا نہ میری باتوں پر تم مذاق سمجھ رہی تھی وہم کہہ رہی تھی اب خود ہی دیکھ لو۔ لیکن جب شہزادی نے مجھ سے موٹر سائیکل پکڑی۔ تو وہ چلنے لگی یہ دیکھ کر وہ قہقہے لگا کر ہنسنے لگی اور میں حیرانی و پریشانی میں منہ لٹکائے اسے دیکھتا رہ گیا۔ اب بولو تمہارا وہم ہے کہ نہیں آپ سے کہا ہے ناں کہ مجھے دو سال ہو گئے یہاں رہتے ہوئے لیکن مجھے یہاں کچھ دکھائی نہیں دیا اور تم کہتے ہو۔ ہاں ہاں میرا وہم ہے تم سچی ہو میں نے بات کو طول نہ دیا۔ اور موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا کک لگائی موٹر سائیکل اسٹارٹ کی۔ اور وہ میرے پیچھے بیٹھ گئی۔ ابھی چند قدم میں ہم چلے ہوں گے کہ مجھے موٹر سائیکل دوبارہ جام ہوتے دکھائی دینے لگی۔ ایسے لگا جیسے موٹر سائیکل پر اس چڑیل نے دوبارہ گرفت حاصل کر لی ہو۔ ایک دھماکہ ہوا پچھلا ویل پھٹ گیا۔ سارا ٹائر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں ایسے بکھرا جیسے یہ ویل شیشے کا بنا ہو۔ شیشہ ٹوٹ کر جیسے بکھرتا اسی طرح ٹائر بھی بکھرا تھا۔ ذرہ ذرہ ہوا تھا۔ یہ منظر دیکھتے ہی میں خوفزدہ ہو گیا۔ شہزادی میری حالت کا جائزہ لے رہی تھی۔ میری اڑی رنگت دیکھ کر نجانے کیا سوچ رہی تھی۔ شہزادی کسی گاڑی میں بیٹھ جاتے ہیں۔ نہیں ابو وہ ڈاکو کسی وقت بھی مجھے پکڑ لیں گے۔ لوگوں کے سامنے میں نہیں جاتی۔

آپ جائیں اور ٹائر ٹیوب لے آئیں- میں انتظار کرتی ہوں- شہزادی سچ کہہ رہی تھی- اس کو جان کا خطرہ تھا- میں اکیلا ہی سڑک کی جانب چل پڑا- شہزادی نیچے کھائی میں اتر گئی- شاید دنیا والوں کی نظروں سے دوبارہ چھپ کر بیٹھ گئی تھی- مجھے ایک مرتبہ پھر اس ویرانے سے وہی قہقہے ابھرتے سنائی دینے لگے تھے- میں سرپٹ بھاگا اور سڑک پر جار کا ابھی وہیں کھڑا ہی ہوا تھا کہ ایک ویگن آ گئی- میں اس پر بیٹھ گیا- لیکن سفر کے دوران مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا-

جیسے کوئی میرا گریبان کھینچ رہا ہو- میرا گلا دبا رہا ہو- وہیں بیٹھے بیٹھے میری حالت غیر ہونے لگی- چہرے کی رنگت اڑ گئی- لوگ بھی میری حالت دیکھ کر حیران ہو رہے تھے- میری زبان بھی گنگ تھی- بولا نہ جا رہا تھا گلا خشک تھا میں شہر آیا تو شکر کیا- نیچے اترتے ہی دوستوں کے پاس پہنچا- میری ڈری رنگت دیکھ کر سمجھ گئے کہ میں خوفزدہ ہوں- شہزادی کو نہیں لائے ایک دوست نے دروازے سے باہر جھانکتے ہوئے کہا تو جواب میں نے موٹر سائیکل والی تمام کہانی سنا ڈالی- جسے سن کر وہ کانپ کر رہ گئے- اور بولے تمہیں کہا تھا کہ خود کو اس جھنجھال میں نہ ڈالو- ضرور گڑبڑ ہے- لیکن تم تو اسی کے عاشق بن بیٹھے ہو- ہاں ہاں میں عاشق ہوں اس کا اسے یہاں لانا ہے- اسے اپنانا ہے- میری بات سن کر بولے- ہم تمہیں اسے لانے سے منع نہیں کرتے- لیکن تمہاری حالت بتا رہی ہے- کہ تم کچھ بھی نہیں کر سکو گے ہم چلتے ہیں تیرے ساتھ- ان کی یہ بات سن کر میرے چہرے پر چمک آ گئی- کہ چلو ان کا ساتھ رہے گا- وہ چڑیل خوفزدہ نہ کرے گی- ٹھیک ہے میں ابھی گیا اور دکان سے ٹائر ٹیوب لئے آیا تم سب تیار رہنا- وہ بعد میں لے آنا- پہلے گھر جاؤ- گھر سے فون آیا تھا- ہم نے کہہ دیا ہے کہ بخار تھا اسے ڈاکٹر کے پاس گیا ہے- اور تو کچھ نہیں بتایا- نہیں صرف بخار کا بتایا ہے- یار تمہیں ہم لوگوں پر اعتماد نہیں ہے اعتماد تو ہے- لیکن میں جانتا ہوں اپنے گھر والوں کو لمحوں میں ہی پریشان ہو جاتے ہیں- میری حالت دیکھ کر ان سب کو جیسے سکتہ ہو گیا تھا- یار اچھے بھلے تھے تم یہ کس چکر میں پھنس گئے ہو- دو دن میں ہی آدھے رہ گئے ہو- ان کی بات سن کر میں نے کہا جان جاتی ہے تو جائے لیکن اب اس شہزادی کو یہاں لانا ہے- اس کی زندگی بچانا ہے- اسے اپنانا ہے- اپنی دلہن بنانا ہے- وہ کہتی ہے کہ مجھے ڈر نہیں لگتا- لیکن اس کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ وہ بہت خوفزدہ ہے- لیکن ظاہر نہیں کرنا چاہتی- اچھا میں پہلے گھر سے چکر لگاؤں پھر چلتے ہیں- گھر گیا تو سبھی کو پریشان پایا- وہ وجہ پوچھتے رہے- لیکن میں الٹی سیدھی کہانیاں سنا کر انہیں مطمئن کرتا رہا اور یہ کہہ کر گھر سے باہر نکل آیا- کہ کل سے کام نہیں کیا- آج رات کو کام کرنا ہے- اس لئے گھر نہیں آ سکوں گا- میرا انتظار نہ کرنا سیدھا دکان پر گیا- ٹائر ٹیوب خریدے دوستوں کے پاس جانے لگا تو خیال آیا کہ ہو سکتا ہے- کہ دوستوں کو دیکھ کر شہزادی سامنے نہ آئے چھپی بیٹھی رہی- اور یہ سب میرا مذاق اڑاتے رہ جائیں کہ تم پر بھوت سوار ہے- اور کچھ نہیں یہی سوچ کر میں دوستوں کی بجائے ویگن پر بیٹھ کر اسی ویرانے میں جا اترا- تقریباً عصر کا وقت ہوا جب میں ویرانے میں پہنچا تھا- شہزادی کو اپنا منتظر پایا مجھے دیکھتے ہی وہ مسکراتے ہوئے بولی شکر ہے آپ آ گئے- ورنہ میں تو سمجھ بیٹھی تھی کہ اب کی بار نہیں آئیں گے جواب میں ہنس پڑا- ہم دونوں نے مل کر ٹائر ٹیوب بدلے شام ہو گئی شہزادی بولی میں جانتی ہوں کہ آپ نے صرف میری وجہ سے یہ سب کیا ہے- اتنی مصیبتوں سے دوچار ہو- کیوں خود کو جھنجھال میں پھنسا رہے ہو- شہزادی بولنے کہہ دیا- ناں کہ آپ کو یہاں سے ہر حال میں لے کر جانا ہے تمہیں اپنانا ہے تمہارے دکھوں کو خوشیوں میں بدلنا ہے- تمہیں دل کی رانی بنانا ہے لیکن اب دوستوں کے ہاں لے کر جاؤں گا نہ بابا نہ میں وہاں نہیں جاؤں گی- میں تو پہلے ہی ڈری ہوئی ہوں- اور نجانے آپ کے دوست کچھ نہیں کہیں گے آپ کو بلکہ آپ کو دیکھ کر خوش ہوں گے یہ پرانے یار بیلی ہیں- تمہاری حفاظت میرے ذمے ہے- اچھا چلو بیٹھو کہیں وہ چڑیل دوبارہ نہ آ جائے- چڑیل کا نام سنتے ہی شہزادی ہنسنے لگی- لگتا ہے آپ پہ چڑیل کا بھوت پوری طرح سوار ہے قدم قدم پر اس کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں- کیا چڑیل پر عاشق تو نہیں ہو گئے کیا اسے دل میں تو نہیں بسا لیا گولی مارو اس کو میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا میں تو تیرے حسن پر دل پھینک چکا ہوں- تیرا عاشق ہوں تمہیں دل میں بسایا ہے- آنکھوں میں سجایا ہے- میں اس بار بالکل بے تکلفانہ انداز میں بولے جا رہا تھا- تو وہ بھی ہنس پڑی- بابو آپ نے مجھ میں کیا دیکھا ہے- صرف آنکھیں ہی دیکھی ہیں- چہرہ تو دیکھا نہیں- پھر چہرہ کیسے اپنی آنکھوں میں سما لیا- اس کی اس بات نے مجھے چونکا دیا- واقعی وہ سچ کہتی تھی- کیونکہ آنکھوں کے علاوہ

چہرے کا کوئی بھی حصہ دکھائی نہ دیتا تھا- لیکن میں بھی ہارنا نہیں چاہتا تھا- کہا شہزادی تمہاری جھیل جیسی آنکھیں کوئل جیسی آواز مٹھاس بھرے وہ قہقہے دیکھنے سننے کے بعد اندازہ لگا لیا ہے کہ تمہارا چہرہ بھی دلکش اور حسین ہے- تمہارے گورے گورے ہاتھ پاؤں بتاتے ہیں- کہ تم بہت حسین ہو- اور ویسے بھی اب میں تم پر مرمٹا ہوں- تمہارے جال میں پھنس چکا ہوں- اس جال سے باہر نہیں نکل سکتا- اچھا تو یوں کہیں ناں کہ میرے پیار نے آپ کو جکڑ لیا ہے- وہ مسکراتے ہوئے بولی- ہاں ایسا ہی ہے- موٹر سائیکل سٹارٹ کی اور ہم چل پڑے- ایک مرتبہ پھر موٹر سائیکل بھاری ہو گئی- ویل جیسے دوبارہ جام ہونے لگے- تو میں نے ڈرتے ہوئے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا- شہزادی وہ پھر آ گئی ہے- اسی نے موٹر سائیکل پر قبضہ جما لیا ہے- اندھیرا بھی پھیل رہا تھا- بولی بابو بس چلتے رہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں- ڈرو گے تو گھر تک کیسے پہنچیں گے- موٹر سائیکل کو فل ریس دے دی- لیکن موٹر سائیکل ایسی آوازیں نکال نکال کر چل رہی تھی- کہ سائیکل والے بھی ہمیں پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ رہے تھے- دو گھنٹے میں ہم شہر کے قریب پہنچے تو موٹر سائیکل یکدم بھاگی- تب میں نے سوچا کہ اب چڑیل واپس مڑ گئی ہے- اس کی گرفت سے میں باہر ہو گیا ہوں- شہر پہنچ کر سیدھا دوستوں کے گھر گیا- موٹر سائیکل روکی شہزادی سے کہا کہ ڈرنے کی ضرورت نہیں بولی آپ کے ہوتے ہوئے مجھے ڈرنے کی ضرورت نہیں- مجھے آپ پر پورا اعتماد بھروسہ ہے- میں نے دروازہ کھٹکا دیا- تو ایک دوست باہر نکلا میں نے موٹر سائیکل اندر کی تو شہزادی بھی اندر داخل ہو گئی باقی دونوں دوست بھی آ گئے- مجھے خوش دیکھ کر بولے- آج بہت خوش ہیں- لگتا ہے آپ کی شہزادی آپ کو مل گئی ہے- ان کی اس بات نے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے کر دیئے- یار مل نہیں گئی ساتھ بھی آئی ہے- کہاں ہے- وہ تینوں باہر کی طرف بھاگے پوری گلی میں دیکھا اور پھر کمرے میں آتے ہی بولے کیوں مذاق کر رہے ہو کہاں ہے وہ ان کی باتیں مجھے مسلسل شش و پنج میں ڈالے جا رہی تھیں- قریب کھڑی شہزادی کو دیکھ کر بھی وہ انجان بنے ہوئے تھے- میں سمجھ گیا کہ وہ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں اور ایسی باتیں کر کے یہ بات ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ میں واقعی سائے کی لپیٹ میں ہوں چڑیل مجھ پر سوار ہے- چلو سلام کرو شہزادی کو میں نے اپنے

چہرے کے تیور بدلے یار وہ دکھائی دے تو ہم سلام کریں ان کی اس بات پر شہزادی قہقہے لگانے لگی یہ وہی قہقہے تھے جو مجھے ویرانے میں گھر میں سنائی دیتے تھے- ساتھ ہی شہزادی نے اپنا نقاب ہٹا دیا- اس کا چہرہ دیکھ کر میرے منہ سے ایک چیخ نکلی اور پھر میں کہاں تھا مجھے ہوش نہیں- ہوش اس وقت آیا جب اپنے گھر والوں اور دوستوں کو ایک ہسپتال میں اپنے اوپر جھکا ہوا پایا انہیں دیکھ کر شہزادی کا چہرہ دوبارہ نظروں کے سامنے گھوما تو ایک مرتبہ پھر چیخ میرے منہ سے نکلی- لیکن اس بار میں بے ہوش نہ ہوا تھا- دوست کے گلے سے لگا ہوا تھا بیٹا تم ٹھیک تو ہو- ماں کی بھیگی آنکھوں کے ساتھ کپکپاتی زبان سے یہ لفظ سن کر صرف دیکھتا ہی رہ گیا- رو تا رہ گیا تین دن ہسپتال میں رہا شہزادی کی صرف خوبصورت آنکھیں ہی تھیں- نقاب میں پوشیدہ چہرہ نہ تھا نہ ناک تھی نہ ہونٹ نہ دانت کچھ نہیں صرف آنکھیں اور سر تھا- ہر کوئی سچ کہتا تھا کہ میں سائے کی لپیٹ میں ہوں- شہزادی انسان نہ تھی چڑیل تھی میں عورت پر عاشق نہ ہوا تھا ایک آدھے چہرے والی چڑیل پر عاشق ہوا تھا- مجھے اکثر گھر میں سے قہقہوں کی آوازیں آتی رہتی چیزوں کے اڑنے بکھرنے کی آوازیں آتی رہتی لیکن جب ایک بزرگ نے تعویز دیا- تو دوبارہ شہزادی دکھائی نہ دی نہ قہقہوں کی آوازیں آئیں- دس سال پرانی بات ہے- اگر شہزادی اس دن سڑک کنارے یکدم بھیانک روپ میں آ جاتی- اور میری گردن دبا دیتی- میرے جسم کو ہڑپ کر جاتی تو اس نے سچ کہا تھا کہ میں اسے اپنا نہ سکوں گا- دوبارہ انہیں ویرانوں میں تنہا چھوڑوں گا- موٹر کا بند ہونا بھاری ہونا جام ہونا یہ سب شہزادی کے کارنامے تھے- آج بھی شہزادی کی صورت خیالات میں تصورات میں سامنے آتی ہے تو کانپ جاتا ہوں- ڈر جاتا ہوں- خوف وڈر سے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہوں- اگر وہ اپنے بھیانک روپ میں نہ آتی ہو سکتا تھا- کہ میں تمام زندگی اس کا دیوانہ بنے گزار دیتا- اس کی حسین یادوں میں گزار دیتا-

ان اونچی عمارتوں نے میرے گھر کو چھپا لیا
لوگ میرے حصہ کا سورج بھی کھا گئے

بھیانک خواب

ریاض احمد
لاہور

آج مسلسل دسواں دن تھا روزانہ رات کے پچھلے پہر جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ خواب سچے ثابت ہوتے ہیں۔ ایک ہی خواب دکھائی دیتا' ایک قبر پھٹتی ہے اس میں سے سفید کفن میں لپٹی ہوئی حسین دوشیزہ رونما ہوتی ہے۔ جو مجھے پیار بھرے انداز میں اپنی طرف بلاتی ہے۔ کاشف آجاؤ' آجاؤ کاشف دیکھو میں تمہارا ہر روز انتظار کرتی ہوں' کیوں تڑپا رہے ہو مجھے' کیوں نہیں آتے ہو' میرے پاس' پھر وہ دونوں بازو پھیلا دیتی ہے۔ آج رات کے خواب میں تو اس نے حد ہی کر دی' تھی ابھی خواب مکمل بھی نہ ہوا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی' کمرے کے چاروں اطراف نظریں گھما گھما کر اسے دیکھا لیکن وہ نظر نہ آئی ایک خوف تھا میرے اندر جس کی وجہ سے میں پسینہ میں بھیگا ہوا تھا۔ گھر والے دوسرے کمرے میں خرگوش نیند میں مست تھے' لیکن پھر آج رات خواب میں وہی قبرستان تھا وہی قبر تھی' جو پھٹی مٹی ادھر ادھر بکھرنے لگی اور وہی حسین چہرہ رونما ہوا اور قبرستان میں کھڑے ہو کر مجھے پکارنے لگا کاشف خدا کے لئے اب تو آجاؤ' تمہارے انتظار میں میری آنکھیں پتھرا گئی ہیں چلو تم نہیں آتے تو نہ سہی میں خود ہی تمہارے پاس آجاتی ہوں پھر جیسے وہ ہوا میں اڑتی ہوئی ہمارے گاؤں میں آگئی اور میرے کمرے کے اندر گھس کر مجھے جگانے لگی تو میری آنکھ کھل گئی۔ آج رات کے خواب کا انوکھا ہی منظر تھا میں سما ہوا کمرے کے در و دیوار کو مسلسل گھور رہا تھا ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ دوشیزہ میرے کمرے میں ہی کہیں چھپی بیٹھی ہے اور کسی وقت بھی مجھے پکڑ لے گی یہ دوشیزہ کون تھی مجھے کیسے جانتی تھی مجھ سے کیوں محبت کرتی تھی میں بے خبر تھا' اس کے چہرے سے نا واقف تھا نہ تو وہ میرے عزیز و اقارب میں تھی نہ میرے جاننے والوں میں سے نہ ہی ہمارے گاؤں یا آس پاس کے گاؤں کی تھی پھر یہ کون تھی اور مجھے کیوں پکارتی ہے۔ انہی سوچوں اور اپنے کمرے میں اس کی موجودگی کے خوف سے میری چیخ نکل گئی یہ ایک قدرتی فعل ہوتا ہے کہ رات کی تاریکی میں جب کہ انسان اکیلا ہو ایسا خواب دیکھ لے تو ضرور ڈر جاتا ہے ضرور خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ پہلے تو دن تو وہ قبرستان میں ہی کھڑی مجھے پکارتی تھی اور چند لمحوں کے لئے خوف آتا تھا پھر سو جاتا تھا لیکن آج نیند کہاں سے آتی' کیسے آتی آج تو وہ مجھے لینے آئی تھی

بزرگوں کی باتیں بھی میرے دماغ میں گردش کر رہی تھیں کہ جب قبرستان کے مردے کسی کو لینے آجائیں تو اس انسان کی زندگی بہت کم ہوتی ہے۔ میری چیخ کے ساتھ ہی میرے امی ابو دوڑے آئے اور میرے کمرے کا دروازہ پیٹنے لگے' بیٹا کیا ہوا ہے ــــ بیٹا کیوں چیخے ہو' امی ابو کی آوازیں سن کر میرے خوف میں کچھ کمی واقع ہوئی۔ میں چھلانگ لگا کر بستر سے نیچے اترا اور کنڈی کھول دی ابو سے لپٹ گیا میں چھوٹا نہ تھا' اٹھارہ سالہ نوجوان تھا' میٹرک کر کے فارغ ہوا تھا اتنا ڈرپوک بھی نہ تھا' لیکن نجانے کیا وجہ تھی کہ ایک ہی خواب کا بار بار ہر روز آنا' باعث خوف بن گیا تھا پہلے دن تو مسرت بھی ہوئی تھی کہ ایک حسین چہرہ مجھے بلاتا ہے میں اسے دیکھتا ہوں اور اس تک پہنچ نہیں پاتا ہوں' دل کو اچھی لگی تھی' لیکن آج کے خواب کی وجہ سے میں بخار میں مبتلا ہو گیا امی ابو سمجھ گئے کہ میں خواب میں ڈر گیا ہوں اور اسی خوف کی وجہ سے چیخا ہوں۔ پورا دن بخار میں جلتا رہا' بخار کی حالت میں آنکھ لگتی تو وہی چہرہ نظر آتا۔ وہی قبرستان نظر آتا' وہی پھٹتی ہوئی قبر نظر آتی' وہی کفن نظر آتا تو میں فوراً آنکھیں کھول لیتا اب جوں جوں دن گزرتا جا رہا تھا اور رات قریب آرہی تھی توں توں مجھے گھر کے کونے کونے سے خوف آتا دکھائی دے رہا تھا' بہن بھائی میری وجہ سے الگ پریشان تھے کہ بھیا کو کیا ہو گیا ہے۔ میں تمام بہن بھائیوں سے بڑا تھا' گھر کے ایک بیرونی کمرے میں ہماری دکان تھی جہاں ابو بیٹھتے تھے اور یہی ہمارا ذریعہ معاش تھا اب جب سے میٹرک کیا تھا دکان کا کام میرے ذمہ تھا میں سارا سارا دن دکان میں کام کرتا رہتا۔ ہر کسی سے مسکرا کر بات کرنا میری بچپن کی عادت تھی' گاؤں کی لڑکیوں وغیرہ کو کبھی بھی بری نظر سے نہ دیکھتا تھا' شاید یہی وجہ تھی کہ گاؤں کی جوان لڑکیاں بلا جھجک دکان پر آجاتیں اور ضرورت کی اشیاء لے جاتیں اور شاید انہی لڑکیوں میں کوئی مجھے چاہتی بھی تھی لیکن میں نے اسے کبھی نظر بھر کر نہیں دیکھا تھا۔



آج کی رات میں بہن بھائیوں میں ہی سویا' لیکن رات پھر خواب کو وہی قبرستان تھا یہ کون سا قبرستان تھا' کہاں تھا' کس علاقے میں تھا' میں بے خبر تھا' یہ قبرستان بہت بڑا تھا' اس قبرستان میں راستے بنے ہوئے تھے' یعنی قبرستان کے کافی حصے بنے ہوئے تھے' قبرستان کے عین وسط میں یہ قبر تھی جو مجھے پھٹتی نظر آتی تھی۔ قبر پھٹی وہی کفن پوش چہرہ رونما ہوا اور پیار بھرے لہجے میں مجھ

سے مخاطب ہوا کاشف تیاری کرو' میرے پاس آنے کی اگر صبح تم میرے پاس نہ آئے تو پھر میں خود ہی آجاؤں گی پہلے تو میں خالی واپس آئی تھی لیکن اب تمہیں ساتھ لیکر ہی آؤں گی۔ حد ہوتی ہے انتظار کی اور تم ہو کہ تمہیں میری پرواہ ہی نہیں ہے' یہ الفاظ سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی' ایک بار پھر یہ خواب میرے دل و دماغ میں گردش کرنے لگا۔ ایک بار پھر میں قبرستان کی دنیا میں لوٹ گیا کافی دیر تک میں اس دوشیزہ کے بارے میں سوچتا رہا کہ وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے مجھے کیوں ہر روز بلاتی ہے۔ بہرحال میں نے فیصلہ کرلیا ایک اٹل فیصلہ کہ میں صبح جاؤں گا اور تلاش کروں گا اس قبرستان کو جہاں وہ رہتی ہے آخر کب تک میں موت سے پیچھا چھڑا سکتا تھا کب تک یونہی ڈر اور خوف کی زندگی گزارتا' نجانے کیسی طاقت تھی جو میرے اندر پیوست ہوتی گئی موت سے بھاگنا جوانمردی نہیں بزدلی ہوتی ہے اور ویسے بھی اب مجھے وہ دوشیزہ وہ کفن پوش پری اچھی لگنے لگی تھی آہستہ آہستہ میں ایک ایسی محبت میں گرفتار ہونے لگا جسے میں کبھی نہیں پاسکتا تھا جسے میں سوائے خواب کے دیکھ بھی نہیں سکتا تھا اور یہ خواب بھی میرے بس میں نہ تھے کہ ہر روز اس کا دیدار کرتا۔ میرے دل میں جو خوف تھا آہستہ آہستہ پیار میں بدل چکا تھا' بخار ختم ہو گیا' اچھا بھلا ٹھیک ٹھاک انسان بن گیا' گھر والے سوئے ہوئے تھے اور میں اس مردہ مہ جبیں کے خیالوں میں گم تھا اس کا روشن اور چمکتا چہرے نظروں کے سامنے تھا اور دوسرا اس کا پیار سے پکارنے کا انداز جو پہلے خوف زدہ کرتا تھا۔ اب دل کی گہرائیوں سے سوچا تو اچھا لگا جو بالآخر مجھے اپنی طرف کھینچنے میں کامیاب ہو گیا صبح کا انتظار کرنے لگا' لیکن آج صبح کیسے ہوتی آج تو جیسے کسی نے رات کی سیاہی کو باندھ لیا ہو۔ خدا خدا کرکے صبح کا اجالا ہوا گھر والے بھی ایک ایک کرکے آنکھیں ملتے ہوئے بستروں کو خیرباد کہہ رہے تھے سبھی نماز سے فارغ ہوئے تو امی گھر کے کاموں میں مصروف ہو گئیں' باقی بہن بھائی بھی روز مرہ کے کاموں میں مصروف ہونے لگے میں نے اپنی حالت بیماروں جیسی بنالی لیکن میں جانتا تھا کہ بخار سے تو چھٹکارہ حاصل ہو چکا ہے لیکن بیمار اس لیے پڑا رہا کہ امی ابو سے کوئی بہانہ بنا کر گھر سے نکلوں اور ایک نامعلوم منزل کی طرف گامزن ہو جاؤں اس کے بعد میں اور میری قسمت آخرکار میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا' کیونکہ امی ابو جانتے تھے کہ میں راتوں کو ڈر جاتا ہوں انہوں نے خود ہی کہہ دیا کہ بیٹے جاؤ فلاح جگہ ایک بزرگ رہتے ہیں' ان سے دم کروا آؤ تمہارا خوف ڈر ختم ہو جائے گا میں تو خود ہی یہ چاہتا تھا' خدا نے میری یہ خواہش پوری کردی۔ میں نے کپڑے تبدیل کئے اور بزرگ کے ٹھکانے کی طرف بڑھنے لگا' گھر سے نکلنے سے پہلے تمام گھر والوں کو الوداعی نظروں سے دیکھا' بہن بھائیوں کو دیکھا' ماں باپ کو شفقت بھری نظروں سے دیکھا' لیکن کسی کو احساس نہ ہونے دیا کہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جارہا ہوں۔ ماں باپ بہن بھائیوں کی جدائی معمولی بات نہیں ہوتی' لیکن یہ زہر بھرے گھونٹ مجھے پینا تھے سو دل پر پتھر رکھ کرپی لیے۔ امی ابو کے بتائے ہوئے بزرگ کے پاس گیا' واقعی وہ بزرگ مجھے درویش معلوم ہوئے اکیلے ہی بیٹھے ہوئے تھے اس لئے میں نے دس دن کے مسلسل ایک ہی خواب کے بارے میں انہیں آگاہ کیا' میری کہانی سننے کے بعد وہ خود بھی حیران رہ گئے یہ وہ راستہ تھا جو سیدھا موت کی طرف جاتا تھا۔ وہ بار بار میرے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے کہہ رہے ہوں کہ خوابوں کے پیچھے بھاگنا پاگلوں والی بات ہوتی ہے اور وہ بھی ایک ایسا خواب کہ جسے پانا بھی چاہوں تو پا نہیں سکتا تھا' کافی دیر تک وہ خاموش رہے پھر انہوں نے میرے پورے جسم پر پھونکیں ماریں اور پانی کا دم کیا ہوا گلاس مجھے دیا جو میں نے گھٹا گھٹ پی لیا تو بولے بیٹا سیدھے واپس گھر جاؤ بھول جاؤ ان خوابوں کو سمجھ لو کہ تم نے کچھ نہیں دیکھا میں یہ نہیں کہتا کہ تمہارا یہ خواب جھوٹا ہے تمہاری سنائی ہوئی تمام کہانی حقیقت ہے تم وہاں تک پہنچ بھی جاؤ گے لیکن سوائے موت کے اور کچھ نہیں ملے گا ایسے خواب ہر کسی کو نہیں آتے میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خود کو موت کے قریب لے کر جارہے ہو واپس لوٹ جاؤ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گی میں نے تم پر دم کر دیا ہے اب تم واپس لوٹ جاؤ لیکن میں بضد تھا کہ میں یہ کام کرکے چھوڑوں گا چاہے موت کو گلے کیوں نہ لگانا پڑے بزرگ کی ایک بات نے مجھ میں ہمت پیدا کی تھی کہ میں منزل تک ضرور پہنچوں گا اور یہ خواب جھوٹا نہ تھا یہ جان کر میں بھلا واپس کیسے لوٹ سکتا تھا مجھے میرا پیار بلا رہا تھا اب وہ چہرا مجھے دنیا کی ہر چیز سے اچھا لگنے لگا تھا۔ وہ زندہ تھا یا مردہ' مجھے اس بات کی پرواہ نہ تھی صرف اتنا جانتا تھا کہ وہ مجھے پکارتی ہے' اپنے بازوؤں کو پھیلائے میرا انتظار کر رہی ہے اور میں اپنے پیار کو کیسے ٹھکراتا میں خوابوں کے پیچھے نہیں بھاگ رہا تھا' بلکہ بقول بزرگ کے کہ میں حقیقت کی تلاش میں تھا لیکن عمر کی کمی کی وجہ

سے اور میری حسین جوانی کی وجہ سے بزرگ مجھے ان کٹھن اور دشوار گزار راہوں پر جانے سے روک رہے تھے میں نے بزرگ کے پاس زیادہ دیر تک بیٹھنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ وہ مجھے مسلسل جانے سے روک رہے تھے اور میں رکنا نہیں چاہتا تھا جو ارادہ کرلیا تھا اسے پورا کرنا تھا میں ایک نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا میرا قیام صرف اور صرف قبرستان میں ہوتا' چھوٹے چھوٹے کئی قبرستانوں سے گزرا ان قبرستانوں کی ایک ایک قبر کو غور سے دیکھا' پرکھا لیکن یہ قبرستان میری منزل نہ تھے ان قبرستان میں میرا پیار نہیں تھا' ان قبروں میں وہ چہرہ نہ تھا جس کی مجھے تلاش تھی جس کیلئے میں نے سب کچھ چھوڑ دیا تھا چلتے چلتے بھٹکتے بھٹکتے شام ہو گئی اور ایک قبرستان میں ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ یہ پہلا واقعہ تھا کہ میں کسی ویران اور ایک خوفناک قبرستان میں اکیلا رات گزار رہا تھا ادھر ادھر سے سرشام خوف تو آیا لیکن پھر سنبھل گیا اگر ڈر جاتا تو اپنی منزل کو کیسے پاسکتا تھا اور ویسے بھی اب مجھے دنیا والوں کی رونقوں کی پرواہ نہ تھی' خود کو ایک مردہ دوشیزہ کے لئے منتخب کر بیٹھا تھا۔

جب رات کی سیاہی نے ہر چیز کو اندھیرے میں لے لیا تو میں نے بھی اپنی آنکھیں بند کرلیں اور خدا سے دعا کرنے لگا کہ وہ آج رات پھر اس دوشیزہ کا خواب میں دیدار کرائے خدا نے شاید میری دعا قبول کرلی تھی' آنکھ لگتے ہی وہی منظر میری نظروں کے سامنے آگیا ایک بڑا قبرستان تھا اس میں سے ایک قبر پھٹتی نظر آئی اور جب قبر پھٹ گئی تو وہی دوشیزہ آج کفن کی بجائے سرخ جوڑے میں دلہن کے روپ میں شرماتی اور مسکراتی نظر آتی۔ میں آہستہ آہستہ دلہا بنے اس کے قریب آگیا اور اس دوشیزہ کا دیدار کرنے لگا یہ دیدار اتنا لمبا تھا کہ جب آنکھ کھلی تو ہر وہ چیز جو رات کے اندھیرے نے اپنی لپیٹ میں لے لی تھی صاف اور نمایاں نظر آرہی تھی' درختوں پر چڑیوں کا شور و غل اس بات کی دلیل تھی کہ خدا نے رات کو اپنی قدرت سے لپیٹ لیا ہے اور دن کا پردہ ہٹا دیا ہے آج میری خوشی کی انتہا نہ تھی' آج اتنا خوش تھا کہ یہ بیان نہیں کرسکتا۔ میری خوراک گندم چاول نہ تھی' درختوں کے پتے اور کھیتوں میں اگی ہوئی کچی سبزیاں تھیں میں اپنی اس خوراک سے خوش تھا۔

دن رات گزرتے رہے' خواب آتے رہے وہ مجھے ملتی رہی میں قبرستان میں گھومتا اور راتیں گزارتا رہا' بالکل مجنوں جیسی حالت ہو گئی۔ پھر ایک دن ایسا آیا کہ میں اس وسیع و عریض قبرستان میں جا پہنچا۔ واقعی یہ وہی قبرستان تھا جو خوابوں میں دیکھ چکا تھا وہی راستے تھے' اب میرا رخ قبرستان کے اس خطے کی جانب تھا جہاں سے میری محبوبہ قبر سے جلوہ افروز ہوا کرتی تھی بزرگ صاحب کی بات درست ثابت ہوئی تھی' میں منزل پر پہنچ چکا تھا' لیکن اب جب ان کی بات دوبارہ دماغ میں گونجی کہ موت کے قریب پہنچ جاؤ گے' تو کچھ پریشانی ہوئی بہن بھائیوں ماں باپ کی صورتیں آنکھوں کے سامنے گھومنے لگیں' آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا' اب تو موت ہی میرا مقدر تھی' بلکہ میں خود چل کر موت کے پنجے میں آیا تھا یہ ایک ڈراؤنا قبرستان تھا ہر طرف سے دن کی روشنی میں بھی خوف آتا تھا۔ یہاں دور دراز تک کوئی انسان بشر نہ تھا' خوف سے میرا جسم پسینہ سے بھیگ گیا لیکن جلد ہی میں سنبھل گیا اور اسی قبر کو تکیہ بنا کر میں لیٹ گیا' آنکھیں بند کرلیں کہ شاید نیند آجائے اور وہ چہرہ وہ دوشیزہ اس قبر سے جلوہ افروز ہو' لیکن نیند کیسے آتی' نیند تو آنکھوں سے نجانے کیوں غائب ہو گئی تھی تقریباً" دن کے بارہ بجے کا وقت تھا۔ دھوپ کی شدت اس قدر تیز تھی کہ درخت کے نیچے بیٹھنے کے باوجود بھی پسینہ سے بھیگتا جارہا تھا اس سخت دھوپ اور سخت گرمی سے بچنے کے لئے میں پانی کی تلاش میں نکل پڑا۔ اس ڈراؤنے اور خوفناک قبرستان میں ادھر ادھر بھٹکتا ہوا آخرکار دور سے ایک نل نظر آیا وہاں پہنچ کر خوب نہایا' اپنے آپ کو خوب ٹھنڈا کیا نجانے کتنی دیر تک میں اس نل کے نیچے نہاتا رہا اور مجھے بار بار ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے نل کو چلاتے ہوئے کوئی میرے ہاتھ روک رہا ہے لیکن نظر کچھ بھی نہ آرہا تھا میں بار بار اسے اپنا وہم تصور کرتا رہا اور پھر نل کے کچھ دور سے زور زور سے ہنسنے اور قہقہوں کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں یہ پہلا واقعہ تھا جو میرے ساتھ آج رونما ہوا میں نے یہ آوازیں سنتے ہی بھیگے کپڑوں سمیت قبرستان سے باہر نکلنے کے لئے بھاگنا شروع کر دیا آوازیں مسلسل میرا پیچھا کر رہی تھیں ابھی قبرستان کی حدود میں ہی تھا کہ ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پر پڑا اور ساتھ ہی کسی نے مجھے بالوں سے پکڑ کر زمین پر پٹخا' اس کے بعد کیا ہوا مجھے خبر نہیں جب ہوش آیا تو شام کے سائے ڈھل چکے تھے اور میں اس قبرستان میں ایک قبر کے اوپر گرا پڑا تھا کہاں جاتا کس کو پکارتا' اتنا وسیع و عریض قبرستان تھا لیکن کوئی بھی انسان اس میں چلتا پھرتا نظر نہ آتا تھا میں نے گھر سے

آنے کی بہت بڑی حماقت کی تھی ایک خواب کو حقیقت کا روپ دینے کی غرض سے خود کو موت کے منہ میں لے آیا تھا۔ اپنی غلطی پر رو بھی رہا تھا اور گھر والوں کو یاد بھی کر رہا تھا۔ یہ تھپڑ اتنا بھاری بھر تھا کہ میں اپنے ہوش کھو بیٹھا تھا اب جاتا بھی تو کہاں جاتا خوف سے میرا پورا جسم پسینہ میں بھیگا ہوا تھا اور زور سے زمین پر گرنے سے میری چیخیں نکل رہی تھیں۔ جو قرآنی آیات زبانی یاد تھیں ان کا ورد کرتے ہوئے قبرستان سے باہر نکلنا شروع کر دیا جب قبرستان سے باہر نکلا تو لوگوں کا ایک ہجوم قبرستان کی طرف آتا ہوا دکھائی دیا یہ لوگ ایک چارپائی اٹھائے قبرستان کی طرف چلے آ رہے تھے۔ قبرستان کے قریب پہنچ کر انہوں نے چارپائی جنازگاہ میں رکھی اور خود وضو کرنے کی غرض سے نلکے کی طرف جانے لگے۔ میرے دل میں آیا کہ میں مرنے والے کا منہ دیکھوں یہ سوچ آتے ہی میں سیدھا چارپائی کی کے قریب گیا چارپائی کے قریب اس وقت کوئی نہ تھا میں نے جونہی اس کے چہرے سے کفن ہٹایا تو چیختے چیختے رہ گیا اس میت کا پورا چہرا جلا ہوا تھا ایک آنکھ جل کر ختم ہو گئی تھی اس کی جگہ ایک گڑھا پڑ گیا تھا جب کہ دوسری آنکھ پوری کی پوری کھلی ہوئی تھی ہونٹوں کا چیزہ جل چکا تھا اور تمام کے تمام دانت بڑے بڑے نظر آ رہے تھے سر کے بال ختم ہو چکے تھے' کان بھی غائب تھے' صرف نشان باقی تھے' یہ میت چڑیل سے بھی بدصورت اور بدنما تھی' ایسے لگا یہ میت ابھی اٹھ کر مجھے پکڑ لے گی مجھ میں اتنی ہمت نہ ہوئی کہ اس کے منہ پر کفن دوبارہ رکھتا جب نماز جنازہ سے فارغ ہو کر اسے دفنا دیا گیا تو میں نے خود کو پردیسی ظاہر کیا اور رہنے کی جگہ طلب کی تو وہ لوگ مجھے اپنے ساتھ لے کر چلنے لگے جب میں نے میت کے بارے میں پوچھا تو بولے گاؤں کی ایک جوان لڑکی جل مری ہے' اس نے خودکشی کرلی ہے خود کو آگ لگالی ہے۔ اس کے جسم کا سارا چہرہ جل گیا ہے کہیں کہیں گوشت ہے ورنہ ہڈیاں ہی ہڈیاں تھیں اور اس کا چہرہ ایسے جھلس گیا تھا جیسے یہ حسین و جمیل لڑکی نہ ہو' بلکہ کوئی چڑیل ہو' یہ اس قدر جل گئی تھی کہ اس کا بچنا مشکل تھا زندگی میں پہلی مرتبہ ایسی میت دیکھی تھی۔ مسلسل اس میت کا چہرہ مجھے خوفزدہ کر رہا تھا۔ ادھر لوگوں کی باتوں نے اور زیادہ خوفزدہ کر دیا' گاؤں پہنچ کر سب نے مل کر کھانا کھایا اس کے بعد باہر گلی میں بچھی ہوئی صف ماتم پر بیٹھ گئے اندر سے عورتوں کے زارو قطار رونے کی آوازیں آ رہی تھیں مجھے ایک آدمی نے قریب ہی ایک

کمرہ دکھایا کہ تم یہاں رات بسر کر لینا شکل و صورت سے میں واقعی شریف گھرانے کا فرد معلوم ہوتا تھا ویسے بھی گاؤں والے انسان رحم دل اور دردِ دل رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں ان کے دلوں میں ہمدردی کا جذبہ بہت زیادہ ہوتا ہے بہرحال کمرہ دیکھنے کے بعد میں دوبارہ لوگوں کے ہجوم میں آ بیٹھا' کیونکہ اکیلے میں مجھے اس میت سے خوف آتا تھا ایسے لگتا تھا جیسے وہ ابھی اٹھ کر مجھے پکڑ لے گی کافی رات گزرنے کے بعد لوگوں نے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی اور جو اس میت والے گھر مہمان آئے تھے وہ بھی سونا شروع ہو گئے مجھ میں اتنی ہمت نہ ہو رہی تھی کہ میں کمرے تک جاتا لیکن مجبوری تھی سو میں اٹھا اور کمرے میں چلا گیا ایک دیا تھا جو میرے کمرے میں جل رہا تھا شاید وہ بھی جل جل کر تھک گیا تھا اور آہستہ آہستہ اپنی روشنی کم کرتا ہوا بالآخر کمرے میں اندھیرا چھوڑ گیا کمرے میں اندھیرا ہوتے ہی اس جلی ہوئی میت کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا۔ پوری رات مجھے ایسے محسوس ہوتا رہا کہ وہ ابھی مجھے پکڑ لے گی جب ڈر اور خوف ہو تو نیند نہیں آتی۔ یہی حال میرا تھا' نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی اور وہ جلی ہوئی میت میرے قریب تھی' مجھے خوف زدہ کر رہی تھی۔ خدا خدا کر کے فجر کی اذانوں کی آوازیں کانوں سے ٹکرائیں تو میں نے فوری کمرے کا دروازہ کھول دیا اور سیدھا مسجد کی طرف چلنے لگا اذان سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ مسجد کس طرف ہے اور کتنی قریب ہے وہاں ماسوائے موذن کے اور کوئی نہ تھا مجھے مسجد کے چاروں اطراف سے بھی خوف آ رہا تھا جلی ہوئی میت میرے ذہن میں اسی قدر سوار ہو گئی کہ ایسے لگتا جیسے ابھی مجھے دبوچ لے گی اس سے بہتر تو قبرستان کی زندگی تھی جہاں میں نے "تقریباً" کئی دن گزار دیئے تھے اب ایک فیصلہ کر لیا کہ میں واپس اپنے گاؤں لوٹ جاؤں گا لیکن کیسے لوٹ جاؤں گا یہ بھی میرے لئے ایک معمہ بن کھڑا تھا میں تو ان راہوں کو بھی بھول گیا تھا جن جن راہوں سے گزر کر یہاں آیا تھا میں کہاں تھا مجھے خود بھی معلوم نہ تھا اپنی محبوبہ کی شکل بھی کئی دنوں سے نہ دیکھی تھی۔ کئی دن ایسے ہی گزر گئے' گاؤں والوں نے مجھے اجنبی سمجھتے ہوئے میری ہر ضرورت کا خیال رکھا' لیکن یہاں رات بسر کرنا میرے لئے بہت دشوار تھی اس جلی ہوئی عورت کا خوفناک چہرہ بار بار مجھے ہر روز ڈراتا رہتا' امام مسجد نے مجھے اپنے پاس رکھ لیا۔ بہرحال میں ان کے پاس ہی رہنے لگا ایک دن میں نے انہیں تمام کہانی سنا

ڈالی کہ ایسے ایسے ایک قبرستان میں سے ایک قبر پھٹتی دیکھتا ہوں اس سے ایک دوشیزہ نکلتی ہے جو مجھے اپنے پاس بلاتی ہے جو مجھ سے پیار کرتی ہے اور میں بھی اس سے دل ہی دل میں پیار کرنے لگا ہوں اور اس کو پانے کی غرض سے گھر سے بے گھر ہوا ہوں۔ پوری دلچسپی کے ساتھ انہوں نے میری کہانی سنی اور کہا بیٹا ضروری نہیں کہ خواب سچ ہوں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان جس چیز کا تصور سونے سے پہلے کرتا ہے وہی خواب میں آ جاتی ہوں اور یقیناً "تم بھی سونے سے قبل پچھلے دن کی خواب کو نظروں کے سامنے گھماتے ہوں گے اور اسی دن خواب میں اسے دیکھ لیتے ہوں گے۔ مجھے امام صاحب کی باتیں نجانے کیوں اچھی لگیں واقعی ایسی ہی بات تھی میں اس قبر سے نکلنے والی لڑکی کے تصور میں اکثر کھویا رہتا تھا جب میں نے بزرگ والی بات بتائی کہ انہوں نے حقیقت بتائی ہے تو امام صاحب بولے میں نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے واللہ عالم کہ اصل حقیقت کیا ہے اور ایسا کیوں ہوتا رہا ہے۔

لیکن جب سے میں اس قبرستان میں آیا ہوں' مجھے وہ لڑکی خواب میں دوبارہ نہیں ملی اور یقیناً" یہ وہی قبرستان تھا جو میں خوابوں میں دیکھا کرتا تھا بڑا سا جس میں راستے بھی تھے ہو سکتا ہے کہ یہ قبرستان نہ ہو اس جیسا کوئی اور قبرستان ہو امام صاحب نے مجھے ایک وظیفہ بتایا کہ بیٹا اس کو اس قبر کے قریب بیٹھ کر کرنا ہے پاک رہنا ہے اور رات کی تاریکی میں یہ وظیفہ کرنا ہے تمہیں اصل حقیقت کا علم ہو جائے گا کہ تمہارے خواب سچے تھے یا محض خواب تھے اگر خواب تھے تو پھر بھی وظیفہ میں تمہیں خواب والی لڑکی ضرور دکھائے دے گی اگر سچے تھے تو پھر یہ مردہ نہ ہو گا بلکہ کوئی چڑیل ایک خوبصورت لڑکی کی شکل میں تمہیں دکھائی دیتی ہے اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم وظیفہ کرنے میں کامیاب ہوتے ہو یا نہیں گو کہ وظیفہ اتنا لمبا نہیں ہے لیکن اس میں طاقت بہت ہے بڑی سے بڑی بلا بھی زیر کر سکو گے میں تمہیں دو چار دن میں ایک تعویز تیار کر کے دوں گا اسے پہن لینا تاکہ تم پر کوئی غیبی طاقت حملہ آور نہ ہو سکے اگر تم یہ سب نہیں کر سکتے ہو تو واپس لوٹ جاؤ ان خوابوں کو محض خواب جان کر بھول جاؤ اپنے والدین اور بہن بھائیوں سے مل کر پہلے جیسی زندگی بسر کرو امام صاحب کی باتیں سننے کے بعد میں سوچوں میں کھو گیا وظیفہ کر تو میں لیتا لیکن مجھے اس جلی ہوئی عورت سے بہت خوف آ رہا تھا وہ بھی اس قبرستان

میں دفن تھی۔ اس کی دوڑانی اور بدنما صورت آنکھوں کے سامنے آتے ہی پسینے چھوٹ جاتے تھے ایک ہفتہ تک میں اس وظیفہ کے بارے میں غور کرتا رہا اس دوران امام صاحب نے ایک تعویذ تیار شدہ مجھے دے دیا تھا جو میں نے اپنے پاس رکھ لیا تھا پہنا نہیں تھا لیکن مجھ میں ہمت نہ ہو رہی تھی کہ میں وظیفہ کر سکوں' خوف اور ڈر کی وجہ سے میں خود بھی ایک ڈھانچہ بنتا جا رہا تھا اور جب تک اس گاؤں میں تھا میری صحت نہیں بن سکتی تھی جلی عورت ہر وقت ایسے لگتا تھا کہ مجھے پیچھے سے دبوچ لے گی میں نے وہ گاؤں چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اتنے سارے دنوں میں قبر کا پھٹنا لڑکی کا سامنے آنا یہ خواب بھی بند ہو گئے تھے میں سمجھ گیا تھا کہ واقعی یہ خواب ہیں اور کچھ نہیں دوسرے دن صبح سویرے ہی میں نے واپس جانے کے لئے امام صاحب سے اجازت لیکر سفر شروع کر دیا قبرستان گیا۔ اپنی خوابوں والی محبوبہ کی قبر پر گیا وہاں کچھ پڑھائی کی اس کے بعد آگے قدم بڑھایا ہی تھا کہ ایک زوردار تھپڑ میری گردن پر پڑا میں آگے گر گیا' چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی ادھر ادھر دیکھا کچھ نظر نہ آیا۔ میں نے خود کو سنبھالا اور جیب سے تعویز نکال کر امام صاحب کی ہدایت کے مطابق گلے میں ڈال لیا تعویز گلے میں ڈالنا ہی تھا کہ دل کو سکون محسوس ہونے لگا نجانے امام صاحب نے کیا کیا پڑھ کر اس تعویذ پر پھونکیں ماری تھیں ایک تھپڑ ہی نے میرے تمام ارادے بدل ڈالے آگے بڑھنے والے قدم وہیں کے وہیں جم گئے اب چاہے وہ چڑیل تھی یا مردہ تھی یا زندہ تھی جو کچھ بھی تھا اسے اپنے قبضہ میں کرنا ہی میرا مشن تھا میں نے وظیفہ کرنے کا پروگرام بنا لیا جہاں مجھے تھپڑ پڑا تھا اس جگہ کو وظیفہ کے لئے منتخب کیا' گھاس کو ہاتھوں سے ہی کاٹا ایک خوبصورت سی جگہ بنائی اور بیٹھ کر رات ہونے کا انتظار کرنے لگا یہاں ایک بہت بڑا درخت تھا جس کے سائے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ دوپہر تک وہاں قبر کے پاس ہی بیٹھا رہا جب بھوک پیاس تنگ کرنے لگی تو اپنی جگہ سے اٹھا چاروں طرف سخت دھوپ اور سنسانیت تھی کوئی بھی بشر چلتا پھر نظر نہ آ رہا تھا میں نے اس گاؤں میں جانا مناسب نہ سمجھا کہ واپس جانا میرے لئے شرمندگی کا باعث تھا لہٰذا میں نے قبرستان کی دوسری جانب دور سے نظر آنے والے ایک گاؤں کا رخ کر لیا قبرستان عبور کرنے کے بعد ایک راستے پر چڑھ گیا اور چلنا شروع کر دیا کچھ دور ہی گیا تھا کہ ایک خوبصورت دوشیزہ سر پر ایک گڑا اٹھائے ہوئے کھیتوں کی پگڈنڈی سے آتی نظر آئی

دور سے ہی اس کا سرخ و سفید چہرہ ایسے چمک رہا تھا کہ جیسے یہ انسان نہ ہو آسمانی حور ہو جب وہ میرے قریب سے گزری تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں یہ تو وہ دوشیزہ تھی جو مجھے خوابوں میں قبر پھٹنے کے بعد نظر آتی تھی یہ تو زندہ سلامت تھی مردہ نہ تھی' اسے دیکھنے کے بعد میں پلکیں جھپکنا بھی بھول گیا اپنے ہوش کھو بیٹھا- وہ کافی آگے نکل چکی تھی میں نے اپنے حواس کو درست کیا اور اس کے پیچھے بھاگنے لگا دیوانوں کی طرح اسے آوازیں دینے لگا میری آواز پر وہ ایک لمحہ کے لیے رکی میرا پورا جائزہ لیا اور دوبارہ چلنا شروع کر دیا اب وہ تیز تیز قدم بڑھانے لگی- وہ آگے آگے اور میں اس کے پیچھے پیچھے گاؤں سے باہر ہی ایک ڈیرہ تھا جو کافی بڑا تھا اس کا دروازہ کھول کر اس میں داخل ہو گئی اور زور سے دروازہ بند کر لیا مجھ پر دیوانگی اس قدر اثر انداز تھی کہ یہ بات بھول ہی گیا تھا کہ میں کسی اجنبی لڑکی کے پیچھے بھاگ رہا ہوں اسے پکار رہا ہوں اگر اس کا بھائی یا کوئی اور شخص یہ منظر دیکھ لیتا تو یقیناً" مجھے لمحوں میں ہی دنیا سے غائب کر دیتا لیکن اب اسے دیکھنے کے بعد موت کی میرے سامنے کوئی وقعت نہ تھی یہ میرے خوابوں کی شہزادی تھی جو عرصہ سے مجھے اپنی طرف بلا رہی تھی- جو میرے جسم کے انگ انگ میں سما چکی تھی میں بھلا اسے چھوڑ کر کہاں جا سکتا تھا میں اسے دوبارہ دیکھنے کے لئے اس کے گھر کے دروازے کے سامنے کچھ دور ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گیا بھوک پیاس ختم ہو چکی تھی بس اس کا دیدار ہی میرے لئے سب کچھ تھا دن گزر گیا اس نے دروازہ نہ کھولا شام کے سائے ڈھلنے لگے' اندھیرا پھیلنے لگا گاؤں کے لوگ مجھے دیکھتے ہوئے آتے جاتے رہے ایک بزرگ نے مجھے یہاں اکیلے بیٹھنے کا پوچھا تو میں نے مسافر کہہ کر ٹال دیا اس بزرگ نے بھی میری کیفیت دیکھ لی کہ بیچارہ تھکا ہوا ہے نجانے کہاں سے آیا ہے اور کن سوچوں میں گم ہے کسی کو شک اس لئے نہ تھا کہ یہ گھر گاؤں سے کافی باہر تھا اور جس گھر کے سامنے کچھ فاصلے پر بیٹھا تھا یہ دروازہ بھی بند تھا اس لئے کسی نے کوئی خاص توجہ نہ کی پوری رات گزر گئی لیکن وہ مہ جبیں دوبارہ جلوہ افروز نہ ہوئی شاید وہ جان گئی تھی یا دروازے کی اوٹ سے اس نے مجھے دیکھ لیا تھا کہ میں باہر بیٹھا ہوا ہوں بدنامی سے بچنے کی غرض سے باہر نہ نکلی ہو جب اس کی عزت اور بدنامی کا خیال میرے ذہن میں آیا تو میں فوری طور پر اس جگہ سے اٹھ گیا اور کافی دور ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گیا یہ درخت گو کہ

کافی دور تھا لیکن تھا اس کے دروازے کے سامنے اور دن کی روشنی میں وہاں بیٹھے ہی ہر کسی کو آتے جاتے بخوبی دیکھ سکتا تھا رات بھی گزر گئی لیکن وہ نظر نہ آئی میں نے وظیفہ والا پروگرام ختم کر دیا تھا جس کے لئے وظیفہ کرتا تھا وہ تو زندہ تھی صحیح سلامت تھی اور میری آنکھوں کے سامنے تھی اب بھلا وظیفہ کر کے کس کو حاصل کرنا تھا قبر کا پھٹنا وہاں سے اس حسین دوشیزہ کا نکلنا ضرور چڑیل کا کام تھا- یہ چڑیل اس شہزادی کے روپ میں آتی تھی یہ ایک ایسا کھیل تھا جو میری سمجھ سے باہر تھا واقعی یہ ایک خواب تھا خواب سچا نہ تھا اس سے جلوہ افروز ہونے والا چہرہ حقیقت تھا' خدا کی کیسی شان تھی کہ اس نے میرے محبوب کو خواب میں ہی دکھا دیا اور مجھے یہاں تک پہنچا دیا کہ اس کو دیکھ سکوں اس سے بات کر سکوں اس گھر میں شاید کوئی اور فرد موجود نہ تھا اگر کوئی ہوتا تو ضرور ایک دو دفعہ باہر آتا یہ دروازہ ایسے بند ہوا جیسے اس گھر میں کوئی شخص رہتا ہی نہ ہو ساتھ ہی میرا ذہن دوسری طرف چلا گیا اس قدر حسین لڑکی جس گاؤں میں ہو وہاں کا کوئی نہ کوئی لڑکا تو ضرور اسے دوبارہ دیکھنے کی تمنا کرتا ہو گا لیکن ہو سکتا ہے کہ کسی نے اسے دیکھا ہی نہ ہو یا پھر اس نے کسی کو لفٹ ہی نہ کروائی ہو' عزت اور بدنامی کی وجہ سے گھر کی چار دیواری میں چھپ کر بیٹھ جاتی ہو اس کی شرافت تو میں نے بھی دیکھ لی تھی کہ مجھے بھی دوبارہ نظر نہ آئی تھی لیکن میں اپنے دل کے ہاتھوں مجبور اور بے بس تھا اسے چھوڑ کر کہاں جاتا اس کی وجہ سے تو سب کو چھوڑا ہے اگر وہ ملا ہے تو کیسے چھوڑ کر جاتا صبح سویرے ہی لوگوں کا اس رستے سے آنا جانا شروع ہو گیا وہی بزرگ جو شام کے وقت چند لمحات کے لئے میرے پاس رکے تھے مجھے دیکھ کر واپس اپنے گھر کو لوٹے اور پھر کچھ دیر کے بعد ان کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جو اٹھائے ہوئے میرے پاس آئے اور آتے ہی کہا پردیسی' لگتا ہے کہ تم کل سے بھوکے پیاسے ہو یہ لو کچھ کھا پی لو میں نے شکریہ کے ساتھ ان کے ہاتھوں سے سامان پکڑ لیا اور بغیر منہ دھوئے کھانا شروع کر دیا واقعی بھوک اور پیاس تو تھی لیکن اس کے دیدار کے بعد ختم ہو گئی تھی میں نے کہا کسی کی تلاش میں گھر سے نکلا تھا اسے تلاش کرتے کرتے یہاں تک پہنچا ہوں کیا وہ ملا ہے' بزرگ نے فوری سوال کر دیا- ملا نہیں صرف دیکھا ہے شاید وہی ہو لیکن ہو سکتا ہے وہ نہ بھی ہو میں نے کچھ کچھ بات کو بدل ڈالا اب تھک گیا ہوں کوئی راستہ بھی نظر نہیں آ رہا کہاں جاؤں کس طرف جاؤں

یہاں ہی قیام کر لیا اگر قسمت میں ملاپ ہوا تو ضرور اسے پکڑ لوں گا بزرگ کو مجھ پر کچھ ترس آ گیا کہنے لگے آؤں آجاؤ میں نے کہا نہیں بابا جی یہاں ہی ٹھیک ہوں تنہائی اچھی لگتی ہے اکیلا رہنا اچھا لگتا ہے' بزرگ بولے وہ سامنے دیکھو میری زمین ہے' وہاں ایک کمرہ بنوایا تھا جو اب خالی ہے چاہو تو وہاں رہ سکتے ہو بزرگ نے ایک طرف اشارہ کیا یہ اشارہ قبرستان کے قریب ایک کمرے کی طرف تھا میں نے فوراً" حامی بھر لی میں تو یہی چاہتا تھا کہ یہاں رکنے کے لئے کوئی وسیلہ بن جائے اور میں اپنی محبت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنا کر یہاں سے لے جاؤں بزرگ چلے گئے میں نے اس کمرے کا رخ کیا یہاں شاید پہلے بزرگ اپنا مال مویشی وغیرہ باندھتے تھے لیکن اب یہ کمرہ بالکل ویران تھا کیا وجہ تھی یہ مجھے معلوم نہ تھا پورا دن اس کمرے کے دروازے کے سامنے درخت کے نیچے بیٹھے گزر گیا جب ٹھیک بارہ بجے کا وقت ہوا وہی دوشیزہ میری جان' میری تمنا' میری آرزو گھر سے باہر نکلی' باہر نکلتے ہی اس نے سب سے پہلے اس درخت کی طرف دیکھا جہاں میں رات پھر بیٹھا رہا تھا شاید دروازے کی اوٹ سے اس نے مجھے دیکھ لیا تھا یا پھر بار بار دیکھتی رہی تھی کافی دیر تک وہ کسی کو تلاش کرتی رہی شاید جسے وہ تلاش کر رہی تھی وہ میں ہی تھا میں بھی اسے دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا اور ہاتھ ہلا ہلا کر اسے اپنی موجودگی کا احساس دلایا- جب اس نے میری طرف دیکھا تو ساتھ ہی چلنا شروع کر دیا آج پھر اس کے سر پر گھڑا تھا شاید کہیں دور سے پانی لینے جاتی ہو گی- دل نے چاہا کہ اس کے پیچھے جاؤں کسی کی بدنامی کا خیال آیا تو وہی کا وہی رک گیا جہاں تک جاتی ہوئی نظر آئی میں اسے دیکھتا رہا جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو میں دوبارہ اس کے آنے کا انتظار کرنے لگا چند منٹ انتظار کرتے گزرے تھے کہ وہ واپس آتی دکھائی دی میں بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور چلنا شروع کر دیا ہی راستے میں ہم دونوں کا میل ہوا آنکھیں چار ہوئی وہ بھی مسکرائی میں بھی مسکرایا اس نے بھی ترچھی نظروں سے مجھے دیکھا میں نے بھی ترچھی نظروں سے اسے دیکھا چند لمحات ایسے ہی گزر گئے پھر وہ اپنے گھر کی طرف اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی آگے بڑھ گیا آج میری خوشی کی انتہا نہ تھی اس کی مسکراہٹ میں مجھے اپنا پیار نظر آیا وہ سب کچھ نظر آیا جسے پانے کی غرض سے میں گھر سے بے گھر ہوا تھا' میں گنگناتا ہوا خوشی سے اچھلتا ہوا کبھی ادھر کبھی ادھر چلتا رہا اور پھر اپنا رخ قبرستان کی طرف کر لیا اس قبر کے پاس جا بیٹھا جو

خواب میں مجھے نظر آتی تھی لیکن یہ تو ایک مٹی کا ڈھیر تھی اصل چہرہ اس قبر میں نہ تھا بلکہ وہ تو زندہ و سلامت تھا میری طرح چلتا پھرتا ہنستا مسکراتا تھا کافی دیر تک وہاں ہی بیٹھا رہا جب شام کے سائے ابھرنے لگے تو میں اٹھا اور اپنے کمرے کی جانب چل پڑا میرا آج پورا خیال پورا ذہن اس مہ جبیں کی مسکراہٹ پر تھا کتنی حسین نظر آتی تھی جب اس کے حسین لبوں پر مسکراہٹ پھیلی تھی جب اس نے مجھے خوش آمدید کہا تھا جب اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں بتا دیا کہ کاشف محبت کی آگ میں تم اکیلے نہیں جل رہے ہو یہ آگ دھیمے دھیمے مجھے بھی جلا رہی ہے میں بھی تیری صورت کے دیدار کو ترس گئی تھی انہی خوبصورت سوچوں میں میں نے چارپائی جو اندر کمرے میں بچھی ہوئی تھی باہر نکالی اور اس پر لیٹ گیا اور ان بزرگ کا انتظار کرنے لگا جو مجھے کھانا کھلاتے تھے آج بزرگ نہ آئے بھول گئے تھے شاید مجھے لیکن مجھ میں اتنی ہمت تھی کہ رات بھوکے بسر کر لیتا جب کافی اندھیرا چھا گیا تو مجھے اپنے قریب سے عجیب قسم کی چہ مگوئیاں محسوس ہوئیں کوئی میرے ارد گرد ایک دوسری سے باتیں کر رہی تھیں میں نے چاروں طرف دیکھا لیکن کسی بھی چیز کا وجود نظر نہ آیا ایک قدرتی خوف تھا جو میرے دل و دماغ کو مفلوج کرنے لگا- آوازیں آہستہ آہستہ عجیب انداز پیش کرنے لگیں اور چند لمحوں بعد ایک چہرہ نظر آیا یہ چہرہ دیکھتے ہی میری چیخ نکل گئی یہ وہی جلی ہوئی عورت تھی جسے میرے سامنے دفن کیا گیا تھا جو مجھے پکڑنے کی کوشش میں مصروف تھی لیکن نجانے کیا وجہ ہے کہ مجھے پکڑ نہیں پا رہی تھی وہ عورت کبھی پورا منہ کھول کر ہنستی' کبھی کچھ کرتی اور کبھی کچھ پسینہ سے میرا جسم پانی پانی ہو رہا تھا خوف سے منہ سے کچھ پڑھا بھی نہ جا رہا تھا اور ساتھ ہی دوسرا چہرہ رونما ہوا یہ چہرہ اس سے بھی بدتر تھا اس کے چہرے کا تمام چمڑا ایک طرف کو لٹکا ہوا تھا اور دوسری طرف ایسے تھا کہ جیسے جہاں کبھی چمڑا تھا ہی نہ تھا یہ بھیانک شکل میں نے پہلی دفعہ دیکھی تھی مجھے ان بزرگ کا خیال بار بار آ رہا تھا کہ بیٹا تم خود کو خود ہی موت کے حوالے کرنے جا رہے ہو ان کی بات حقیقت تھی موت آنکھوں کے سامنے کھڑی میری بے بسی کا تماشا دیکھ رہی تھی- اس سے قبل کہ وہ مجھ پر کوئی وار کرتیں' مجھ میں ہمت پیدا ہوئی اور میں نے قرآنی آیات کا ورد شروع کر دیا ان کے ابھرتے ہوئے قہقہے ماند پڑنے لگے اس کے بعد ایک عجیب شکل اختیار کرنے کے بعد وہ دونوں غائب ہو

نہیں ان کے غائب ہونے کے کچھ دیر بعد مجھے اپنی شہزادی دکھائی دی جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرنے کے بعد کچھ اٹھائے ہوئے میری طرف چلی آرہی تھی۔ اس کی ہمت دیکھ کر مجھے خود سے شرمندگی ہونے لگی کہ وہ ایک عورت ہوتے ہوئے قبرستان کی طرف بڑھ رہی ہے اور میں مرد ہو کر پسینہ میں بھیگا ہوا ہوں میں نے فوری اپنا حلیہ درست کیا چہرے پر جو خوف کے اثرات تھے ختم ہو گئے اور اس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا میرے پاس آتے ہی وہ بولی کاشف کیا بات ہے تمہارا چہرہ یہ بات ظاہر کر رہا ہے کہ تم یہاں عجیب کشمکش میں مبتلا تھے اس کے یہ الفاظ میرے لئے حیران کن تھے یہ بات مان لیتا ہوں کہ خوف چہرے سے ٹپکتا ہوا اس نے پڑھ لیا تھا اور میرا نام اسے کیسے پتہ تھا کہ میرا نام کاشف ہے پھر بولی کیا بات ہے تم تو مجھے ایسے دیکھ رہے ہو جیسے آج پہلی دفعہ دیکھ رہے ہو۔ نہیں دراصل بات یہ ہے' اس نے میری بات کو درمیان سے ہی کاٹ ڈالا تم یہ سوچ رہے ہو کہ میں اس اندھیرے میں یہاں تک اکیلے کیسے پہنچی تو جناب بات یہ ہے کہ ہم گاؤں کے لوگ ہیں اور یہاں آنا جانا ہمارا روزانہ کا معمول ہے۔ عجیب انداز تھا اس کی بات میں تم بھوکے تھے تمہارے لئے کھانا لائی ہوں کھالو___ بیٹھ بیٹھ بیٹھیں میں مشکل سے اپنے زبان سے لفظ ادا کر رہا تھا وہ ایک طرف ہٹ کر زمین پر بیٹھ گئی۔ اس کے آنے سے میں عجیب کشمکش میں تھا ایک تو اتنی جلدی وہ مجھ سے فری ہو گئی تھی دوسرا میرا نام اس کی زبان سے تیسرا میرا اتنا خیال کہ میرے لئے کھانا لے آئی چوتھا یہ کہ اسے کیسے معلوم تھا کہ میں بھوکا ہوں کچھ کھایا نہیں اور پانچویں یہ بات کہ ایک اکیلی لڑکی بلا جھجک بلا کسی خوف کے ایک مرد کے پاس اور وہ بھی رات کی تنہائی میں پھر ان تمام باتوں کی میرے دل نے خود ہی تصدیق کر دی کہ ہو سکتا ہے کہ اسے مجھ پر بھروسہ اور اعتماد ہو تبھی رات کی تنہائی میں آئی تھی دوسری بات یہ کہ دروازے کی اوٹ سے اس نے دیکھ لیا ہو گا کہ میرے پاس آج کوئی کھانا وغیرہ نہیں لایا ہے اور پھر یہ کہ ہو سکتا ہے اس کو میرے نام کا اس وقت علم ہو گیا ہو جب درخت کے نیچے میں بزرگ کو اپنے بارے میں تفصیل سے آگاہ کر رہا تھا یہ تمام خیال میں نے جھٹک دیئے اور محبت بھرے انداز میں کہا کیسی ہیں آپ' آپ کے سامنے ہوں میں نے اپنی بات کو فوری اصل روپ دے ڈالا میں آپ کی تلاش میں یہاں تک آیا ہوں آپ کا چہرہ کئی بار خواب میں دیکھا ہے آپ کی

آنکھوں میں لبوں پر مجھے پیار نظر آتا تھا آپ مجھے پیار سے اپنے پاس بلاتی تھیں اور آج آپ کے بالکل قریب ہوں ہمارے پیار نے ہمیں ملا دیا ہے میری ان باتوں پر اس کے ہونٹ کھلے اور زوردار قہقہہ بلند ہوا جو اندھیرے کے سناٹے میں پھیلتا ہوا شاید گاؤں تک بھی پہنچ گیا ہو۔ میں حیران و پریشان کھڑا تھا اپنی باتوں پر شرمندگی ہونے لگی مجھے یوں یکدم حال دل بیان نہیں کر دینا چاہئے تھا پہلے کم از کم ایک دوسرے کے بہت قریب ہو جاتے پھر یہ باتیں کہتا لیکن دل کے ہاتھوں مجبور تھا نجانے زبان میں اتنی قوت کیسے آگئی تھی کہ فوری تمام کی تمام داستان اس پری نما چہرے کے گوش گزار دی چند قہقہوں کے بعد اس نے پیار بھری نظروں سے میری طرف دیکھا نجانے اس کی آنکھوں میں کیا کشش تھی کیا جادو تھا کہ میں ایک ٹکٹم بنا اسے دیکھتا رہ گیا اور وہ کھانے کے برتن اٹھائے جن راہوں سے آئی تھی واپس لوٹ گئی جب تک وہ گھر کے اندر داخل نہ ہوئی تھی میں اسے دیکھتا رہا اس کے گھر جاتے ہی پہلے والا منظر نظر آنے لگا وہی دو ہیبت ناک چہرے میری چارپائی کے اردگرد گھومنے لگے ان کی آنکھوں ان کے چہرے ان کے جسموں کو دیکھ کر خوف کا غلبہ طاری ہو گیا زبان سے ورد الٰہی شروع کر دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ دونوں قبرستان کی طرف چلی گئی اور قبروں میں جا کر گم ہو گئیں ان دونوں کی جگہ بھی قبروں کے اندر تھی اور ایسے ہی قبروں سے باہر نکلتی تھیں جیسے مجھے خوابوں میں اپنی شہزادی نکلتی نظر آتی تھی اس کے بعد قبرستان کے آس پاس سے عجیب و غریب آوازیں آتی رہیں لیکن جب تک مجھے نیند نہ آئی میں نے ورد الٰہی اپنی زبان پر جاری رکھا آج دوسری رات تھی اس قبرستان میں سوتے ہوئے۔

ایک رات میں باہر سویا ہوا تھا ابھی سویا نہ تھا بلکہ اپنی محبوبہ کے خیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ کمرہ روشن ہو گیا یہ کمرہ جہاں میں دیا بھی نہ جلاتا تھا اتنی روشنی دیکھ کر میں حیران رہ گیا اور دل میں خوف بھی ابھرا کہ چڑیلیں مجھ پر حملہ آور ہونے والی ہیں لیکن اندر کا نظارہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ کون سی چیز تھی جس کے جلنے سے کمرہ اس قدر روشن ہوا تھا میں زبان پر ورد کرتا ہوا تھا کمرے کا دروازے کھولا اندر کوئی چیز نظر نہ آئی ایک کونے میں نظر پڑی تو وہی عورت کی میت آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی ایک چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی میں واپس لوٹا تو باہر سے چارپائی غائب تھی یہ منظر دیکھتے ہی خوف سے میں نے بھاگنا شروع

کر دیا۔ میرا رخ قبرستان کی طرف تھا' پیچھے سے قہقہوں کی آوازیں مسلسل میرا تعاقب کر رہی تھیں ایک قبر پر جا گرا چند لمحوں بعد آنکھیں کھولیں تو سامنے میری شہزادی کھڑی تھی اسے دیکھ کر میں اور زیادہ حیران رہ گیا خوف تو ختم ہو گیا لیکن حیرانگی میں اضافہ ہو گیا کہ یہ اکیلی اتنے بڑے قبرستان میں کیسے آگئی اس سے قبل کہ میں اس سے کوئی سوال کرتا خود ہی بول پڑی حیران ہونے والی بات نہیں میں گھر میں سب کچھ دیکھ رہی تھی اور تم مصیبت میں ہو میں نہ پہنچو یہ کیسے ہو سکتا ہے نہ جانے کیا کشش تھی اس کے چہرے پر کہ میں اسے دیکھتے ہی دنیا بھول جاتا تھا اور اس کی آواز میں اس قدر مٹھاس تھی کہ لگتا تھا کہ جیسے یہ مجھے صدیوں سے چاہتی ہے اور میرے لئے کچھ بھی کر سکتی ہے مجھے دلاسہ دے کر وہ چلی گئی اور میں بھی اس کے ساتھ اپنے کمرے تک آیا وہاں نہ روشنی تھی اور نہ کوئی اور چیز چارپائی بھی اپنی جگہ موجود تھی اس کے جاتے ہی مجھے درخت کے آس پاس دھیمی دھیمی آوازیں آنے لگیں خیر یہ تو روزانہ کا معمول تھا میں نے ورد الٰہی زبان پر جاری رکھا جس سے آوازیں دور جاتی ہوئی محسوس ہوئیں خدا خدا کر کے صبح ہوئی صبح سویرے ہی وہ میرے لئے ناشتہ لے آئی اور فوری واپس لوٹ گئی اتنی صبح ناشتہ تیار کر لینا اور فوری واپس چلے جانا میری سمجھ سے باہر تھا بہرحال اسے جلدی ہو گی تبھی چلی گئی ہو گی اس کے کھانے میں اتنی لذت تھی کہ میں نے کبھی بھی اتنا لذیذ کھانا کبھی کھایا نہ تھا اور نہ ہی ایسی پیاری کبھی خوشبو سونگھی تھی میرا دل ہر لمحہ ہر پل اس کے قریب ہوتا گیا۔ دل چاہتا کہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لیکر دنیا کی نظروں سے دور جنگلوں میں بسیرا کر لوں جہاں صرف وہ ہو اور میں ہوں اور میں اسے دیکھتا رہوں۔

یہ کیسی لڑکی تھی' میری سمجھ سے باہر تھی اس کے علاوہ گھر میں کوئی بھی فرد مجھے نظر نہ آیا تھا اتنی حسین و جمیل ہونے کے باوجود گاؤں والوں سے ناطہ کیوں توڑے رکھا تھا اس نے گاؤں کی عورتیں اس کے گھر میں کیوں نہیں جاتی تھیں۔ کیا کہانی تھی جسے جاننے کے لئے میں بے تاب تھا صبح ہوئی جب سورج نے اپنا سر ابھارا تو بزرگ صاحب میرے لئے کھانا پکڑے ہوئے میرے پاس آتے ہوئے دکھائی دیئے آج میں نے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ بزرگ سے اس لڑکی کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کروں گا دعا سلام کے بعد بزرگ چارپائی پر بیٹھ گئے اور میں احتراماً" زمین پر بیٹھ گیا جو وہ کھانا لائے تھے انہوں

نے کھول کر میرے سامنے رکھ دیا جو میں نے کھانا شروع کر دیا جب کھانا کھا چکا تھا تو بجائے کہ میں کچھ سوال کرتا بزرگ خود ہی بولے بیٹا یہاں تمہیں رات کی تنہائی میں خوف وغیرہ تو نہیں آتا میں نے کہا آتا ہے لیکن پریشان نہیں ہوتا آپ کو شاید بتایا تھا کہ قبرستانوں میں راتیں بسر کرنا میرا معمول بن چکا ہے بہت کچھ دیکھتا ہوں اور ویسے بھی جب موت نے آنا ہے تو پھر چھوڑ کر تو نہیں جائے گی۔ موت کا فرشتہ محلوں کے تہہ خانوں میں بھی جاتا ہے تو ویرانوں میں موت محلوں میں بھی آتی ہے تو ویرانوں میں بھی پھر بھلا ڈرنا کیا بولے بیٹا بڑی ہمت والے اور بڑے بہادر انسان ہو' تم نے شاید محسوس نہیں کیا کہ گاؤں کے لوگ جب اندھیرا پھیل جاتا ہے تو گھروں سے نکلنا چھوڑ دیتے ہیں کیوں بابا جی کیوں بیٹا یہ ایک لمبی کہانی ہے وہ سامنے گھر نظر آرہا ہے تمہیں بزرگ نے اس گھر کی طرف اشارہ کیا جہاں میری شہزادی رہتی تھی' ہاں' ہاں بابا جی اچھی طرح نظر آرہا ہے کیا ہوا تھا اس گھر میں کچھ نہ پوچھو بیٹا بس سمجھ لو کہ ایک ہنستا بستا گھرانہ تباہ ہو گیا تھا یہ گھر گاؤں کے تمام گھروں سے خوبصورت تھا اور گاؤں کے جاگیردار کا گھر تھا ایک قیامت تھی جو اس گھر میں برپا ہوئی سب کچھ اجاڑ کر لے گئی بابا جی کیا ہوا جاگیردار کی فیملی کے ساتھ میرے اندر ایک تجسس ابھر رہا تھا جو مجھے یہ کہانی سننے پر مجبور کر رہا تھا۔ کیا اونچا شملہ تھا جاگیردار صاحب کا کیا ٹھاٹھ باٹھ تھے ان کے آؤ میں تمہیں کچھ ان کے بارے میں بتاؤں وہ قبرستان کی طرف چل پڑے میں بھی ان کے پیچھے پیچھے قبرستان کی طرف چلنا شروع کر دیا وہ قبرستان کے اس حصے میں چلے گئے جہاں میں نے وظیفہ کرنے کا پروگرام بنایا تھا اور جہاں خواب میں قبر پھٹتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ ایک قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے بیٹا یہ جاگیردار کی قبر ہے یہ جاگیردارانی اور یہ ان کے بیٹے کی جس کی وجہ سے یہ فیملی قبروں تک پہنچی ہے کیا کیا جاگیردار کے بیٹے نے میں مکمل کہانی سننے کے لئے بے چین تھا۔ بیٹا اس گھر میں بہت کچھ تھی جاگیردار کے اردگرد گاؤں کے لوگوں کا ہر وقت مجمع لگا رہتا تھا گاؤں کے تمام فیصلے جاگیردار ہی کیا کرتے تھے۔ ان کی اولاد نہ تھی اور ایک لڑکا جو انہوں نے اپنے رشتہ داروں سے لیا تھا بہت پیار سے اسے پالا تھا۔ جو ان کے لاڈ پیار کی وجہ سے بگڑتا چلا گیا جب جوان ہوا تو اپنے اوباش دوستوں کو جو کبھی اس گاؤں میں ہی رہتے تو اپنے پاس بلاتا پوری پوری رات جوا ہوتا رہتا شراب چلتی

رہتی' جاگیردار صاحب نے ایک دو دفعہ سختی کی پہلے تو وہ جاگیردار کی باتیں برداشت کرتا رہا پھر ایک روز جب جاگیردار نے اسے غلط کام' غلط سوسائٹی سے منع کیا تو ایک زوردار تھپڑ جاگیردار صاحب کے منہ پر پڑا یہ تھپڑ اس کے اس بیٹے نے مارا تھا جسے دونوں میاں بیوی نے بڑے پیار اور بڑے لاڈ ورے سے پالا تھا سوتے میں بھی کسی چیز کی فرمائش کرتا تو فورا" جاگیردار صاحب پوری کرتے' کیونکہ یہی تمام زمینوں اور جاگیر کا مالک تھا لیکن آج جاگیردار صاحب کو جب تھپڑا پڑا تو وہ چپ کے چپ رہ گئے ماں نے ڈانٹا تو اسے بھی بالوں سے پکڑ لیا جاگیردار صاحب نے یہ صدمہ اپنے سینے میں دفن کر لیا گاؤں والوں کو خبر تک نہ ہونے دی اس میں ان کی اپنی بے عزتی اور ذلت تھی اس واقع کے بعد پھر جو جو حویلی میں ہوتا رہا وہ جاگیردار تو کیا گاؤں والوں کی بھی برداشت سے باہر ہو گیا اور گاؤں والوں کے کہنے کے مطابق جاگیردار نے اپنے اس ذلیل بیٹے کو گھر سے نکال دیا ہوتا بھی ایسے ہی چاہئے تھا شریف لوگوں کے گاؤں میں تماشا قہقہے کی آوازیں کیسے برداشت ہو سکتا تھا اس واقعہ کے ایک ہی ہفتہ بعد نجانے کیسے ان کا بیٹا گھر میں داخل ہوا اور جاگیردار کا سوتے میں گلا دبا دیا وہ تڑپتے رہے' چلاتے رہے' لیکن اس ذلیل انسان نے گلا اس وقت چھوڑا جب ان کا جسم بے جان ہو گیا جب روح جسم کا ساتھ چھوڑ گئی ماں کو بھی دھمکی دی کہ اگر کسی کو کچھ بتایا تو یہی حال اس کا بھی ہو گا جاگیردار کی موت پر ایک قیامت تھی جو بیت گئی وہی جاگیردار صاحب تھے جن کے خلوص و پیار کو دیکھتے ہوئے گاؤں والے ان کے ہاتھ چوما کرتے تھے' گاؤں والوں پر کوئی بھی پریشانی آتی تو جاگیردار صاحب فوری ان کی پریشانی کو ختم کر ڈالتے لیکن آج چپ چاپ ہزاروں غم دل میں لیتے قبر میں آلیٹے جاگیردار کی موت کے بعد جاگیردارنی بالکل خاموش ہو گئی ان کی زبان پر جیسے قفل پڑ گیا تھا جاگیردار کی موت کے ایک مہینہ بعد ہی گھر میں وہی قہقہے برپا ہونے لگے دوسرے گاؤں کے اوباش نوجوانوں نے اس گھر میں رہائش رکھ لی جو بظاہر اس کے دوست تھے لیکن اصل میں انہیں مفت میں سب کچھ مل رہا تھا پھر بھلا وہ یہاں سے کیسے جا سکتے تھے ایک حد ہوتی ہے کسی کام کی۔

لیکن جاگیردار کے بیٹے نے بے حیائی کی تمام حدیں پار کر دیں' گاؤں کا کوئی فرد بھی سمجھانے کی کوشش کرتا تو اس کا نتیجہ پا لیتا ایک روز اس نے اپنی ماں کا بھی خاتمہ کر دیا اسے گھر میں ماں بھی اچھی نہ لگتی تھی وہ سگا بیٹا ہوتا تو شاید یہ سب نہ ہوتا اپنی زندگی میں تمام جائیداد جاگیردار نے اس کے نام کر دی تھی ایک روز اس کا ایک دوست کہیں سے ایک خوبصورت لڑکی اٹھا کر لے آیا نجانے یہ کہاں کی تھی روزانہ اسے زدوکوب کرتے اس کے رونے اور چیخنے کی آوازیں آتی رہتی تو گاؤں کے نوجوان سامنے آئے اور ایک جنگ تھی جو اس گاؤں میں ہوئی اس کا نتیجہ کچھ اچھا نکلا کہ گاؤں میں سے کچھ اوباش لوگ چلے گئے ایک مہینہ سکون و آرام سے بسر ہوا ایک رات اسی گھر سے کسی عورت کی خوفناک چیخیں بلند ہوئیں گاؤں والوں نے یہ دردناک چیخیں سنیں تو چند ایک نوجوان آگے بڑھے لیکن بزرگوں نے منع کر دیا کہ صبح اس مسئلہ کا حل تلاش کریں گے لیکن نوجوانوں کا خون جوش مار رہا تھا وہ کب سنبھلنے والے تھے اس کے باوجود بھی بزرگوں کی بات ماننا پڑی اور اپنے گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر بیٹھ گئے ان اوباش نوجوانوں نے اس خوبصورت لڑکی کو بالوں سے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے قبرستان کی طرف لے گئے نجانے وہ ظالم لوگ اس لڑکی پر کیا کیا ظلم ڈھاتے رہے اور وہ کون تھی کہاں سے آئی تھی کون اسے اٹھا کر لایا تھا بہرحال صبح ہوئی تو چند نوجوان لڑکے قبرستان گئے جہاں انہیں ایک گڑھا کھدا ہوا نظر آیا جس میں شاید انہوں نے اسے دفن کیا تھا لیکن گڑھا تو بالکل خالی تھا صرف لڑکی کا دوپٹہ وہاں موجود تھا جو اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ ان ظالموں نے اسے یہاں ضرور دفن کیا ہے' کیونکہ پورے قبرستان میں دوڑ بھاگ کی کہیں سے بھی لڑکی کی لاش نہ ملی لاش کا غائب ہو جانا ایک المیہ تھا پورے گاؤں والے جاگیردار کے اس ظالم بیٹے کے دشمن ہو گئے لیکن اس کا کچھ بگاڑ نہ سکتے تھے کیونکہ وہاں ہر وقت اوباش نوجوان کا جھرمٹ نظر آتا تھا پورا دن اس لڑکی کے بارے میں تبصرے ہوتے رہے کہ اس کی لاش کہاں جا سکتی ہے جس بے دردی سے وہ اسے کھینچ کر یہاں قبرستان لائے تھے ظاہر تو ایسے ہی ہوتا تھا کہ وہ لڑکی زندہ نہ تھی اگر زندہ بھی ہوتی تو تب بھی اس سے کھیتوں جھاڑیوں میں کھینچنے سے ختم ہو گئی ہو گی رات ہو گئی پورے گاؤں والوں پر اس بات کا بھوت سوار تھا کہ وہ جب تک جاگیردار کے بیٹے کا بھی ایسا حشر نہ کریں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے رات آدھی گزر گئی تو جاگیردار کے گھر سے خوفناک بھیانک آوازیں بلند ہوئیں آوازیں عورت ذات کی نہ تھیں بلکہ کسی آدمی کی تھیں جو ایک گھنٹے بعد ختم ہو گئیں دوسرے دن صبح

سویرے ہی پتہ چلا کہ ان لوگوں کا ایک ساتھی خون میں لت پت پڑا ہوا ہے اس کی موت سے گاؤں والوں کو خوشی ہوئی' کیونکہ گاؤں والے جان گئے تھے کہ ان سب کا آپس میں جوا میں جھگڑا ہوا ہو گا اور جاگیردار کے بیٹے نے اسے مروا دیا ہو گا دوسرے دن رات کو پھر ایسی ہی چیخیں بلند ہوئیں جو کل رات سنی تھیں اور صبح سویرے پتہ چلا کہ ایک اور آدمی خون میں لت پت مرا پڑا ہے پھر تقریبا" ایک ہفتہ تک ایسا ہی ہوتا رہا ہر روز ایک لاش خون میں لت پت پڑی ملتی رہی جو بات سننے میں آئی کہ یہ ان لوگوں کا آپس میں جھگڑا نہ ہوتا تھا کوئی غائبی مخلوق تھی جو ان پر وار کرتی کیونکہ جاگیردار کے بیٹے کا رنگ بھی زرد پڑا ہوا تھا گاؤں والوں کو اس کی ذات سے کوئی دلچسپی نہ تھی وہ چاہے مرتا چاہے جیتا ویسے بھی خدا کا قانون ہے کہ وہ ظالم لوگوں کو ان کا انجام بھی دکھا دیتا ہے سو وہ لوگ بھی اپنا اپنا انجام دیکھ رہے تھے جب مسلسل ایک ہفتہ اسی طرح اموات کی نظر ہو گیا تو باقی کے دوستوں نے دوڑ لگا دی جو جاگیردار کے گہرے ساتھی تھے ساتھ چھوڑ گئے اب اکیلا ظالم جاگیردار ہی اس گھر میں تھا گاؤں والوں سے معافیاں مانگتا سب کو اپنے ساتھ ملانے کو کہتا لیکن گاؤں کا کوئی فرد بھی اس کا ساتھ دینے کو تیار نہ تھا رات ہوئی تو جاگیردار کو اپنی موت بھی رقص کرتی نظر آئی وہ گھر سے بھاگ جانا چاہتا تھا لیکن کیوں نہ بھاگا یہ بات ہم نہیں سمجھ سکے ہو سکتا ہے کہ غائبی طاقت کے شکنجے میں لپٹا ہوا تھا اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ اس طاقت کا مقابلہ کرنا چاہتا ہو جس نے ایک ایک کر کے سب کو خون میں رنگ دیا تھا رات گہری ہوئی تو جاگیردار کی چیخیں بلند ہونا شروع ہو گئیں اس کے زبان پر منتیں تھیں جو زور زور سے کہہ رہا تھا مجھے چھوڑ دو مجھے نہ مارو میں یہاں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلا جاتا ہوں لیکن یہ سب بے سود تھا چند لمحوں بعد دردناک چیخیں اس کی زبان سے ابھرنے لگیں اس کے بعد یکدم خاموشی چھا گئی ایک سناٹا چھا گیا اس حویلی میں گاؤں والے سمجھ گئے کہ جاگیردار بھی خون میں لت پت پڑا ہو گا اور یقینا" ایسا ہی ہوا تھا جب گاؤں کے نوجوان لڑکے وہاں پہنچے تو واقعی وہ خون میں لت پت پڑا تھا اس کی لاش کا بہت برا حال تھا آنکھیں نکال کر دور پھینک دی گئیں تھیں ناک' کان غائب تھے جیسے وہ اس کے جسم کے ساتھ کبھی تھے ہی نہیں اس کے جسم میں عجیب و غریب دانتوں کے نشان تھے جس طرح لوگوں نے لڑکی کو بالوں سے پکڑ کر کھینچا تھا اسی طرح گاؤں کے نوجوانوں نے اسے بالوں سے پکڑا اور کھینچتے ہوئے قبرستان لے گئے اور اس قبر میں دفن کر دیا جہاں لڑکی کا دوپٹہ ملا تھا یوں ایک پررونق حویلی ویران و سنسان ہو گئی پردہ حویلی تھی جہاں جاگیردار صاحب گاؤں کے فیصلے کیا کرتے تھے اب وہ حویلی ہے کہ لوگ اس کے قریب جانے سے بھی خوف کھاتے ہیں سبھی لوگوں کا خیال ہے کہ ان سب کا خاتمہ اسی خوبصورت لڑکی نے کیا تھا جس کی لاش غائب ہو گئی تھی ہو سکتا ہے کہ اس کی لاش پر چڑیلوں نے قبضہ جما لیا ہو اور ایک عبرتناک انتقام لینا چاہتی ہو جو انہوں نے لے لیا اب اس حویلی میں کوئی پرندہ بھی پر نہیں مارتا ہے بالکل خالی اور سنسان پڑی ہے گاؤں والوں نے اس لڑکی کو راتوں کو کئی دفعہ گھومتے بھی دیکھا لیکن اس نے کسی بھی گاؤں کے آدمی کا نقصان نہیں کیا لیکن گاؤں والوں پر ایک خوف ہے کہ کہیں وہ ہم لوگوں کو بھی ختم نہ کر دے اس لئے رات کو گھروں سے نہیں نکلتے اس بات کو چھ سال گزر گئے ہیں اس کے بعد اس مکان میں کوئی دوبارہ آباد نہیں ہوا بابا جی کی کہانی سننے کے بعد میرے اندر جو خوشی کی لہریں دوڑ رہی تھیں ختم ہو گئی لیکن میں نے پھر بھی تصدیق کی۔ بابا جی وہ حویلی خالی نہیں ہے اس میں ایک لڑکی رہتی ہے میں نے کئی بار یہاں اسے آتے جاتے دیکھا ہے بزرگ میری بات سن کر عجیب تعجب کا شکار ہو گئے اور میرا منہ تکنے لگے نہیں بیٹا نہیں یہ تمہارا وہم ہے کئی سال سے ہمیں کچھ نظر نہیں آ رہا تم کیسے کہہ سکتے ہو تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے جس قبر میں لڑکی کو دفن کیا گیا تھا یہ قبر ہی خوابوں میں میں نے پھٹتی دیکھی ہے اسی قبر سے دوشیزہ کو نکلتے دیکھا گیا وہ لڑکی میرا ذہن بھی الجھنے لگا بزرگ تو چلے گئے تھے لیکن میں وہاں سر پکڑ کر بیٹھ گیا کافی دیر تک اس لڑکی کے بارے میں میں سوچتا رہا کہ وہ لڑکی زندہ ہے یا مردہ چڑیل ہے انسان۔ ابھی انہی سوچوں میں گم تھا کہ مجھے اپنے پیچھے سے ایک بلند ہوتا ہوا قہقہہ سنائی دیا مڑ کر دیکھا تو سامنے وہی مہ جبیں کھڑی تھی وہی چہرے پر چمک دمک وہی شوخ انداز سرخ کپڑے وہی ہونٹوں پر لالی' اس دفعہ اسے دیکھ کر خوشی نہ ہوئی بلکہ میرے پسینے چھوٹ گئے کن خیال میں گم ہو میری جان اس کے لبوں پر وہی مسکراہٹ وہی پیار تھا لیکن میرے اندر ماسوائے خوف کے اور کچھ نہ تھا کیا چاہتی ہو تم بمشکل یہ الفاظ میری زبان سے نکلے کچھ نہیں صرف تمہیں چاہتی ہوں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنا بنا لینا چاہتی ہوں کیوں خوفزدہ ہو مجھ سے' اٹھو میرے قریب آؤ دیکھو میں تمہیں پانے

کے لئے بے چین کھڑی ہوں۔

میں یہاں سے بھاگنا چاہتا تھا لیکن قدم ساتھ نہ دے رہے تھے پاؤں ایسے تھے جیسے منوں وزنی ہوں تم اب کہیں نہیں جا سکتے تم مکمل طور پر میرے قبضے میں ہو اور جب بھی تم نے فرار ہونا چاہا تو میرا یہ پیار تمہارے لئے موت بن جائے گا' اتنا کہنے کے بعد وہ واپس مڑی اور کافی دور تک چلتی ہوئی دکھائی دیتی رہی پھر غائب ہو گئی واقعی میں اس کے قبضہ میں تھا اس کے نام اپنا سب کچھ لگا چکا تھا اس کے لئے سب کو چھوڑ کر آیا تھا پھر کیسے اس کے قبضہ میں نہ آتا آج حقیقت سامنے آئی تو باغی ہو گیا تھا اپنے پیار سے منہ پھیرنے لگا تھا ان خوابوں کو ادھورا چھوڑنے لگا تھا جو میں نے دیکھے تھے یہ بھی جانتے تھے بلکہ میں خود بھی جانتا تھا کہ میں موت کے منہ میں جا رہا ہوں تو پھر آج خود کو کیوں روکوں کیوں نفرت کروں اس سے میں نے ہمیشہ اس کے ساتھ رہنے کا پروگرام بنا لیا یونہی سوچتے سوچتے شام کے سائے ڈھلتے نظر آنے لگے میں اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا وہاں چارپائی پر جا کر لیٹ گیا دل کو اتنا مضبوط کر لیا کہ اگر میرے ارادوں کو موت بھی توڑنا چاہتی تو نہ توڑ سکتی تھی جب مکمل طور پر اندھیرا پھیل گیا تو میں اٹھا اور اس حولی کی طرف چل پڑا جہاں میری زندگی بھی تھی اور میری موت بھی وہاں پہنچ کر دروازے کو ہاتھ لگایا تو دروازہ کھل گیا اندر داخل ہوتے ہی میرا دماغ گھومنے لگا عجیب بدبو تھی اس حویلی میں ہر کمرے میں اندھیرا تھا سوائے بدبو کے اور کچھ بھی وہاں نہ تھا کمروں سے گزرتا ہوا ایک بہت بڑے صحن میں چلا گیا اور کمروں سے گزرتے ہوئے ہزاروں جالوں نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا جو شاید صدیوں سے وہاں موجود تھے بدبو سے میرا دماغ شل ہو کر رہ گیا صحن میں جاتے ہی میں زمین پر بیٹھ گیا رات وہاں ہی گزری نہ لڑکی نظر آئی اور نہ ہی کوئی اور چیز دن ہوا تو کمرے روشن ہو گئے ہر چیز کا جائزہ لیا گرد و غبار جالوں سے ڈھکے ہوئے کمرے اور بکھرا ہوا سامان تھا کیڑے مکوڑے ادھر ادھر ایسے گھوم رہے تھے جیسے یہ مکان ان کے لئے ہی بنا تھا اب یہی مکان میری زندگی تھا اور یہی مکان میری موت میں نے ان جالوں کو صاف کرنا چاہا تو ایک بلند ترین قہقہہ ابھرا میں نے اپنے ہاتھ روک لئے ان جالوں میں سے وہ لڑکی رونما ہوئی اس کی صورت میں اتنی کشش تھی کہ میں سوائے دیکھنے کے اور کچھ بھی نہ کہہ سکا کافی دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر میں نے خود کو جھٹکا ہوش قائم کئے اور کہا کیا نام ہے تمہارا کہاں سے آئی ہو میری باتیں سنتے ہی وہ بلند آواز میں ہنسی اور بولی میرا کوئی نام نہیں ہے تم جو چاہو مجھے نام دے سکتے ہو' یاد کرو ایک مرتبہ تم ایک ویرانے میں گئے تھے اور یہ پہلا موقع تھا کہ تمہیں میں نے زندہ چھوڑ دیا تھا تمہاری معصوم صورت میں نجانے کیا تھا کہ میں تم پر حملہ کرتے کرتے رک گئی تم مجھے دیکھ نہیں سکتے تھے لیکن میں تمہیں دیکھتی رہی تم سے الفت ہو گئی تھی ایسی الفت کہ میں اپنے خاندان سے کٹ کر رہ گئی تم جہاں جاتے تمہارے تعاقب میں رہتی یہاں تک کہ تمہارے گھر میں بھی جا گھسی تم بے خبر تھے تمہیں یہ ظاہر ہی نہ ہونے دیا کہ کوئی تمہارے بالکل قریب ہے وہ کہانی سناتی رہی اور میں ماضی میں کھو گیا اس کی بات میں صداقت تھی ایک دفعہ ویرانے میں میں نے قیام کیا تھا اور کچھ تھا خوف بھی بہت آ رہا تھا لیکن اس ویرانے میں گھستا ہی چلا گیا تھا اور نتیجہ یہ نکلا تھا کہ کوئی بھی انسانی چہرہ یعنی گاؤں کی لڑکیاں اچھی نہ لگتی تھیں شاید اس نے مجھے اپنے قبضہ میں لے لیا تھا میں نے کہا کہ جس لڑکی کو یہ غنڈے اٹھا کر لائے تھے اس لڑکی پر میرا سایہ تھا سو میں بھی یہاں آ پہنچی اور اس لڑکی کی موت کے بعد اس کا روپ دھار لیا اور اس کا انتقام بھی لے لیا تمہیں بھی میری یہ صورت اچھی لگی سو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ صورت اپنا لی حالانکہ میں چاہتی تو تمہیں خوفزدہ کر سکتی تھی کر سکتی ہوں لیکن نہیں میں ایسا نہیں کبھی نہیں کر سکتی اب میں تمہیں یہاں سے انسانوں کی بستی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لے کر اپنی دنیا میں لے جاؤں گی چلو گے میرے ساتھ' میں بھی دل کے ہاتھوں مجبور تھا فوری ہاں کہہ دی اس نے کہا کہ یہ تعویز اتار دو میں نے جونہی تعویز اتارا اس کا چہرہ بھیانک نظر آنے لگا اس کے اندر اپنی موت نظر آنے لگی میں نے فوری تعویز پہن لیا اب میں اصل صورت حال جان چکا تھا کہ یہ تعویز کا کمال تھا کہ وہ مجھے چھو نہیں سکتی تھی اب میں یہ تعویز کیسے اتار سکتا تھا اور جب تک یہ تعویز میرے گلے میں تھا وہ مجھے کہیں بھی نہیں لے جا سکتی تھی اور نہ ہی میرا کچھ بگاڑ سکتی تھی اب ہر روز وہ تعویز اتارنے کو کہتی لیکن میں ایسا نہ کرتا وہ محبت کے دعوے کرتی رہتی لیکن اس کی اصل صورت میں دیکھ چکا تھا اور شاید یہ میرا وہم تھا کہ وہ مجھے مار دے گی اگر اس نے مجھے نقصان پہنچانا ہوتا تو اس دن پہنچا سکتی تھی جب اس نے مجھے پہلی بار دیکھا تھا میں جو چاہتا وہ فوری کر دیتی وہ تین سال سے میرے ساتھ ہے لیکن تعویز کی وجہ سے وہ مجھے چھو نہیں سکتی ہے ان تین

سالوں میں میں نے اسے پوری طرح آزما لیا ہے کہ وہ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی اب میں بھی اس کے ساتھ کہیں دور چلے جانا چاہتا ہوں لہٰذا یہ تعویز آپ کے حوالے کرتا ہوں یہ کہہ کر کاشف نے تعویز میرے حوالے کیا مجھے بھی کاشف کی صورت پر ترس آیا میں نے اسے سمجھایا کہ یہ تعویز تمہاری حفاظت کر رہا ہے تم اسے نہ اتارو اس پر خدا کی پاک کلام پڑھی ہوئی ہے لیکن وہ بولا نہیں بابا عطا محمد اب مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اب میں یا تو مرجانا چاہتا ہوں یا اس کے ساتھ کہیں کھو جانا چاہتا ہوں تم کل صبح اس حویلی میں جا کر دیکھ لینا اگر میں وہاں موجود ہوا تو سمجھ لینا کہ وہ میرے ساتھ ہے اور میں اس کے ساتھ اگر نہ ہوا تو سمجھ لینا کہ وہ مجھے لیکر کہیں اور چلی گئی ہے بابا جی میں اس کے بغیر ادھورا ہوں مجبور ہوں اپنی محبت سے اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گی تین سالوں میں اس نے مجھے اس قدر سچا پیار دیا ہے کہ شاید کسی انسان سے نہ مل سکتا اگر وہ مجھے مار بھی دے گی تو مجھے دکھ نہ ہو گا بلکہ خوشی سے موت کو قبول کر لوں گا تین سال میں اس کا صرف ایک ہی اصرار تھا کہ میں یہ تعویز اتار دوں تاکہ وہ مجھے لیکر کہیں دور چلی جائے آج میں اس کی یہ تمنا پوری کر رہا ہوں۔

کاشف اپنی کہانی سنانے میں قدر مگن تھا اور میں اس کی کہانی سننے میں اس طرح محو تھا کہ سامنے میز پر پڑی ہوئی چائے شربت بن چکی تھی میں نے کہا بیٹا چائے تو ٹھنڈی ہو گئی ہے میں اسے دوبارہ گرم کر لیتا ہوں کاشف بولا نہیں بابا جی رہنے دو اب مجھے چائے کی طلب نہیں ہے اب تو دنیا سے ناطہ ہی توڑ رہا ہوں اپنے پیار کی تکمیل کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کہیں غائب ہو جانا چاہتا ہوں یہ کہہ کر اس نے الوداعی نظروں سے میری طرف دیکھا اور میں نے حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف اور اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہ گیا رات میری کیسے گزری یہ میں ہی جانتا ہوں رات بھر کاشف کا معصوم چہرہ نظروں کے سامنے گھومتا رہا اور دعائیں کرتا رہا کہ اس کی زندگی لمبی ہو صبح ہوئی تو میں نے اس حویلی کی طرف چلنا شروع کر دیا وہاں پہنچ کر میں نے بغیر کسی خوف کے دروازہ کھول دیا ایک کمرے کو دیکھا پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو پھر ایک کمرے میں گیا تو وہاں کچھ ہڈیاں نظر آئیں ان ہڈیوں پر میری نظریں جم گئیں یوں تو ہر کمرے میں خون تھا لیکن نجانے کیوں مجھے اس کمرے میں سے کاشف کی خوشبو آ رہی تھی کیا یہ تازہ ہڈیاں کاشف کی تھیں کیا اس کی محبوبہ نے اس کا خون چوس لیا تھا کیا اس نے اس کے ساتھ بھی دوسرے لوگوں کی طرح سلوک کیا تھا اگر یہ بکھری ہڈیاں کاشف کی تھیں تو پھر اس کے کپڑے نظر کیوں نہیں آ رہے تھے۔ اگر کپڑے ہوتے تو میں یقین کر لیتا کہ یہ ہڈیاں واقعی کاشف کی تھیں لیکن اب میرا دماغ عجیب و غریب وسوسوں میں گرا ہوا تھا اگر کاشف غائب ہو سکتا ہے تو اس کے کپڑے بھی غائب ہو سکتے ہیں کہیں وہ دنیا سے تو غائب نہیں ہو گیا اب میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ وہ ہڈیاں کاشف کی تھیں یا کسی اور کی اس نے کاشف کو مار دیا تھا یا اپنے ساتھ لے گئی تھی میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے اور شاید اس کا جواب پوری زندگی تلاش بھی نہ کر سکوں۔

قارئین کرام۔ آپ کا کیا خیال ہے کاشف کے بارے میں کہ وہ ہڈیاں اس کی ہو سکتی ہیں یا کسی اور کی کیا چڑیل یعنی کاشف کی محبوبہ اسے ساتھ لے گئی ہے یا کھا گئی ہے میری طرح آپ بھی کاشف کے بارے میں سوچیں میری گزشتہ تمام کہانیاں پسند کرنے کا بہت شکریہ بہت سے قارئین نے میری گزشتہ کہانی پر اسرار ہمسفر کے بارے میں کھل کر رائے دی تھی جو میں نے رسالے کے ذریعے شیراز صاحب تک پہنچا دی تھی اگر تو وہ زندہ ہیں تو یقیناً" آپ لوگوں کی رائے پڑھ کر نجمہ چڑیل کو معاف کر دیا ہو گا اور اگر' تو پھر کچھ نہیں کہہ سکتا یہ کہانی بھی سفر کے دوران ایک بزرگ نے سنائی تھی اور تعویز بھی دکھایا تھا جو انہوں نے اپنے گلے میں ڈال رکھا تھا کاشف صاحب کا تو حال یہ تھا کہ۔

کج اج وی راواں اوکھیاں سن
کج گل۔ وچ غم دا طوق وی سی
کج شہر دے لوگ وی ظالم سن
کج سانوں مرن دا شوق وی سی

ریاض احمد' C/O مہر کریانہ سٹور کالج روڈ باغبانپورہ لاہور

☆☆☆☆☆

زندگی نے دیا دکھ ہر موڑ پہ
کیا رسوا مجھے میری ہر سوچ پہ
اے موت تو تو نبھا اپنا وعدہ
اب تجھے آزمایا ہے آخری موڑ پہ

بشیر ساتول۔مانسہرہ

ساحر جمیل سید

تلبیس

جون کے مہینے کا جلتا ہوا سورج سروں پر چمک رہا تھا میلوں تک بلند و بالا سنگلاخ پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں جو گرمی کی حدت سے دہک رہی تھیں اور ان تپتی جلتی پہاڑیوں کے درمیان ایک پر پیچ تنگ سا سڑک نما راستہ کسی سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا مغرب کی جانب جاتا تھا جو پہاڑوں کے گرد گھومتا ہوا مغربی پہاڑ کی بلند و بالا چوٹی کے اوپر بنے ہوئے مقبرے تک جا کر ختم ہو جاتا تھا ہوائیں بالکل بند تھیں ہر طرف حبس پھیلا ہوا تھا تاحد نگاہ کوئی جاندار پرندہ یا جانور دکھائی نہیں دیتا تھا اس تنگ اور پہاڑیوں میں الجھے ہوئے راستے پر دو جنگلی گینڈوں جیسی جسامت کے افراد آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے ان کے سیاہ ننگے بدن دھوپ میں چمک رہے تھے اور انہوں نے کندھوں پر ایک ایک معصوم بچہ اٹھا رکھا تھا ان بچوں کی عمر زیادہ سے زیادہ پانچ پانچ سال ہی ہو گی گھبراہٹ خوف اور گرمی کے باعث ان بچوں پر نیم بے ہوشی کی سی کیفیت طاری تھی اور وہ بھدی صورتوں والے سیاہ بھوتنے ان معصوم بچوں کو یوں اٹھائے لے جا رہے تھے جیسے انہوں نے کندھوں پر بے جان جانور اٹھا رکھے ہوں ان کے تمام بدن ننگے تھے صرف ان کے زیریں جسم پر ایک ایک لنگوٹ نما میلا کچیلا سیاہ کپڑا بندھا ہوا تھا اور وہ پہاڑوں کے گرد گھومتے ہوئے بلندی پر واقع اس مقبرے کی جانب بڑھے جا رہے تھے رستے میں چھوٹے چھوٹے پتھر اور سنگریزے بکھرے ہوئے تھے لیکن وہ دونوں دوش ننگے پاؤں بے نیازی سے پتھروں کو پیروں تلے روندتے ہوئے چلے جا رہے تھے وہ جیسے جیسے آگے بڑھ رہے تھے بلندی کی جانب قریب ہو رہے تھے پھر وہ پہاڑوں کے گرد گھومتے ہوئے اوپر اس مقبرے کے قریب آ گئے۔ یہ پہاڑی اوپر سے کافی کشادہ تھی اور اس پہاڑی چوٹی کے عین وسط میں پتھروں کی مدد سے ہی وہ مقبرہ تعمیر کیا گیا تھا پہاڑی اس قدر بلند تھی کہ یہاں سے پوری دنیا دکھائی دیتی ہوئی محسوس ہوتی تھی وہ دونوں چلتے ہوئے مقبرے میں داخل ہو گئے مقبرے کے اس ہال نما کمرے کے عین وسط میں ایک پتھروں کا چبوترہ تھا اور چبوترے پر ایک پختہ قبر بنائی گئی تھی وہ دونوں اس قبر کے پاؤں والی سائیڈ پر آ کر رک گئے عقیدت و احترام سے انہوں نے گردنیں جھکا رکھی تھیں پھر وہ گڑگڑا کر بیک وقت بولے اے شیطان کے بے برکت گناہ اے شیطان کے پنج بیٹے اے شیطان زادے اے گناہوں کے "دیوتا تلبیس" اٹھ ہم نے آج پھر تیرے غسل کا انتظام کیا ہے اٹھ اگر تیرے جسم کے کسی بال سے کوئی نیکی چپٹی ہوئی ہو گی تو آج وہ بھی دھل جائے گی اور تو نیکیوں سے ایسے ہی صاف ہو جائے گا کہ جیسا تو جنا گیا تھا اٹھ پھر انہوں نے ان نیم بے ہوش بچوں کو ایک جانب ڈالا اور خود اس قبر کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے تھوڑی دیر بعد مقبرے میں ایسی آوازیں گونجنے لگی جیسے کوئی خشک لکڑیاں توڑ رہا ہو پھر وہ پختہ قبر تڑخنے لگی اس میں دراڑیں پڑ رہی تھیں اور قبر کے تمام پتھر ریزہ ریزہ ہوئے جا رہے تھے پھر وہ پختہ قبر ایک دھماکے سے پھٹی اور اس کے تمام پتھر اڑ کر مقبرے میں ادھر ادھر بکھر گئے پھر پورا مقبرہ ایک گونجیلے قہقہے سے گونج اٹھا پھر اس قبر میں سے دو سیاہ ہاتھ بلند ہوئے وہ آہستہ آہستہ بلند ہو رہے تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس قبر میں سے ایک زندہ انسان باہر نکل آیا وہ فضا میں معلق تھا اور قہقہے لگا رہا تھا وہ اڑتے اڑتے ان دونوں سجدہ کرنے والوں کے سامنے آ کر زمین پر اتر آیا اس کے زیریں جسم پر ایک سیاہ دھوتی تھی اور اس کا باقی کا جسم کپڑے سے بے نیاز تھا رنگ اس قدر سیاہ تھا کہ اسے دیکھ کر یہ احساس ہوتا جیسے اس کا جسم توے کی سیاہی سے تراشا گیا ہو اور اس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر بڑی اور الو کی آنکھوں کی مانند گول تھیں اور ان آنکھوں میں انتہائی زیادہ سرخی تیر رہی تھی یوں لگتا تھا جیسے اس کی آنکھیں شیشے کی بنی ہوئی ہوں اور آنکھوں کے پیچھے دوڑتا ہوا سرخ لہو آنکھوں کے شیشوں میں دکھائی دے رہا ہو پھر اس نے اپنے سامنے جھکے ہوئے دونوں آدمیوں سے کہا اٹھو میرے بچو میں تم سے بہت خوش ہوں اس کی آواز اس قدر بوجھل گونجیلی اور گمبھیر تھی اس کی آواز سنتے ہی دل بیٹھنے لگتا اور دماغ پر وزن محسوس ہونے لگتا ان دونوں پر رقت طاری تھی پھر ان دونوں نے آہستہ آہستہ اپنے سر اٹھائے اور "تلبیس" کی طرف دیکھنے لگے لیکن اس



کی آنکھوں سے آنکھیں نا ملا سکے اور انہوں نے اپنے سر دوبارہ جھکا لئے مقبرے میں تلبیس کی بھاری آواز ایک بار پھر گونجی اٹھو کھڑے ہو جاؤ اور وہ دونوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے ان کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں اور ان کی گردنیں بدستور جھکی ہوئیں تھیں وہ چھ چھ فٹ کے ہٹے کٹے جوان تھے اور ان کی جسامت کا یہ عالم تھا کہ انہیں دیکھتے ہی دل پر خوف طاری ہو جاتا لیکن نا جانے تلبیس میں ایسی کیا بات تھی کہ وہ دونوں اس کے سامنے دودھ پیتے بچے

معلوم ہوتے اور وہ دونوں تلبیس سے بری طرح سہمے ہوئے دکھائی دے رہے تھے تلبیس دوبارہ ان سے مخاطب ہوا ان بچوں کو کہاں سے لائے ہو جواب میں ان میں سے ایک شخص بولا اے عظیم تلبیس انہیں ہم شہر یمن کی بستی الباسو سے لائیں ہیں ٹھیک ہے تمہیں اور زیادہ بچے نہیں لانا پڑیں گے میں جلد ہی کامیاب ہو جاؤنگا تلبیس نے کہا جواباً" ان میں سے وہی پہلے والا بولا عظیم تلبیس آپ جتنے بچے کہیں گے ہم لے آئیں گے بس آپ ہمیں امر کر دیجئے ہمیں لافانی بنا دیجئے ہاں تمہاری یہ خواہش بھی جلد پوری کردوں گا لے آؤ انہیں تلبیس نے کہا اور مقبرے کے پچھلے دروازے کی طرف بڑھ گیا اور وہ دونوں ایک طرف پڑے ہوئے بچوں کی طرف بڑھ گئے ماحول کی دہشت کے باعث بچے بے ہوش ہو چکے تھے انہوں نے بچوں کو اٹھایا اور تلبیس کے پیچھے ہی پچھلے دروازے میں داخل ہو گئے یہاں بہت زیادہ اندھیرا تھا لیکن پھر بھی کچھ کچھ دکھائی دے رہا تھا یہاں سے سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں اور تلبیس وہی سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے جا رہا تھا وہ دونوں بھی بچوں کو اٹھائے سیڑھیاں اترنے لگے تقریباً" سو ڈیڑھ سو سیڑھیاں اترنے کے بعد وہ نیچے ایک بڑے سے ہال میں آ گئے جہاں سامنے ہی ایک شیطان کا مجسمہ پڑا تھا وہ شیطان اپنی تنہا ٹانگ پر کھڑا تھا اس کی ایک آنکھ میں سرخ روشنی ہو رہی تھی اور ایک آنکھ بند تھی ایک کان بھی تھا جب کے دوسری طرف کان کا نام و نشان تک نہیں تھا اس کی تنہا سرخ آنکھ میں اس قدر چمک تھی کہ پورے ہال میں ہلکی سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس ہلکی ہلکی روشنی میں یہاں کا ماحول بڑا ہی پراسرار نظر آ رہا تھا ہال میں اس قدر خاموشی تھی کہ انہیں اپنے سانس تک سنائی دے رہے تھے پھر تلبیس نے ایک آدمی کو مخاطب کیا کنگو یاد ہے تم نے ایک بار پوچھا تھا کہ ابا حضور کی دوسری ٹانگ کدھر ہے تلبیس نے شیطان کے مجسمے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جی ہاں مجھے یاد ہے ان میں سے ایک آدمی نے آگے بڑھ کر کہا کنگو جب ابا حضور نے خدا کا حکم ماننے سے انکار کیا تھا تو خدا نے ابا حضور پر مصیبت بھیجی اس مصیبت کے باعث ابا حضور کی ایک ہی ٹانگ رہ گئی اس لیے ابا حضور ایک ہی راستے پر چل سکتے تھے سو ابا حضور نے برائی کا راستہ چنا آنکھ بھی ایک ہی بچی اب ابا حضور صرف برائی ہی دیکھنا پسند کرتے ہیں کان بھی ایک ہی بچا سو ابا حضور برائی سننا ہی پسند کرتے ہیں پھر کنگو نے نہایت ادب سے کہا عظیم تلبیس گستاخی معاف میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ شیطان معظم تنہا دنیا کہ لاکھوں کروڑوں لوگوں کے دلوں میں برائی کیسے ڈالتے ہیں کیا شیطان معظم تھکتے نہیں کنگو کی بات سن کر تلبیس کنگو کی جانب پلٹا اور بھیانک انداز میں ہنسنے لگا اس کے سیاہ چہرے پر اس کے سفید دانت نہایت خوفناک لگ رہے تھے ارے کنگو واقع ہی پہلے ابا حضور کو انسان کو گمراہ کرنے کے لیے بہت محنت و مشقت کی ضرورت پڑتی تھی دن رات کام کرنا پڑتا تھا لیکن اب ایسا نہیں ہے اب تو ابا حضور 24 گھنٹے آرام کرتے ہیں تلبیس نے مسکراتے ہوئے کہا اور کنگو بے اختیار بول اٹھا کیا شیطان معظم اب انسانوں کو نہیں بھٹکاتے کیا اب وہ کوئی برائی کا کام نہیں کرتے اس کے لہجے میں شدید حیرت تھی جواباً" تلبیس بولا انہیں کچھ کرنے کی کیا ضرورت ہے ان کے سارے کام تو انسان نے اپنے ہاتھ میں لے لیے ہیں اور یہ حضرت انسان تو ایسی حیران کن اور تیز ترین مخلوق ہے کہ یہ ابا حضور سے بھی آگے نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے پھر اس ہال میں ہلکی ہلکی لرزش ہونے لگی تو وہ تینوں چونک پڑے پھر تلبیس نے تیز لہجے میں کہا ابا حضور آ رہے ہیں جھک جاؤ اور پھر وہ تینوں شیطان کے مجسمے کے سامنے سر بسجود ہو گئے شیطان کے مجسمے کی روشن آنکھ کچھ اور چمک اٹھی اور مجسمے کے منہ سے ایک عجیب باریک سی تیز اور چیختی ہوئی آواز بلند ہوئی اٹھو میرے بچے آؤ اشنان کریں اس آواز پر وہ تینوں سجدوں سے اٹھ پڑے تلبیس جا کر شیطان کے مجسمے کے نیچے بیٹھ گیا اور وہ دونوں بچوں کو اٹھا کر مجسمے کے ایک طرف موجود سیڑھیاں چڑھنے لگا سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ اوپر شیڈ پر چلتے ہوئے شیطانی مجسمے کے اوپری جانب آ گئے پھر انہوں نے ایک بے ہوش بچے کو اس شیڈ پر لٹایا اور اس کا سر شیڈ سے آگے کی جانب جھکا دیا انہوں نے اس بچے کو بلند ہر شیڈ کے اوپر بالکل شیطانی مجسمے کے اوپر جھکا رکھا تھا پھر ان میں سے ایک نے اٹھ کر دیوار کے ساتھ لٹکی ہوئی برچھی اٹھائی اور دوبارہ اس بچے کے قریب آ گیا برچھی سے اس نے اس معصوم کی گردن پر رکھی ایک نظر نیچے شیطانی مجسمے پر ڈالی اور پھر برچھی کا ایک زوردار وار اس معصوم بچے کی گردن پر کیا بچے کا سر کٹ کر اوپر سے نیچے ہال میں آ گرا اور تکلیف کی شدت سے ہال میں تھر تھرانے لگا بچے کے کٹے ہوئے چہرے پر انتہائی درد و کرب کے آثار نمایاں تھے بچے کے کٹے ہوئے سر نے اپنے ہونٹوں کو اس قدر سختی سے دانتوں میں دبا رکھا تھا کہ

اس کے دانت اس کے ہونٹوں میں کھب گئے تھے بچے کا سر گاجر کی طرح کٹ کر نیچے آ گرا تھا اور بچے کی گردن سے گاڑھا گاڑھا گرم لہو ابل ابل کر ایک موٹی دھار کی صورت میں نیچے موجود شیطانی مجسمے کے سر میں پڑ رہا تھا اور اس پتھر کے مجسمے کو تر کرتا ہوا اس کے نیچے بیٹھے ہوئے زندہ تلبیس کو بھگو رہا تھا گردن کے کٹتے ہی بچے کا ننھا سا جسم یوں پھڑکنے لگا جیسے ذبح کیا ہوا مرغ اپنی آخری سانسوں میں کچھ دیر رقص کرتا ہے اگر ان دونوں نے بچے کے بے سر کے دھڑ کو پکڑ نا رکھا ہوتا تو یقیناً" وہ بھی تڑپ کر نیچے جا گرتا بچے کی گردن سے لہو چلتے ہوئے نلکے کی مانند ابل رہا تھا اور اس کی کٹی ہوئی شہ رگ سے خر خر کی آوازیں نکل رہی تھیں جو اس خاموشی میں انتہائی دہشت پیدا کر رہی تھیں پھر اس کی گردن سے بہتا ہوا لہو کم پڑنے لگا لہو کی بہتی ہوئی موٹی دھار بھی پتلی ہو گئی اور اس کی کٹی ہوئی شہ رگ سے بلبلے پھٹنے لگے اور بچے کا پھڑکتا تڑپتا جسم بھی بے جان ہو گیا پھر ایک آدمی نے آگے بڑھ کر دوسرے بچے کو بھی پہلے والے بچے کے ساتھ ہی لٹا دیا دوسرے نے اس کی گردن شیڈ کے کنارے سے نیچے لٹکائی اور اس کے دونوں ہاتھ اس کی پشت کی جانب مروڑ کر پکڑ لیے اور اپنا گھٹنا موڑ کر بچے کی پشت پر رکھ کر بیٹھ گیا دوسرے نے خون آلود برچھی اٹھائی اور ایک ہی وار میں اس معصوم کا بھی سر اڑا دیا اور اس کی گردن سے بھی لہو کی موٹی دھار ابل کر شیطانی مجسمے پر پڑی اور گاڑھا گاڑھا گرم خون مجسمے کو تر کرتا ہوا تلبیس کو بھگونے لگا جو اس مجسمے کے قدموں میں پلتھی مارے بیٹھا تھا کس قدر ہولناک اور وحشت انگیز ماحول تھا اس دہشت کدے کا جہاں شیطان کا بیٹا اور خود شیطان بہ نفس نفیس اس شیطانی کھیل میں موجود تھا پھر آخر کار اس بچے کے جسم کا تمام خون بھی گردن کے رستے نکلا تو ان دونوں افراد نے ان بچوں کو اٹھا کر ایک طرف ڈال دیا تلبیس پر بھی مدہوشی سی طاری ہو گئی تھی وہ اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ ہوا جا رہا تھا پھر آہستہ آہستہ اس کا جسم فضا میں بلند ہونے لگا اور خود بخود اڑتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگا پھر وہ اوپر اٹھتے اٹھتے بیرونی دروازے سے باہر نکل گیا اب اس ہال نما تہہ خانے میں صرف کنگو اور اس کا ساتھی خاموشی سے سر جھکائے کھڑے تھے یا ایک طرف معصوم بچوں کے بے جان جسم پڑے تھے جن کی کٹی ہوئی گردنوں سے تھوڑا تھوڑا خون رس رہا تھا پھر تھوڑی دیر بعد اس پتھر کے مجسمے کے منہ سے ایک مسرت بھری آواز بلند ہوئی تم دونوں کی خواہش بھی جلد پوری ہو جائے گی چلو اب تم اپنی خوراک پوری کر لو اور وہ دونوں فوراً" بھوکے کتوں کی مانند ان معصوم بچوں کی لاشوں سے چمٹ گئے انہوں نے اپنے منہ ان بچوں کی کٹی ہوئی گردنوں سے لگائے اور ان کے جسموں میں بچے کھچے خون کے قطرے چوسنے لگے تلبیس کا جسم بھی اڑتا ہوا مقبرے میں داخل ہوا اور پھر خود بخود قبر میں اتر گیا اور جیسے ہی اس کا جسم قبر کے اندھیرے میں گم ہوا آس پاس مقبرے میں قبر کے بکھرے ہوئے تمام پتھر اڑ اڑ کر خود بخود قبر کے منہ پر جمنے لگے اور پھٹی ہوئی قبر کا کھلا ہوا منہ خود بخود ہی بند ہونے لگا تھوڑی دیر بعد ہی تمام پتھر قبر کو ڈھانپ چکے تھے اور قبر کا منہ دوبارہ بند ہو چکا تھا قبر ایک بار پھر اپنی پہلے والی حالت میں آ چکی تھی اور تلبیس قبر کے اندھیروں میں کہیں گم ہو چکا تھا قبر کو دیکھ کر کوئی یہ کہہ بھی نہیں سکتا تھا کہ کبھی یہ قبر پھٹی ہو گئی اور اس میں سے کوئی مردہ بھی باہر آیا ہو گا۔

○ ○

گھوڑے کی ہنہناہٹ سن کر ہی یوسف عمران کی آنکھ کھلی تھی وہ کچھ دیر خالی الذہن کی حالت میں لیٹا رہا اور پھر دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگا کبھی اس کروٹ اور کبھی اس کروٹ لیکن نیند آنکھوں سے خفا ہو چکی تھی! باہر بھی اب مکمل خاموشی تھی وہ کافی دیر آرام سے لیٹا رہا لیکن برابر اسے بے چینی سی محسوس ہو رہی تھی ذہن میں کوئی نامعلوم ایک انجانی سی خلش تھی جو اسے بیقرار کیئے ہوئے تھی آخر تنگ آ کر وہ مکان سے باہر نکل آیا دوسرے کمرے میں اس کی والدہ ماجدہ اور ضعیف العمر والد محو خواب تھے بس ان کی یہی تین افراد کی فیملی تھی دور فلک پر چاند اپنا سفر طے کر رہا تھا یوسف نے گردن اٹھا کر چاند کے مقام کا اندازہ کیا رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی کچے صحن کے سامنے گوشے میں ایک کھونٹے سے "سحاب" بندھا کھڑا تھا ـــــ سحاب اس کا گھوڑا خوبصورت سفید گھوڑا جو جانور سے زیادہ اس کا رفیق تھا وہ تھوڑی دیر صحن میں ادھر ادھر ٹہلتا رہا پھر دوبارہ اندرونی جانب چل پڑا وہ ابھی کچے برآمدے میں ہی پہنچا تھا! کہ اسے باہر گلی میں گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی تو وہ ٹھٹھک کر رک گیا بھلا اس وقت اتنی رات گئے بستی میں آنے والا کون ہو سکتا ہے کوئی مسافر ـــ یا ـــ کوئی قزاق یہ خیال آتے ہی وہ چونک پڑا اور تیزی سے بیرونی دروازے کی جانب دوڑ پڑا۔ ٹاپوں کی آوازیں

آگے نکل گئیں تھیں لیکن ابھی سنائی دے رہی تھی اس نے زنجیر ہٹائی دروازہ کھولا اور خود دروازے کی اوٹ میں کھڑا ہو کر باہر جھانکنے لگا دو گھوڑ سواروں کے ہیولے سے دکھائی دے رہے تھے جو امام مسجد صائم دامن کے مکان کے سامنے کھڑے تھے پھر گھوڑ سوار گھوڑوں سے نیچے اتر آئے لیکن کافی دیر وہیں کھڑے رہے شاید آپس میں کچھ صلاح مشورے کر رہے تھے! اگر وہ استاد دامن کے مہمان ہوتے تو اتنی دیر وہاں کھڑے نہ ہوتے یقیناً" کوئی گڑ بڑ تھی یوسف نے سوچا اور اگلے لمحے ہی اس کی سوچ کی تائید ہو گئی اس نے چاند کی ناکافی روشنی میں ایک ہیولے کو دیوار پر چڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ چونک پڑا پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ دونوں ہیولے مکان میں داخل ہو گئے اور یوسف بے اختیار ہی اس طرف بڑھنے لگا ارد گرد کے تمام گھر خاموش اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے کہیں سے کسی کتے کے بھونکنے کی آواز تک نہیں آ رہی تھی یوسف تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا امام صاحب کے مکان کے سامنے جا پہنچا چند لمحے کے لئے رکا پھر آگے بڑھ کر دروازے سے اندر جھانکنے لگا اندر کمروں میں اندھیرا تھا لیکن صحن میں چاند کی ہلکی ہلکی روشنی پڑ رہی تھی یوسف کا ذہن تیزی سے قلابازیاں کھا رہا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے وہ ابھی اس ادھیڑ بن میں تھا کہ اندر سے ایک نہایت خوفزدہ چیخ ابھری جس نے ماحول کی خاموشی کو تار تار کر ڈالا تھا پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور اچانک ہی دروازہ کھل گیا یوں ایک دم دروازہ کھلنے کی وجہ سے یوسف گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا دروازہ کھلتے ہی اندر سے دو کالے سیاہ پہاڑ نما انسان باہر نکلے جنھوں نے ایک بچہ کندھے پر اٹھا رکھا تھا اور وہ معصوم بچہ نہایت بے بسی سے ان کی گرفت میں مچل رہا تھا یوسف پر نظر پڑتے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گئے صورت حال کافی حد تک یوسف کی سمجھ میں آ چکی تھی پکڑو۔ پکڑو۔ _____ کوئی ہے کوئی بچاؤ اچانک اندرونی جانب سے امام صاحب اور ان کی بیگم کی گھبرائی بوکھلائی آواز سن کر جیسے وہ دونوں قزاق ہوش میں آ گئے یوسف کے اعصاب بھی تن گئے وہ دونوں دوڑے ایک نے جو خالی ہاتھ تھا یوسف پر حملہ کر دیا لیکن یوسف اس کی پرواہ کیے بغیر دوسرے کی کمر کے گرد لپٹ گیا جس نے بچہ اٹھا رکھا تھا کیوں کہ یوسف کو خطرہ تھا کہ کہیں وہ بچے کے اغوا میں کامیاب نہ ہو جائیں امام صاحب بھی چیختے چلاتے ہوئے قریب پہنچ چکے تھے دوسرے حبشی نے دو ہتڑ یوسف کی کمر میں مارے تو وہ منہ کے بل گر پڑا مگر آزاد ہوتے ہی بچے کو اٹھائے ہوئے حبشی آگے کی جانب دوڑا تو یوسف نے اس کی ٹانگ گرفت میں لے لی اور منہ کے بل گر پڑا بچہ بھی اس کی گرفت سے نکل کر بھاگ کر دوبارہ اندر داخل ہو گیا امام صاحب کے شور شرابے کے باعث چند بستی والے اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل کر امام صاحب کے گھر کی جانب دوڑے تو وہ دونوں حبشی بری طرح حراساں ہو گئے ان کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ صورت حال کافی سنگین ہو گئی ہے اور اگر پکڑے گئے تو انجام برا ہو گا اس لیے وہ دونوں ہی گھوڑوں کی جانب دوڑ پڑے اور یوسف بھی فوراً" ان کے پیچھے لپکا لیکن وہ گھوڑوں پر سوار ہو چکے تھے یوسف بھی بالکل ان کے سر پر پہنچ چکا تھا پھر گھوڑے دوڑے تو یوسف نے ایک گھوڑ سوار پر چھلانگ لگا دی اور اسے لیتے ہوئے دھڑام کی آواز سے نیچے آ گرا دوسرا گھوڑ سوار آگے نکل چکا تھا اور خالی گھوڑا بھی اس کے پیچھے ہی بھاگ نکلا تھا گرنے والے حبشی نے بھاگنے کی بڑی تگ و دو کی لیکن یوسف اس کی ٹانگوں میں ٹانگیں پھنسا کر بری طرح اس سے چمٹ گیا تھا پھر چند افراد نے آ کر اس حبشی کو قابو کر لیا اور اس کے ہاتھ پیر بری طرح رسیوں سے جکڑ دیئے اور وہ حبشی بے بس ہو کر رہ گیا تب لوگ اسے گھسیٹتے ہوئے بستی کے درمیان بنے ہوئے چوپال میں لے آئے دیکھتے دیکھتے ہی کافی لوگ ہاتھوں میں مشعلیں لیے وہاں جمع ہو گئے اور اچھا خاصا ہجوم لگ گیا ہجوم میں امام مسجد اور یوسف عمران کے علاوہ یوسف کا بوڑھا باپ بھی موجود تھا سبھی اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو ایک لمبی لمبی داڑھی والا امام صاحب سے مخاطب ہوا قبلہ صائم جی ذرا ہمیں تفصیل سے تو آگاہ کیجئے تفصیل محترم بزرگ میں اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ سویا ہوا تھا کہ اچانک ایک آہٹ سن کر میری آنکھ کھل گئی میرا بچہ الماس میرے پہلو میں سو رہا تھا کہ کسی نے نہایت بے دردی سے اسے مجھ سے دور گھسیٹنا چاہا تو میں نے اندھیرے میں اس قزاق کا بازو پکڑ لیا لیکن اس نے مجھے تھپڑ مار دیا اور میں چیخ اٹھا اور یہ اور اس کا ساتھی الماس کو اٹھائے بھاگ نکلے اگر یوسف عمران وقت پر مجھ بوڑھے کی امداد کے لیے نہ پہنچتا تو میرے بڑھاپے کا سہارا بھی چھن جاتا اور میں بے اولاد ہو جاتا شور شرابہ سن کر چند افراد آئے جنھوں نے یوسف کی امداد کی اور یہ ملیچھ انسان پکڑا گیا سبھی اس حبشی کی جانب متوجہ ہو گئے جو ان کے درمیان بندھا پڑا تھا پھر اسی بزرگ کے حکم پر حبشی کو کوڑے لگائے جانے لگے تاکہ وہ حقیقت اگلنے لگے

تھوڑی دیر میں ہی حبشی کی قوت برداشت جواب دے گئی اس کا سیاہ بدن اس کے جسم سے رسنے والے خون سے سرخ ہو رہا تھا اور پھر وہ بتانے لگا کہ وہ کالی طاقتوں کے لئے کام کرتا ہے اور وہ دونوں پہلے بھی مختلف جگہوں سے بچوں کو اغوا کر کے لیجاتے تھے اور کسی طرح ان کے خون سے تلبیس غسل کرتا ہے اس کی باتوں سے سبھی کی آنکھوں میں خوف نظر آنے لگا ماحول میں ایک عجیب سی خاموشی طاری ہو گئی تھی اس کے خاموش ہو جانے پر کافی دیر تک سبھی گم سم کھڑے رہے پھر وہی بزرگ دوبارہ بولے اس مردود کا جرم ناقابل معافی ہے لہٰذا صبح کی پہلی کرن کے ساتھ ہی اسے سنگسار کر دیا جائے اور اس کو اتنے پتھر مارے جائیں کہ یہ ان پتھروں میں ہی دفن ہو جائے فیصلہ ہو گیا لہٰذا کچھ افراد اسے گھسیٹتے ہوئے بستی کے بغلی میدان میں لے آئے وہاں ایک گڑھا کھودا گیا اور اس حبشی کو آدھے سے زیادہ اس گڑھے میں گاڑھ دیا گیا اور صبح کا انتظار ہونے لگا اذان کے بعد نماز پڑھ پڑھ کر تمام نمازی اس میدان میں جمع ہونے لگے یوسف بھی وہاں پہنچ چکا تھا امام صاحب بھی موجود تھے اور فیصلہ سنانے والے بزرگ بھی پھر سورج کی کرنیں نمودار ہونے لگیں تو سبھی پتھر اٹھانے لگے اور وہ حبشی اس اذیت ناک موت کے خوف سے چلا اٹھا نہیں نہیں مجھے بخش دو مجھے مت مارو مجھ پر ظلم مت کرو تمھیں تمہارے خدا کا واسطہ مجھے معاف کر دو اس کی آواز میں قیامت خیز بے بسی اور خوف تھا پھر ان بزرگ نے کچھ بڑبڑاتے ہوئے پہلا پتھر کھینچ مارا اس حبشی نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں پتھر اس کی پیشانی کی سیدھ میں گیا تھا لیکن پھر جو کچھ ہوا اسے دیکھ کر سبھی کی آنکھیں شدید حیرت کے باعث پھیل گئیں تھیں پتھر اس کے چہرے سے چند انچ کے فاصلے پر تھا کہ اچانک بھاپ کی صورت میں تحلیل ہو گیا کسی کی سمجھ میں بھی نہ آسکا کہ کیا ہوا ہے سبھی غور سے اس حبشی کی صورت دیکھ رہے تھے وہ آہستہ آہستہ بڑبڑا رہا تھا پھر اس کی بڑبڑاہٹ بلند ہونے لگی اس نے اپنی بند آنکھیں کھول دیں اور آواز بلند چلانے لگا اونگ مری ہرنیگ کلینگ سرپ اوکھنڈی پرتی نمو بچے دھوپ دیپ ہنومان جئے دیو تلبیس جئے دیو تلبیس اس کے انداز و آواز میں کچھ ایسی دیوانگی اور وحشت تھی کہ وہاں موجود تقریباً" سبھی تھرا اٹھے اس کی منحوس آواز چاروں طرف گونجتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی بزرگ نے دوبارہ پتھر کھینچ مارا لیکن نتیجہ پہلے سا ہی نکلا بزرگ صاحب بلند آواز بولے مارو سبھی پتھر مارو ان کی آواز سن کر جیسے تمام لوگ ہوش میں آ گئے ہوں پھر سبھی پتھر برسانے لگے اس حبشی پر پتھروں کی برسات ہو رہی تھی لیکن تمام پتھر اس کے قریب پہنچتے ہی بھاپ میں تحلیل ہو جاتے اور وہ اسی بے نیازی سے منتر پڑھنے میں معروف تھا پھر اچانک زمین یوں لرزنے لگی جیسے بھونچال آ گیا ہو تمام لوگ بے اختیار کتنے کتنے قدم پیچھے ہٹ گئے اور زمین تڑخنے لگی زمین میں دراڑیں پڑ رہی تھیں پھر اس حبشی کے سامنے سے زمین میں پڑ جانے والی دراڑ سے ایک انسانی وجود بلند ہونے لگا پھر آہستہ آہستہ بلند ہوتے ہوتے وہ سطح زمین پر آ گیا کالا سیاہ چمکتا ہوا بدن زیریں جسم پر صرف ایک لنگوٹ نما کپڑا قد چھ فٹ سے بھی زیادہ اور آنکھوں میں چمکتی ہوئی نفرت صاف محسوس کی جا سکتی تھی اور یہ تلبیس ہی تھا وہ آہستہ قدموں سے چلتے ہوئے امام مسجد کے سامنے جا پہنچا اس کی آنکھوں میں نہ جانے ایسی کیا بات تھی کہ امام صاحب کے پورے بدن پر کپکپاہٹ طاری ہو گئی اور اس نے نہایت حقارت کے انداز میں امام صاحب کی پیشانی پر تھوک دیا اچانک ہی یوسف عمران نے تلبیس پر چھلانگ لگا دی امام صاحب پشت کے بل نیچے گرے اور بری طرح تڑپنے لگے ان کے منہ سے ہزیانی چیخیں بلند ہو رہی تھیں اور پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ امام صاحب کی پیشانی پر جس جگہ تلبیس نے تھوکا تھا وہاں سے گوشت ابلنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے سر میں آر پار سوراخ ہو گیا اور ان کا جسم ساکت ہو گیا لوگوں کی آنکھیں حیرت اور خوف کے باعث کانوں کو جا لگیں ابھی لوگ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھے کہ انھوں نے ایک اور ناقابل یقین منظر دیکھا تلبیس نے اپنے منہ میں ہاتھ ڈال کر اپنی زبان پکڑی اور انچی ٹیپ کی طرح کھینچ لی اس کی ربڑ نما زبان دو تین فٹ اس کے منہ سے باہر نکل آئی اور اس نے اپنی زبان رسی کی مانند یوسف کی گردن کے گرد لپیٹ لی اور یوسف اس کے سینے سے چمٹ کر رہ گیا اس کے قدم زمین سے اٹھ گئے پھر ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ یوسف کی گردن اس کے کندھوں سے جدا ہو گئی اور یوسف کا سر کٹا دھڑ زمین پر گر کر تڑپنے لگا اور اس کا سر ایک جانب لڑھک گیا تلبیس کی زبان دوبارہ اس کے کھلے ہوئے منہ میں گم ہو گئی یوسف کا بوڑھا باپ چیختا ہوا اپنے بیٹے کی جانب دوڑا تو تلبیس نے اسے سر کے بالوں سے پکڑ لیا اس کی انگلیاں سانپوں کی طرح لہرائی اور یوسف کے باپ کی کھوپڑی میں اتر گئیں اور وہ بے چارہ پوری طرح چیخ

بھی نہ سکا لوگوں پر کپکپاہٹ طاری ہو گئی ان کو یوں محسوس ہوا جیسے زمین نے ان کے پاؤں جکڑ لیے ہوں تلبیس ان کی جانب بڑھا تو اچانک مجمع سے آیت الکرسی کی آواز بلند ہونے لگی تو وہ ٹھٹھک کر رک گیا پھر ایک جانب سے کلمہ بلند ہونے لگا بس پھر چاروں جانب سے مختلف آیتوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں تو یک بہ یک تلبیس کا وجود ہوا میں معلق ہوا اور بستی کی جانب پرواز کر گیا سبھی لوگ اپنے اپنے گھروں کی جانب دوڑ پڑے سبھی کو خطرہ تھا کہ تلبیس بستی کی جانب گیا ہے کہیں ان کے گھر والوں کو نقصان نہ پہنچائے وہ سب بھاگ گئے اور پیچھے بے یار و مددگار پڑی لاشیں چھوڑ گئے ان کے جاتے ہی وہ حبشی بھی خود بخود زمین سے باہر نکل آیا اس کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ رقصاں تھی اس نے یوسف کے کٹے ہوئے سر کو ٹھوکر ماری اور دور جا گرا تھوڑی دیر بعد تلبیس بھی وہاں آپہنچا اس کے کندھے پر امام صاحب کا معصوم بچہ الماس بے ہوش پڑا تھا اس نے حبشی کا ہاتھ پکڑا اور پھر وہ تینوں فضا میں بلند ہوئے بہت دور نکل گئے دوسری جانب بستی کے چوپال میں سبھی بستی والے موجود تھے اور تلبیس کے خاتمے کے بارے میں سوچ رہے تھے بہت دیر تک بحث ہوتی رہی آخر وہی بزرگ سب سے مخاطب ہوئے اب کچھ نہیں ہو سکتا بہت دیر ہو چکی ہے وہ مردود شیطانی طاقتوں پر عبور حاصل کر چکا ہے اسے ختم کرنا اب کسی انسان کے بس کی بات نہیں وہ اس قدر طاقت حاصل کر چکا ہے کہ کسی ملک کی فوج بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور آج آج وہ الماس کو اٹھا کر لے گیا ہے یہ آخری بچہ تھا جس کے خون سے وہ غسل کرے گا اس کے بعد اسے مکمل شیطان کی حمایت حاصل ہو جائے گی اور وہ بھی شیطان بن جائے گا اس کی روح شیطان کے تصرف میں چلی جائے گی اس کا اپنا کوئی وجود نہیں رہے گا اور جس طرح انسان شیطان کو قتل نہیں کر سکتا اسے قید نہیں کر سکتا اسی طرح انسان تلبیس کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا بزرگ کی آواز سے غم اور افسوس چھلکتا تھا کافی دیر خاموشی رہی پھر کوئی بولا محترم بزرگ تو کیا اب اس کا کوئی حل نہیں کیا اب اسے کوئی ختم نہیں کر سکے گا بزرگ دھیمی اور کمزور آواز میں بولے ہاں اس کا کوئی حل نہیں اسے کوئی ختم نہیں کر سکتا سوائے اللہ کے اللہ کے

تلبیس سیڑھیاں اترتا ہوا شیطانی ہال میں آگیا دونوں حبشی اس کے پیچھے تھے ایک نے الماس کو کندھے پر اٹھا رکھا تھا ہال میں اترتے ہی شیطانی مجسمے کی آنکھ کی روشنی بڑھ گئی اور ساتھ ہی ایک منحنی سی آواز ابھری آ آمیرے بچے آج تیرے انتظار کی آخری گھڑی ہے آج تجھے وہ سب کچھ مل جائے گا جو تجھے چاہیے جو تو چاہتا تھا آواز سنتے ہی وہ تینوں سجدے میں گر پڑے الماس ہوش میں تھا اور حیرت سے ادھر ادھر کا ماحول دیکھ رہا تھا اٹھو دیر مت کرو منحوس ساعت گزر جائے گی اپنا کام کر گزرو اور وہ تینوں اٹھ کھڑے ہوئے تلبیس شیطانی مجسمے کے نیچے جا بیٹھا اور وہ دونوں حبشی الماس کو پکڑے اوپر چھپر نما شیڈ پر آگئے انہوں نے الماس کو شیطانی مجسمے کے بالکل اوپر لٹا دیا اور اس کی گردن مجسمے کے سر پر جھکا دی الماس نے کسی قسم کی کوئی حیل و حجت نہیں کی وہ معصوم بچہ بالکل بے خوف نظر آرہا تھا ایک نے اس کے دونوں بازو اس کی کمر کی جانب موڑے اور اس کی کمر پر گھٹنا رکھ کر بیٹھ گیا دوسرے نے برچھی اٹھائی اور الماس کے سر پر پہنچ گیا اس نے الماس کو گھسیٹ کر اس کی گردن تھوڑی اور آگے کر دی اس کا سر تھوڑا اور نیچے ہوا تو اس کے گلے میں موجود لاکٹ نکل کر نیچے شیطان کے مجسمے کے سر پر گرا اور پھسل کر اس شیطانی مجسمے کی گردن میں آگیا اس لاکٹ کے گردن میں آتے ہی شیطانی مجسمے کی روشن آنکھ یک لخت بجھ گئی اور یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ شیطان اب موجود نہیں ہے یعنی شیطان ضرار ہو چکا تھا اور اس کی وجہ بھی شاید وہ لاکٹ تھا جس پر کہ آیت الکرسی کندہ تھی اسی وقت اس حبشی نے برچھی چلا دی "کھرچ" کی تیز آواز ابھری الماس کی ایک گھٹی گھٹی چیخ بلند ہوئی اور اس کا سر کٹ کر نیچے جا گرا الماس کی گردن سے خون کا فوارہ بلند ہوا اور خون کی موٹی دھار نیچے شیطانی مجسمے کے سر میں پڑنے لگی اور اس کی گردن میں موجود آیت الکرسی والے لاکٹ کو بھگوتی ہوئی نیچے بیٹھے ہوئے تلبیس کو بھگونے لگی اور تلبیس کی بند آنکھیں ایک جھٹکے سے کھل گئیں وہ محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کیا انہونی ہو چکی ہے لیکن بات جب تک اس کی سمجھ میں آتی وہ مکمل طور پر خون میں بھیگ چکا تھا بے ساختہ وہ چیخ اٹھا اس کی دردناک چنگھاڑ سے ہال کی چٹانی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں دونوں حبشی بری طرح بوکھلا اٹھے شیطانی مجسمہ بھی تڑپنے لگا اور پھر چند لمحوں میں ریزوں میں بکھر گیا آخ آیت الکرسی والا لاکٹ الماس کے خون میں تیرتا ہوا ایک جانب بہہ نکلا تلبیس پورے ہال میں اذیت سے چیختا ہوا ناچ رہا تھا اور اس کی چیخیں پورے علاقے

میں گونج رہی تھیں اس کی چیخوں میں اتنا درد تھا کہ دھرتی پر کپکپاہٹ طاری ہو گئی پہاڑوں پر رعشہ کی کیفیت طاری ہو گئی اور فلک بوس پہاڑ ریت کی صورت میں زمین بوس ہونے لگے پہاڑوں کا یوں ٹوٹنا پتھروں کا چٹخنا اور چٹانوں کا گرنا ایک قیامت کا شور بلند ہو رہا تھا میلوں دور تک کوئی آبادی نہ تھی لیکن یہ شور سینکڑوں آبادیوں میں سنا گیا تھا چیختے چلاتے تلبیس ساکت ہو کر گر پڑا اس کا پورا جسم ساکت ہو چکا تھا دیکھتے ہی دیکھتے اس کا جسم ایک سنگی مجسمے کی صورت اختیار کر گیا جس کی آنکھوں میں زندگی کی چمک محسوس ہوتی تھی زمین میں دراڑیں پڑنے لگیں اور بلند و بالا پہاڑ ان دراڑوں میں زمین کی گہرائیوں میں اتر گئے تقریباً" ایک ساکت گزر جانے کے بعد وہاں دور دور تک جہاں تک نگاہ کام کرتی وسیع ترین میدان نظر آتا جس کے وسط میں ایک سنگی مجسمہ پڑا تھا جس کی آنکھوں میں زندگی موجود تھی یہ تو انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک معمولی نشانی ہے کہ دیکھو جو لوگ حد سے تجاوز کرتے ہیں خدا کی برابری کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کا انجام کتنا عبرت ناک ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر کسی کو اس کی حیثیت کے مطابق سزا دیتا ہے کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا اگر کوئی غریب ہے تو کوئی امیر کوئی شہنشاہ ہے تو کوئی گدا اور تم کیا جانو کہ اللہ کے کس کام میں کیا حکمت ہے اے کم عقلو زیادہ کے لالچ میں نہ پڑو اگر تم خود کو کسی سے کمتر سمجھتے ہو تو اپنے سے برتر کو نہیں بلکہ اپنے سے بدتر اور کمتر کو دیکھو کہ وہ بھی زندہ ہے اور خدا کا شکر گزار ہے تو پھر تم ناشکرے کیوں ہوتے ہو جتنا تمہیں مل گیا ہے اسی کے لئے سجدہ شکر کرو تلبیس نے بھی زیادہ کا لالچ کیا اور اس انجام کو پہنچا وسیع ترین میدان میں اس کا سنگی مجسمہ پڑا تھا اچانک زمین رونے لگی زمین سے پانی ابلنے لگا اور دھرتی پر رقت طاری ہو گئی زمین سے پانی چشموں کی مانند ابلتا رہا تلبیس کا مجسمہ اس پانی میں ڈوب گیا اس وقت زمین اتنا روئی کہ اس کے بہنے والا آنسو آجتک خشک نہ ہو سکے وہ آج بھی دنیا میں سمندر کی شکل میں موجود ہیں آنسو بھی نمکین ہوتے ہیں اور سمندر کا پانی بھی جس کی گہرائیوں میں کہیں تلبیس کا مجسمہ غرقاب تھا کچھ عرصہ پہلے ایک خبر اخباروں میں دیکھنے میں آئی تھی کہ انگلینڈ کے ایک ادارہ سی ایگل نے بحیرہ سائیچلز کے قریب سے ایک انسانی مجسمہ دریافت کیا ہے جو ہزاروں سال قدیم ہے اور ہزاروں سالوں سے ہی پانی میں غرق تھا اس کے باوجود مجسمے کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی اور حیران کن بات یہ تھی کہ مجسمے کی آنکھوں میں ایک نامعلوم سی پراسرار کشش محسوس کی جاتی تھی جس کے باعث ایک عجیب سا خوف محسوس کیا جاتا تھا کہ ایک نظر میں یوں محسوس ہوتا جیسے مجسمے کی آنکھوں میں زندگی موجود ہو یہ مجسمہ لندن کے عجائب گھر میں نصب کروا دیا گیا ہے (ماہنامہ ورلڈ نیوز) یقین کے ساتھ تو کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ مجسمہ؟

----تلبیس کا ہی ہو؟----

(ساحر جمیل سید، چیئرمین تھرسٹ ہاک ایسوسی ایشن c/o سید رضا مہدی ناظم پوسٹ آفس مظفر گڑھ)

★★★★★★

بتا تو دیتے

یونہی چھوڑ کر چلے گئے ہو جان من
ہماری غلطی کیا تھی بتا تو دیتے
ہم نے تمہیں پیار ہی کیا ہے جرم تو نہیں
اگر جرم ہے تو اس کی سزا تو دیتے
ہمیں تم سے پیار تھا اور کچھ ذہن میں نہیں
اگر تمہارے ذہن میں کچھ تھا تو سمجھا تو دیتے
ہم سے بڑھ کر تم کو کون چاہتا تھا اس زمانے میں
اگر کوئی چاہتا تھا تو ہمیں دکھا تو دیتے
خودغرضی کے اس دور میں تم نے ہمیں چھوڑنا ہی تھا
تو اس دنیا سے ہمارا نام و نشاں مٹا تو دیتے
کیوں ہمیں عمر بھر جلانا چاہتے ہو سانول
آگ جو بھڑکائی ہے سینے اس کو بجھا تو دیتے

آصف سانول۔ چشتیاں

سنہرے خواب

پھولوں کی مہک میں
تاروں کی چھاؤں میں
تو کتنی حسین لگتی ہے یہ دنیا
بالکل پریوں کے دیس جیسی
اور اس دیس میں ایک پری
اپنے خوابوں کو سنہرا رنگ دیئے
کسی کا انتظار کرتی ہے
وہ جو بہت اپنا سا ہے

رخسانہ آفتاب

خوفناک حقیقت

اسماء الرحمان، لاہور

"خوفناک حقیقت" یہ بالکل حقیقت پر مبنی کہانی ہے۔ اس کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے مجھے دلائل نہیں دینے پڑیں گے۔ بلکہ قارئین کرام آپ خود میری بات سے اتفاق کریں گے۔

"مذہب اسلام" جس میں کالا جادو حرام ہے۔ نا صرف کالا جادو بلکہ جادو کرنے والا بھی لیکن آج بھی اس کے دعوے دار موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ کالے جادو کے ذریعے ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ قارئین "خوفناک حقیقت" ایک ایسی ہی حقیقی کہانی پر مبنی ہے۔ کہ ایک عورت نے اپنی خود غرضی سے دوسری عورت کا گھر برباد کر دیا۔ اس کا ہنستا مسکراتا جہاں کیسے اس سے چھین لیا۔ اس کی پرسکون زندگی میں کیسے طوفان برپا ہوا۔ اور آخر میں برائی اور برائی کرنے والے کا انجام کیا ہوا۔

میں اپنی اس کہانی میں پوری کوشش کروں گی کہ کالے جادو کے برے اعمال کو نمایاں کر سکوں۔ یہ بیان کر سکوں کہ ان چکروں میں پڑنے والا شخص کس طرح برباد ہوتا ہے میں یہ کہنا ضرور چاہوں گی کہ آپ خواہ عورت ہیں یا مرد اگر کسی کی بربادی کے لئے تعویز یا دوسرے تیسرے شیطانی عمل کروا رہے ہیں تو ٹھہر جائیں۔ بس صرف ایک بات کو سوچئے۔ کہ آسمان پر ایک ذات پاک اللہ تعالیٰ بھی ہے۔ جو بے نیاز ہے اور ہر چیز پر قادر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اس کنویں میں گر جائیں جو آپ نے کسی اور کے لئے کھودا ہے۔

★ -- ★ -- ★

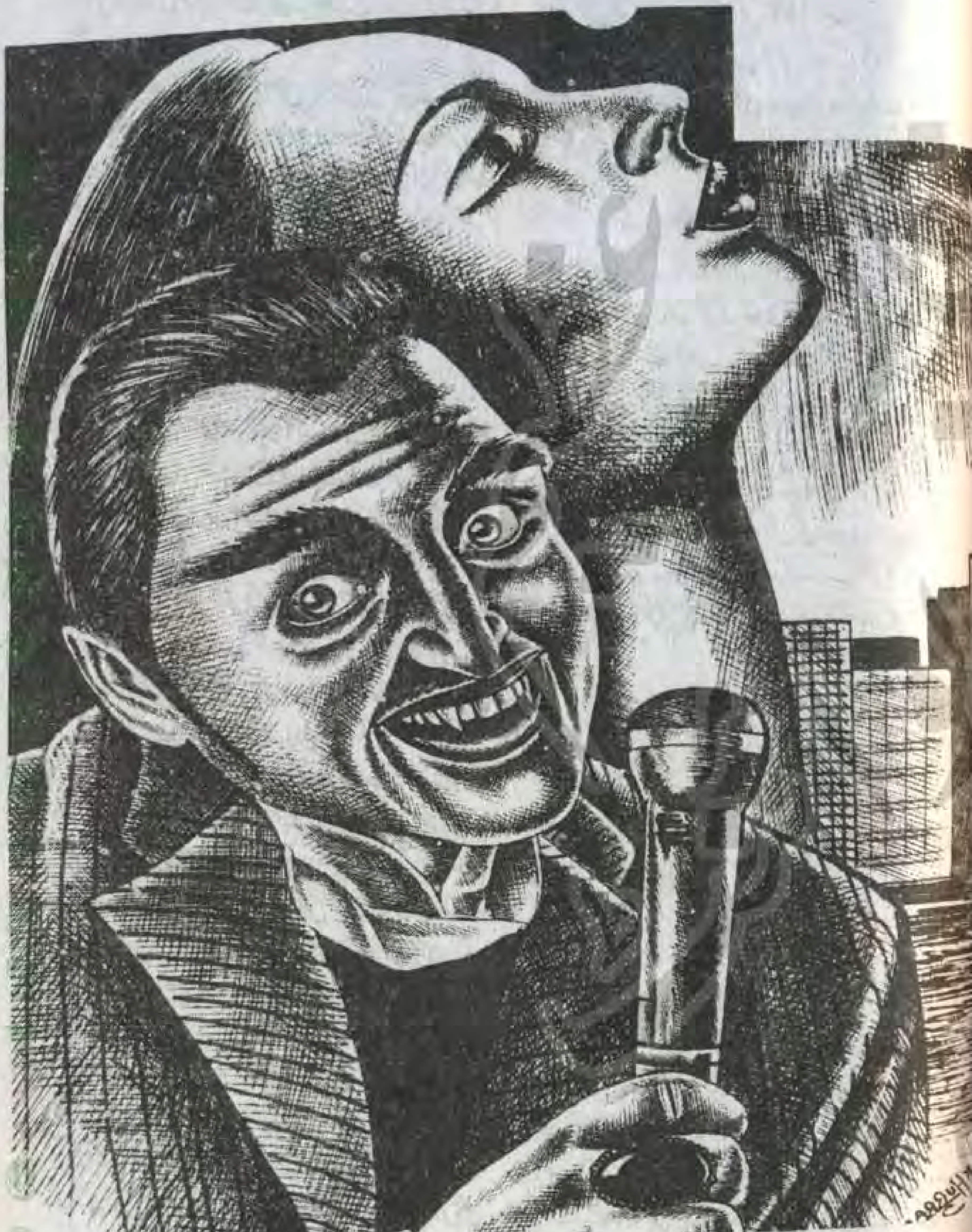
عشاء کی نماز کا وقت بالکل قریب تھا۔ سائرہ کچن سے جلدی سے باہر آئی اور وضو کرنے کے لئے چلی گئی آج ذرا سی دیر ہو گئی تھی اور ابھی کچن کا کچھ کام باقی تھا لیکن نماز سے بڑھ کر اس کی زندگی میں کسی دوسرے کام کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ کہ اسی دوران اذان ہو گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو گئی۔

سائرہ پانچ بھائیوں کی ایک اکیلی بہن باپ تو پہلے سے فوت ہو چکا تھا ماں تھی جس نے اس کی اس قدر اچھی تربیت کی تھی۔ نا صرف سلیقہ شعار، عقل مند، بلکہ ایک مکمل مسلمان عورت تھی جس نے دنیا کو بیچ آخرت کی کھیتی سے زیادہ کچھ نہ سمجھا تھا۔

عنقریب سائرہ کی شادی اس کے کزن ظفر کے ساتھ ہونے والی تھی۔ ساری تیاریاں مکمل تھیں۔ ظفر پڑھا لکھا اور اپنے بزنس کا مالک تھا۔ بچپن میں ان کی منگنی ہو چکی تھی بچپن سے جوانی کو آ پہنچی تھی لیکن آج تک سائرہ کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس کا ہونے والا شوہر کیسا ہے۔ کیونکہ وہ ظفر سے کبھی ملی نہیں تھی اگر ظفر کبھی گھر آ جاتا تو وہ اوپر والے کمرے میں بند ہو جاتی۔ کبھی فون کرتا اور یہ کہہ دیتا کہ میں ظفر بول رہا ہوں تو وہ فوراً فون اپنی ماں کے ہاتھ میں تھما دیتی۔ اس لئے ایسا تھا کیونکہ ان کے خاندان میں مذہب اسلام کی تمام روایت کو قائم رکھنے کی مکمل کوشش کی گئی تھی۔

لیکن مسئلہ یہ تھا کہ ظفر بڑا ایڈوانس اور بہت کھلے ذہن کا مالک تھا وہ سائرہ کو قطعی طور پر پسند نہ کرتا تھا۔ اسے تو ایسی بیوی چاہئے تھی جو ہر وقت سج بن کر اس کے سامنے بیٹھی رہے۔ جو خواہ پانچ وقت کی نمازی نہ ہو لیکن اس کے ساتھ بڑے بڑے ریسٹورنٹ میں کھانے اڑانے اور بڑی بڑی پارٹی میں شرکت کرنے کی حامی ہو۔ جو اس کی ماں کی قدر کرے یا نہ کرے لیکن ظفر کے لئے اس کی زبان سے ہر وقت محبت بھرے الفاظ نکلتے ہوں۔ وہ بے شک پردہ نہ کرے بلکہ غیر مذہبی اور غیر ملکی لباس مثلاً ساڑھی وغیرہ میں ملبوس ہو۔ وہ خواہ اس کے گھر کو جنت بنائے نہ بنائے لیکن بس اس کے ذہن کے مطابق ہو۔ لیکن وہ پھر بھی سائرہ جیسی شریف اور معصوم لڑکی سے شادی کرنے پر مجبور تھا۔ حالانکہ وہ خوبصورت بھی تھی اور تعلیم یافتہ بھی لیکن ظفر سے زیادہ نہیں۔

اس کی مجبوری اس کے باپ کا وہ عہد تھا جو اس نے ظفر سے لیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے وہ سائرہ سے ہر صورت شادی کرے گا۔ اور کبھی اپنی بات سے نہیں مکرے



گا۔ اس کے بعد اس کا باپ خاصا بیمار ہو گیا اور وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اچانک ٹیلی فون کی بیل بجی۔ ظفر نے ریسور اٹھایا۔

جی ---- کیا حال ہے ---- لگتا ہے مجھ سے ناراض ہو لیکن صائمہ میں کیا کر سکتا ہوں یہ شادی میری مجبوری ہے وہ میری بیوی تو ہو گی لیکن اس کا مجھ پر کوئی حق نہیں ہو گا۔ کیونکہ میں نے ابو سے اس بات کا عہد لیا تھا کہ میں سائرہ سے شادی کر لوں گا۔ ایسا نہیں کہ ساری زندگی اس مصیبت کو برداشت کرتا رہوں گا۔ اچھا ٹھیک ہے سائمہ۔ میں

ابھی آتا ہوں تم میرا انتظار کرو۔ (ظفر نے ریسور رکھتے ہوئے کہا۔)

صائمہ ظفر کی پرسنل سیکرٹری کی حیثیت سے اس کے آفس میں کام کرتی تھی اور ان دونوں کو ایک دوسرے کو محبت کے خواب دیکھتے ہوئے چار سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ ظفر جب صائمہ سے ملنے کے لئے پہنچا تو وہ پھٹ پڑی ظفر تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔۔۔۔۔ تم نے مجھے برباد کر دیا ہے کیا یہ ہی ہے تمہاری محبت کے تم مجھے نہیں مل سکتے کسی اور سے شادی کر رہے ہو۔ (صائمہ روتے ہوئے کہنے لگی)

نہیں۔۔۔۔ نہیں صائمہ ایسا نہیں ہے۔۔۔۔۔ میں تمہیں کیسے سمجھاؤں اچھا آنسو صاف کرو۔ ظفر کل بھی تمہارا تھا آج بھی تمہارا ہے اور ہمیشہ تمہارا رہے گا۔ میں شادی کے کچھ عرصہ بعد اس کو طلاق دے دوں گا۔ مجھ پر ایک بار یقین کروں (ظفر التجا کے انداز میں کہنے لگا)

نہیں ظفر تم کو تمہارے دھوکے کی سزا تو میں ضرور دوں گی۔ اب میری محبت نفرت میں بدل کر رہنے لگی۔ بس چلے جاؤ یہاں سے تم میں کہتی ہوں دور ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے (وہ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی)

صائمہ یاد رکھو محبتوں کے ناطے بہت مضبوط ہوتے ہیں اور جب کسی سے سچی محبت کی جائے تو ہر طوفان کو برداشت کر کے بھی اس سے نفرت نہیں کی جاتی اور اگر تم ایسا کرو گی تو تمہاری محبت، محبت نہیں فریب ہوگا۔ (وہ بڑے حوصلے سے یہ الفاظ کہہ کر صائمہ کا جہاں چھوڑ کر باہر نکلا)

کچھ عرصہ میں ظفر کی شادی سائرہ سے ہو گئی۔ اگر سائرہ اور ظفر کے درمیان پہلے سے ایک دوسرے کے خیالات پڑھنے کا کبھی موقع مل جاتا تو شاید ان کے درمیان یہ مسئلہ کبھی حائل بھی نہ ہوتا۔ ظفر نے آج تک سائرہ کے بارے میں جو کچھ سوچا تھا وہ بالکل اس سے ہٹ کر تھی وہ نا صرف خوبصورت تھی بلکہ باذوق اور سلیقہ شعار بھی تھی۔ اس کی ذہنیت اسلام کے مطابق تھی اور ہرگز تنگ مزاج نہ تھی۔ وہ لال جوڑے میں سجی حور لگ رہی تھی۔ اس کے شباب کی رعنائی کسی کو بھی پاگل کر سکتی تھی اس کی جھکتی نگاہوں میں کمال کا نشہ تھا۔ لیکن سادگی اس قدر کہ اس کو برقعے میں رخصت کیا گیا تھا۔

وہ پہلی صبح ہی نماز پڑھنے کے بعد کچن کے کام کاج میں لگ گئی۔ ساس نے دیکھا تو چیخ اٹھی بیٹی ابھی تم اس گھر میں آئی ہو ساری زندگی کچن کا کام سنبھالنا ہے۔۔۔۔۔ لیکن وہ کہنے لگی کہ امی جان یہ تو عورت کے فرائض ہے اور مجھے خود کو ایک نا صرف اچھی بیوی ثابت کرنا ہے بلکہ ایک اچھی بہو بھی اور ظفر کی ماں نے اس کے سر پر پیار دیا اور کچن سے باہر آ گئی۔

شروع شروع میں ظفر کا رویہ سائرہ کے ساتھ بیج بیج بہت برا تھا وہ اسے بہت برا اور پرانے زمانے کی عورت خیال کرتا تھا۔ لیکن سائرہ تھی کہ خاوند کی ہر بات ایسے سنی ان سنی کر دیتی ہے۔ جیسے انہوں نے کچھ کہا ہی نہیں ظفر اٹھتے بیٹھتے اسے ڈانٹتے، طلاق کی دھمکیاں دیتے لیکن وہ ہر صورت میں ضبط کرتی۔ جبکہ ظفر کی فیملی اس سے بہت خوش تھی ہر وقت ماں کے منہ سے سائرہ کی تعریفوں کے پھول جھڑتے کہ آہستہ آہستہ اسے خود کو بدلنا پڑا۔ وہ اس کی خوبیوں اس کی اچھی عادتوں کو تسلیم کرنے کا قائل ہی ہو گیا۔ جب ظفر کا ذہن بدلا تو وہ سائرہ میں دلچسپی لینے لگا اور یوں سائرہ کا آشیانہ پھر مکمل ہو گیا

دوسری طرف صائمہ تھی۔ جو کہ ظفر سے انتقام لینے کے چکروں میں تھی ظفر تو سچ مچ بدلتا جا رہا تھا وہ اب دیر گئے تک صائمہ کے ساتھ آفس میں نہ رہتا تھا بلکہ اپنے گھر جو کہ سائرہ کی آمد سے جنت بن چکا تھا اس جنت کی ٹھنڈی چھاؤں میں رہنا چاہتا تھا۔

دیکھو ظفر آج کل تمہارا رویہ سرے سے بدل گیا ہے آج تم میرے ساتھ شام کا کھانا کھاؤ گے۔ (صائمہ نے ظفر کو آزماتے ہوئے کہا)

دیکھو صائمہ ماضی کو بھول جاؤ۔ اب تم صرف میری سیکرٹری بن کر رہو۔ میری پرسنل لائف میں انٹرفیئر مت کیا کرو۔ آج میں نے سائرہ کے ساتھ کھانا کھانا ہے۔ اور وہ میرا انتظار کر رہی ہو گی وہ بیگ اٹھاتے ہوئے آفس کے کمرے سے باہر نکل گیا۔ صائمہ نے سنا اور اس کے تن بدن میں جیسے آگ لگ گئی ہو۔ وہ فیصلہ کر چکی تھی کہ ظفر کو وہ اب روتے دیکھے گی۔

اس کے لئے اس نے اپنی ماں سے کہا کہ وہ شائلہ (ظفر کی بہن) کے رشتے سے انکار کر دیں کہ ہم اپنے بھائی کی شادی اس سے نہیں کریں گے لیکن صائمہ کی ماں نہ مانی تو یہ شادی بہت پہلے طے ہو چکی تھی اس نے دوسرا راستہ اختیار کر لیا۔ یعنی اس کی محبت نفرت میں بدلی۔ اور اس نے کالا جادو کروانے کے لئے جادوگر سے رابطہ قائم کر لیا جو بڑا مانا ہوا تھا۔ اور اب اسے وہ سب کرنا تھا ہر صورت جو کہ جادوگر کا حکم ہوتا۔ صائمہ نے ایک غلط راستہ اختیار کیا۔ اندھیروں میں بند وہ شخص جس کا رنگ کالا بلکہ کالا سیاہ تھا۔ اس کی آنکھوں میں جادو تھا کالا جادو اس کی آواز جنگلی بھیڑیے کی طرح تھی اس کے ہاتھوں پر ایک ایک گز لمبے بال تھے۔ وہ شخص اس قدر بھیانک تھا کہ اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ جہاں میں اگر حسن ہے تو بدصورتی بھی بہت ہے۔ وہ ہر وقت ایسی آوازیں نکالتا تھا جیسے سانپ پھونک رہا ہو۔ اس کے ایک طرف خون سے بھرا ہوا پیالہ تھا اور ایک طرف آگ۔ اور اگر اس آگ میں غور سے دیکھا جاتا تو خود اس کا اپنا چہرہ جل رہا ہوتا اور وہ یہ دیکھ کر وحشی دکھائی دینے لگا تو۔۔۔۔ تو صحیح مقام پر پہنچ چکی ہے۔۔۔۔۔ ہاں صحیح مقام پر۔۔۔۔ میں جانتا ہوں تو کس لئے آئی ہے۔۔۔۔۔ وہ تیرے قدموں کی خاک بن جائے گا۔۔۔۔ لیکن اس کے لئے تجھے قربانی دینا ہو گی ہاں قربانی اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو کالا جادو شروع نہ ہو گا (وہ بولنے لگا تو خوفناک سماں اور بھی بھیانک ہو گیا)

کیسی قربانی۔۔۔۔ مجھے کچھ بتائیے۔۔۔۔۔ بس سب کچھ کر گزروں گی۔ لیکن میں ہر صورت ظفر کو برباد دیکھنا چاہتی ہوں بکھرا ہوا (صائمہ نے روتے ہوئے کہا) ہاں تو سن تجھے کرنا یہ ہو گا کہ یہاں شہروں سے دور ایک ویران قبرستان ہے جہاں لوگ اب مردے دفن نہیں کرتے وہاں ایک بہت گہرا گڑھا ہے اس میں ایسا کیچڑ ہے جو چاند کی دسویں رات کو خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے اس دن اس قبرستان میں کالے جادو کا راج ہوتا ہے صرف کالا جادو اور صرف کالا جادو تجھے وہاں نویں کی رات 12 بجے جانا ہو گا اور دسویں کا سورج نکلنے سے پہلے واپس آنا ہو گا۔ دسویں کی رات تو جب دوبارہ وہاں 12 بجے جائے گی تو سارا منظر تیری نگاہوں کے سامنے ہو گا اور تجھے خون اس گڑھے میں بھرا ہوا خون لانا ہو گا پھر میں شیطانی عمل شروع کر سکوں گا لیکن دیکھ اگر تو خوف زدہ ہو گئی یا ناکام لوٹی تو میں تجھے ایک پل میں مار ڈالوں گا یعنی آگے تیری زندگی اور ظفر کی بربادی اور پیچھے تیری موت اور ظفر کی کامیابی ہو گی تو سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے تجھے وہاں جانا ہو گا۔

لیکن یہ کام میرے لئے بڑا مشکل ہے۔ میں کیسے کروں گی۔ (صائمہ گھبراتے ہوئے بولی) ہماری دُنیا کے کام مشکل ہیں ناممکن نہیں اور تجھے ایسا کرنا ہو گا (وہ چیخ کر بولا)

صائمہ یہ سن کر بہت پریشان تھی کافی عرصہ اسی پریشانی میں گزرا دوسری طرف اس نے آفس بھی چھوڑ دیا تھا اور ظفر شکر کر رہا تھا کہ اسے صائمہ کی بک بک سے نجات مل گئی۔

نویں کی تاریخ تھی اور وہ بہت گہری نیند سو رہی تھی جیسے سب کچھ بھول گئی ہو کہ اچانک کمرے میں اسے ایسا محسوس ہوا کہ کالا سیاہ آدمی نمودار ہو گیا ہے اس نے اسے بالوں سے پکڑ کر اٹھایا اور کہنے لگا۔ اپنے مقصد پر نکل۔

صائمہ ڈرتے ہوئے گھر سے روانہ ہوئی شہر سے دور یہ قبرستان کافی دور تھا رات کی تاریکیوں میں اس نے اپنی گاڑی باہر نکالی اور ساتھ ہی پستول بھی رکھ لیا۔ اور ہاتھ میں ایک بیٹری بھی پکڑ کر گاڑی میں سوار ہوئی اور راستے میں اس کی گاڑی کو دھکا لگا اور وہ جام ہو گئی صائمہ کی پریشانی کی حد نہ رہی کہ اسی دوران سفید لباس میں ملبوس ایک شخص نمودار ہوا۔ جس کے چہرے سے نور برس رہا تھا۔ اس بزرگ کے گلے میں تسبیحاں لٹک رہی تھیں ایک چھڑی اس کے ہاتھ میں تھی۔

ٹھہر جا لڑکی۔۔۔۔ تو جس طرف جا نکلی ہے وہاں تیری بھی بربادی کا سامان موجود ہے۔۔۔۔۔ اپنے انہی قدموں سے واپس لوٹ جا اسی میں تیری بھلائی ہے۔۔۔۔۔ اور تجھے کچھ حاصل نہ ہو گا۔۔۔۔۔ خالی ہاتھ رہ جائے گی لوٹ جا وہ بزرگ بولے تو پھول جھڑنے لگے۔

لیکن صائمہ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اس پر تو جیسے کوئی جادو سوار تھا اور وہ کہنے لگی۔ یہ آنے والا وقت بتائے گا کہ برباد کس کو ہونا ہے اس کا یہ کہنا تھا کہ وہ بزرگ ہستی غائب ہو گئی اس نے تو صائمہ کو سیدھی راہ دکھائی یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنے لئے غلط رستے کو صحیح سمجھ بیٹھی تھی۔

کہ اچانک اس کی گاڑی پھٹ کی آواز سے چل پڑی اب اس کی گاڑی بالکل اسی جگہ پر رکی جہاں کا جادوگر نے کہا تھا وہ بڑی ہمت سے باہر نکلی بیٹری بھی ہاتھ میں تھی وہ رات کیا تھا۔ سیاں سیاں کی آوازیں آ رہی تھیں وہ آگے بڑھی کہ ایک اژدھا اس کے سامنے سے تیزی سے گزر گیا۔ وہ چونک کر رک گئی مگر پھر آگے بڑھی۔ جوں جوں وہ آگے بڑھ رہی تھی خوف اور دہشت بڑھتی جا رہی تھی۔ جب اس نے دور سے اس گڑھے کو دیکھا۔ جو کہ کیچڑ سے بھرا پڑا تھا وہ آگے بڑی تو اس نے دیکھا کہ کفن سمیت مردے بڑی تیزی سے اس گڑھے کے گرد ناچ رہے ہیں۔ جونہی ان کی نظر

صائمہ پر پڑی تو آواز گونجی۔

تو بھی ہماری طرح ایک دن یہاں پر ہو گی (یہ سنا تھا صائمہ نے اپنا ہاتھ دل پر رکھ لیا اور اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا) ہاں آج نویں کی رات ہے ہم کالا جادو کرواتے تھے۔ اس کالے جادو کا اثر تھا کہ ہم ایسے مرے کہ ہمیں لاشیں بھی نہ مل سکیں۔ ہم ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ کل دسویں کی رات جب یہ کیچڑ خون کی شکل اختیار کرلے گا تو ہماری جانوں کو سکون ملے گا۔ ہم وہ خون پینا شروع کر دیں گے۔ اور وہ دن سال میں ایک بار آتا ہے جب ہم کو سکون میسر آتا ہے وہ رات بڑی خوفناک ہوتی ہے صرف اور صرف کالا جادو کا راج ہوتا ہے یہ خوفناک حقیقت ہے جس کو تو نے جان لیا ہے ہاں یہ کالا جادو کی خوفناک حقیقت ہے۔ صائمہ پاؤں کے انگوٹھے سے لے کر سر کے بالوں تک کانپ رہی تھی۔ وہ کانپتی ہوئی واپس مڑی اور اپنی گاڑی کے پاس آکر رک گئی۔ اسی دوران اس نے دیکھا کہ دور کسی گاڑی کی لائٹ نظر آرہی ہے اچانک اس نے دیکھا کہ وہ اس کے بہت قریب آچکی ہے۔ اس کے اندر ایک خوبصورت ہینڈسم اور گڈ لوکنگ لڑکا بیٹھا ہوا تھا۔

اس نے صائمہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا میں جانتا ہوں آپکی گاڑی خراب ہو گی اور رات کی تاریکیوں میں آپ تنہا ہیں۔ مجھ پر بھروسہ کرو میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔ صائمہ بھی نا جانے کیوں اس سے اتنا متاثر ہوئی کہ بیٹھ گئی ابھی گاڑی کچھ ہی دور گئی تھی کہ صائمہ نے محسوس کیا کہ اس لڑکے کے پاؤں کی کھال اترتی جا رہی ہے آہستہ آہستہ اس نے دیکھا گاڑی بھی تیز ہوتی جا رہی ہے اس نے اچانک اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو صرف ہڈیوں کے سوا کچھ نہ تھا یعنی وہ ڈھانچے کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ صائمہ نے زوردار دھکا لگایا اور گاڑی سے باہر گر گئی۔ اچانک وہ گاڑی اس ڈھانچے کے ساتھ غائب ہو گئی۔

صائمہ اگر پہلے اپنی گاڑی کی طرف واپس جاتی تو پھر مصیبت میں پھنس سکتی تھی اور آگے جانے کے لئے پیدل چلنا نہ صرف ناممکن تھا بلکہ بالکل ناممکن تھا۔ صائمہ ایک درخت کے نیچے سہم کر بیٹھ گئی۔ کہ اسی دوران وہی بزرگ ہستی نمودار ہوئی اور یوں کہنے لگی۔

ہاں، ہاں میں نے تجھ سے کہا تھا مت جا اس طرف ---- ابھی تو نے ایک قدم اٹھایا ہے اور اتنی مصیبتوں میں پڑی ہے۔ سوچ خود سوچ کس رستے پر چل رہی ہے میں تجھے سیدھی راہ دکھانا چاہتا ہوں۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تیری آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے تو کچھ نہیں جانتی۔

اس کی مثال بلکہ ایسے ہی تھی کہ شیطان اور نیک لوگوں کے درمیان جنگ فتح کس کو ہو گی یہ تو آگے چل کر پتہ چلے گا۔ وہ بزرگ ہستی مسلسل صائمہ کی راہنمائی کر رہی ہے لیکن صائمہ کی آنکھوں پر انتقام کی پٹی بندھی ہوئی ہے جو آہستہ آہستہ خوفناک حقیقت بن جائے گی۔ جونہی وہ بزرگ ہستی غائب ہوئی۔ صائمہ کی گاڑی جو کافی میل دور وہ پیچھے چھوڑ آئی تھی اب اس کے سامنے اس بزرگ کی کرامت سے کھڑی تھی۔ لیکن صائمہ کی سمجھ میں تو کچھ نہ آرہا تھا۔

دوسری طرف جب وہ اس جادوگر کے پاس پہنچی تو رو رو کر بیان کرنے لگی کہ اس کو اس کام میں کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تو اچانک چیخ اٹھا اور وہ گھبرا سی گئی۔

دیکھ ---- آج کے بعد میں یہ نہ سنوں کہ تو نے میرے کہنے پر بڑی مشکلات کا سامنا کیا ---- یہ میرا مسئلہ نہیں ہے ----- اور تیرا کام صرف دسویں رات تک ہی ہو گا اب تجھے کل رات پھر جانا ہے اور اگر ناکام لوٹی تو مار ڈالوں گا تجھے (وہ جادوگر چلایا)

دوسری طرف ظفر اپنی فیملی کے ساتھ بڑا خوش تھا۔ ان کا آشیانہ تھا کہ دُنیا کا سب سے حسین گلشن مسرتیں ہی مسرتیں ان کی ہر دن عید اور رات شب رات سے کم نہ ہوتی تھی۔ ظفر کے سائرہ کے متعلق تمام خیالات غلط تھے اس نے تو ظفر کے گھر کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا تھا۔ دوسری خوشی کی بات یہ ہوئی تھی کہ ظفر ایک چاند سے بیٹے کا باپ بن چکا تھا۔ اس ننھے سے گلاب کی خوشبو سے سارا گھر مہک اٹھا تھا۔ ظفر کی ماں کو تو جیسے پوری کائنات مل گئی ہو اتنی وفادار بہو کے سارے گھر کو سنبھالے ہوئے تھی۔ یہ گھر پورے محلے داروں کے لئے مثالی گھر تھا جس میں لڑائی جھگڑا نہیں ہوا تھا۔ اور سکون ہی سکون ہوتا تھا۔

دوسری طرف صائمہ تھی جو اپنے ہی انتقام کی آگ میں خود ہی جل رہی تھی۔ جب صائمہ کو خبر ہوئی کہ ظفر کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی ہے اور اس خوشی میں تو وہ اپنا سب کچھ بھول چکا ہے۔ صائمہ کو تو جیسے غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور وہ اس وقت دیکھنا حال اور غصے میں تڑپتی ہوئی اس جادوگر کے پاس پہنچی ماں نے لاکھ روکا لیکن وہ کہاں کسی کی سنتی ہے اپنی مرضی کی مالک ہے۔ باباجی ---- یہ آپ کا جادو کب شروع ہو گا ----- میں اسے برباد دیکھنا چاہتی ہوں۔ اور وہ تو اپنی دُنیا میں بہت آباد ہے ----- اب اس کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی ہے اور وہ بہت خوش ہے ---- (صائمہ اس انداز میں کہنے لگی جیسے وہ مطمئن نہ ہو۔)

دیکھ لڑکی میں جانتا ہوں تجھے اس کا بیٹا سب سے بڑا کانٹا محسوس ہوتا ہے ----- تو چاہتی ہے کہ وہ مر جائے ہے نا ---- تو فکر نہ کر یہ قیامت ٹوٹ جائے گی ظفر پر ----- بس آج کی رات تو جا کر خون لے آ اور پھر دیکھ کیسے اجڑ جائے گا وہ ---- (وہ جادوگر اس کو مطمئن کر رہا تھا۔)

آج دسویں کی رات تھی وہ اس جگہ پہنچ چکی تھی۔ گاڑی سے قدم باہر نکالا تو کیا دیکھتی ہے کہ اس قدر اندھیرا ہے کہ کچھ دیکھائی نہیں دیتا ----- اس نے تمام اہم چیزیں پکڑیں اس کے اور گڑھے کے درمیان اتنا ہی فاصلہ تھا کہ پانچ دس منٹ کا رستہ یہاں درختوں کا جنگل سا معلوم ہو رہا تھا میاں، میاں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہ جوں ہی آگے بڑھی ایک سانپ اس کے گلے سے لپٹ گیا وہ چیخ اٹھی وہ اچانک زمین پر گر گئی کہ اچانک سانپ غائب ہو گیا۔ اب وہ گڑھے کے قریب پہنچ چکی تھی۔ آج بھی وہ مردہ انسان جو کفن میں لپٹے ہوئے تھے اور اس گڑھے کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ کہ اچانک ایک زوردار قہقہہ لگا اور وہ اس سے بھر گڑھے میں گر گئی اور یوں معلوم ہونے لگا جیسے خون میں اسے کسی نے غسل دیا ہو۔

وہ بڑی بے حال ہو کر اس گڑھے سے باہر نکل آئی۔ اور خون حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو گئی۔ جب وہ گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی تو بڑے حیران کن منظر کی طرح اس پر سے خون آہستہ آہستہ غائب ہونے لگا۔ اور یہاں تک کہ جب وہ مطلوبہ مقام پر پہنچ گئی تو سوائے اس کی پیشانی کے باقی کسی جگہ پر خون نہ تھا یعنی اس کے ماتھے پر خون کا ایک داغ پڑ گیا تھا بے حد کوشش کے باوجود بھی وہ داغ نہ مٹا۔

بابا ---- باباجی یہ ہے وہ خون جس کے لئے میں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ دی تھی۔ (اس نے جادوگر کی طرف وہ خون بڑھاتے ہوئے کہا)

ہاں ---- ہاں بس اب تو جا اور دیکھ آہستہ آہستہ بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے ----- ظفر کی بربادی کا دور شروع ہو گیا۔ کالا جادو شروع ہو گیا۔ سب ڈوب جائے گا ---- اس پیالی بھر خون میں سب کو اس کا نقصان ہو گا۔ بس اب تو جا ---- اور وہ جادوگر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

یہ کالے جادو کا نہیں بلکہ "خوفناک حقیقت" کا آغاز ہو چکا تھا جو نہ ۔۔۔ ظفر بلکہ خود صائمہ کے لئے بھی ناقابل فراموش تھا۔

سائرہ اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی۔ ظفر کا بیٹا دانش بڑی بے خبری سے سو رہا تھا۔ کہ (سائرہ) اٹھی اور قریب پڑا ہوا رسالہ پڑھنا شروع کر دیا۔ کہ اچانک اسے محسوس ہوا کہ باہر کافی تیز ہوا بلکہ آندھی چل رہی ہے اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا تو کیا دیکھتی ہے کہ بادل ایسے گھر کر آتے ہیں کہ بارش ابھی ہوئی ابھی ہوئی۔ وہ دانش کو وہاں کمرے میں سوتا چھوڑ کر باہر آئی تو حیران رہ گئی۔

باہر تو تیز دھوپ اور بلا کی گرمی تھی۔ لیکن اس کو وہ اپنی غلط فہمی بھی تو نہیں کہہ سکتی اس نے اپنی تصدیق کے لئے دوبارہ کھڑکی سے جھانکا تو پھر کیا دیکھتی ہے کہ بارش ہو رہی ہے۔ سائرہ سے رہا نہ گیا اور اپنی نند ثمائلہ کو آواز دی۔

ثمائلہ باہر کیا بارش ہو رہی ہے۔ (سائرہ نے آواز دی)

ارے بھابھی کیا ہو گیا ہے۔ باہر تو سخت گرمی ہے وہ یہ کہتی ہوئی اندر آئی تو سائرہ نے کہا وہ سامنے کھڑکی سے باہر دیکھو بارش ہو رہی ہے لیکن جب وہاں پر قطعی طور پر بارش نہ ہو رہی تھی۔ ثمائلہ نے اپنی بھابھی کا مذاق اڑایا کہ ان کی خام خیالی کتنی بڑھ گئی ہے اور باہر چلی گئی۔

سائرہ دانش کے پاس لیٹ گئی کہ اچانک وہ رونے لگا ---- ایسے کہ آدھا گھنٹہ گزر گیا مگر وہ خاموش نہیں ہو رہا تھا۔ ظفر کی امی نے تجویز دی کہ ڈاکٹر کو فون کرو۔

ڈاکٹر نے کہا کہ بچے کو اکیلا مت چھوڑا کریں معلوم ہوتا ہے یہ ڈر گیا ہے بہرحال یہ سیرپ اس کو پلائیں۔

سائرہ تو بہت پریشان ہو گئی کیونکہ اس دوائی کا بچے پر کوئی اثر نہ ہو رہا تھا وہ مسلسل بے چین تھا شام میں ظفر نے دانش کی یہ حالت دیکھی تو اسے ہسپتال لے گئے وہاں اس کی حالت مزید خراب ہوتی چلی گئی۔ اسی طرح کہ ڈاکٹروں کو دیکھانے کے بعد مولوی صاحب کو دکھایا تو مولوی صاحب نے کہا۔

بیٹی ---- تو اس کو بھول جا اور ہو سکے تو اس کو اپنے سینے سے لگائے رکھ کیونکہ یہ مہمان ہے ---- کچھ ہی دنوں میں اچانک یہ تیری آغوش سے جدا کر دیا جائے گا۔
----اور بس اب تو چلی جا ---- (سائرہ کو مولوی کی کوئی بات نہ سمجھ آئی کہ آخر کون جدا کر سکتا ہے اس کے بیٹے (دانش کو اس سے۔)

سارے گھر کی خوشی کم ہو چکی تھی۔ پریشانی اور ڈر کا ماحول ہو گیا تھا۔ بچے کی حالت مسلسل خراب ہوتی جا رہی تھی اور ظفر ایک طرف علیحدہ سر پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔ وہ بھی کیا کرے سائرہ کو تسلی دے یا خود کو حوصلہ سائرہ کی ساس بار بار سر پر ہاتھ رکھ کر کہتی ہائے کس منحوس کی نظر کھا گئی ہمارے گھر کو ---- شائلہ کبھی بھابھی کو سینے سے لگا کر تسلی دیتی کہ بھابھی فکر مت کر دانش انشاء اللہ جلدی ٹھیک ہو جائے گا اور کبھی بھابھی کو سمجھاتی کہ اگر وہ حوصلہ ہار گئے تو باقی سب کا کیا بنے گا۔

پھر ایک شام قیامت ٹوٹی۔ کالا جادو اپنے عمل سے کامیاب ہو گیا سائرہ کی ایک طرف آگ ٹھنڈی پڑ گئی لیکن ظفر برباد ہو گیا۔ سائرہ کا گھر اجڑ گیا ---- ایک ہنستا کھیلتا گھر کالا جادو کی بھینٹ چڑھ گیا۔ سائرہ دیکھ رہی تھی کہ دانش (سائرہ کا بیٹا) کی حالت مسلسل خراب تھی۔ سائرہ نے سوچا کہ اس کو دودھ پلایا جائے۔ مولوی صاحب نے کہا تھا کہ وہ دودھ میں تعویز گھول کر بچے کو پلائے۔

سائرہ کچن میں دودھ گرم کرنے لگی کہ اس نے سنا کہ منا نے ایک زوردار چیخ ماری ہے اس کے ہاتھ سے دودھ چھوٹ کر گر گیا وہ بھاگ کر وہاں پہنچی۔

منا ---- بیٹے دانش ---- منے ----
امی ---- ظفر ---- ادھر آئیں دیکھیں کیا ہوا ہے میری جان کو ---- میرے بیٹے کو ---- وہ سب اس طرف بھاگتے ہوئے آئے۔ ظفر نے دانش کو ہاتھ میں اٹھایا اور رو رو کر کہنے لگا۔

سائرہ ہمارا منا مر گیا ---- مر گیا ہمارا منا ----
ہاں، ہاں دانش سائرہ نے یہ سنا تھا کہ صدمے سے نیچے گر گئی۔ وہ ماں تھی اور ماں سے بڑھ کر اولاد کا غم بھلا کس کو ہو سکتا ہے۔ پل بھر میں سب کچھ بگڑ گیا۔ صائمہ جو چاہتی تھی وہ ہو چکا تھا۔ لیکن صرف کالے جادو کی بدولت ان پر تو جیسے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو۔ ان کی امید کی کرن بھی دم توڑ چکی تھی۔

کچھ عرصہ یوں ہی گزر گیا کہ ایک دن اچانک صائمہ کا ظفر کے آفس میں فون آیا اور وہ کہنے لگی۔
سچ مچ مجھے تو تمہارے بیٹے کے فوت ہونے کا بہت دکھ ہوا۔ ارے بھئی تمہارا پہلا بیٹا تھا ---- میں خود تمہارے گھر سائرہ کے ساتھ افسوس کے لئے آؤں گی۔
----اگر تمہیں برا نہ لگے اور صائمہ کی ہر بات میں میٹھی نفرت تھی) دیکھو صائمہ تم میری دنیا میں واپس آنے کی کوشش مت کرو ---- اور سائرہ کی تسلی اور افسوس کے لئے میں ہی کافی ہوں ---- مجھ سے بڑا اس کا کون ہمدرد ہو سکتا ہے ---- میرا خیال ہے آئندہ فون کر کے تم میرا اور اپنا وقت برباد نہیں کرو گی (ظفر نے صائمہ سے پیچھا چھڑانے میں ہی بھلائی سمجھی اور فون بند کر دیا)

بابا جی ---- بابا جی ---- سچ مچ میں آج بڑی خوش ہوں ---- آج فون پر ظفر سے میں نے بات کی ---- اس کی آواز میں غم دکھ اور درد ہی درد تھا۔
---- اسے اتنا پریشان دیکھ کر میری روح تک کو سکون پہنچتا ہے ظفر کو میں ہر طرح سے اسے کہ کئے ہوئے دھوکے کا مزا چکھاؤ گی۔ میں اسے کبھی معاف نہیں کر سکتی اب بتائے میرے لئے کیا حکم ہے۔ (صائمہ جادوگر کی بہت شکر گزار ہوتے ہوئے اسے کہنے لگی)

ہاں ---- ہاں سن اب تجھے سات انسانی کھوپڑیاں لانی ہوں گی۔ یہ تجھے اسی قبرستان سے ملیں گی ان کھوپڑیوں کو تم نے میرے پاس ہرگز نہیں لانا۔ بلکہ یہاں سے لئے کر سیدھا اس جگہ دبا دینا جہاں ظفر کے بیٹے کی قبر ہے۔ پھر دیکھ کیا ہوتا ہے ---- اور یہ وہ کالا جادو کی ہڈی ہے ---- جس سے یہ کام آسان ہو جائے گا۔ (وہ جادوگر اس کو ہڈی دیتے ہوئے کہا)

ایک بار پھر صائمہ پریشان ہو گئی ---- وہ رات گھر میں اکیلی بیٹھی یہ ہی سوچ رہی تھی کہ اچانک اس کی ماں کمرے میں داخل ہوئی۔

صائمہ بیٹی کیا سوچتی رہتی ہو ہر وقت ---- آج میں ظفر کے گھر گئی تھی اس کا بیٹا بیچارہ انجانی موت مر گیا ہے ---- میں نے سوچا شائلہ کی بات کراؤں ---- شائلہ گھر آ جائے گی تو کچھ گھر یاد سنبھال لے گی قسم تو نہ جانے کس دنیا میں رہتی ہوں۔ (اس کی ماں نے صائمہ سے کہا)
جی امی ہاں ---- بلکہ آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں اسی مہینے آپ بڑے بھائی کی شادی کر دیں ---- تیاریاں تو تمام مکمل ہی ہیں۔ (صائمہ نے اپنی ماں سے اتفاق کرتے ہوئے کہا)۔

شائلہ اور صائمہ کے بھائی شمس کی بات کافی عرصہ پہلے پکی ہو چکی تھی۔ کچھ ہی عرصہ میں شائلہ اور شمس کی شادی ہونے والی تھی لیکن صائمہ کو اب اپنے آئندہ کام کی فکر تھی جو کہ جادوگر نے اس کے سپرد کیا تھا۔

یہ رات کا نہیں دوپہر کا وقت تھا۔ گرم ہواؤں کی بدن پر بجلیاں گر رہی تھیں سماں ایسا تھا کہ خوف اور ڈر انسان کو پاگل کر دے۔ سورج آج بڑی تیزی سے ظاہر کر رہا تھا کہ کوئی اور تڑپتی ہوئی قیامت عنقریب ٹوٹے گی۔ اس قدر بھیانک وقت تو اس رات کو نہ تھا جتنا آج دوپہر میں ہے وہ اپنے دل میں سوچنے لگی۔ صائمہ آگے بڑھی۔ تو کیا دیکھتی ہے کہ بہت سی انسانی کھوپڑیوں کا ڈھیر لگا پڑا ہے۔ وہ جلدی سے آگے بڑھی کہ اچانک اس نے اس ڈھیر سے سات کھوپڑیاں اکٹھی کر لی اور واپس مڑی تو غیبی آواز گونجی۔
----مت دے کر جا ان کو یہاں سے ---- یہ تیرے لئے بھی برا ہے۔ اور اچانک آواز بند ہو گئی۔ صائمہ نے خوف کے مارے اسی شیطانی ہڈی کو پکڑ لیا۔

جب وہ آدھے راستے پر پہنچی تو ایک کھوپڑی اس نے دیکھا کہ جیسے اس میں آنکھیں مکمل ہو گئی ہیں پھر اس نے دیکھا کہ کھوپڑی کے سر پر بال آ گئے ہیں وہ جانتی تھی یہ سب خام خیالی ہے۔ اس نے جادوگر کے کہنے کے مطابق ہڈیاں اسی جگہ دفن کر دیں جب واپس مڑی۔ تو وہی بزرگ ہستی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

تو ---- گناہگار ہو چکی ---- لیکن میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اس شیطانی ہڈی کو بھی یہاں ہی دفن کر دے ---- اور اپنے دل کی میل مٹا دے ---- کیونکہ آج کے بعد میں تجھے راہ نہ دکھانے آؤں گا۔ کہ اچانک پھر وہ بزرگ ہستی غائب ہو گئی۔

لیکن صائمہ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ جادوگر نے اس کو مطمئن کر دیا کہ ایسا اس کا کام ختم ہو چکا ہے۔ کالا جادو چل نکلا ہے لیکن اب اسے سائرہ کو خون کے یہ سات قطرے بھی پلانا ہوں گے۔ صائمہ نے یہ کام بھی بڑی ہوشیاری سے کر لیا۔

کچھ عرصہ کے بعد شائلہ اور شمس کی شادی ہو گئی۔ شروع کا عرصہ تو بہت اچھا گزرا۔ صائمہ اکثر شائلہ سے بات نہ کرتی تھی اور اس کے وجود کو گھر میں ایسے سمجھتی تھی جیسے وہ ہے ہی نہیں ایک دن بہت زیادہ جھگڑا ہو گیا تو شائلہ نے سارا قصہ شمس کو سنایا۔ شمس نے صائمہ کو سمجھایا کہ وہ ایسا نہ کرے تو وہ اپنے بھائی پر ٹوٹ پڑی کہ وہ شائلہ کے لئے اس کے ساتھ ایسا سلوک کرنے لگا ہے۔

دوسری طرف سائرہ کی طبیعت اکثر خراب رہنے لگی وہ کہتی تھی کہ رات کو اس کو ڈراونے خواب آتے ہیں کوئی بدصورت شکل کا انسان اس کا گلہ دباتا ہے یعنی اسے ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے اسے کوئی مار دے گا وہ اکثر ظفر سے ذکر کرتی لیکن ظفر ہر بار نظر انداز کر جاتا۔

پھر اچانک ایک شام ظفر کی ماں لیٹی ہوئی تھی کہ اسے محسوس ہونے لگا کہ اندھیرے بڑھ گئے ہیں اور سارے کمرے میں اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا ہے اسی دوران اچانک اس پر خون کے چھینٹے پڑے اور اسے محسوس ہونے لگا کہ اس کا دم گھٹ رہا ہے اور اس طرح وہ دنیا سے رخصت ہو گئی۔ دوسری صبح سائرہ چائے لے کر گئی تو اپنی ساس کو مرے ہوئے پایا۔ ظفر سچ مچ کالے جادو کے اثر میں آ چکا تھا۔ کالا جادو اس کے بیٹے کی طرح اس کی ماں بھی انجانی موت کا تحفہ دے چکی تھیں۔

اور سائرہ کو بھی اب ایسے ہی محسوس ہوتا تھا کہ شاید کوئی اسے مار دے گا ظفر اپنی زندگی میں الجھ گیا تھا۔ دوسری طرف صائمہ کا رویہ ظفر کی بہن شائلہ سے بھی قدرے خراب تھا۔ لیکن شمس یہ برداشت نہ کر سکتا تھا وہ بڑے ٹھنڈے دماغ کا مالک تھا دوسرے وہ روایتی شوہروں کی طرح نہ تھا۔ جو اپنی ماں، بہنوں کی باتوں میں آ کر اپنا ہی گھر برباد کر لیتے ہیں اور پھر اسی بات کا صدمہ کرتے ہیں۔ لیکن شمس روز روز کے لڑائی جھگڑوں سے تنگ آ کر اپنی ماں اور بہن سے علیحدہ شائلہ کے ساتھ کسی دوسرے گھر میں شفٹ ہو گیا۔

تقریباً آدھی رات کا وقت تھا۔ سائرہ اپنے کمرے میں اکیلی لیٹی ہوئی تھی کہ اچانک اسے محسوس ہوا جیسے دروازے پر کوئی دستک دے رہا ہو۔

سائرہ نے دروازے کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا تو وہاں تو کوئی بھی موجود نہ تھا اس نے اپنا وہم سمجھ کر اس کو تصور نہ کیا کیونکہ اس کے ساتھ اکثر ایسا ہوتا تھا بلکہ وہ پریشان ہو گئی وہ دوبارہ بیڈ پر لیٹی تھی کہ اس نے دیکھا جیسے

کمرے کا دروازہ خود بہ خود بجنے لگا ہو۔ کہ اچانک اس پر خون کے چھینٹے پڑے اور وہ بے ہوش ہو گئی۔

صبح ہوئی تو ظفر سائرہ کو جگانے لگا صرف اس کی سانس جل رہی تھی اس کا جسم اور آنکھیں مردہ ہو چکی تھیں۔۔ مولوی صاحب کو بلایا گیا تو انہوں نے ظفر سے واضح الفاظ سے کہا۔

بیٹا دیکھ۔۔۔۔ تیرے لئے یہ اور بڑا صدمہ بن جائے گا۔۔۔۔ کوئی تجھے تباہ و برباد دیکھنا چاہتا ہے۔۔۔۔ پہلے تیرا بیٹا مرا۔۔۔۔ پھر ماں اور اب تیری بیوی پر خون کے چھینٹے پڑ چکے ہیں۔ اگر تو نے اپنے خاندان کی مدد نہ کی تو پھر آہستہ آہستہ یہ خون کے چھینٹے تیری بہن پر پڑیں گے اور وہ بھی مر جائے گی اس کے بعد یہ تجھ پر پڑیں گے اور تو بھی مر جائے اور اسی طرح پانچ کھوپڑیوں کا عمل مکمل ہو جائے۔ کالا جادو مکمل ہو جائے گا۔ ابھی دو کھوپڑیاں باقی ہیں۔ کیونکہ یہ کالا جادو خون اور سات کھوپڑیوں پر کیا گیا ہے۔ یعنی سات انسانی موتیں اور چھٹی موت صائمہ کی نہیں بلکہ جادوگر کی ہو گئی اور آخر میں صائمہ کو عبرتناک موت مرنا ہو گا۔ اور اگر ایک بار کالا جادو ہو جائے تو وہ ناکام نہیں ہوتا بلکہ سب کو لے ڈوبتا ہے۔

ظفر کے قدموں تلے زمین نکل گئی۔۔۔۔ آج اسے اندازہ ہوا کہ اس کو برباد کرنے والی صرف اور صرف صائمہ ہے۔۔۔۔ سچ سچ صائمہ کی محبت محبت نہیں ایک بڑا فریب تھا۔۔۔۔ اور شاید دھوکا ظفر نے صائمہ کو نہیں۔ صائمہ نے ظفر کو دیا تھا۔ آج ظفر بربادی کی اس حد کو پہنچ چکا تھا جہاں موت کے اندھیروں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔

کیا میں کچھ کر سکتا ہوں اپنے بچاؤ کے لئے اپنی اور سائرہ کی زندگی کے لئے کیا یہ کالا جادو ختم ہو سکتا ہے۔؟

دیکھ بیٹا۔۔۔ کالے جادو کا عمل شروع ہو جائے تو ختم ہونا بڑا مشکل ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ شیطان سے اپنے بندوں کی مدد ضرور فرماتا ہے۔ اگر تو سات کھوپڑیاں اس جگہ دفن کر دے جہاں صائمہ نے ایک بار انسانی ہڈیاں اس کالے جادو کی شروعات کے لئے دفن کی تھی۔ یہ جگہ تیرے بیٹے کی قبر کے قریب ہے۔ اگر تو سات گھنٹے کے اندر اندر یہ کام نہ کر کامیاب ہو گیا تو سمجھ کہ کالا جادو ناکام تو نہیں لیکن اثر ہو جائے گا۔ میں سب پتھ کر گزروں گا۔۔۔۔ میں خود قربان ہو جاؤں گا۔۔۔۔ لیکن اب مجھ میں ہمت نہیں کہ اپنے گھر سے کسی اور فرد کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر قبرستان لے جا سکوں۔۔۔۔ (وہ پورے رنج اور دکھ سے کہنے لگا)

ظفر اپنے کمرے میں بڑی بے چینی سے پھر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ جادوگر کے اس کمرے میں کیسے پہنچے جہاں وہ شیطانی عمل کرتا ہے۔ یہ زندگی اور موت کا کھیل ہو گا۔۔۔۔ ابھی وہ سوچ رہا تھا کہ ایک بزرگ ہستی کی آواز سنائی دینے لگی اس کا دل تو جیسے منور ہو گیا۔

دیکھ بیٹا وہ کھوپڑیاں مجھے حاصل نہیں کرنی پڑیں گی کیونکہ وہ صائمہ نے پہلے ہی سے تیرے بیٹے کی قبر کے ساتھ دبا دی ہیں۔۔۔۔ ہمیں غم صرف اتنا کرنا ہے کہ وہ خون کا پیالہ جو صائمہ نے اس خونی گڑھے سے بھرا تھا۔ اس کو آگ لگا دے۔ جونہی خون کو آگ لگے گی سب ٹھیک ہو جائے گا ظفر اس جگہ پہنچا جہاں وہ شخص شیطانی عمل کرتا تھا۔ وہاں اس وقت کوئی موجود نہ تھا سوائے کالے جادو کے ظفر نے جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے اس خون سے بھرے پیالے کو آگ لگانی چاہی۔ لیکن اچانک اس جادوگر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس جادوگر نے اسے اپنے سامنے کھڑا کر کے باندھ دیا۔ اور لوہے کی سلاخ گرم کرنے لگا۔ اور پھر اس نے اس کو خون میں بھگو دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ یہ سلاخ ظفر کی گردن سے پار کر آ۔ وہ بزرگ ہستی نمودار ہوئی انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

یا رب۔۔۔۔ آج تو اپنی مخلوق کو شیطان مردود پر فتح بخش دے اور انہوں نے چھڑی کا رخ اس خون بھرے پیالے کی طرف کیا۔ وہ آگ جس میں سلاخ جل کر لال ہو گئی تھی۔ اڑتی ہوئی وہ آگ اچانک خون سے بھرے پیالے کو لگ گئی۔

جادوگر چیخ اٹھا مجھے معاف کر دو۔ اچانک آگ جادوگر کو لگ گئی وہ جل کر بھسم ہو گیا۔ جوں جوں وہ جل رہا تھا کمرے کا اندھیرا روشنی میں بدل رہا تھا۔ ظفر بھی ان رسیوں سے آزاد ہو چکا تھا اس بزرگ نے فرمایا کہ یہاں سے نکل چلو۔۔۔۔ ابھی کچھ ہی دیر میں یہ جگہ کھنڈرات کی شکل بدل جائے گی۔ بزرگ ہستی نے بتایا کہ وہ خونی گڑا اب اس وقت تک کبھی دوبارہ نمودار نہ ہو گا جب تک کہ کوئی صائمہ جیسا انسان خود غرضی میں کسی کی بربادی کے لئے کالا جادو نہ کرائے۔ اور بیٹا یہ وہ ہی ہے جس نے تمہاری سائرہ کو بچا دیناوہ انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گی۔ جا تجھے تیرے رب نے کالے جادو سے محفوظ کر لیا کہ اچانک وہ بزرگ غائب ہو گئے۔ لیکن ابھی سب کچھ ختم نہ ہوا تھا کچھ ہی عرصہ میں صائمہ کی ماں مر گئی تو اتنے بڑے گھر کی تنہائیاں اسے کاٹنے لگیں کہ ایک دن اچانک اس نے محسوس کیا کہ اس کے کپڑوں پر خون کے چھینٹے پڑنے لگے ہیں۔ اچانک ایک آگ کا شعلہ بھڑکا اور صائمہ کو آگ لگ گئی۔ ابھی اس کی یہ آگ زیادہ نہ بھڑکی تھی کہ وہی بزرگ نمودار ہوئے۔

ہاں۔۔۔۔ جل رہی ہے آج تو اپنی لگائی آگ میں۔۔۔۔ بتا جادو کروانے والے برباد ہوئے یا وہ جن پر جادو کیا گیا۔۔۔۔ اگر تو اس وقت میری بات مان لیتی تو آج اس آگ میں جلتی نہیں (وہ بزرگ ہستی کہنے لگی) نہیں۔۔۔۔ نہیں مجھے معاف کر دو۔۔۔۔ مجھے معاف کر دو۔۔۔۔ ہاں میں گناہگار ہوں ظفر کی (صائمہ نے زور رو کر کہنے لگی) تو جا پھر ظفر سے معافی مانگ (بزرگ ہستی نے چھڑی کا رخ بدلا تو اچانک اس پر لگی آگ ٹھنڈی پڑ گئی لیکن ابھی تک اس کی ایک ٹانگ جل کر خاک ہو چکی تھی۔ اور وہ معذور ہو چکی تھی۔ وہ ظفر کے گھر گئی ظفر کے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے لگی۔۔۔۔ ظفر مجھے معاف کر دو۔۔۔۔ مجھے اس آگ سے بچا لو۔۔۔۔ میں تمہاری گناہگار ہوں (وہ ظفر سے کہنے لگی)۔

صائمہ اگر تم صرف میری گناہگار ہوتی تو میں تمہیں معاف کر دیتا لیکن تم تو میری فیملی ہی کی نہیں "اسلام" کی بھی گناہگار ہو۔ اور جادو کرنے یا کرانے والا شخص کبھی مسلمان نہیں ہوتا۔ تم اس دن کافر ہو گئی تھی اس دن سزا کی مستحق ہو گئی تھی جس دن تم نے کالے جادو کا آغاز کیا تھا۔۔۔۔ میں تمہاری وجہ سے بڑی مصیبتوں سے گزرا ہوں اب تمہاری باری ہے۔۔۔۔ دفع ہو جاؤ میرے گھر سے۔۔۔۔ میں تمہارا منحوس وجود ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس نے صائمہ پر اپنے دروازے بند کر دیئے۔

کہ اچانک وہ آگ صائمہ کو پھر لگ گئی اور وہ جل جل کر راکھ ہو گئی۔ شاید اگر ظفر معاف کر دیتا تو وہ بچ جاتی لیکن ایسے لوگ معافی کے حق دار نہیں ہوتے۔ یہ لوگ اس رستے پر چل نکلتے ہیں جہاں واپسی کا ہر رستہ بند ہو جاتا ہے۔ ظفر اپنے فیصلے پر بہت خوش تھا۔۔۔۔ اس وا[illegible] بزرگ کی بدولت ایک بار پھر ہنستی مسکراتی زندگی مل چکی تھی۔ وہ ایک خوبصورت بیٹے کا باپ بن چکا تھا اور پہلے بیٹے کی یاد میں اس نے اس کا نام بھی دانش ہی رکھا۔

قارئین کرام ہمیں خدائی فیصلے اپنے ہاتھ میں نہیں لینے چاہئیں۔ اگر آپ کے ساتھ کوئی برا کرتا ہے تو اسے ہر جادو وغیرہ کروانے کے بجائے خدا پر چھوڑ دیں یہاں تک کہ بددعا بھی نہ دیں۔ ہمارے پیارے نبی رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بڑے دکھ برداشت کئے مگر کبھی بددعائیں نہیں دی تھیں۔

شکریہ۔ اسماء الرحمٰن، شجاع کالونی، لاہور)

★ ---- ★ ---- ★

اپنی اپنی مجبوری

چاہت میں کیا دنیاداری عشق میں کیسی مجبوری
لوگوں کا کیا سمجھانے دو، ان کی اپنی مجبوری
میں نے دل کی بات رکھی اور تم نے دنیا والوں کی
میری غرض بھی مجبوری تھی ان کا حکم بھی مجبوری
روک سکو تو پہلی بارش کی بوندوں کو تم روکو
کچی مٹی تو مہکے گی ہے مٹی کی مجبوری
جب تک ہنستا گاتا موسم اپنا ہے سب اپنے ہیں
وقت پڑے تو یاد آ جاتی ہے اپنی اپنی مجبوری
اک آوارہ بادل سے کیوں میں نے سایہ مانگا تھا
میری بھی یہ نادانی تھی، اس کی بھی تھی مجبوری
مدت گزری اک وعدے پر آج بھی قائم ہیں محسن
ہم نے ساری عمر نبھائی اپنی پہلی مجبوری

★ .... انعم الطاف

غزل

محبتوں میں ہوس کے اسیر ہم بھی نہیں
غلط نہ جان کہ اتنے حقیر ہم بھی نہیں
نہیں ہو تم بھی قیامت کی تند و تیز ہوا
[illegible] کے نقش قدم کی لکیر ہم بھی نہیں
ہماری ذوق [illegible] سے زندگی [illegible]
تخی تو ہیں لیکن اتنے امیر ہم بھی
ہمیں بجھا دے، ہماری انا کو قتل نہ
کہ بے ضرر سہی محسن، بے ضمیر ہم بھی

★ .... [illegible]

ایک اور زندگی

تحریر: محمد فرید قریشی، سرائے صالح

جولائی کی خنک بھری رات میں چاند منہ پر بادلوں کا ہلکا سیاہ پردہ کئے ہوئے شروع رہا تھا ساون کی آمد آمد تھی۔ پردے سے جہاں روشنی دیکھنے بج جاتے تھے۔ چاند روشن تھا اور چاند تک ان کی رسائی نہ تھی۔ باہر کئی پھول کھلے تھے جنگلی خوشبو کے ساتھ جنگلوں سے اندر آجاتی اور ہوا کے ساتھ ہی واپس لوٹ جاتی۔ کوٹھڑی میں بہار آتی اور چلی جاتی۔ جیل کی کوٹھڑی میں قید شخص مچھر جیسی حقیر چیز کے آگے بھی بے بس ہوتا ہے۔ سوائے تالیاں بجانے کے ہوا میں ہاتھ ادھر ادھر مارنے کے اور وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ بین بجاتے ہوئے میری طرف آتے ہی تالیاں بجانا شروع کرتا وہ خاموش ہونے میں بھی خاموش ہو جاتا۔ کچھ دیر کے لئے مچھروں نے مجھے اکیلا چھوڑا ہوا تھا۔ رات دھیرے دھیرے کسی پرسکون ندی کی طرح بہہ رہی تھی۔ جیل کی دور دیوار میری پہنچ سے بہت اوپر تھی۔ ساتھ والی کوٹھڑی میں کوئی سگریٹ پہ سگریٹ پھونک رہا تھا۔ چھت پر جالے تاریخ کا حوالہ دے رہے تھے۔ کہیں سے مچھر یا جھینگر کی آواز آکر خاموشی اور دھوئیں میں ایک خلل ڈالتی ہوئی گزر جاتی۔ پھر وہی خاموشی وہی خاموشی جس کے لئے انسان ترستا ہے۔ یہاں پر عذاب بن جاتی ہے۔ خاموشی کی کاٹ سے بچنے کے لئے آدمی پاگلوں کی طرح خود سے کبھی دیواروں سے باتیں کرنے لگتا ہے۔ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے جانے کتنے لمحے کتنی صدیاں بیت گئی سوچ کی طویل پنسری پر وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔

اللہ اکبر۔۔۔۔اللہ اکبر!

آذان کی آواز پر میں چونک پڑا صبح ہو گئی رات بیت گئی میں مبہم سی ہنسی ہنس کر رہ گیا کہ رات ہوتی ہے بیتنے کے لئے۔ پھر اتنا حیران کیوں ہوں میں۔

چند قدموں کے دوڑنے کی آواز آئی۔ میری آنکھیں قدموں کے تعاقب میں اٹھیں کوٹھڑی اگرچہ لاک تھی۔ مگر ایک طرف کا حصہ جنگلہ نما تھا جہاں سے سپاہی ایک طرف بے چینی سے بڑھ رہے تھے۔ میرے ساتھ کوٹھڑی میں دوسرے قیدی قدموں کی بے ہنگم آواز پر اٹھ بیٹھے۔ مجھے ایسے دیکھنے لگے جیسے میری وجہ سے انکی نیند خراب ہوئی ہو۔ "کیا ہوا بھائی" سب سے پہلے اٹھنے والے قیدی نے مجھے پوچھا اب میں ان لوگوں کو کیا بتاتا کہ میں بھی تم لوگوں کے ساتھ ہی قید ہوں۔ مجھ سے کیا پوچھتے ہو آزاد فضاؤں کا مزہ۔ جلد ہی وہ سمجھ گئے کہ مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔

صبح ناشتے کے دوران یہ خبر آگئی کہ صبح منہ اندھیرے پولیس کیوں بھاگ دوڑ کر رہی تھی۔ 4 نمبر کوٹھڑی میں کسی شخص کا خون ہو گیا تھا۔ تفصیل ابھی کسی کو معلوم نہ تھی۔ دوپہر کو پوری خبر آگئی۔

پرسوں رات کو ہمارے ساتھ جن لوگوں کو سینما گھر سے گرفتار کیا گیا تھا ان سب کو دو کوٹھڑیوں میں بند کیا گیا تھا۔ 7 نمبر کوٹھڑی میں ہم 22 آدمی قید تھے دوسری کوٹھڑی نمبر چار میں باقی قید تھے جہاں پر یہ قتل ہوا تھا۔ یہ قتل بھی اسی طرح کیا گیا تھا۔ جس طرح سینما گھر میں ایک شخص کی رگوں سے کسی نے خون نچوڑ لیا تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ قاتل دوسری کوٹھڑی میں تھا جو اب فرار ہو چکا تھا۔ سینما گھر میں بھی اور جیل خانے میں بھی دونوں قتل ایک شخص نے ہی کیے تھے۔

میں اس کو اپنی منافقت کہوں یا اپنی خود غرضی کہ اس قتل سے میں خوش تھا اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ قاتل ہم میں سے نہیں تھا وہ دوسری کوٹھڑی میں تھا جو اب فرار ہو چکا تھا۔ اب ہماری آزادی قریب تھی۔

دوسری کوٹھڑی کے قیدیوں سے سخت پوچھ گچھ ہو رہی تھی۔ کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا جو بتا سکتا تھا جس کے ساتھ یہ واقع ہوا تھا اب وہ بھی کچھ بتانے کے قابل نہ تھا اب تو اس کا جسم سب کچھ بتا رہا تھا کہ کیسے کیسے ظلم اس شخص کے ساتھ ہوا اس کا چہرہ نیلا پڑ گیا تھا خون اس کے جسم سے نچوڑ لیا گیا تھا۔

ہمارا کیس عدالت میں چل رہا تھا مجسٹریٹ نے اس



قتل کے بعد ہماری کوٹھڑی کے آدمیوں کو ضمانت پر رہا کرنا شروع کر دیا تھا۔ شکر کے کلمے پڑھے جیل سے آزاد ہو کر اس سب واقع کا ذمہ دار بھی میں خود تھا۔

5 جولائی کو ہمارا آخری پیپر تھا میں اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے ذہنی فریش منٹ کے لئے سیدھا سینما رخ کیا۔ ہفتے کا آخری دن تھا لوگوں کا خاص رش تھا۔ ایک ہارر مووی نمائش کے لئے لگی ہوئی تھی اس میں مین کردار ایک ڈریکولا کا تھا جو ہر روز

رات کے وقت اپنی پناہ گاہ سے نکلتا اور کسی کلب یا کسی ہوٹل میں پہنچ کر خوب لوگوں کی درگت بناتا تھا۔ میں ہارر موری دیکھنے کا بہت شوقین ہوں اس لئے رات 9 بجے کے شو کے لئے اتنے دور سے میں آیا تھا۔ سچ پوچھیں تو ہارر موری رات 9 سے 12 کے درمیان ہی دیکھنی چاہئے۔

جس سیٹ پر میں بیٹھا ہوا تھا اس لائن میں میرے علاوہ 15 افراد اور تھے سب ایک دوسرے سے دور دور بیٹھے تھے شاید ہر شخص دوسرے کو ڈریکولا سمجھ رہا تھا یا فلم کو انجوائے کر رہا تھا۔ میرے آگے کی لائن میں تین آدمی تھے اور میرے عین پیچھے دو آدمی بیٹھے فلم سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ہاف ٹائم میں سب باہر چلے گئے۔ دوبارہ فلم تقریباً 15 منٹ بعد شروع ہوئی تمام لائٹیں آف کردی گئیں دوبارہ ہال پورا اندھیرے میں ڈوب گیا صرف سکرین روشن تھی تھوڑی سی دیر گزری ہال میں ایک شخص بیٹری لئے داخل ہوا ہر سیٹ کے نیچے وہ روشنی ہوتی اور آگے نکل جاتا میری لائن کو چیک کیا پھر پچھلی لائن کو چیک کیا اور فوراً باہر نکل گیا ابھی پورا ہال باقی تھا۔ شاید اسے معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہاں کوئی مشکوک سامان موجود نہیں ہے سوائے اس کے جو لوگوں کی تفریح میں خلل ڈال رہا تھا۔

کچھ دیر گزری کہ فلم بند ہو گئی ہال کی لائٹیں روشن ہو گئیں تمام لوگ سیٹیاں بجانے لگے کہ فلم ابھی ختم نہیں ہوئی ڈریکولا ابھی اپنے انجام کو پہنچا نہیں تو فلم کیوں بند کردی گئی۔

"ناظرین اپنی اپنی سیٹوں سے نہ اٹھیں پولیس نے پورے سینما گھر کو گھیرے میں لے لیا ہے۔"

یہ آواز تھی یا بجلی کا کرنٹ تھا جو میرے جسم میں سرایت کر گیا تھا ہر شخص ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہا تھا کہ آخر قصور کیا ہوا ہم سے مجھے تو شک ہونے لگا کہ کہیں اسلامی شریعت نافذ نہ ہو گئی ہو۔ سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ پولیس ایک دم سے اندر داخل ہوئی ساتھ ہی وہی منحوس شکل والا بیٹری ہاتھ میں لئے سیدھا میری طرف بڑھا۔ "فرید آج پھنسا دیا کوئی مشکوک سامان لا کر کم از کم مجھے تو بتا دے یا تو خود مشکوک ہے۔" میرے منہ سے بے اختیار یہ الفاظ پھسلنے لگے پولیس میرے سر پر پہنچ چکی تھی میں ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ خود اٹھ کر استقبال کروں یا یہ خود مجھے کھڑا کردیں گے۔ نہ میں کھڑا ہوا اور نہ مجھے کھڑا کیا گیا پولیس والے پچھلی لائن کے نیچے جھانک رہے تھے عین اس وقت سب کے سانس اوپر کے اوپر اور نیچے کے نیچے رہے۔ جب سیٹوں کے نیچے سے ایک لاش برآمد ہوئی۔ لاش کے جسم سے خون نچڑ چکا تھا اس کی گردن زخمی تھی جسم نیلا ہو رہا تھا۔ یہ تازہ تازہ قتل میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا اور یہ اتفاق بھی کہ جس طرح ڈریکولا لوگوں کی گردنیں زخمی کر کے ان کا خون نکالتا تھا۔ اس لاش کا بھی یہی حال تھا معلوم نہیں فلم کا ڈریکولا باہر آگیا تھا یا کوئی نیا ڈریکولا وجود میں آیا تھا۔

اس شخص کے پاس دوسرا آدمی بھی تو بیٹھا تھا جو اب کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ "چپ" میرے اندر سے فرید کی آواز آئی اور میں خاموش رہا پولیس نے سب سے پہلے مجھے پکڑا اور پھر ہال میں بیٹھے دوسرے افراد کو گرفتار کیا۔ پورے سینما گھر کی تلاشی لی گئی باتھ روم سے ایک شخص لڑکھڑاتا ہوا نکالا گیا یہ وہی شخص تھا جو اس مقتول کے ساتھ ہاف ٹائم سے پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ "چپ" پر میرے اندر سے فرید کی آواز آئی "ایک لفظ بولے گا تو دس الفاظ یہ خود اگلوائیں گے" اس لئے چپ پر میں کاربند رہا۔

آج جیل سے میں آزاد ہوا تھا پہلے قتل سے میں بری طرح پھنس گیا تھا دوسرے قتل سے میں باہر آگیا تھا۔ اور یہ ارادہ کر لیا تھا کہ آئندہ جب بھی پیپر ختم ہوں گے تو سینما گھر نہیں جاؤں گا بلکہ سیدھا جامعہ مسجد جاؤں گا جہاں کا حافظ میرا دوست ہے اسے ساتھ لے کر جاؤں گا۔

گھر واپس آیا ہر طرف الیکشن کی باتیں ہو رہی تھیں۔ سرائے صالح میں بھی بہت سے لوگ ناظم، نائب ناظم کونسلر کے لئے الیکشن لڑ رہے تھے۔ سب سے زیادہ سخت مقابلہ شیر احمد (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر) اور زاہد خان کے درمیان تھا۔ طارق خان ایک دو دوسرے لوگ بھی ناظم کے لئے کھڑے تھے جن میں حکیم صاحب بھی شامل ہیں۔ زاہد خان کے حامی ہر طرف پھیلے زاہد خان کے لئے ووٹ جمع (پکے) کر رہے تھے شیر احمد صاحب کے حامی بھی ووٹ پکے کرنے کی کوشش کر رہے تھے جنکی وجہ سے وہ آخر میں ہارے بھی تھے۔ جو ووٹ ان کو ملے انکی ذاتی دلچسپی سے ملے۔ بہت سی اعوان برادری نے زاہد خان کو ووٹ دیں۔

کونسلر کی سیٹوں کے لئے سب سے بڑا نام اشفاق لودھی کا جیسے لوگ الیکشن سے پہلے ہی جیتا ہوا کہہ رہے تھے۔ الیکشن ہوا زاہد خان جیت گیا۔ یونس جیالا، یونس قصاب، رشید کھوکھر اور خورشید یہ لوگ بھی کونسلر منتخب ہو چکے تھے۔ ہر طرف خوشی اور مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔ اٹک کے نیچے دونوں دریا بہہ رہے تھے ایک کا پانی سیاہ تھا دوسرے کا سفید تھا۔ مقابلہ جب بھی ہوتا ہے ایک کو ہارنا پڑتا ہے۔

14 جولائی کو ہم سب دوست جن میں شعبان، افتخار، عبدالکریم، صدیق، وقار احمد، قادر، کاشف شامل تھے ہم سوات چلے گئے۔ تین روز کے بعد واپسی ہوئی میں ندیم نائی کی دوکان پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا کہ ایک سرخی پر نظر جم گئی۔

بدھ کے روز رات کسی پسرڈریکولا نے ایک شخص کو ایک ویران کھنڈر میں مار دیا۔ تفصیلات کے مطابق اختر نامی شخص جو کراچی کا شہری تھا یہاں کسی کے ہاں مہمان آیا تھا رات کو ہوا کی تبدیلی کے لئے باہر نکلا اور پھر واپس نہ آیا صبح اس کی تلاشی کی گئی تو پاس ہی کھنڈرات میں سے اس کی لاش برآمد ہوئی لاش کی گردن پر گہرا زخم تھا۔

مزید یہ کہ موذی ابھی تک پانچ قتل کر چکا ہے۔ آج مرنے والا شخص چھٹا تھا اخبار ایک طرف رکھا اور ندیم نائی کی دکان سے باہر آگیا۔ ساتھ ہی پاکستان ویڈیو سنٹر اس کے ساتھ ہری پور کی سوزکیوں کا اڈہ ہے۔ میں نے فلموں کے پوسٹر دیکھے اپنے دل کو دائیں بائیں کیا اور گھر کو آگیا ہر روز اخبار میں اس موذی بلا کے بارے میں کچھ نہ کچھ خبر آجاتی تھی۔ حکومت نے ابھی تک اس معاملے کو سیریس نہ لیا تھا لوگوں میں غم وغصہ پایا جاتا تھا ہر اخبار پولیس کو الزام دے رہا تھا لوگ بھی پولیس اور سی آئی اے کو لعن طعن کر رہے تھے کہ ابھی تک اس موذی کو کیوں نہ پکڑا گیا ہر قتل کے بعد یہ خبر اخبار میں لگ جاتی کہ "نامعلوم قاتل قتل کرنے کے بعد فرار ہو گیا پولیس نے رپورٹ درج کر کے تفتیش شروع کردی ہے۔"

دس بارہ روز گزرنے کے بعد ایک اہم خبر نے سب کو چونکا دیا ناصر نامی ایک شخص نے رپورٹ درج کروائی کہ ہر روز رات کے وقت کوئی شخص اس کے گھر کا دروازہ پیٹتا ہے۔ ان کو سخت جانی خطرہ ہے انہوں نے اس موذی کی طرف اشارہ کیا جو آئے دن قتل کر رہا تھا پولیس نے رپورٹ درج کر کے تفتیش شروع کردی تھی۔ ان کے دروازے پر پہرہ بیٹھا دیا گیا تھا۔ ناصر صاحب شاہیاء کے رہائش پذیر تھے ان کے والد کا ایک عرصہ ہوا انتقال ہو چکا تھا وہ شاہیاں کے قبرستان میں گورکن تھے۔ ان کی وفات کے بعد ناصر صاحب نے اپنا ایک کاروبار شروع کر رکھا تھا اور ان دنوں وہ شاہیار اٹک پٹرولیم پر کام کر رہے تھے۔

میں یہ خبر پڑھ کر گم سم ہو کر بیٹھا تھا کیونکہ اٹک پٹرول پمپ پر میرا ایک دوست افتخار بھی کام کرتا ہے۔ میں نے فوراً اخبار ایک طرف رکھا PCO سے افتخار کا نمبر ڈائل کیا تھوڑی سی دیر کے بعد افتخار کے فون کا ریسور اٹھا سلام دعا کے بعد میں نے اسے ناصر صاحب کا پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ حال ہی میں مینجر کی پوسٹ پر آئے ہیں۔ "زیادہ بات چیت نہ ہو سکی کیونکہ PCO پر لوگوں کا رش لگا ہوا تھا اور اس کے ریسور سے بھی اس کے منی کولڈ رنگ جنرل سٹور سے گاہکوں کی آواز آرہی تھی۔

چین کا وفد ان دنوں پاکستان کے دورے پر تھا۔ پولیس زیادہ تر سڑکوں پر گشت کر رہی تھی ناصر صاحب کو بھی اب کوئی شکایت نہ تھی اس لئے پولیس واپس چلی گئی۔ اسی رات ان کے گھر کا دروازہ رات کے آخری پہر کسی نے توڑ دیا۔ شور سن کر اوس پڑوس کے لوگ جاگ گئے اور کوئی شخص تھا جو منہ پر نقاب پہنے ہوئے ایک طرف کو بھاگ گیا۔ ناصر صاحب کی حالت خراب تھی ان کے تین بچے اور ایک بیوی تھی۔ سب سہمے ہوئے تھے۔ پولیس نے آکر تفتیش شروع کی اور حوصلہ دے کر چلی گئی۔

اخبار والوں کو بیٹھے بٹھائے خبریں مل رہی تھیں۔ یہ کیس آخر حکومت نے سی آئی اے کو دینے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ یہ موذی بلا اب نہ صرف اس ملک کے شہریوں کے لئے پریشان کن تھی بلکہ دوسرے ممالک کے میڈیا بھی عجیب عجیب خبریں شائع کر رہے تھے۔

میں اب ہر روز ندیم نائی کی دکان پر اخبار پڑھنے جانے لگا تھا ایک صبح جب اخبار کا منہ چیرا تو ایک سرخی نے ایک ہزار وولٹ کا جھٹکا دیا۔ ایک اور رپورٹ پولیس نے درج کی تھی جس میں ایک خاتون ثمینہ بی بی نے یہ رپورٹ دی کہ ہر روز کوئی شخص اس کے گھر کا دروازہ پیٹتا ہے اور اس کو اس کے نام سے پکارتا ہے۔ بقول ثمینہ بی بی کے ان کو جانی خطرہ ہے اور حکومت سے درخواست کی گئی تھی کہ انکی حفاظت کے لئے کوئی بندوبست کیا جائے۔

ناصر صاحب نے بھی یہی رپورٹ درج کروائی تھی اور اب ثمینہ بی بی۔ نے بھی وہی رپورٹ درج کروائی تھی۔

پولیس نے ثمینہ بی بی کو یقین دلایا کہ وہ انکی حفاظت کا پورا پورا بندوبست کریں گے۔

تیسرے روز یہ خبر بھی آگئی کہ ثمینہ بی بی جنھوں نے چند روز قبل پولیس میں رپورٹ درج کروائی تھی آج واہ کینٹ کے علاقے میں کسی نامعلوم قاتل نے ان کو ختم کر دیا انکی گردن پر بھی وہ زخم تھا جو آج سے پہلے چھ افراد کو لگ چکا تھا۔ انکی نعش سڑک کے کنارے ایک کھیت سے ملی۔ نعش سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ ثمینہ بی بی بہت دور تک اپنی جان بچانے کے لئے بھاگتی رہی جب انکی ہمت جواب دے گئی تو اس موذی نے ان کو ختم کر دیا۔ یہ پہلی عورت اس موذی کا شکار ہوئی تھی پہلے چھ افراد مرد تھے۔

اخبارات نے پولیس کو خوب بدنام کیا کہ ثمینہ بی بی نے رپورٹ درج کروائی تھی کہ ان کی جان کو خطرہ ہے پھر بھی پولیس نے انکی حفاظت کے لئے کوئی بندوبست نہ کیا۔ پولیس پر ان دنوں بڑا پریشر تھا اگرچہ یہ کیس سی آئی اے کو مل چکا تھا مگر پھر بھی پولیس ان کے ساتھ تعاون پر مجبور تھی۔ سی آئی اے کے مطابق ثمینہ بی بی کچھ عرصہ قبل یورپ سے آئی تھیں۔ ان کے ساتھ انکا خاوند بھی تھا جس کا کچھ پتہ نہیں ہے۔ پولیس ان کے شوہر کی تلاش میں سرگرداں تھیں۔

آئے دن پولیس اور حکومت کی طرف سے یہ خبریں شائع ہو رہی تھیں کہ موذی جلدی گرفتار ہو جائے گا۔ عوام کو سوائے حوصلہ دینے کے ابھی تک پولیس نے کوئی حتمی کارروائی نہ کی تھی۔

دو روز بعد ایک اور خبر آگئی کہ کچی بستی کا ایک معصوم بچہ جو کاغذ چن کر اپنی بیمار ماں اور ایک بہن کی کفالت کر رہا تھا آج اس موذی کا شکار ہو گیا تمام خفیہ ادارے اب اس موذی کو گرفتار کرنے کے لئے ہاتھ پیر مار رہے تھے۔

میں ہر روز ندیم نائی کی دکان پر اخبار پڑھنے جاتا مہینے میں ایک بار ان سے حجامت بنوا کر پورا مہینہ ان کی حجامت کرتا تھا۔ ان دنوں کالا ندیم کی جگہ کام کر رہا تھا۔ ندیم ان دنوں عمرہ کی سعادت حاصل کرنے گیا ہوا تھا۔ کالے سے اخبار کا پوچھا تو اس نے بتایا کہ باہر کوئی پڑھ رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اخبار ملا آج اخبار نے سب سے اہم خبر شائع کی تھی جس میں لکھا تھا۔ ناصر صاحب نے پولیس کو بتایا ہے کہ وہ سارے ... کے ذمہ دار ہیں۔ وہ اپنی تمام تر کہانی ہفتے کے روز تمام عوام کے سامنے پیش کریں گے۔ ان کی وجہ سے اتنے جانی نقصان ہوئے اور گورنمنٹ کا لاکھوں کا نقصان ہو رہا ہے۔ وہ اس اہم راز سے ہفتے کے روز پردہ اٹھائیں گے۔

ساون کے دن شروع ہو چکے تھے۔ خنک خنک ہوا کے بھاری تھپیڑے چہرے سے ٹکرائے جلد گیلی کر کے گزر جاتے۔ گرمی حبس میں جی گھبرا رہا تھا۔ رات کے وقت آسمان کسی نئی نویلی دلہن کے دوپٹے کی طرح ستاروں سے بھرا چمک رہا تھا کبھی کبھی کوئی سیارہ ٹوٹتا اور خلا میں ہی کھو جاتا۔ سارے علاقے کی بجلی گئی ہوئی تھی گرمی کی وجہ سے نیند امریکہ کی طرح بہت دور تھی۔ باہر ہوا میں گھوم رہا تھا کہ مین گیٹ کے کھٹکنے کی آواز آئی دل بلیوں اچھلنے لگا غور سے دروازے کو دیکھا کوئی بھی شخص کھڑا نہیں تھا ایک دفعہ پھر دروازہ کھٹکا سارے اخبارات کی سرخیاں آنکھوں کے سامنے آنے لگیں۔ کہ رات کسی پیر بلا نے ایک شخص کو لقمہ اجل بنا دیا دھیرے دھیرے دروازے کے قریب پہنچا تو ایک بار دروازہ پھر کھٹکا اور میں نے اندازہ لگایا کہ یہ ہوا کے تھپیڑے ہیں جو وقتاً فوقتاً دروازے کے کواڑ بجا کر گزر جاتے ہیں۔

کل 20 جولائی کو ہمارا پہلا پریکٹیکل تھا ٹیکنیکل کالج کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ باقی سب کالج و سکول سے لڑکے امتحان دے کر فارغ ہو چکے ہوتے ہیں تب ہمارا امتحان شروع ہوتا ہے۔ دو مہینے تک امتحان ختم ہی نہیں ہوتا۔ شام کو میں وقار کی طرف چلا گیا وقار ان دنوں ٹھیک نہیں تھا اس لئے کھیل کود سے دور تھا۔ باقی سب لڑکے پریکٹس کر رہے تھے ان دنوں قاضی الیاس کیپٹن تھا۔ ناصر شانی، افضال اور دوسرے لڑکے کھیلتے رہے میں اور وقار بیٹھے گپ شپ میں مصروف تھے وقار نے بتایا کہ سعید صاحب کی کتاب آواز اگست میں آ رہی ہے جو ادب میں ایک بہت خوبصورت اضافہ ہو گا۔

دوسرے روز اخبار والوں نے ایک مفصل فیچر شائع کیا تھا آج اس موذی پر پورا ایک صفحہ لکھا گیا تھا جس میں شروع سے لے کر آخر تک روشنی ڈالی گئی۔ ناصر صاحب کے بارے میں بھی عجیب عجیب خبریں آ رہی تھیں آج اخبار والوں نے یہ خبر بھی شائع کی کہ ناصر صاحب کا ایک بچہ غائب ہے۔ اخبار والوں کا خیال ہے کہ اس موذی نے اس کو بھی قتل کر دیا ہو گا دوسرے روز اخبار دیکھا تو معلوم ہوا کہ ناصر صاحب کی سالی کی شادی تھی ناصر صاحب تو خود پولیس کسٹڈی میں تھے ان کے بچے اور بیوی شادی پر گئے۔ بڑا بچہ شادی کی رات غائب ہو گیا جو آج صبح مکان کے پیچھے ایک خالی مکان کے چھت سے ملا اس کی گردن بھی سابقہ تمام روداد کی تصدیق کر رہی تھی۔ ناصر صاحب کی حالت ٹھیک نہیں تھی انہیں سخت خطرہ محسوس ہو رہا تھا کیونکہ کچھ روز بعد وہ اصل حقیقت سے پردہ اٹھانے والے تھے۔

سینما گھر سے گرفتار ہونے والے باقی قیدیوں کو بھی اب ضمانت پر رہا کرنا شروع کر دیا تھا۔ ان دنوں میں بھی سخت الجھن میں تھا۔ میں واحد شخص تھا جس نے اس موذی کو دیکھا ہوا تھا مگر میں نے ابھی تک یہ بات خود تک چھپا رکھی تھی کہ ... پولیس یا کسی سے کیا کہتا میں کیا چیز ہوں۔

... سب موذی بار بار دکھائی دے رہے تھے وہ ایک ... آنکھوں میں جوانی کی ... اور پیچھے کی طرف مڑے ہوئے بال ... کر پر ان ایکشن فلم ... معلوم ہوتا تھا۔

... لوگوں کو اب ہفتے کے روز کا انتظار تھا۔ ... ناصر صاحب ایک اہم راز سے پردہ اٹھانے والے تھے ... ہفتے کے روز میں نے اپنا اخبار خریدا اور سیدھا گھر ... اس سوچ میں گم تھا کہ جانے کیا خبر ہو بے چینی اتنی تھی کہ راستے میں ہی اخبار کھول کر پڑھنے لگا لیکن پھر محسوس کیا کہ لوگ بھی محسوس کر رہے ہیں۔ لہٰذا گھر آ کر اخبار کو اطمینان سے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ ناصر صاحب نے الف سے ے تک تمام روداد سنا دی تھی جو اخبار والوں نے لفظ بہ لفظ لکھی تھی پورا ڈیڑھ صفحہ کا فیچر شائع ہوا تھا وہ فیچر میں پورا یہاں پر لکھ رہا ہوں۔

اٹھارویں صدی کے آخر میں میرے آباؤ اجداد آگرہ میں آباد تھے۔ اس وقت آگرہ بھارت کا شہر ہے۔ میرے دادا جن کا نام فصاحت بیگ ہے وہاں پر ایک سکول میں ماسٹر تھے۔ ہندوؤں میں شروع سے ہی توہمات زیادہ تھیں مگر ان دنوں پہلے کی نسبت ہندو عجیب عجیب توہمات کے شکار تھے۔ انیسویں صدی کا آغاز ہونے والا تھا ملک کے اندر مختلف واقعات پیش آ رہے تھے انہیں دنوں میرے والد کی پیدائش آگرہ میں ہوئی۔ میرے دادا کا ایک چھوٹا بھائی اور اس کے دو بیٹے بھی آگرہ ہی میں قیام پذیر تھے۔ ہم آگرہ میں بہت بڑے جاگیردار تھے بہت سے ہندو اور مسلمان ہمارے کھیتوں میں کام کرتے تھے مگر اس کے باوجود میرے دادا پڑھانے جیسے شعبے کو اختیار کئے ہوئے تھے وہ تنخواہ نہیں لیتے تھے وہ ہمیشہ کہتے کہ اگر ایک لڑکا بھی مجھ سے پڑھ کر سیدھی راہ پر چل پڑا تو میری بخشش کا وہ واحد ذریعہ ہو گا۔

میرے والد کی پیدائش کے بعد میرے دادا کے جگر میں تکلیف شروع ہو گئی تھی اس وقت کے ڈاکٹروں، حکیموں کو دیکھایا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا یہ درد اتنا زیادہ نہ تھا آہستہ آہستہ دیمک کی طرح میرے دادا کے جسم کو چاٹ رہا تھا جب میرے والد 18 سال کے ہوئے اس وقت میرے دادا چار پائی پر پڑ چکے تھے بہت سے لوگوں نے کہا کہ آپ پر کسی نے کوئی تعویز یا کوئی عمل کروایا ہے آپ کسی ماہر عملیات سے رجوع کریں" لیکن میرے دادا ان توہمات کو نہیں مانتے تھے۔ وہ اپنا علاج ان ماہر عملیات سے کروا کر اپنی ہمیشہ کی ہوئی باتوں سے انحراف نہیں کر سکتے تھے۔ میرے والد کو جب ماہر عملیات کے بارے میں کچھ پتہ چلا تو انہوں نے کئی ایک ماہر عملیات سے رجوع کیا سب نے یہ کہا کہ "آپ کے والد پر کسی نے عمل کروایا ہے۔" مگر وہ یہ نہ بتا سکے کہ یہ عمل کسی نے کروایا اور اس کا علاج کیا ہے آخر کار میرے والد اس وقت کے بہترین ماہر عملیات خاکی رام کے پاس گئے اس کو سارا مسئلہ کہہ دیا خاکی رام نے کچھ دنوں کی مہلت لے کر اپنا کام شروع کر دیا مقررہ وقت پر میرے والد کو بتایا کہ ان کے والد یعنی میرے دادا پر عمل میرے والد کے چچا نے یعنی میرے دادا کے چھوٹے بھائی نے کروایا ہے۔ اگر میرے والد کی پیدائش نہ ہوتی تو میرے دادا جگر کے مرض میں بھی مبتلا نہ ہوتے۔ اس عمل کا مقصد میرے دادا کی نسل کا خاتمہ تھا اس طرح وہ باقی کی جائیداد پر بھی قبضہ کر سکتے تھے لیکن انہیں ڈر تھا کہ اگر میرے دادا کی کوئی اولاد ہوتی تو پھر انکا اصل مقصد (جائیداد کا حصول) پورا نہیں ہو گا لہٰذا انہوں نے ایک بڑا زمین کا ٹکڑا دے کر ایک شیطان صفت آدمی سے یہ عمل کروایا اس عمل کے دوران اس شیطان صفت آدمی نے دو عورتوں کی قربانی بھی دی اس طرح اب اس کا علاج کسی صورت ممکن نہیں سوائے اس کے کہ اگر تمہارا والد خود اپنے آپ کو ٹھیک کرنے کے لئے اس عمل کا توڑ نہیں کرتا" جبکہ میرے دادا کسی صورت ایسا نہیں کرتے اس لئے میرے والد نے میرے دادا کو یہ بات نہ بتائی۔ کچھ عرصہ بعد میرے دادا کی وفات ہو گئی انکا اس دنیا سے چلے جانے کے بعد میرے

والد کیسے ہو گئے تھے۔ انہیں اس چیز کا بہت افسوس تھا۔ کہ وہ اپنے والد کو نہ بچاسکے۔ انکی بیماری کا بھی اس وقت پتہ چلا جب انکا جگر تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ انکی وفات کے کچھ عرصہ بعد وہی درد میرے والد کے جگر میں شروع ہو گیا۔ میرے والد نے فوراً خاکی رام سے رجوع کیا تو خاکی رام نے میرے والد کو مشورہ دیا۔ "اب جبکہ تمہارا والد بھی اس بیماری سے چل بسا ہے اب وہی حال تمہارا ہو گا۔۔۔۔۔۔ لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ تم خود اس عمل کو سیکھو تو اس بیماری سے نہ صرف تم بچ جاؤ گے بلکہ تمہاری آئندہ نسل بھی محفوظ ہو گا" میرے والد نے اسکی باتوں کی تائید کی مگر کہا کہ "اس طرح آدمی تو کافر ہو جاتا ہے۔" "ہاں کافر ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔۔ مگر جان بچ جاتی ہے ایک نسل کا خاتمہ نہیں ہوتا" خاکی رام نے آخر میرے والد کو قائل کر لیا ان دنوں میری دادی نے میرے والد کی شادی کرا دی اگرچہ میرے والد نے اسکی سخت مخالفت کی مگر میری دادی جائیداد کے لئے ایک وارث چاہتی تھی۔ لیکن میرے والد جانتے تھے اگر اس عمل کا حل نہ ہوا تو جس طرح ان کے والد کی وفات پر یہ درد انکو ملا ہے اس طرح کچھ عرصہ بعد ان کی وفات پر انکی اولاد اس درد کو پالے گی۔ لہٰذا میرے والد نے یہ عمل سیکھنا شروع کر دیا یہ عمل کالا جادو کی ایک قسم تھی جو ان دنوں لوگ ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے تھے اگرچہ اس عمل سے جانی نقصان زیادہ تھا مگر پھر بھی لوگ اس عمل سے استفادہ حاصل کرتے کیونکہ اس کا توڑ بہت مشکل تھا۔

جوں جوں وہ کالا جادو سیکھتے جاتے اور اپنی بیماری کو رفع کرتے جاتے تھے۔ اس طرح میری پیدائش کے بعد ان کا درد تقریباً ختم ہو گیا تھا لیکن ابھی بھی وہ درد تھوڑا تھوڑا ہوتا تھا۔ خاکی رام نے میرے والد نے ذکر کیا کہ "اب تقریباً وہ ٹھیک ہیں" لیکن خاکی رام مطمئن نہ تھا اس نے کہا اب درد اس مقام پر آگیا ہے جہاں سے یہ شروع ہوا تھا جب تک تم عمل مکمل نہیں کر لیتے یہ درد میرے دہرے پر بڑھنے لگے گا۔ لہٰذا تم بھی دو عورتوں کی قربانی دے کر اس کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دو۔" میرے والد نے کبھی خرگوش کا شکار نہیں کیا تھا وہ عورتوں کی قربانی کا سن کر خوفزدہ ہو گئے۔ لیکن خاکی رام کے سمجھانے پر کہ اب تم کافر تو ہو ہی گئے ہو میرا اس درد سے چھٹکارا یوں نہیں حاصل کرتے ہو۔ جس کام کے لئے تم کافر ہوئے وہ کام بھی مکمل نہ ہوا تو تم کو ڈبل نقصان ہو گا ایک تمہاری نسل کشی ہو گی دوسرا تم جہنم میں جاؤ گے بقول تمہارے میرے والد نے بہتر سوچا اور آخر قربانی دینے کے لئے راضی ہو گئے۔ کچھ دن کے بعد انہوں نے دو ہندو عورتوں کو اپنے عمل میں پھنسایا ان کو اولاد کا لالچ دیا کہ وہ اگر وہ چاند کی چودہ کو مندر میں رات کے آخری پہر تک عبادت کریں تو دیوتا ان کو ضرور اولاد جیسی نعمت دے گا۔" وہی ہوا چودھویں کو دونوں عورتیں جو کہ بانجھ تھیں میرے والد نے انکی قربانی دے ڈالی اسی رات اس زور کا طوفان آیا کہ کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ کوئی اپنے گھروں سے باہر نکلے۔ ان دنوں ہندو مسلم فسادات زوروں پر تھے اسی رات میری دادی کو ہارٹ اٹیک ہوا اور اس کی وجہ سے وہ چل بسی میرے والد اپنی والدہ کی موت کا ذمہ دار خود کو ٹھہراتے تھے اس روز اگر وہ ان دو معصوم عورتوں کو جان نہ لیتے تو شاید اللہ تعالیٰ ان کی ماں کو ان سے نہ چھینتے اب جو ہو گیا تھا وہ تو واپس نہیں آسکتا لہٰذا میرے والد آگے ہی آگے اپنے عمل میں بڑھتے گئے۔

اب وہ بیماری سے مکمل طور پر صحت یاب ہو چکے تھے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا کالا جادو ان کا ایمان بنتا گیا خاکی رام ہر جگہ انکی حوصلہ افزائی کر رہا تھا۔ اب وہ ایک ماہر عملیات بن چکے تھے۔ انہیں دنوں برصغیر پاک و ہند ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔ ہندو مسلم اتحاد ٹوٹ چکا تھا اور مسلمان ایک الگ وطن کے لئے سرتوڑ کوشش کر رہے تھے۔ فسادات کی بنیاد پنجاب میں پڑی۔ مختلف تحریکیں متحرک تھیں۔ اقلیتوں کی عزتیں محفوظ نہ تھیں۔ ہر مسلمان سر پر کفن باندھے پھر رہا تھا۔

انہی دنوں خاکی رام کو دو دفعہ دل کا سخت دورہ پڑا جب اس کو معلوم ہو گیا کہ اب وہ بچے گا نہیں تو اس نے میرے والد کو اپنے پاس بلایا اور کہا۔

"کبیر جان! تم میرے پہلے اور آخری شاگرد ہو تو تم کو معلوم ہے میں نے شادی نہیں کی میں ساری عمر ایک اہم عمل میں لگا رہا لیکن اب مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اس میں کامیاب ہونے سے پہلے ہی مر جاؤں گا لہٰذا اب وہ سارا عمل میں تم کو بخشتا ہوں مجھے امید ہے جس عمل سے میں فائدہ نہیں حاصل کر سکا اس سے تم ضرور فائدہ حاصل کرو گے اس کا نقصان صرف اتنا ہے کہ تم اپنی زندگی ہمیشہ کے لئے زندہ نہیں کر سکو گے بلکہ باقی جسکی چاہو گے وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جائے گا۔ اگر میں زندگی میں ہی یہ عمل مکمل کر لیتا تو پھر ساری زندگی اس دنیا میں رہتا اور خوب عیاشی کرتا مگر میرے پاس وقت کم رہ گیا ہے۔"

میرے والد کو کچھ کچھ سمجھ آ رہا تھا۔ کہ خاکی رام کیا کہہ رہا ہے۔ خاکی رام نے چند دنوں میں اپنا سارا عمل اور ریاض میں میرے والد کو منتقل کر دیا اور خود ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے منہ موڑ گیا۔

میرے والد نے خاکی رام کے عمل کو آخری شکل دی اور رات پھر انہوں نے 5 عورتوں کی قربانی دی۔ اس رات ان پر یہ انکشاف ہوا کہ اب "وہ جس شخص کو ہمیشہ کی زندگی دینا چاہے تو دے سکتے ہیں صرف ایک شخص کو لیکن اس میں اپنی جان کا خطرہ 80 فیصد سے زیادہ ہے کیونکہ 80 فیصد سے زیادہ عمل خاکی رام نے خود کیا تھا لیکن اس نے چونکہ اپنا منتقل کر دیا ہے اس لئے اب ایک اور عمل کر کے تم اپنی زندگی بڑھا سکتے ہو۔" میرے والد نے ہر بات ذہن میں بٹھائی اور اس عمل پر غور کرنے لگا جس کے ذریعے وہ اپنی زندگی بڑھا سکتے تھے۔

میرے والد نے مردے کو زندہ کرنے کا فن حاصل کر لیا تھا مگر اس پر عمل کر کے وہ اپنی جان کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتے تھا لہٰذا انہوں نے دوسرے عمل پر کام شروع کیا جسکے ذریعے سے وہ اپنی زندگی کے دن بڑھا سکتے تھے۔ آہستہ آہستہ انہوں نے اپنے عمل کو مکمل کیا اور سب سے پہلے اپنے چچا کی زندگی کے بچے کھچے دن اپنے نام کروائے۔ چند دنوں بعد ان کے چچا کا انتقال ہو گیا اس طرح انہوں نے اپنے باپ کا بدلہ لے لیا پھر ان کے دونوں بیٹوں کی زندگیاں کچھ عرصہ کے بعد میرے نام ہو چکی تھیں اور وہ دونوں بھی آخر اپنے انجام کو پہنچ گئے اس طرح ساری جائیداد میرے والد کے نام ہو گئی۔

اس عمل پر عبور کے بعد ان پر یہ واضح ہوا کہ وہ کسی دوسرے شخص کی زندگی اس صورت اپنے نام کر سکتے ہیں جب وہ قریبی عزیز یا رشتہ دار ہو۔

انہیں دنوں لارڈ نے برصغیر کی تقسیم کا اعلان کر دیا۔ آگرہ میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی سب کے سب پاکستان کی طرف ہجرت کر کے آئے نو مولود پاکستان ابھی اپنے پاؤں پر چلنے کے قابل بھی نہ تھا اور اس پر اتنا بڑا بوجھ ڈال دیا گیا تھا۔ بہت سے لوگ راستے میں ہندوؤں اور سکھوں کے ظلم کا شکار ہو گئے کوئی فیملی ایسی نہ تھی جس کا کوئی فرد اس تقسیم میں کام نہ آیا ہو۔ میری ماں ان دنوں سخت بیمار تھی۔ سفر کرنے کے قابل نہ تھی لہٰذا میرے باپ نے اسکی زندگی میرے نام کر دی اور پاکستان کی طرف ہجرت کر کے آئے۔ میرے باپ نے مجھے ان سارے واقعات سے بے خبر رکھا۔

ہم جس قافلے سے پاکستان میں آئے تھے شاہراہ ریشم پر سفر کرتے ہوئے حسن ابدال سے تھوڑا سا آگے جو ان دنوں شانیاء کے نام سے علاقہ آباد ہے یہاں پر ہمارا قافلہ رکا۔ شانیاء کے قدیم قبرستان میں ان دنوں مجید نامی ایک گورکن تھا اب معلوم نہیں کہاں ہے بلکہ ہے بھی یا نہیں ہے۔ اس نے میرے والد کو اپنے ساتھ رکھ لیا کچھ ہی عرصہ بعد اس پر میرے والد کی اصلیت کھل گئی۔ وہ بھی میرے والد کی طرح نام کا مسلمان تھا یا مسلمانوں کے لباس میں ملبوس تھا۔

وہ بھی تھوڑا سا کالے جادو سے واقف تھا مردوں کی ہڈیوں پر عمل کرتا رہتا تھا۔ میرے والد سے اس نے بہت کچھ سیکھا ان دنوں مجید اپنے والد کی اصلیت کھل گئی کہ میرا باپ ایک کافر ہے جو کچھ بھی ہو وہ میرا باپ تھا اور سب سے زیادہ محبت مجھے دیتا تھا۔ اس لئے میں خاموش رہا جیسے مجھے کچھ معلوم ہی نہ ہو۔

وہی پر میرے والد نے مجید کی کوششوں سے میری شادی کروادی۔ قبرستان کے ساتھ ہی ہمارا گھر تھا۔ ہمارا سارا ماضی جاگیرداری کرتے ہوئے گزرا تھا اور اب یہاں پر مفلسی کی زندگی گزار رہے تھے ایک روز میرے والد نے مجید سے کہا کہ کب تک ہم یونہی زندگی گزارتے رہیں گے اس زندگی سے موت اچھی ہے۔ مجید میرے والد کی بات سمجھ رہا تھا اور کسی اچھے موقع کی تلاش میں تھا۔

کچھ عرصہ یونہی بیت گیا اب پاکستان گھٹنوں کے بل چلتے چلتے کھڑا ہو گیا تھا اور تھوڑا بہت جواب دینے کے قابل بھی تھا۔ انہیں دنوں حسن ابدال کے SP صاحب نے مجید کو بلایا اور کہا "یورپ سے ایک میت آ رہا ہے جو ایک کروڑپتی آدمی کا ہے اس کا آبائی گاؤں شانیہ ہے۔ لہٰذا اس کی میت اس کے آبائی قبرستان میں دفن کی جائے گی اس کے ساتھ اس کا بیٹا اور بہو آ رہی ہے جو اس کو دفنانے کے بعد واپس چلے جائیں گے کسی اچھی سی جگہ قبر تیار کر لو دو روز بعد انکی فلائٹ ہے مجید واپس آیا اور میرے باپ کے ساتھ مل کر ایک اچھی جگہ قبر تیار کر دی دو روز بعد شام کے وقت دو تین افراد پر مشتمل خاندان دو گاڑیوں میں قبرستان آیا میت

ایمبولینس میں تھی جبکہ اس کا بیٹا اور بہو دوسری گاڑی میں بیٹھے قبرستان میں داخل ہوئے پیچھے ایک دو گاڑیاں اور تھیں جنہیں ایک پولیس کی گاڑی اور دوسری انشورنس والوں کی باقی کی تین گاڑیاں ان کے دور پار کے رشتہ دار تھے۔

میت دفنانے کے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ دو روز بعد دعا کے لئے وہ جوڑا آیا اس وقت مجید نے ان سے ملاقات کی مرد کا نام شمشیر خان تھا جبکہ اسکی بیوی کا نام ثمینہ تھا۔ مجید نے جلد ہی دونوں کو اپنی باتوں میں پھنسا لیا۔ اور میرے والد کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ شخص اٹھارویں صدی میں پیدا ہوا یعنی اٹھارویں صدی ختم ہونے کو تھی اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ اب بھی صحت مند ہے اور 45 یا 50 سے اوپر نہیں لگتا۔ اور اس کا بیٹا 30 سے اوپر نہیں لگتا جبکہ وہ انیسویں صدی کے شروع میں پیدا ہوا ہے۔"

دونوں میاں بیوی بہت حیران تھے۔ اور ایسے مجھے اور میرے والد کو دیکھنے لگے جیسے ہم بت کدہ سے نکالے گئے ہوں اور آثار قدیمہ والوں نے ہم پر ہزاروں سال پرانے ہونے کی مہر لگا دی ہو۔ اب وہ دونوں مجید کو چھوڑ کر ہم باپ بیٹے سے مخاطب ہوئے۔ اٹھارویں صدی کی کوئی نشانی ہے تم لوگوں کے پاس میرے والد نے سرسید کے ایک جلسے کی تصویریں دکھائی جس میں میرے والد نمایاں تھے۔ اس کے علاوہ جب پہلا جہاز اڑایا گیا تھا اس کی واضح تصویریں تھیں۔ ان دونوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی نہیں تھیں باقی کوئی کسر نہ رہی تھی ایک دفعہ تو ثمینہ نے میرے والد کو ہاتھ لگا کر محسوس کیا کہ وہ زندہ بھی ہیں یا واقعی وہ کپڑوں میں ملبوس کسی مورتی کے پاس کھڑے ہیں۔

"کیا آپ لوگ بھی لمبی عمر پانا چاہتے ہیں۔" میرے والد نے ان سے مخاطب ہو کر کہا دونوں کے منہ کھل گئے جیسے ان کو اسی بات کا انتظار ہو۔ "ہاں ـــــ بالکل ہم بھی اتنی لمبی عمر پانا چاہتے ہیں" شمشیر نے کہا۔ "اس کے لئے ہمیں کیا کرنا ہو گا" ثمینہ نے کہا "کچھ نہیں بس تمہارا کوئی عزیز رشتہ دار ہے تو اسکی زندگی تم لوگوں کے نام لگا دوں گا۔" دونوں حیرت سے میرے والد کو دیکھنے لگے کہ یہ کیا کہہ دیا میرے والد نے میرا تو کوئی رشتہ دار نہیں ہے البتہ ثمینہ کے دو سوتیلے بھائی ہیں۔" شمشیر نے کہا اور ثمینہ اس کا منہ دیکھنے لگی۔ کچھ آسانی سے کہہ دیا ان دونوں کی سوچ کو میرے والد کے ان جملوں نے توڑا کل آپ لوگ مجھے بتا دیجئے گا اس طرح میں ایک کی زندگی آپ کے نام اور دوسرے کی زندگی آپکے خاوند کے نام لگا دوں گا۔ کہ میرے والد ایک پرانی قبر کی طرف بڑھ گئے میں اپنے کمرے میں چلا گیا پیچھے مجید ان کو سمجھاتا رہا۔

دوسرے روز وہ دونوں پھر میرے والد کے پاس آئے اور متفق تھے کہ ثمینہ کے دونوں سوتیلے بھائیوں کی زندگی ان کے نام کی جائے کیونکہ اس عمل کی پہلی شرط یہ ہے کہ قریبی رشتہ دار ہو۔ میرے والد نے ان کو ایک قبر پر بیٹھا کر کچھ عمل کرنا شروع کر دیا دو گھنٹے مسلسل عمل کے بعد ان دونوں کو ایک ایک مینڈک کھلایا گیا جو کہ مجید نے اس طرح بھون کر لایا تھا کہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ وہ مینڈک یا کسی مرغی کا گوشت ہے۔ اسکے بعد ان سے اپنے عمل کے مطابق پیسے لئے۔ جب وہ جانے لگے تو مجید بھی ان کے ساتھ شہر چلا گیا اس نے میرے والد کی تمام داستان شمشیر کو سنا دی کہ میرے والد ایک ایسا عمل بھی جانتے ہیں جسکے ذریعے کسی شخص کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ کیا جا سکتا ہے۔ مجید نے مزید کہا کہ آپکی زندگی ختم ہو گئی تو آپ کے نام آپکے رشتہ دار کی زندگی شروع ہو جائے گی وہ بھی تو ایک روز ختم ہو جائے گی۔

شمشیر نے جب یہ سنا کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو سکتا ہے۔ تو وہ بے قرار ہونے لگا اور مجید کو بہت سا لالچ دیا کہ وہ میرے والد کو کسی طرح راضی کرے۔ اس طرح وہ مجید کو مزید لالچ دینے لگا مجید نے وعدہ کر لیا کہ وہ میرے والد کو راضی کر لے گا۔ کچھ روز کے بعد شمشیر قبرستان میرے والد سے ملنے کے لئے آیا اور بتایا کہ وہ دونوں بھائی فوت ہو چکے ہیں۔ "میرے والد نے کہا کہ ظاہری بات ہے کہ انکی زندگی اب تم لوگ گزارو گے پھر انکا کیا کام۔" شمشیر میرے والد سے بہت متاثر ہوا۔ وہ ہر طرح سے لالچ اور مختلف بہانوں سے بات کرتا کہ کسی طرح میرے والد اس بات پر راضی ہو جائیں کہ وہ ہمیشہ کی زندگی پا لے اگرچہ وہ جانتا تھا کہ اس عمل میں میرے والد کو جانی خطرہ ہے۔ اور خطرہ بھی 80 فیصد ہے لہٰذا وہ نہیں مانیں گے لیکن 20 فیصد چانس بچنے کا بھی تھا کہ اگر وہ بچ گئے تو ساری زندگی عیش سے گزرے گی اور جن لوگوں کی زندگیاں انہوں نے اپنے نام کی ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں گی اور سب سے بڑھ کر یہ اتنی محنت سے حاصل کیا گیا عمل یونہی رائیگاں چلا جائے گا۔ آخر ایک دن میرے والد اس بات پر رضامند ہو گئے۔ شمشیر کے پاؤں زمین پر نہیں لگ رہے تھے کہ اب وہ ہمیشہ کی زندگی پا لے گا۔ میرے والد نے اس سے پہلے عمل کے بھی اتنے پیسے لے لئے تھے کہ ہم اپنی زندگی عیش سے نہیں تو باعزت گزار سکتے تھے مگر پھر بھی اگر زیدہ رقم آجائے تو برا کیا ہے اور اس دفعہ تو شمشیر نے 4 کروڑ روپے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ شمشیر نے یہ بات اپنی بیوی سے چھپائے رکھی کہ وہ ہمیشہ زندہ ہونے کے لئے کوشش کر رہا ہے اور نہ ہی ثمینہ بی بی کو یہ معلوم تھا کہ میرے والد کسی کو اپنے عمل سے ہمیشہ کے لئے زندہ کر سکتے ہیں۔ شمشیر نے مجید اور میرے والد کو سختی سے منع کر دیا کہ میری بیوی کو اس بات کی خبر نہیں ہونی چاہئے۔

"تم اپنی بیوی سے کوئی بہانہ کر کے ایک ہفتہ کے لئے میرے پاس آجاؤ اور یاد رکھو جیسا میں کہوں ویسا ہی کرنا اگر میں کہوں آگ میں چلنا شروع کر دو تو انکار کسی صورت نہ کرنا ورنہ ہم دونوں مارے جائیں گے۔" میرے والد نے شمشیر کو تسبیح کی شمشیر نے ہر بات سمجھ لی کہ وہ ہر حکم کی تعمیل کرے گا اور ہاں ہفتے کے آخری روز ایک عورت کا بھی بندوبست کرنا شمشیر کچھ سوچنے لگا لیکن جلد ہی کسی فیصلے پر پہنچ گیا اور کہا کہ لاہور جائے گا۔" اس کے بعد وہ ہم سے مل کر چلا گیا کہ وہ دوسرے روز آجائے گا۔

مجید بہت خوش تھا کیونکہ ایک کروڑ روپیہ شمشیر نے اس کو بھی دینے کا وعدہ کیا تھا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کہ اس کو ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ملنے والی ہے۔ وہ مست ہو گیا تھا۔

دوسرے روز صبح صبح وہ میرے والد کے پاس آیا سب سے پہلے میرے والد نے اسے حکم دیا کہ یہ کپڑے اتار کر کفن پہن لو۔ شمشیر کسی کٹھ پتلی کی طرح حکم کا منتظر تھا۔ فوراً اس نے کفن پہن لیا اب وہ ایک زندہ لاش کی طرح ہمارے درمیان کھڑا تھا۔ ہمارے علاوہ اگر کوئی اسے دیکھ لیتا تو ضرور بے ہوش ہو جاتا۔

مجید کو قبر کھودنے کا کہہ کر میرے والد شمشیر سے مخاطب ہوئے "اب بھی وقت ہے واپس لوٹ جاؤ ورنہ میرے ہر حکم کی تعمیل کرنا اور ڈرنا ہرگز نہیں تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔" شمشیر ایک لمحے کو خوف زدہ ضرور ہوا مگر ہمیشہ کی زندگی پانے کی خوشی فوراً غالب آگئی ـــــــ اور اس نے ہر حکم ماننے کا اقرار کر لیا۔

"اور شمشیر! اسے ایک ہفتہ بعد تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاؤ گے لیکن ایک بات یاد رکھو تمہاری جتنی زندگی ہے یہ تم ضرور پوری کرو گے اس کے بعد تم ایک لمحے کے لئے موت واضح ہو گی پھر میرا عمل تم کو ایک لمحے میں زندہ کر دے گا۔ اس وقت موت سے زندگی میں لوٹتے ہوئے تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو گی سوائے پیاس کے پیاس کی شدت اتنی زیادہ ہو گی جسکو تم کبھی بھی پوری نہیں کر سکو گے سوائے اس کے کہ تم اس وقت بھی ایک عورت کو ذبح کر کے اس کا خون پیو اور اپنی پیاس بجھاؤ۔ اس وقت تمہارے دانت بھی نوکیلے اور باہر نکل آئیں گے تم کسی کو بھی آسانی سے شکار کر سکتے ہو۔ اس کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہو گی تم ہو گے اور عیش ہی عیش ہو گی۔ شمشیر خاموشی سے سب باتیں سنتا رہا اور سر ہلاتا رہا۔ وقت اپنی رفتار کے ساتھ بہتا رہا اور شام ہو گئی۔

جب منحوس سیاہی نے روشنی کا نور چھین لیا ہر طرف ایک اندھیرے کا کہرام مچ گیا تو میرے والد نے شمشیر کو پکڑا اور قبرستان کی طرف بڑھ گئے۔ ایک عجیب سماں تھا دو آدمیوں کے درمیان ایک کفن پوش جا رہا تھا۔ ایک بازو سے مجید نے دوسرے بازو سے میرے والد نے پکڑا ہوا تھا۔ میں دور سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ حالانکہ مجھے سب معلوم ہو چکا تھا مگر پھر بھی میری ہمت نہیں ہوتی تھی کہ میں اپنے والد کا سامنا کر سکوں۔ میرے والد کا خیال تھا کہ میں اس وقت اپنی بیوی کے پاس ہوں گا تینوں ایک قبر کے پاس جا کر رک گئے۔ جسکو آج صبح مجید نے کھودا تھا۔ شمشیر کو میرے والد نے اشارہ کیا اور وہ قبر میں اترنے لگا۔ دسمبر کی سرد رات تھی تمام لوگ دور اپنے اپنے گھروں میں آرام کر رہے تھے۔ چاند کا پورا تھال آسمان پر ایک جگہ لٹکا ہوا تھا جسکی روشنی ہر چیز کو چمکا رہی تھی پورا ماحول پراسرار تھا۔

اردگرد تمام مردے اپنی اپنی ابدی نیند سوئے تھے اپنی اپنی قبروں میں اور یہ شخص ابدی زندگی کو پانے کے لئے قبر میں اتر رہا تھا۔ ایک شخص کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندگی دینے کا دعویٰ کر رہا تھا جبکہ اس کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اسکی اپنی زندگی کتنی باقی ہے۔ مجید ہر کام خوشی خوشی کر رہا تھا۔ اس کو ایک ہفتے بعد ایک کروڑ روپیہ ملنے والا تھا۔ وہ آج سے ہی ایک کروڑ روپیہ کو کس کس جگہ لگانا ہے سوچ رہا تھا۔

ہر طرف خاموشی تھی سکون تھا شمشیر قبر میں اتر چکا

تھا اور اس پر مجید پتھر کی سلیں رکھ رہا تھا ہر طرف مٹی کے ڈھیر لگے تھے کوئی کسی سے شکایت نہیں کر رہا تھا۔ وہ تمام لوگ جو دُنیا دُنیا کرتے ہوئے آئے تھے۔ اب دُنیا سے بے خبر سوئے ہوئے تھے۔

چاند اپنی جگہ ٹھہر گیا تھا۔ وہ بھول گیا تھا کہ اسے مشرق سے مغرب کی طرف جانا ہے۔ شاید وہ اپنی راہ سے بھٹک گیا تھا اور اب تماشا دیکھنے میں مصروف تھا۔ کہ ایک انسان اتنا بڑا دعویٰ کر کے کہاں تک کامیاب ہوتا ہے قبرستان میں اگی ہوئی جھاڑیاں ایک دوسرے کے ساتھ سر ملائے محو خنظر تھیں درخت اپنا اپنا سر جھکا رہے تھے۔ میرے پاؤں انکی جڑوں کی مانند کئی فٹ گہرے دفن ہو چکے تھے میری زبان خاموش تھی ان میتوں کی طرح جو دسمبر کی سرد راتوں میں جلتے تو تھے مگر آواز پیدا نہ ہوتی۔ رات دھیرے دھیرے گزر رہی تھی وقت اپنی رفتار کے ساتھ چلتا رہا اور اس طرح ایک ہفتہ گزر گیا آج شمشیر کی قبر میں آخری رات تھی اس کا چہرہ نظر آ رہا تھا باقی جسم پر پتھر کی سلیں تھیں (جس طرح مردہ کے اوپر سلیں رکھی ہوتی ہیں۔) میرا والد اداس تھا اس کو کوئی خوشی نہ تھی کہ وہ 4 کروڑ روپے کا مالک بننے والا ہے وہ ڈر رہا تھا کہ آج رات اس کی آخری رات ثابت نہ ہو کیونکہ 80 فیصد چانس موت کا تھا۔ قبر پر کھڑے ہو کر اونچی آواز میں کوئی ... پڑھا جا رہا تھا۔ مجید پاس آ کر کھڑا ہو گیا جب والد خاموش ... مجید بولا۔ "ایک عورت آئی ہے اور اس کے پاس کھانا ... اس کو شمشیر صاحب نے کہا تھا کہ ہفتہ کے روز شام کو میرا ... نا قبرستان پہنچا دینا اس کے ساتھ شمشیر صاحب کا ... رہی ہے۔" میرے والد سمجھ گئے کہ یہ وہی عورت ہے ... کو آج قربانی پر چڑھنا تھا۔ مجید کو اشارہ کیا مجید فوراً سمجھ ... تھوڑی دیر بعد وہ ایک عورت کو ساتھ اٹھا کر لا رہا تھا میرے والد اس عورت کو قبر پر لٹا دیا اور تیز دھار خنجر سے اسکی گردن کاٹ ... سارا خون شمشیر کے اوپر بہہ رہا تھا۔ عورت بے چاری تھوڑا سا تڑپی اور ہمیشہ کے لئے ٹھنڈی ہو گئی۔ میرے والد پھر کوئی منتر او نچا او نچا پڑھنے لگے۔ جب منتر ختم ہوا تو اس وقت بجلی گرجنے لگی قبر پر روشن چراغ بجھ ... ہر طرف خوف ... حیرانی تھی مجید بھی گھبرا کر اپنے کمرے میں بھاگ ... طوفان کی آمد تھی اچانک زور دار کھڑاک ہوا ... آسمان ... چیرتے ہوئے بجلی ... زمین کی طرف بڑھی ... جو کہ میرا والد تھا جل کر کوئلہ ہو گیا جس

طرح کھڑا تھا وہی پر اسکا خون جم گیا تھا تھوڑی دیر گزری تو مجید بیٹری لے کر قبر پر گیا قبر میں شمشیر موجود نہ تھا اور پاس ہی میرے والد کی جلی ہوئی مورتی کھڑی تھی۔ مجید حیران تھا کہ یہ سب کیا ہو گیا۔ چند گھڑیاں گزری تھیں شمشیر میرے والد کے کمرے سے نکلتا ہوا مجید کی طرف آیا۔ "مجید" اور ایک چیخ بلند ہوئی پھر مدھم ہو گئی مجید نے جونہی شمشیر کو دیکھا تو اچانک اس کی چیخ نکل گئی۔ شمشیر نے کپڑے تبدیل کیئے اور پھر میرے پاس آیا مجھے میرے والد کی موت کا افسوس کیا اور پھر اپنے ڈرائیور کے ساتھ چلا گیا۔ دو روز کے بعد وہ پھر قبرستان آیا تو مجید اس کے آگے پیچھے ہو گیا۔ کہ مبارک ہو تم نے ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی پالی ہے۔" شمشیر نے ایک بیگ گاڑی سے نکالا جس میں سے ایک کروڑ روپیہ مجید کے حوالے کیا اور 4 کروڑ روپے والا بیگ میرے ہاتھ میں تھما دیا میں جانتا ہوں کہ یہ رقم بھی تھوڑی ہے کیونکہ اس عمل میں تمہارے باپ کی جان چلی گئی اس لئے کچھ عرصہ بعد میں کچھ رقم اور دے جاؤں گا۔ شمشیر نے رقم میرے حوالے کی اور چلا گیا۔ دوسرے روز مجید بھی وہاں سے غائب ہو گیا تھا۔ انہیں دنوں میری بیوی ایک بچے کی ماں بننے والی تھی۔ لہٰذا میں نے واہ کینٹ میں جگہ لی اور اپنی بیوی کو ایک ہسپتال میں ایڈمٹ کروا دیا جہاں پر اس کے بچے کی پیدائش ہوئی جسکی وجہ سے میری بیوی مر گئی ماں کے بغیر چند دن تک میرا بچہ زندہ رہا اور وہ بھی چل بسا۔ اب میں اکیلا رہ گیا تھا کافی عرصہ تک اکیلی زندگی گزاری دولت میرے پاس بہت زیادہ تھی۔ اب کسی قسم کا کوئی مسئلہ نہ تھا پھر میں نے دوسری شادی کر لی جس سے میرے تین بچے ہوئے۔ ان میں سے ایک بچہ کو اس موذی نے مار دیا۔

آج میں اقرار کرتا ہوں کہ وہ موذی شمشیر ہی ہے کچھ عرصہ قبل وہ مجھے ملا تھا جب اس نے سینما گھر میں ایک شخص کا قتل کیا تھا۔ اس دن کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا ناصر صاحب آج مجھے ایک بھیانک غلطی ہو گئی دو روز پہلے میں سینما گھر میں فلم دیکھ رہا تھا ایک ہارر موویز لگی ہوئی تھی وہی پر مجھے دل کا دورہ پڑا اور میں مر گیا پھر زندہ ہوا تو اس وقت میری حالت عجیب سی تھی مجھے سب کچھ خواب کی مانند لگ رہا تھا میری زبان پیاس کی وجہ سے باہر نکل رہی تھی ہال تاہم تھا سب لوگ باہر تھے کچھ لوگ ہال میں تھے ... میں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو کرسیوں کے ...

کے اسکی گردن سے سارا خون چوس لیا اس طرح میری پیاس ختم ہوئی یہ عمل مجھ سے خود بخود ہو گیا۔ اسکے بعد مجھے یاد آیا کہ مجھے ایک بہت بڑی غلطی ہو گئی کہ میں نے ایک عورت کا خون پینا تھا مگر میں نے ایک مرد کا خون پی لیا اور آج میں نے جیل میں بھی ایک شخص کا خون کر دیا ہے میں جیل توڑ کر آیا ہوں میری مدد کرو مجھے ایک خاص وقت کے بعد میرا ایک مرد کے خون کی ضرورت ہوتی ہے۔ شمشیر مجھے مخاطب تھا اس کو آج میں 20 سال بعد دیکھا تھا یا شاید اس سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا تھا وہ پہلے سے زیادہ ہینڈسم تھا۔ میری زبان سے کوئی لفظ نہیں نکل رہا تھا میرا ذہن میرے ساتھ نہیں تھا۔ میں اس کو کیا جواب دیتا مجھے اس سے خوف آنے لگا تھا "دیکھو شمشیر تمہیں وہ وقت یاد ہو گا جب میرے والد نے تحریر پر عمل کیا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ تم عورت کا خون پینا صرف عورت کا پھر تم نے ایسا کیوں نہیں کیا اگر تم سے غلطی ہو گئی ہے تو اب میں کچھ بھی نہیں کر سکتا میں نے کبھی کوئی عمل نہ سیکھا ہے نہ کیا ہے اس کے باوجود میرا باپ ایک ماہر عملیات تھا اور تم اس بات سے بخوبی واقف ہو۔" مگر وہ اس بات پر بضد تھا کہ میں کوئی نہ کوئی حل ضرور تلاش کروں میں نے اس کو صاف الفاظ میں کہہ دیا۔ "میں تمہاری اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کر سکتا اب تم مجھے کبھی ملنے مت آنا ورنہ میں پولیس کو خبر کر دوں گا۔ شمشیر میری منت سماجت پر اتر آیا جب میں نے غصے سے اس کو کہا کہ میں نے ایک بار کہا ہے کہ میں کچھ بھی نہیں کر سکتا پھر میری منت سماجت کرنا بے کار ہے۔ وہ اٹھا اور چلا گیا اس کے بعد ہر قتل کے بعد وہ میرے دروازے پر آتا اور واسطے ڈالتا کہ میں اس کی مدد کروں۔ میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا لہٰذا کبھی دروازہ ہی نہیں کھولا وہ اب ہر روز آنے لگا پھر جب میں نے پولیس میں رپورٹ درج کروائی کہ کوئی شخص ہر رات میرے گھر پر آ کر مجھے ڈراتا ہے تو وہ باز آ گیا اس بات سے اس کو غصہ بہت آیا ایک روز پولیس کے آدمی جب ادھر ادھر ہوئے تو اس نے میرے گھر کا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گیا میرے بیوی بچوں نے شور مچایا پھر پڑوسی کے لوگ اکٹھے ہو گئے اس طرح وہ بھاگ گیا پھر اس نے موقع پا کر جب میرے بچے شادی پر گئے ہوئے تھے میرے بڑے بچے کو اپنی درندگی کا نشانہ بنایا اس وقت میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ پولیس اور عوام کو ساری کہانی بتا دوں گا۔ پھر سمن بی بی جو کہ اس کی بیوی تھی وہ بھی اس کے ہاتھوں قتل ہو گئی۔ اس طرح میں

نے پھر اپنی پوری داستان سنانے کے لئے ایک ہفتہ کا وقت لیا اور آج میں اپنی تمام داستان حرف بہ حرف عوام کے سامنے پیش کر چکا ہوں اب میرا ضمیر مطمئن ہے۔

اخبار میں نے ایک طرف رکھا میرے ذہن میں ناصر صاحب کی پوری دکھ بھری داستان تھی ان کا کیس اب عدالت میں پیش ہو چکا تھا۔ دوسرے روز مختلف اخباروں نے ناصر صاحب کے اس انکشاف پر مختلف تبصرے کیئے۔ کسی نے ان کو قصوروار ٹھہرایا تو کسی نے ان کو معاف کر دینے کا کہا۔ ایک اور اخبار نے یہ بھی لکھا کہ آج پھر اس موذی نے جس کا نام ناصر صاحب نے شمشیر بتایا ہے کہ ایک چوکیدار کو مار کر بھاگ گیا ہے۔

ناصر صاحب کے اہم انکشاف کے بعد حکومت نے اس موذی کو ختم کرنے کے لئے بیرونی امداد طلب کی جس میں امریکہ نے یہ پیشکش قبول کر لی کہ وہ اس موذی سے اس ملک کی عوام کو بچائیں گے۔ لہٰذا حکومت نے امریکہ سے آنے والے ماہر عملیات کو خوش آمدید کہا اور نیک خواہشات ظاہر کی کہ امید ہے کہ امریکہ سے آئے ہوئے ماہر عملیات ضرور اس موذی بلا پر قابو پا لیں گے۔

چند دنوں بعد اخبار نے ایک مفصل ... شائع ... جس میں امریکہ سے آئی ہوئی ٹیم ماہر عملیات کی جسکا سربراہ فلش فوگن تھا نے بتایا کہ اس موذی کو کسی بہادری سے ... خیر کر دیا جائے اور اس ... مقررہ وقت کے اندر اندر انسانی خون نہ ملے تو امید کی جاتی ہے کہ وہ ضرور مر جائے گا لیکن ... بھی خدشہ ہے کہ اس ... طاقت کا بے پناہ اضافہ ہو چکا ... لہٰذا وہ اب کسی کی قید میں نہیں آ سکے گا لہٰذا وہ جہاں پر ہو اس علاقے کو گھیر کر آگ لگا دی ... اور آہستہ آہستہ آگ ... دائرہ تنگ کیا جائے اس طرح وہ اس سے فرار نہیں ... گا۔ اس طرح اس کی موت ممکن ہے کیونکہ قدرت نے ... ایک بہت بڑی غلطی کروا دی ہے اب وہ موذی مجبور ... ایک مقررہ وقت کے بعد اس کو انسانی خون ... جانی خطرہ رہے گا۔

اس خبر کے بعد ہر طرف اس موذی بلا کو تلاش کیا جانے لگا۔ حکومت نے ایک ماسٹر پلان تیار کیا پورے ملک کے اندر مقامی لوگ اپنے علاقے کی نگرانی کریں ہر آنے والے آدمی سے اسکی شناخت لی جائے جو اس کا شناختی کارڈ یا کوئی دستاویز جس سے اسکی شناخت ممکن ہو اس طرح تمام



ہوٹل ذوالفقار ... رکاڑیوں کے اندر یہ انتظام کیا گیا ... کہ ہر شخص کی شناخت کے بغیر نہ کوئی آسکے اور نہ جاسکے اس طرح ... ہوٹل اور خاص طور پر ریسٹورنٹ والوں کو باخبر کیا گیا۔ پولیس ہر جگہ سول وردی میں اس موذی بلا کی بو سونگھ رہی تھی۔ مختلف علاقوں سے خبریں آرہی تھیں مگر پولیس کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ موذی فرار ہو جاتا تھا۔

ایک روز پولیس کو خبر ملی کہ موذی نے رات کسی پسرنی بستی میں ایک شخص کو قتل کیا اسی وقت علاقے کے لوگوں نے لکڑی کے ساتھ مٹی کے تیل میں بھگو کر کپڑا کو آگ لگا کر ہر طرف پھیل گئے ان کے مطابق وہ موذی گاؤں کے کسی گھر میں چھپا ہوا ہے۔ پولیس نے فوراً پورے علاقے کو گھیرے میں لے لیا ہر گھر کی تلاشی لی گئی رات کے وقت دن کا سماں تھا ہر طرف لوگ اپنے ہاتھوں میں آگ لئے ادھر ادھر گھوم رہے تھے مزید پولیس نے انکی بھرپور مدد کی اس طرح پورے علاقے سے لوگوں کو ایک ایک کرکے باہر نکالا گیا جس شخص کو علاقے سے باہر نکالا جاتا اس کی شناخت کے لئے دوسرے لوگ وہاں موجود تھے جو اس بستی کے مکین تھے اس طرح کوئی غیر شخص باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ پولیس نے احتیاطاً لکڑی کے ٹرک منگوا لئے تھے۔ آخر کار ایک گھر پر پولیس کو شک گزرا تو اس گھر کے گرد آگ سے دائرہ تنگ کر دیا گیا۔ بعد میں شک یقین میں بدل گیا جب دروازہ نہ کھل سکا پولیس نے کئی بار اناؤنس کیا مگر کوئی بھی باہر نہ نکلا آخر کار فلش فوگن نے کچھ دیر میں اپنے عمل کے ذریعے یہ بتا دیا کہ اس میں وہی موذی ہے جو کسی وقت بھی بھاگ سکتا ہے۔ لہٰذا لکڑی کو اس گھر کے ارد گرد لوگوں کی مدد سے لگایا جانے لگا ادھر فلش فوگن کی پوری ٹیم مختلف عمل کر کے اس گھر کے ارد گرد دائرے بنا رہے تھے کافی دیر گزر جانے کے بعد جب رات آدھی گزر چکی تو پھر فلش فوگن کے حکم پر لکڑیوں کو آگ لگا دی گئی اس طرح پورا علاقہ روشن ہو گیا۔

دو روز تک اس گھر کے گرد لکڑی جلتی رہی جس کی وجہ سے علاقے کا درجہ حرارت بڑھ گیا تھا ابھی تک اندر سے موذی کے کسی رد عمل کا پتہ نہ چلا اچانک ایک کربناک چیخ بلند ہوئی۔ کوئی شخص پیاس کی شدت اور آگ میں جلنے کی وجہ سے چیخنے لگا تھا۔ پولیس نے ناصر صاحب کو بھی وہاں لے آئی جنہوں نے تصدیق کی کہ یہ وہی شخص یہ وہی آواز ہے لہٰذا ... آگ جلائی گئی اس طرح تین دن کے بعد اس ... کا خاتمہ ہو گیا جب کمرے میں امریکہ سے آئی ہوئی ٹیم داخل ہوئی تو وہاں ایک لاش پڑی تھی جو آگ کی وجہ سے سیاہ ہو گئی تھی اس کی زبان ایک گز کے قریب تھی۔ اسکے جسم سے انتہائی بدبو نکل رہی تھی پولیس نے فوراً علاقے سے دور ایک گہرا مٹی کا گڑھا کر کے اس کو دفن کر دیا۔

اس طرح اس موذی سے سب کی جان بچ گئی۔

اس کے بعد ناصر صاحب کا مقدمہ کچھ عرصہ تک عدالت میں چلتا رہا آخر کار مجسٹریٹ نے ناصر صاحب کو باعزت بری کر دیا۔ دیکھا ناظرین ایک کرو(؟) پتی شخص نے ہمیشہ کے لئے زندہ رہنے کی کوشش کی تو اس کا کیا حال ہوا اور جس نے خدائی کام میں مداخلت کرنے کی کوشش کی تھی وہ کسی قدر بھیانک موت مرا ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور جتنی زندگی ہمیں اللہ نے دی ہے اس میں ایسے کام کریں کہ ہمارا نام ہمیشہ زندہ رہے لوگوں کے دلوں میں۔

راجہ صاحب اور کئی دوسرے لوگوں نے مجھے کہا کہ میں اپنی کہانی کا مقصد نہیں لکھتا تو آج میں نے مقصد واضح کر دیا ہے۔ کہ زندگی وہی ہے جو ہمارے رب نے ہمارے نام کر دی ہے ہم اس زندگی میں ایک سانس کا بھی اضافہ نہیں کر سکتے۔ اگر نافرمانی کریں گے تو سخت عذاب میں پکڑے جائیں گے۔ اللہ مجھے اور آپ کو نافرمانی سے بچائے۔ (آمین)

محمد فرید قریشی

بس سٹاپ سرائے صالح (ہری پوری)

★ ---- ★ ---- ★

چاہت

چاہت صرف ... اصول ... یا تو ٹوٹ کے چاہتا ہے یا پھر
چاہت ... جب ٹوٹ کے چاہے تو دنیا سمیٹ لیتا
ہے ... جب چاہت میں ٹوٹ جائے تو بکھر جاتا ہے ٹوٹ
کے چاہے تو موت کو ہرا دیتا ہے اور چاہت میں ٹوٹ جائے
تو زندگی سے ہار جاتا ہے

★ ---------------- وقاص احمد۔ ڈوگرانوالی

"معصوم شیطان"

تحریر: محمد خالد شاہان لوہار، صادق آباد

دُنیا میں اچھے لوگ بھی ہیں اور برے بھی اور ہر انسان کی ایک الگ سوچ ہوتی ہے۔ مگر جب انسان خدا کی عبادت کرتے کرتے جس طرح وہ اپنا قدم شرک کی طرف اٹھاتا ہے۔ تو اسی وقت اس کی پکڑ ہو جاتی اور یہی پکڑ اس کے لئے ایک عذاب بن جاتی ہے۔ اور اسی قسم کی کہانی معصوم شیطان میں دیکھائی گئی ہے اور مجھے یقین ہے کہ میری یہ کہانی بھی آپ کے معیار پر ضرور پوری اترے گی۔

نعمان کیا تم اپنی ٹرانسفر رکوا نہیں سکتے۔ نعمان کے باپ گل زمان نے کہا نعمان بیٹا تیری ٹرانسفر رک نہیں سکتی۔ بابا جان میں خود ٹرانسفر نہیں رکوانا نہیں چاہتا۔

نعمان نے اپنی بیوی سے فرمایا میرے کپڑے رکھ دو نعمان کی ٹرانسفر دیپالپور میں ہوئی تھی۔ نعمان صبح کی پہلی گاڑی سے دیپالپور روانہ ہو گیا۔ تقریباً نعمان شام کے وقت دیپالپور پہنچ گیا۔ اور وہاں پر نعمان کو گورنمنٹ کی طرف سے دی ہوئی کوٹھی میں چلا گیا جس کی اندر سے صفائی ہونے والی تھی چند آدمیوں کی مدد سے نعمان نے اس گھر کی صفائی کرنی شروع کر دی اس کوٹھی میں ایک بلی رہتی تھی اور بہت ہی جلد نعمان سے مانوس ہو گئی اور ہر وقت نعمان کے پاس ہی رہتی اور نعمان بھی اس سے بہت پیار کرتا تھا۔ نعمان کو صفائی کرتے ہوئے باہر سے ایک آدمی نے آواز دی اس آدمی کی آواز سن کر نعمان باہر آیا اور باہر آتے ہی کہا جی فرمایئے۔ آپ کو کس سے ملنا ہے نعمان کا جواب سن کر وہ آدمی بولا مسٹر میں آپ کا پڑوسی ہوں اگر آپ چاہیں تو میں صفائی میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں کیونکہ ایک حق پڑوسیوں کا بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہمسائے کے کام میں مدد کرے اس آدمی کی باتیں سن کر نعمان بولا جیسے آپکی مرضی آپ اندر آ سکتے ہیں کیا میں، آپکا نام پوچھ سکتا ہوں جی میرا نام رزاق ہے اور میں عیسائی ہوں اور آپ کا نام جی میرا نام نعمان ہے اور میں پہلے شہر میں رہتا تھا مگر اب میری ٹرانسفر دیپالپور میں ہوئی ہے۔ نعمان اور رزاق آپس میں باتیں بھی کرتے رہے۔ اور گھر کی صفائی بھی ویسے ایک بات تو بتایئے رزاق صاحب وہ یہ کہ آپ اکیلے ہی رہتے ہیں۔ یا کوئی اور بھی آپ کے ساتھ رہتا ہے دراصل نعمان صاحب میں اکیلا ہی ہوں میرے والدین ایک، حادثے کا شکار ہو گئے تھے۔ اور ابھی میں نے شادی کی نہیں جو بیوی ہو اور نعمان صاحب آپ کتنے افراد ہیں۔ میرے ماں باپ ہیں اور بیوی بھی ہے اور ایک 10 سال کی بچی ہے ایک دو سال کا بچہ ہے اور میں بس ہمارے یہی چند افراد ہیں میں یہاں پر صحیح طرح کام کرنے لگوں گا تو میں اپنے بیوی اور بچوں کو بلوا لونگا میرے امی ابو یہاں پر آنا نہیں چاہتے ابھی نعمان اور رزاق باتیں کر رہے تھے کہ فضاء میں چیخ کی آواز گونجی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ نعمان اور رزاق چونک گئے سب دوڑتے ہوئے چیخ کی سمت گئے تو دیکھا کہ بلی بجلی کی ننگی تاروں میں پڑی ہے۔ اور اس کے جسم سے دھواں نکل رہا ہے اور بلی بجلی لگنے کی وجہ سے مر چکی تھی۔ بلی کو اتنی بری طرح سے مرا ہوا دیکھ کر نعمان کی آنکھ میں آنسو کے دو موتی ٹپ ٹپائے نعمان کا چہرا افسردہ ہو گیا نعمان کا چہرہ دیکھ کر رزاق بولا نعمان کیا تمہیں بلیوں سے اتنا پیار ہے کہ تمہاری آنکھوں سے آنسو نکل گئے ہاں یہ بلی مجھے پسند تھی اور یہ بہت ہی جلد مجھ سے مانوس ہو گئی تھی تو نعمان تم رو کیوں رہے ہو۔ اگر تم چاہو تو یہ بلی زندہ بھی ہو سکتی ہے وہ کس طرح یہاں سے نزدیک ہی جنگل ہے اس جنگل میں عیسائیوں کا قبرستان ہے اور وہاں پر روحوں کا بسیرا ہے۔ اس لئے کرسچین وہاں پر اپنے مردے دفناتے نہیں اور اب وہ قبرستان بہت ہی پرانا ہو گیا ہے اور وہاں کی قبریں بہت ہی ٹوٹ پھوٹ گئی ہیں اس قبرستان کے ساتھ ہی ایک پہاڑی ہے جب تم اس پہاڑی پر جاؤ گے تو تم کو وہاں پر ایک عجیب و غریب رنگ کا نشان نظر آئے گا۔ اور اس نشان کے آس پاس تقریباً آٹھ یا دس کے قریب قبریں بنی نظر آئیں گی بس تم اس نشان کے درمیان میں جا کے اس بلی کا مردہ جسم لیٹا کر آ جاؤ۔ تو دوسرے دن ہی یہ بلی خود بخود ہی زندہ ہو کر تمہارے پاس آ جائے گی رزاق کی بات سن کر نعمان بولا۔ نہیں رزاق میں نہیں مانتا آج کل سائنس کا دور ہے کون اس بات پر یقین کرے گا۔ نہیں نعمان میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اگر آپکو یقین نہیں تو آپ شام کو میرے ساتھ چلنا تو پھر یہ پروگرام طے پایا کہ رات کو نعمان اپنی بلی کو لے کر رزاق کے ساتھ وہاں جائے گا۔

رات کی تاریکی پھیلتے ہی سب پرندے اپنے اپنے آشیانوں میں جا کر ٹھر سے یہاں تک کہ انسان بھی اپنے اپنے مکانوں میں چلے گئے اور گلیوں میں آوارہ کتوں کے بھونکنے کی آواز وقفے وقفے سے سنائی دیتی اور تھوڑی دیر بعد خاموشی چھا گئی اور وقفے وقفے کے بعد چوکیدار کی سیٹی کی آواز سنائی دیتی۔ اور آدھی رات کے بعد چاند آسمان پر نکلا اور آسمان پر اپنی چاندنی پھیلا تا گیا۔ اور اس خوفناک تاریکی اور سنسان رات میں نعمان اور رزاق بلی لے کرسٹن کے قبرستان سے گزر رہے تھے۔ رزاق تو اپنی عادت سے مجبور ہو کر بغیر کسی ڈر اور خوف سے ملتا جلتا ایک احساس جاگ رہا تھا۔ اور بلی نعمان کے ساتھ میں موجود شاپر میں تھی۔ جو کہ بے جان تھی۔ جیسے جیسے نعمان اور رزاق قبرستان کی طرف بڑھتے جا رہے تھے ویسے ویسے نعمان کے دل میں خوف بڑھتا جا رہا تھا۔ کرسچین کے قبرستان میں ایک عجیب سی ویرانی چھائی ہوئی تھی اور قبریں ٹوٹی ہوئی تھیں اور کئی قبروں کے کتبے اکھڑے ہوئے تھے اور قبروں کے پاس درختوں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے قبرستان میں بڑے بڑے دیو کھڑے ہوں جیسے ہی کوئی انسان گزرے وہ اسے ختم کر دیں۔ قبروں کی حالت اور ان پر اگی ہوئی جھاڑیوں کو دیکھ کر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے واقعی برسوں پرانا قبرستان ہو۔ خیر وہ خاموشی سے چلتے ہوئے قبرستان کو عبور کرتے ہوئے پہاڑی پر چڑھنے لگے اور ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد ہی وہ پہاڑی کے آخری سرے پر جا پہنچے وہاں پر واقعی سفید رنگ سے عجیب و غریب نشان بنا ہوا تھا اور اس کے آس پاس دس قبریں بنی ہوئی تھیں اور ان کے درمیان میں ایک گول دائرہ بنا ہوا تھا اور اس دائرے کے چاروں طرف چراغ جل رہے تھے۔ جو یہاں کے ماحول کو اور خوفناک بنا رہے تھے اس عجیب غریب نشان کے آخری سرے پر ایک خوفناک شکل بنی ہوئی تھی اس کو دیکھتے ہوئے رزاق بولا۔ نعمان اس سرے پر چھپی ہوئی خوفناک شکل کو دیکھ رہے ہو ہاں رزاق اگر کبھی تمہیں اس بلی کو مردہ کرنا ہو تو پھر تم اس شکل کو آگ لگا دینا اس شکل کو آگ لگتے ہی ساری قبروں اور نشان کو بھی آگ لگ جائے گی اور بلی پھر مردہ ہو جائے گی اور پھر یہ سب کچھ تباہ ہو جائے گا اور پھر دوبارہ کوئی مردہ چیز زندہ نہیں ہو گی۔ مگر رزاق تمہیں یہ سب کچھ کس نے بتایا نعمان صاحب یہ سب کچھ مجھے ہمارے بزرگوں نے بتایا تھا اچھا اب یہ بتاؤ رزاق کے میں بلی کو کس جگہ پر رکھوں مجھے تو اس جگہ سے بہت ہی خوف آ رہا ہے۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں نعمان میں تمہارے ساتھ ہوں ویسے بھی ہمیں اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرنا ہی نہیں چاہئے۔ کیونکہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور تم اس ماحول سے خوفزدہ ہو رہے ہو نعمان ہمیں اس ماحول سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے۔ اچھا رزاق اب تم بتاؤ کہ میں اس بلی کو کہاں رکھوں یہ جو درمیان میں دائرہ بنا ہوا ہے بس تم اس جگہ پر جا کر رکھ دو۔ اور واپس چلے آؤ نعمان نے شاپر سے بلی کا مردہ جسم نکالا اور اس کو دائرے کے درمیان میں رکھ کر واپس آ گیا۔ اور بولا اب کیا کریں رزاق بس اب کیا واپس چلیں بس پھر نعمان اور رزاق واپس چل پڑے چلتے ہوئے رزاق نے اپنی گردن سے پیتل کا صلیب کا نشان نکالا اور نعمان کو تمغہ کے طور پر دے دیا رزاق صاحب یہ کیا آپ نے تکلف کیا آپ نے اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے وہ دونوں قبرستان ہوتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کی طرف چل پڑے۔

دوسرے دن نعمان ذرا دیر سے اٹھا تھا اس لئے اس نے جلدی جلدی منہ دھویا اور ناشتے کیلئے بازار چلا گیا۔ ہوٹل سے ناشتہ کیا اور چائے پی کر تقریباً آدھا گھنٹہ وہاں بیٹھا رہا اور واپس اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ اور گھر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اور گھر کے اندر داخل ہوتے ہی اسے ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے علاوہ اس گھر میں کوئی اور بھی موجود ہے کیونکہ ہلکے ہلکے شوز کی آواز آ رہی ہے۔ آواز سے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی جنگلی جانور کی ہے مگر یہ جنگلی جانور کہاں سے آ گیا خیر نعمان نے پہلے نیچے کے کمرے دیکھے وہاں پر کچھ نہیں تھا پھر وہ اپنے بیڈ روم گیا مگر وہاں پر بھی کچھ نہ ملا۔ تو وہ اوپر کی طرف جانے لگا اور آہستہ آہستہ اپنے قدم اٹھاتا ہوا اوپر کی طرف چلنے لگا اور آواز بھی اوپر کی جانب سے ہی آ رہی تھی۔ نعمان کے دل میں ایک خوف چھپا ہوا تھا کہ نہ جانے کونسی مصیبت اس کا اوپر انتظار کر رہی ہو گی مگر نعمان دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اوپر جا رہا تھا اور آخر کار وہ اوپر والی منزل پر آ گیا نعمان کو آواز باورچی خانے سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور اس کے قدم آہستہ آہستہ باورچی خانے کی طرف بڑھنے لگے۔ اس سے پہلے کے نعمان باورچی خانے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتا کہ اچانک سامنے رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور گھنٹی کے اچانک بجنے کی وجہ سے نعمان ڈر گیا مگر جب ہوش آیا تو خود ہی مسکراتا ہوا ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا اور ٹیلی فون کا ریسور اٹھا کر ہیلو بولا۔ تو دوسری طرف سے اس کی معصوم سی بچی کلثوم کی آواز سنائی دی۔ ہیلو ڈیڈی آپ کیسے ہیں میں ٹھیک ہوں

کلثوم ڈیڈی آپ ہمیں بہت یاد آتے ہیں آپ واپس کیوں نہیں آجاتے یا پھر آپ ہمیں اپنے پاس بلوالیں نہیں بیٹا کلثوم آپ اپنی امی کے ساتھ پرسوں آجانا جب تک مکان بھی ٹھیک ہو جائے گا- نہیں ڈیڈی میں آج ہی آؤں گی دیکھو کلثوم تم بیٹا ضد نہیں کرتے میں نے کہا نہ کہ آپ سب اپنی ممی کو ساتھ پرسوں آنا پر ڈیڈی میں نے کہا نہ کلثوم اب تم اپنی امی کو فون دو تھوڑی سی خاموشی کے بعد نعمان کی بیوی کی آواز آئی ہیلو نعمان میں خالدہ بول رہی ہوں آپ کیسے ہیں- طبیعت تو ٹھیک ہے کھانا تو کھاتے ہیں نہ کمزور تو نہیں ہو گئے دوائی تو صبح ٹائم پر لے لیتے ہو نہ اور صبح ورزش کرتے ہو خالدہ کی بات درمیان سے ہی کاٹتے ہوئے نعمان بولا- بس بس خالدہ تم رکو گی تو میں بولوں گا اور ایک سوال کا جواب دوں گا مگر تم نے تو ایک ہی سانس میں کتنے ہی سوال کر دیئے ویسے تمہارے لئے اطلاع ہے کہ میں ہر چیز اپنے ٹائم پر ہی کر لیتا ہوں کھانا دوائی اور ورزش سب کچھ اب تو ٹھیک ہے نہ ہاں اب ٹھیک ہے- اچھا خالدہ اب تم ایسا کرنا کہ پرسوں تم کلثوم اور توفیق دیپالپور آجانا جب تک میں مکان ٹھیک کر لوں گا- ابو اور اماں تمہارے بعد آجائیں گے ٹھیک ہے نہ اچھا ٹھیک ہے نعمان نے کہا اچھا اب میں ٹیلی فون بند کرتا ہوں- توفیق بھی تمہیں بہت یاد کرتا تھا اور وہ بھی تم سے بات کرنا چاہتا ہے- خالدہ نے کہا خالدہ کی بات سن کر نعمان رک گیا میں آپ کو ایک بات بتا تا چلوں کہ توفیق دو سال کا بچہ تھا جو کہ لڑکھڑاتے ہوئے چلتا تھا پھر تھوڑی دیر بعد توفیق اپنی توتلی زبان میں بولا Love You ڈیڈی توفیق کی آواز سن کر نعمان بولا Love You To بیٹا توفیق ڈیڈی آپ کب آرہے ہیں ہم آپ کو بہت یاد کرتے ہیں دادا جان اور دادی جان بھی پھر توفیق کی آواز رک گئی اور چند لمحوں بعد نعمان کے والد کی آواز سنائی دی- بیٹا تم صحیح سلامت دیپالپور پہنچ گئے تھے نہ جی ابو اور اب تمہاری طبیعت کیسی ہے ٹھیک ہوں ابو جی- ابو جی آپ بھی وہی سوال کر رہے ہیں جو خالدہ نے پوچھے تھے ان کا جواب میں خالدہ کو دے چکا ہوں اس لئے آپ خالدہ سے پوچھ لیجئے گا اور رہی بات ہماری تو بیٹا ہم رشتے میں تو تمہارے باپ لگتے ہیں- اور تم ہمارے بیٹے اس لئے تم چاہے جتنے بھی بڑے کیوں نہ ہو جاؤ تم ہمارے لئے بچے ہی رہو گے اور تمہاری امی بھی پوچھ رہی تھیں ویسے ابو آپ لوگوں نے مجھے ٹیلیفون کیوں کیا اس لئے تاکہ ہم تمہاری خیریت معلوم کر سکیں اور بچوں نے تم سے بات کرنی تھی اور ہم نے بھی تم سے بات کرنی تھی اچھا ابو پرسوں آپ خالدہ کلثوم اور توفیق کو دیپالپور بھجوا دینا میں ان کا انتظار کروں گا اچھا خدا حافظ یہ کہہ کر نعمان نے ٹیلی فون رکھ دیا کہ اچانک باورچی خانے سے پھر کسی چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی اور نعمان باورچی خانے کی طرف بڑھنے لگا اور وہ باورچی خانے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا- نعمان جیسے ہی اندر داخل ہوا اچانک سامنے سے کسی نے چھلانگ ماری اور نعمان کا چہرہ زخمی کرتی ہوئی دروازے کی سائیڈ میں کھڑی ہو گئی- اور نعمان اوندھے منہ جا گرا جب وہ سنبھلا اور اٹھا تو دیکھا کہ دروازے کے پاس بلی کھڑی ہے اور اس نے منہ پھاڑا ہوا ہے اور اس کے جسم کے سارے بال کھڑے ہوئے ہیں- اور آنکھیں پیلی ہو چکی ہیں- جیسے آنکھوں میں آگ برس رہی ہو بلی کو زندہ دیکھ کر نعمان خوش بھی ہوا اور خوفزدہ بھی بہت ہوا تھوڑی دیر تک بلی نعمان کو خونخوار نظروں سے دیکھتی رہی اور پھر چند لمحوں بعد وہ نارمل حالت میں آگئی اور میاؤں میاؤں کرتی ہوئی خوفزدہ کھڑے ہوئے نعمان کے پیروں کے پاس بیٹھ گئی- چند لمحوں تک تو نعمان خوفزدہ رہا مگر چند لمحوں کے بعد جب نعمان نے دیکھا کہ بلی اب ٹھیک ہو گئی ہے- تو اسے بہت ہی خوشی ہوئی اور اس نے بلی کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیا اور اسے ڈرائینگ روم میں لے آیا- اور بلی کو وہاں چھوڑ کر باورچی خانے سے دودھ لایا اور پیالے میں رکھ کر بلی کے آگے رکھ دیا بلی آرام سے دودھ پینے لگی اور نعمان اسے بیٹھا دیکھتا رہا چند لمحوں بعد ہی بلی کو اچانک پھر کیا ہوا کہ وہ اچانک چنگاڑی مارتی ہوئی اچھلی اور نعمان کا پھر چہرہ زخمی کرتی ہوئی باہر نکل گئی چند لمحوں تک تو نعمان وہاں ہی بیٹھا رہا اور پھر اپنے زخمی چہرے کو لے کر رزاق کے گھر چلا گیا جب وہ رزاق کے گھر داخل ہوا تو دیکھا کہ وہاں پر ایک نوجوان لڑکا اداس چہرہ لئے بیٹھا تھا- اور رزاق اسے کوئی بات سمجھا رہا تھا- اور وہ لڑکا اپنا چہرہ ہاتھوں میں لئے ماضی کی یادوں میں کھویا ہوا تھا- اور وہ رزاق کی باتوں کو غور سے نہیں سن رہا تھا- نعمان نے اندر داخل ہوتے ہی کہا رزاق صاحب کیا فائدہ یہ آپکی باتیں ہی نہیں سن رہا اور رزاق چونک کر بولا- نعمان تم کب آئے ابھی تھوڑی دیر ہوئی ہے ارے یہ کیا رزاق نعمان کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا- نعمان تمہارے چہرے پر کیسے زخم کے نشان ہیں اور تازہ تازہ خون بھی نکل رہا ہے یہ چوٹ کیسے

لگی- دراصل رزاق وہ بلی زندہ ہو گئی ہے- اور یہ زخم اسی نے کئے ہیں نعمان تھوڑی دیر کمزور رہنے کے بعد اس لڑکے کے پاس بیٹھ گیا کوئی بات نہیں نعمان ابھی تازہ تازہ زندہ ہوئی ہے تم کو پہچانتی نہیں ہو گی آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائے گی آؤ میں تمہارے زخموں پر مرہم لگا دوں تاکہ زخم زیادہ نہ بڑھ جائیں- اور پھر رزاق نعمان کے زخموں پر مرہم لگانے لگا مرہم لگاتے ہوئے رزاق بولا اور میں اس لڑکے کا تعارف کروانا ہی بھول گیا ان کا نام خالد ہے اور یہ ہمارے قریبی شہر کے ہیں اور یہ میرا سگا بھانجا ہے- اور یہ مجھے ملنے آیا ہے اور خالد یہ نعمان ہے میرا پڑوسی نعمان نے خالد کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا خالد کیسے ہو- ہاں ٹھیک ہوں نعمان نے اپنے چہرے پر مرہم لگواتے ہوئے کہا کیا بات ہے رزاق خالد اتنا چپ چپ کیوں ہے کیا اسے کوئی دکھ ہے یا کوئی غم ہے- کیا وجہ ہے نعمان کی بات سن کر رزاق بولا بھئی نعمان خالد تو بہت ہی اچھا لڑکا ہے اور ہر ایک کی بات کا دل سے جواب دیتا ہے آج کل یہ بیچارہ کسی لڑکی کا ستایا ہوا ہے کیا مطلب ہے رزاق چاچا دراصل نعمان خالد ایک لڑکی کے پیار میں پاگل ہو گیا ہے اور وہ لڑکی بھی اس سے ہنس ہنس کے باتیں کرتی تھی اور اس کی ہاں میں ہاں ملاتی تھی- ایک دن خالد نے اسے اپنی ڈائری دی کہ وہ اس پر چند شعر لکھ دیئے اور اس نے خالد سے ڈائری لے لی- اور ایک ہفتے بعد خالد کو ڈائری دے دی اور اس نے کہا کہ اس نے کچھ شعر لکھ دیئے ہیں اور وہ چھٹیوں میں مزید شعر لکھ دے گی بس اس لڑکی نے شعر کیا لکھ دیئے- خالد تو اپنے آپ کو آسمانوں پر گھومتا دیکھنے لگا پر اس بیچارے کو پتہ نہیں تھا کہ حسن ایک دھوکا ہے اور خالد اپنے ایک دوست کو اس لڑکی کے بارے میں سب کچھ بتاتا تھا ایک دن خالد کے دوست نے اس سے کہا کہ یار خالد تو اس سے اتنا پیار کرتا ہے آج تو اسے خط دے ہی ڈال کافی مشکل کے بعد خالد مانا اور پھر اس نے ایک کورے کاغذ پر اپنے دل کا حال لکھ ہی دیا-

صبا آپ مجھے اس خط کا جواب جلدی دینا مہربانی ہو گی خالد نے یہ خط اس کے بھائی رحمان کو دیا اور کہا کہ وہ یہ خط اپنی باجی کو دے دے اور اس سے کہا کہ اس خط کا جواب جلدی لانا میں دوکان پر ہی بیٹھا ہوں تھوڑی دیر گزری تھی کہ رحمان بھاگتا ہوا آیا اور خط کے ٹکڑے بیچارے خالد کے منہ پر دے مارے اور کہا کہ خالد باجی کہہ رہی ہیں کہ یہ ہے میرا جواب رحمان تو یہ کہہ کر چلا گیا مگر خالد نے وہ ٹکڑے اکٹھے کئے اور گھر آکر ڈائری میں رکھ دیئے دوسرے دن ہی صبا کی چھوٹی بہن عذرا نے خالد کو بلایا اور کہا کہ خالد 5 روپے کے سموسے لا دو اور خالد سموسے لینے چلا گیا واپس آکر دروازہ کھٹکایا تو صبا نے دروازہ کھولا اور خالد سے سموسے لے کر بولی کہ خالد تم نے یہ خط میں کیا لکھا تھا صبا کی بات سن کر خالد بولا دیکھو صبا میرے دل میں جو کچھ بھی تھا میں نے چند الفاظ میں لکھ دیا اور پھر صبا نے کوئی بات نہیں کی اور چلی گئی اس طرح ایک سال کا عرصہ بیت گیا اور یہ بیچارہ ہر پل ہر گھڑی صبا کو یاد کرتا رہا ایک دفعہ اس نے ان کے گھر ٹیلی فون کیا تو ٹیلی فون صبا کی چھوٹی بہن عذرہ نے اٹھایا اور جب اس نے کہا کہ مجھے صبا سے بات کرنی ہے- تو عذرہ نے خالد کو خوب کھری کھری سنائیں اور آئندہ ٹیلی فون مت کرنا ورنہ میں گھر والوں کو بتا دوں گی- مگر یہ بیچارہ ٹوٹا ہوا دل لے کر میرے پاس آیا ہے- اور میں اسے سمجھا رہا تھا کہ تم آگئے ہو اچھا تو رزاق صاحب خالد اس لئے خاموش اور چپ چپ ہے- دیکھو خالد آج سے تمہاری اور ہماری دوستی پکی اور آج کے بعد تم چپ نہیں رہو گے ہمارے ساتھ ہنسو گے کھیلو گے اور مزا کرو گے- نعمان نے آگے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا وعدہ کرو خالد اور تھوڑی دیر سوچنے کے بعد خالد نے نعمان سے ہاتھ ملا لیا اور مسکرانے لگا- خالد اب ہم دونوں دوست ہیں میں تمہیں ایک مشورہ دوں گا وہ یہ کہ لڑکی جو ہے نہ ایک حسین دھوکا ہے اور اس کی فطرت میں ہے ڈسنا اور ڈسا کرتی ہے دیکھ لو تم صبا اور عذرہ کو کس طرح ان دونوں نے تمہیں دھوکا دیا خیر چھوڑو نعمان ان باتوں کو اب میں ان کو بلانے کی کوشش کروں گا اور وہ بھی تمہاری دوستی کی خاطر اچھا تو نعمان یہ تمہارے چہرے پر زخم کیسے یار بلی نے پنجے مار کر زخمی کر دیا اور رزاق صاحب میں آپ کو ایک بات بتانا ہی بھول گیا کہ کل میرے بیوی بچے آرہے ہیں- اچھا نعمان یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے- چلو گھر تو بھرا بھرا رہے گا نہیں تو خالی گھر اچھا ہی نہیں لگتا خیر دوسرے دن نعمان صبح سویرے ہی اٹھ گیا اور منہ ہاتھ دھو کر اڈے پر چلا گیا اور گاڑی کا انتظار کرنے لگا تقریباً آدھا گھنٹہ انتظار کے بعد گاڑی دور سے نظر آنا شروع ہو گئی اور تھوڑی دیر بعد گاڑی نعمان کے پاس سے ہوتی ہوئی مطلوبہ جگہ پر جا کر کھڑی ہو گئی نعمان اپنی بیوی اور بچوں کے دیدار کے لئے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا-

جب سارے مسافر باہر آکر چلے گئے اور پھر کوئی مسافر باہر نہ نکلا تو نعمان کا منہ لٹک گیا اور وہ سوچنے لگا کہ شاید وہ کل آئیں گے یہ سوچتے ہوئے وہ واپس مڑا اور جانے لگا۔ تو ایک توتلی آواز آئی I Love You---I Love You ڈیڈی یہ آواز سن کر نعمان نے جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو گاڑی کے دروازے میں اس کی بیوی اور بچے کھڑے تھے اپنے بیوی بچوں کو دیکھ کر نعمان بہت خوش ہوا نعمان دوڑتا ہوا گیا اور اپنی بچی کو گود میں اٹھالیا اور پیار کرنے لگا نعمان کی گود میں آتے ہی بچی نے کہا کہ پاپا اب ہم واپس نہیں جائیں گے نہیں بیٹا اب ہم یہاں پر ہی رہیں گے۔ نعمان ابھی اپنی بچی سے باتیں کر رہا تھا کہ توحید اپنی توتلی زبان میں بولا I Love You ڈیڈی اور نعمان نے بچی کو گود سے اتار کر توحید کو گود میں اٹھالیا اور اڈے سے باہر آکر ایک ٹیکسی رکوائی اور اس میں بیٹھ کر گھر کی طرف چل پڑے۔

دوسرے دن نعمان اور اس کے بیوی بچے اور خالد، رزاق وہاں کے ایک خوبصورت باغ میں پکنک منانے چلے گئے اور وہاں پر خوب سیر و تفریح کی اور نعمان نے خالد اور رزاق کا تعارف بھی کرایا پھر سب ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مذاق میں لگے ہوئے تھے۔ جب سب ہنسی مذاق اور کھیل کود سے فارغ ہو گئے تو سب کھانا کھانے بیٹھ گئے کھانا کھانے کے دوران نعمان نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ امی اور ابو کی کیسی طبیعت ہے۔ اور تم ان کو بھی ساتھ لے آتی نعمان کی بات سن لی نعمان کی بیوی بولی امی اور ابو کی طبیعت تو بہت ہی اچھی ہے اور میں نے ان کو بھی آنے کیلئے بہت کہا مگر امی اور ابو نہ مانے اور کہنے لگے کہ ہم اپنا پرانا مکان چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ ہم یہاں پر ہی رہیں گے۔ ہم کہیں نہیں جائیں گے۔

میں نے بہت کوشش کی مگر امی اور ابو نہیں مانے پھر ہمیں انہیں مجبوراً وہاں چھوڑ کر آنا پڑا اس سے پہلے کہ خالدہ کچھ اور بولتی اس سے پہلے ہی خالد بولا کوئی بات نہیں بھابھی اکثر انسان ایسا ہی سوچتے ہیں اچھا بھابھی اب آپ تو یہیں رہیں گے نہ واپس تو نہیں جائیں گے نہیں خالد بھائی اب ہم کہیں بھی نہیں جائیں گے اور یہاں پر ہی رہیں گے اور کسی نہ کسی طرح امی اور ابو کو بھی یہاں بلوالیں گے جب سب چپ ہو گئے تو توحید بولا کہ خالد چاچو اب ہم فٹ بال کھیلیں گے توحید کی بات سن کر خالد، رزاق اور نعمان اور اس کی بیٹی نیلم اٹھ کر سب توحید کے ساتھ فٹ بال کھیلنے لگے اور ہنسی مذاق کرنے لگے تقریباً آدھا گھنٹہ کھیلتے رہے اور ہنسی مذاق کرتے رہے کہ اچانک ہی نعمان نے توحید کی طرف فٹ بال کر کے ایک ٹھوکر ماری اور فٹ بال توحید کے اوپر سے ہوتا ہوا باہر موٹر کی طرف جا گرا اور توحید بھاگتا ہوا فٹ بال پکڑنے لگا مگر فٹ بال اس کے بھاگنے سے زیادہ تیز تھا اس لئے اس سے نہ پکڑا گیا پھر فٹ بال سڑک کے درمیان میں رک گیا اور توحید بھاگتا ہوا جا رہا تھا خالد، رزاق، نعمان، خالدہ اور اس کی بیٹی نیلم توحید کو فٹ بال کی طرف بھاگتا دیکھ کر مسکرا رہے تھے کہ اچانک رزاق چلایا نعمان وہ دیکھو ایک بس بہت تیز رفتاری کے ساتھ اسی طرف آرہی ہے یہ دیکھنا تھا کہ خالد، رزاق اور نعمان توحید کو رکنے کیلئے کہہ رہے تھے اور اس کی طرف بھاگ رہے تھے۔ پر اس معصوم کو کیا پتہ تھا کہ ابھی چند لمحوں میں کیا ہونے والا ہے کہ وہ سب کو چھوڑ جائے گا۔ اور کبھی لوٹ کر نہیں آئے گا مگر توحید اپنی ہی دھن میں بغیر کچھ سوچے سمجھے اپنی ہی دھن میں فٹ بال کو پکڑنے جا رہا تھا۔ جب خالد، رزاق اور نعمان سے آوازیں دیتے تو وہ ان کی طرف مسکرا کر دیکھتا اور پھر بھاگ پڑتا۔ توحید کو بھاگتا دیکھ کر خالد، رزاق اور نعمان نے اور تیز بھاگنا شروع کر دیا مگر کہتے ہیں نہ کہ قسمت میں جو لکھا ہو وہ ہو کر رہتا ہے چاہے جو کچھ بھی ہو جائے۔ نعمان کو پتہ نہیں تھا کہ آج وہ ہو جائے گا جو یہ نہیں چاہتے تھے۔ خالد، رزاق اور نعمان کا تیز بھاگنا بے کار چلا گیا۔ کیوں کہ توحید سڑک پر موجود تھا اور فٹ بال اٹھا رہا تھا کہ اچانک سامنے سے آتی ہوئی تیز رفتار بس کے ڈرائیور نے توحید کو دیکھ لیا تھا اس لئے اس نے پیچھے سے ہی فل بریک لگائی۔ مگر سب بے سود بے کار کوشش تھی۔ بریک لگتے لگتے بھی بس نے توحید کو اتنی زور سے ٹکر ماری کہ توحید بہت اونچا اچھلتا ہوا دور جا گرا۔ اور بس بھی رفتار زیادہ ہونے کی وجہ اور ایک دم بریک لگانے کی وجہ سے ڈرائیور سے کنٹرول نہ ہو سکی اور ایک درخت میں جا لگی اور بس کو آگ لگ گئی اور ادھر توحید کی صرف ایک چیخ سنائی دی اور پھر فضاء میں خاموشی چھا گئی خالد، رزاق اور نعمان کے تیز تیز بڑھتے ہوئے قدم وہیں رک گئے اور اچانک نعمان کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا اور وہیں پر لڑکھڑا کر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا خالد اور رزاق نے نعمان کو سنبھال لیا۔

جب نعمان کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو گھر میں پایا۔ اور وہ سوچنے لگا کہ ہم تو پکنک منانے گئے تھے میں یہاں گھر کیسے اور وہ دوبارہ پچھلے واقعات سوچنے لگا اور اسے یاد آگیا کہ کس طرح توحید بس سے ٹکرایا تھا اور توحید کی آخری چیخ فضاء میں گونجی اور پھر خاموشی چھا گئی جب نعمان نے کمرے میں دیکھا تو وہاں پر کوئی نہیں تھا اور پیچھے سے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ رونے کی آوازیں سنتا تھا کہ نعمان توحید توحید چیختا ہوا نیچے بھاگا نیچے خالد نسیم، رزاق نیلم اور بستی کے لوگ بھی موجود تھے۔ نسیم اور نیلم کا تو رو رو کر برا حال ہو گیا تھا اور نعمان بھی چیختا ہوا توحید کے مردہ جسم سے چمٹ کر رو پڑا۔ اور کہنے لگا کہ توحید تو اپنے امی اور ابو کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا ابھی تو میں نے تجھے جی بھر کر دیکھا بھی نہ تھا اور تو اتنی جلد ہم سے مکھ موڑ چلا۔ تجھے اپنے باپ کا خیال بھی نہ آیا نہیں توحید نہیں میں تمہیں اس طرح جانے نہیں دوں گا بولو بیٹا ڈیڈی آنکھیں کھول کر تو دیکھو بیٹا میں تمہارا ڈیڈی ہوں بیٹا صرف ایک بار ڈیڈی کہہ کر پکار لے نہیں تو میں بھی تیرے بنا نہیں جی سکوں گا تو کیوں ہم سے اتنی دور چلا گیا۔ نعمان کا باپ اندر داخل ہوتے ہوئے بولا میں نے کہا تھا نہ کہ تم اپنا ٹرانسفر کروا لو مگر تم نہ مانے اور اپنی ہی مرضی کی اب دیکھ لیا نہ اپنی ضد کا انجام ایک معصوم بچے کی موت جس نے ابھی دنیا میں دیکھا ہی کیا تھا ابھی تو اس کے کھیلنے کودنے کے دن تھے اور [illegible] سے ہی نعمان تو نے اپنے بچے کو ابدی نیند سلا دیا کاش میں تمہارے بیوی بچوں کو یہاں نہ بھیجتا اور نہ یہ کچھ ہوتا۔ نعمان تم اپنے معصوم بچے کے قاتل ہو قاتل نہیں انکل نعمان بے قصور ہے خالد آگے بڑھتا ہوا بولا کہ نعمان بے قصور ہے ہم فٹ بال کھیل رہے تھے کہ فٹ بال سڑک پر جا گری اور توفیق فٹ بال اٹھانے گیا اور یہ حادثہ پیش آگیا۔ حالانکہ ہم نے توحید کو بچانے کی بہت کوشش کی تھی مگر افسوس خدا کو جو منظور تھا وہ پورا ہوا چاہے ایکسیڈنٹ سے ہوا یا قدرتی بیماری سے مگر خدا کو جو منظور ہوتا ہے وہ پورا ضروری ہوتا ہے۔ اس کو نہ نعمان ٹال سکتا ہے نہ میں اور نہ آپ پھر خالد نعمان کو دیکھتے ہوئے بولا دیکھو نعمان تم مرد ہو اور مرد ہی بنو اگر تم ہی ہمت ہار گئے تو بھابھی اور تمہاری امی کو کون تسلی دے گا۔ ہماری یہ جان خدا کی امانت ہے جب خدا نے ہمیں یہ جان دی تھی تو روتے ہوئے نہیں دی تھی اور ہمیں چاہئے کہ ہم خدا کی امانت خدا کو ہنسی خوشی دیں۔ تاکہ خدا بھی ہم سے راضی ہو جائے۔ خدا نے ہمارے اندر جان ڈالی ہے تو نکال بھی سکتا ہے ہم پروردگار کی امانت ہیں وہ جب چاہے ہماری جان لے سکتا ہے مگر نعمان کیا کرتا وہ اپنے بیٹے توحید سے بہت پیار کرتا تھا اور توحید اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا تھا خالد اور رزاق نے جب دیکھا کہ نعمان توحید کے مردہ جسم کو نہیں چھوڑ رہا تو دونوں نے مل کر بڑی کوشش سے نعمان کو توحید سے علیحدہ کیا اور توحید کو غسل دیا اور غسل دینے کے بعد توحید کو دفنانے چلے گئے۔ نعمان بھی روتا ہوا جا رہا ہے جب توحید کے مردہ جسم کو اٹھانے لگے تو نسیم اور نیلم توحید کے مردہ جسم کو چمٹ گئیں اور رو رہی تھیں اور یہ کہہ رہی تھیں کہ ہم اپنے توحید کو نہیں جانے دیں گے توحید کی بہن نیلم کا بھی رو رو کر برا حال ہو گیا تھا اور پھر بھی چپ ہونے کا نام نہ لے رہی تھی اور توحید بھائی توحید بھائی پکار رہی تھی اس معصوم بچے کا مردہ جسم دیکھ کر اور اس کی بہن کا اپنے بھائی کے ساتھ پیار دیکھ کر بستی کے ہر فرد کی آنکھوں میں آنسو تھے نسیم اور نعمان کی امی اور نیلم کا تو رو رو کر برا حال تھا اور وہ توحید کے مردہ جسم کو پکڑے ہوئے تھے اور جانے نہ دے رہی تھیں ظاہر ہے کہ ان کا اکلوتا بیٹا جو تھا ان کے جگر کا ٹکڑا تھا توحید کی بہن نیلم نے بھی توحید بھائی توحید بھائی کی رٹ لگا رکھی تھی اور اپنے بھائی کے مردہ جسم کے ساتھ لپٹ کر بے تحاشا روئے جا رہی تھی۔ انسان جب زندہ ہوتا ہے تو اس کی کوئی قدر نہیں کرتا اور جب انسان مرتا ہے تو اپنے دشمن بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اب سب ہی توحید کی یاد میں آنسو بہا رہے تھے توحید کے جنازے میں نعمان کے والد کی نعمان کی اچھی خاصی لڑائی ہوئی اور میت دفنانے اور توحید کا تیجا کرنے کے بعد نعمان کے والد اور والدہ نے کہا کہ نعمان تمہاری یہ پوسٹ والی جگہ بہت ہی منحوس ہے اس سے پہلے کہ میری بہو اور پوتی پر بھی اس منحوس جگہ کا سایہ ہو جائے اور ہم اپنی بہو اور پوتی سے بھی توحید کی طرح ہاتھ دھو بیٹھیں اس لئے میں اپنی بہو اور پوتی کو لے کر شہر واپس جا رہا ہوں اور کبھی بہو اور پوتی تمہارے پاس واپس نہ آئیں گی اگر تم اس کو ملنا چاہو تو آجانا ہم تمہیں نہیں روکیں گے یہ کہہ کر نعمان کے باپ نے نسیم سے کہا کیوں بہو تم ہمارے ساتھ جانا چاہتی ہو یا رہنا چاہتی ہو اپنے سسر کی بات سن کر نسیم نے پہلے نعمان کی طرف دیکھا اور پھر اپنی بیٹی نیلم کی روئی ہوئی صورت کو دیکھا اور پھر اپنے سسر کی طرف دیکھ کر

کلثوم ڈیڈی آپ ہمیں بہت یاد آتے ہیں آپ واپس کیوں نہیں آجاتے یا پھر آپ ہمیں اپنے پاس بلوالیں نہیں بیٹا کلثوم آپ اپنی امی کے ساتھ پرسوں آجانا جب تک مکان بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ نہیں ڈیڈی میں آج ہی آؤں گی دیکھو کلثوم بیٹا ضد نہیں کرتے میں نے کہا نہ کہ آپ سب اپنی ممی کو ساتھ پرسوں آنا پر ڈیڈی میں نے کہا نہ کلثوم اب تم اپنی امی کو فون دو تھوڑی سی خاموشی کے بعد نعمان کی بیوی کی آواز آئی ہیلو نعمان میں خالدہ بول رہی ہوں آپ کیسے ہیں۔ طبیعت تو ٹھیک ہے کھانا تو کھاتے ہیں نہ کمزور تو نہیں ہو گئے دوائی تو صبح ٹائم پر لے لیتے ہو نہ اور صبح ورزش کرتے ہو خالدہ کی بات درمیان سے ہی کاٹتے ہوئے نعمان بولا۔ بس بس خالدہ تم رکو گی تو میں بولوں گا اور ایک سوال کا جواب دوں گا مگر تم نے تو ایک ہی سانس میں کتنے ہی سوال کر دیئے ویسے تمہارے لئے اطلاع ہے کہ میں ہر چیز اپنے ٹائم پر ہی کر لیتا ہوں کھانا دوائی اور ورزش سب کچھ اب تو ٹھیک ہے نہ ہاں اب ٹھیک ہے۔ اچھا خالدہ اب تم ایسا کرنا کہ پرسوں تم کلثوم اور توفیق دیپالپور آجانا جب تک میں مکان ٹھیک کر لوں گا۔ ابو اور اماں تمہارے بعد آجائیں گے ٹھیک ہے نہ اچھا ٹھیک ہے نعمان نے کہا اچھا اب میں ٹیلی فون بند کرتا ہوں۔ توفیق بھی تمہیں بہت یاد کرتا تھا اور وہ بھی تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔ خالدہ نے کہا خالدہ کی بات سن کر نعمان رک گیا میں آپ کو ایک بات بتاتا چلوں کہ توفیق دو سال کا بچہ تھا جو کہ لڑکھڑاتے ہوئے چلتا تھا پھر تھوڑی دیر بعد توفیق اپنی توتلی زبان میں بولا LoveYou ڈیڈی توفیق کی آواز سن کر نعمان بولا LoveYouTo بیٹا توفیق ڈیڈی آپ کب آرہے ہیں ہم آپ کو بہت یاد کرتے ہیں دادا جان اور دادی جان بھی پھر توفیق کی آواز رک گئی اور چند لمحوں بعد نعمان کے والد کی آواز سنائی دی۔ بیٹا تم صحیح سلامت دیپالپور پہنچ گئے تھے نہ جی ابو اور اب تمہاری طبیعت کیسی ہے ٹھیک ہوں ابو جی۔ ابو جی آپ بھی وہی سوال کر رہے ہیں جو خالدہ نے پوچھے تھے ان کا جواب میں خالدہ کو دے چکا ہوں اس لئے آپ خالدہ سے پوچھ لیجئے گا اور رہی بات ہماری تو بیٹا ہم رشتے میں تو تمہارے باپ لگتے ہیں۔ اور تم ہمارے بیٹے اس لئے تم چاہے جتنے بھی بڑے کیوں نہ ہو جاؤ تم ہمارے لئے بچے ہی رہو گے اور تمہاری امی بھی پوچھ رہی تھیں ویسے ابو آپ لوگوں نے مجھے ٹیلیفون کیوں کیا اس لئے تاکہ ہم تمہاری خیریت معلوم کر سکیں اور بچوں نے تم سے بات کرنی تھی اور ہم نے بھی تم سے بات کرنی تھی اچھا ابو پرسوں آپ خالدہ کلثوم اور توفیق کو دیپالپور بھجوا دینا میں ان کا انتظار کروں گا اچھا خدا حافظ یہ کہہ کر نعمان نے ٹیلی فون رکھ دیا کہ اچانک باورچی خانے سے پھر کسی چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی اور نعمان باورچی خانے کی طرف بڑھنے لگا اور وہ باورچی خانے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ نعمان جیسے ہی اندر داخل ہوا اچانک سامنے سے کسی نے چھلانگ ماری اور نعمان کا چہرہ زخمی کرتی ہوئی دروازے کی سائیڈ میں کھڑی ہو گئی۔ اور نعمان اوندھے منہ جا گرا جب وہ سنبھلا اور اٹھا تو دیکھا کہ دروازے کے پاس بلی کھڑی ہے اور اس نے منہ پھاڑا ہوا ہے اور اس کے جسم کے سارے بال کھڑے ہوئے ہیں۔ اور آنکھیں پیلی ہو چکی ہیں۔ جیسے آنکھوں میں آگ برس رہی ہو بلی کو زندہ دیکھ کر نعمان خوش بھی ہوا اور خوفزدہ بھی بہت ہوا تھوڑی دیر تک بلی نعمان کو خونخوار نظروں سے دیکھتی رہی اور پھر چند لمحوں بعد وہ نارمل حالت میں آگئی اور میاؤں میاؤں کرتی ہوئی خوفزدہ کھڑے ہوئے نعمان کے پیروں کے پاس بیٹھ گئی۔ چند لمحوں تک تو نعمان خوفزدہ رہا مگر چند لمحوں کے بعد جب نعمان نے دیکھا کہ بلی اب ٹھیک ہو گئی ہے۔ تو اسے بہت ہی خوشی ہوئی اور اس نے بلی کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیا اور اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ اور بلی کو وہاں چھوڑ کر باورچی خانے سے دودھ لایا اور پیالے میں رکھ کر بلی کے آگے رکھ دیا بلی آرام سے دودھ پینے لگی اور نعمان اسے بیٹھا دیکھتا رہا چند لمحوں بعد ہی بلی کو اچانک پھر کیا ہوا کہ وہ اچانک چنگاڑی مارتی ہوئی اچھلی اور نعمان کا پھر چہرہ زخمی کرتی ہوئی باہر نکل گئی چند لمحوں تک تو نعمان وہاں ہی بیٹھا رہا اور پھر اپنے زخمی چہرے کو لے کر رزاق کے گھر چلا گیا جب وہ رزاق کے گھر داخل ہوا تو دیکھا کہ وہاں پر ایک نوجوان لڑکا اداس چہرہ لئے بیٹھا تھا۔ اور رزاق اسے کوئی بات سمجھا رہا تھا۔ اور وہ لڑکا اپنا چہرہ ہاتھوں میں لئے ماضی کی یاد میں کھویا ہوا تھا۔ اور وہ رزاق کی باتوں کو غور سے نہیں سن رہا تھا۔ نعمان نے اندر داخل ہوتے ہی کہا رزاق صاحب کیا فائدہ یہ آپکی باتیں ہی نہیں سن رہا اور رزاق چونک کر بولا۔ نعمان تم کب آئے ابھی تھوڑی دیر ہوئی ہے ارے یہ کیا رزاق نعمان کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا۔ نعمان تمہارے چہرے پر کیسے زخم کے نشان ہیں اور تازہ تازہ خون بھی نکل رہا ہے یہ چوٹ کیسے لگی۔ دراصل رزاق وہ بلی زندہ ہو گئی ہے۔ اور یہ زخم اسی نے کئے ہیں نعمان تھوڑی دیر کمزور رہنے کے بعد اس لڑکے کے پاس بیٹھ گیا کوئی بات نہیں نعمان ابھی تازہ تازہ زندہ ہوئی ہے تم کو پہچانتی نہیں ہو گی آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائے گی آؤ میں تمہارے زخموں پر مرہم لگا دوں تاکہ زخم زیادہ نہ بڑھ جائیں۔ اور پھر رزاق نعمان کے زخموں پر مرہم لگانے لگا مرہم لگاتے ہوئے رزاق بولا اور میں اس لڑکے کا تعارف کروانا ہی بھول گیا ان کا نام خالد ہے اور یہ ہمارے قریبی شہر کے ہیں اور یہ میرا سگا بھانجا ہے۔ اور یہ مجھے ملنے آیا ہے اور خالد یہ نعمان ہے میرا پڑوسی نعمان نے خالد کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا خالد کیسے ہو۔ ہاں ٹھیک ہوں نعمان نے اپنے چہرے پر مرہم لگواتے ہوئے کہا کیا بات ہے رزاق خالد اتنا چپ چپ کیوں ہے کیا اسے کوئی دکھ ہے یا کوئی غم ہے۔ کیا وجہ ہے نعمان کی بات سن کر رزاق بولا بھئی نعمان خالد تو بہت ہی اچھا لڑکا ہے اور ہر ایک کی بات کا دل سے جواب دیتا ہے آج کل یہ بیچارہ کسی لڑکی کا ستایا ہوا ہے کیا مطلب ہے رزاق چاچا دراصل نعمان خالد ایک لڑکی کے پیار میں پاگل ہو گیا ہے اور وہ لڑکی بھی اس سے ہنس ہنس کے باتیں کرتی تھی اور اس کی ہاں میں ہاں ملاتی تھی۔ ایک دن خالد نے اسے اپنی ڈائری دی کہ وہ اس پر چند شعر لکھ دیئے اور اس نے خالد سے ڈائری لے لی۔ اور ایک ہفتے بعد خالد کو ڈائری دے دی اور اس نے کہا کہ اس نے کچھ شعر لکھ دیئے ہیں اور وہ چھٹیوں میں مزید شعر لکھ دے گی بس اس لڑکی نے شعر کیا لکھ دیئے۔ خالد تو اپنے آپ کو آسمانوں پر گھومتا دیکھنے لگا پر اس بیچارے کو پتہ نہیں تھا کہ حسن ایک دھوکا ہے اور خالد اپنے ایک دوست کو اس لڑکی کے بارے میں سب کچھ بتاتا تھا ایک دن خالد کے دوست نے اس سے کہا کہ یار خالد تو اس سے اتنا پیار کرتا ہے آج تو اسے خط دے ہی ڈال کافی مشکل کے بعد خالد مانا اور پھر اس نے ایک کورے کاغذ پر اپنے دل کا حال لکھ ہی دیا۔

صبا آپ مجھے اس خط کا جواب جلدی دینا مہربانی ہو گی خالد نے یہ خط اس کے بھائی رحمان کو دیا اور کہا کہ وہ یہ خط اپنی باجی کو دے دے اور اس سے کہا کہ اس خط کا جواب جلدی لانا میں دوکان پر ہی بیٹھا ہوں تھوڑی دیر گزری تھی کہ رحمان بھاگتا ہوا آیا اور خط کے ٹکڑے بیچارے خالد کے منہ پر دے مارے اور کہا کہ خالد باجی کہہ رہی ہیں کہ یہ ہے میرا جواب رحمان تو یہ کہہ کر چلا گیا مگر خالد نے وہ ٹکڑے اکٹھے کئے اور گھر آکر ڈائری میں رکھ دیئے دوسرے دن ہی صبا کی چھوٹی بہن عذرا نے خالد کو بلایا اور کہا کہ خالد 5 روپے کے سموسے لا دو اور خالد سموسے لینے چلا گیا واپس آکر دروازہ کھٹکایا تو صبا نے دروازہ کھولا اور خالد سے سموسے لے کر بولی کہ خالد تم نے یہ خط میں کیا لکھا تھا صبا کی بات سن کر خالد بولا دیکھو صبا میرے دل میں جو کچھ بھی تھا میں نے چند الفاظ میں لکھ دیا اور پھر صبا نے کوئی بات نہیں کی اور چلی گئی اس طرح ایک سال کا عرصہ بیت گیا اور یہ بیچارہ ہر پل ہر گھڑی صبا کو یاد کرتا رہا ایک دفعہ اس نے ان کے گھر ٹیلی فون کیا تو ٹیلی فون صبا کی چھوٹی بہن عذرہ نے اٹھایا اور جب اس نے کہا کہ مجھے صبا سے بات کرنی ہے۔ تو عذرہ نے خالد کو خوب کھری کھری سنائیں اور آئندہ ٹیلی فون مت کرنا ورنہ میں گھر والوں کو بتا دوں گی۔ مگر یہ بیچارہ ٹوٹا ہوا دل لے کر میرے پاس آیا ہے۔ اور میں اسے سمجھا رہا تھا کہ تم آگئے ہو اچھا تو رزاق صاحب خالد اس لئے خاموش اور چپ چپ ہے۔ دیکھو خالد آج سے تمہاری اور ہماری دوستی پکی اور آج کے بعد تم چپ نہیں رہو گے ہمارے ساتھ ہنسو گے کھیلو گے اور مزا کرو گے۔ نعمان نے آگے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا وعدہ کرو خالد اور تھوڑی دیر سوچنے کے بعد خالد نے نعمان سے ہاتھ ملا لیا اور مسکرانے لگا۔ خالد اب ہم دونوں دوست ہیں میں تمہیں ایک مشورہ دوں گا وہ یہ کہ لڑکی جو ہے نہ ایک حسین دھوکا ہے اور اس کی فطرت میں ہے ڈسنا اور ڈسا کرتی ہے دیکھ لو تم صبا اور عذرہ کو کس طرح ان دونوں نے تمہیں دھوکا دیا خیر چھوڑو نعمان ان باتوں کو اب میں ان کو بلانے کی کوشش کروں گا اور وہ بھی تمہاری دوستی کی خاطر اچھا تو نعمان یہ تمہارے چہرے پر زخم کیسے یار بلی نے پنجے مار کر زخمی کر دیا اور رزاق صاحب میں آپ کو ایک بات بتانا ہی بھول گیا کہ کل میرے بیوی بچے آرہے ہیں۔ اچھا نعمان یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ چلو گھر تو بھرا بھرا رہے گا نہیں تو خالی گھر اچھا ہی نہیں لگتا خیر دوسرے دن نعمان صبح سویرے ہی اٹھ گیا اور منہ ہاتھ دھو کر اڈے پر چلا گیا اور گاڑی کا انتظار کرنے لگا تقریباً آدھا گھنٹہ انتظار کے بعد گاڑی دور سے نظر آنا شروع ہو گئی اور تھوڑی دیر بعد گاڑی نعمان کے پاس سے ہوتی ہوئی مطلوبہ جگہ پر جا کر کھڑی ہو گئی نعمان اپنی بیوی اور بچوں کے دیدار کے لئے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

کھڑا ہو گیا نور محمد گاؤں کا بہت ہی اچھا اور نیک آدمی تھا۔ اور وہ اکیلا ہی رہتا تھا اس کی بیوی کینسر کی مریض تھی اور اس کی فوتگی ہوئے کو ایک سال گزر چکا تھا۔ اس لئے وہ گھر میں اکیلا ہی سوتا تھا اور سایہ نور محمد کے مکان کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں سے عجیب قسم کی روشنی نکلی اور دروازے پر جا کر لگی۔ اور دروازہ اپنے آپ بغیر کسی آواز کے کھل گیا۔ اور پہلے وہ سیاہ تھوڑی دیر کھڑا رہا اور پھر آہستہ آہستہ اندر داخل ہو گیا اس سائے کے اندر داخل ہونے کے پانچ منٹ بعد ہی نور محمد کی دہشت زدہ چیخ فضا میں گونجی اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی اور پورے ماحول پر ایسا سناٹا طاری ہو گیا جیسے کوئی چیخ گونجی نہ تھی۔ چیخ کی آواز گئی تو دور دور تک تھی مگر نہ جانے بستی والے باہر کیوں نہ نکلے آدھے گھنٹے بعد وہ سایہ باہر نکلا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اسی گلی کے اندھیرے میں غائب ہو گیا جس طرح وہ اندھیرے سے آیا تھا ویسے ہی اندھیرے میں چلا گیا دوسرے دن دینو دودھ والے نے اپنی سائیکل نور محمد کے گھر کے سامنے روکی اور نور محمد کا دروازہ کھٹکاتے ہوئے بولا نور محمد جلدی آ کے دودھ لے جا جب کافی دیر ہو گئی اور نور محمد باہر نہ نکلا تو پھر دینو نے پھر دروازہ کھٹکایا مگر پھر بھی نور محمد باہر نہ نکلا تو دینو کو شک ہوا اور اس نے کندھے مار کر دروازہ توڑ دیا اور خود اندر داخل ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ خون خون کہتا باہر نکلا اور اپنی سائیکل وہیں چھوڑ کر بستی کی طرف بھاگ گیا۔

اٹھو نعمان اٹھو جلدی کرو خالد نے نعمان کو اٹھاتے ہوئے کہا اور نعمان نے اٹھ کر گھڑی پر نگاہ ڈالی تو سات بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے۔ گھڑی کو دیکھتے ہوئے نعمان نے کہا کیا بات ہے خالد تم اتنی جلدی مجھے اٹھانے آ گئے ہو۔ یار نعمان جلدی اٹھو اور منہ ہاتھ دھو کر میرے ساتھ بستی کے آخری سرے پر چلو۔ کیوں کیا ہوا خالد خیر تو ہے یار نعمان خیر ہی تو نہیں ہے بستی کے آخری سرے پر کسی کا قتل ہو گیا ہے کس کا خالد یار وہ نور محمد کا اس کا کسی نے بڑی بے دردی سے خون کر دیا ہے کیا کہا خالد نور محمد کا قتل ہو گیا ہے وہ تو بہت ہی اچھا انسان تھا اس کی کسی سے دشمنی ہو سکتی ہے یہ کہتا ہوا نعمان اٹھا اس نے منہ ہاتھ دھویا اور خالد کے ساتھ بستی کے آخری سرے کی طرف چل پڑا۔ یار خالد آج تک ہماری بستی میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا تھا نور محمد کو کون قتل کر گیا۔ وہ تو بہت ہی اچھا انسان تھا۔ اس کی کسی کے ساتھ کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔ خیر وہ دونوں اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے نور محمد کے مکان کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں پر پہلے ہی کافی لوگوں کا ہجوم تھا خالد اور نعمان لوگوں کے ہجوم کو سائیڈ پر کرتے ہوئے اندر داخل ہو گئے جہاں پر نور محمد کی ڈیڈ باڈی رکھی ہوئی تھی۔ اور اس کے آس پاس کافی خون بکھرا ہوا تھا۔ اور اس کے جسم کی بہت ہی بری حالت تھی اس کی گردن اور سینہ دونوں درمیان سے چیرے ہوئے تھے اور نور محمد کا دل غائب تھا۔ اور چہرہ بھی کافی جگہ سے کھایا ہوا تھا نور محمد کے ہاتھ بھی چبائے ہوئے تھے غرض یہ کہ نور محمد کے سارے جسم کی بہت بری حالت تھی تھوڑی دیر بعد پولیس آئی پولیس نے تفتیش کی اور باڈی [illegible] کر پوسٹ مارٹم کے لئے لے گئے اور آہستہ آہستہ سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے خالد اور نعمان بھی واپس چلے گئے وہ وہاں سے سیدھے رزاق چچا کے گھر چلے گئے رزاق چچا ناشتے کی ٹیبل پر کھانا رکھ کر ان کا ہی منتظر تھا ان کو دیکھتے ہی رزاق بولا دیکھ آئے نور محمد کی لاش دیکھا کہ قتل کرنے والے نے کس بے دردی سے قتل کیا ہے۔ ویسے نعمان یہ ہماری بستی میں پہلا واقعہ ہے حالانکہ آج تک ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اور ویسے بھی نور محمد تو بہت ہی نیک انسان تھا۔ اس کی کسی سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔ اگر مثال کے طور پر ڈاکو بھی آئے تھے تو وہ اتنی بے دردی سے قتل نہیں کر سکتے جتنی بے دردی سے نور محمد قتل ہوا ہے ویسے تو میرے خیال میں نعمان یہ کام تو کوئی انسان کر ہی نہیں سکتا کیونکہ کوئی انسان کسی انسان کو اتنی بے دردی سے قتل نہیں کر سکتا۔۔

رزاق چچا کی بات سن کر نعمان بولا وہ تو میں بھی اور سب بھی یہ جانتے ہیں کہ نور محمد نیک انسان تھا۔ مگر یہی سمجھ نہیں آ رہی کہ کون نور محمد کو قتل کر سکتا ہے۔ وہ سب ناشتہ کرتے رہے اور ان کا موضوع نور محمد ہی رہا ناشتے سے فارغ ہو کر نعمان نے رزاق چچا اور خالد سے اجازت لی اور اپنے گھر آ گیا گھر میں داخل ہوتے ہی نعمان کو ایسے محسوس ہوا جیسے یہاں پر اس کے علاوہ کوئی اور بھی موجود ہے یہ محسوس کر کے ہی نعمان نے جلدی سے اپنے دراز میں سے پسٹل نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور نیچے کے سارے کمرے دیکھ کر اوپر کی طرف چل پڑا۔ وہاں پر بھی سارے کمرے اور باورچی خانہ دیکھ لیا مگر کوئی نہ ملا۔ اور وہ سوچنے لگا کہ آخر مجھے کسی کی موجودگی کا احساس کیوں ہوا۔ ابھی وہ سوچ رہا تھا کہ اسے

سٹور میں کسی کے چلنے کی آواز آئی اور نعمان دوڑتا ہوا گیا اور سٹور کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا نعمان نے دیکھا کہ توحید کے مردہ جسم کے پاس وہی کالی بلی بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے پنجوں پر خون لگا ہوا ہے اور وہ اپنے پنجے میں دبی ہوئی گوشت کی ایک بوٹی کھانے میں مصروف تھی یہ دیکھ کر نعمان بلی پر جھپٹا کہ کہیں بلی توحید کے مردہ جسم کو تو نہیں کھا رہی ہے مگر بلی ہوشیار تھی وہاں سے ہی چھلانگ ماری اور نعمان کے چہرے پر پنجہ مار کر آگے نکل گئی۔ اور نعمان اپنا چہرہ سنبھالتے ہوئے توحید کی طرف بڑھا اور چادر ہٹا کر توحید کو دیکھا تو وہ بالکل صحیح سلامت تھا۔ یہ دیکھ کر نعمان سوچ میں پڑ گیا کہ پھر وہ بلی کس کی بوٹی کھا رہی تھی۔ کہیں یہ بوٹی نور محمد کی تو نہیں پھر رزاق چچا کی بات نعمان کو یاد آنے لگی کہ یہ کام کسی انسان کا نہیں اس وقت نعمان نے توحید کا مردہ جسم ڈھانپ دیا اور پسٹل کو لوڈ کرتا ہوا سٹور سے باہر آ گیا اور اسے سامنے گلدان کے پاس ہی بیٹھی بلی نظر آ گئی جو گوشت کھانے میں مصروف تھی یہ دیکھ کر نعمان نے پسٹل کا رخ بلی کی طرف کیا اور فائر کر دیا گولی بلی کے پاؤں پر لگی اور وہاں سے خون بہنے لگا خون نکلتا دیکھ کر بلی گوشت کے ٹکڑے چھوڑ کر اپنا خون چاٹنے لگی یہ دیکھ کر نعمان نے پھر فائر کیا اور اب کے بار گولی گلدان میں لگی اور بلی بھاگ گئی پھر نعمان نے پورا گھر چھان مارا مگر بلی کہیں نہ ملی۔ اور گولی کی آواز سن کر خالد دوڑتا ہوا نعمان کے پاس آ گیا کیا بات ہے نعمان تم نے یہ گولی کس پر چلائی تھی۔ خالد نے نعمان کے ہاتھ میں پسٹل دیکھ کر پوچھا یار خالد وہ بلی کیا ہوا بلی کو بلی کو کچھ نہیں ہوا بلکہ بلی نے ہی نور محمد کو قتل کیا ہے کیا کہا نعمان تم نے خالد نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا اور نعمان نے توحید والی بات چھوڑ کر بلی کا سارا قصہ سنا دیا اور پھر دونوں نے مل کر بلی کو بہت تلاش کیا مگر بلی نے نہ ملنا تھا اور نہ ہی ملی کافی دیر ڈھونڈنے کے بعد خالد تو چلا گیا اور نعمان وہاں ہی رہ گیا۔ اور اس طرح رات ہو گئی اور نعمان گہری نیند سو گیا آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اور ماحول پر ایک عجیب سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اور پوری بستی میں حشرات الارض کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ان کی آوازوں سے ایسا لگ رہا تھا۔ کہ وہ بھی خدا کے حضور دعا کر رہے ہیں کہ بارش ہو جائے اور پھر ان کی دعا قبول ہو گئی کیونکہ تھوڑی دیر بعد ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی بارش شروع ہونے کے تھوڑی دیر بعد ہی گلی کے اندھیرے میں سے سایہ نکلا اور چلتا ہوا گلیوں کے اندھیرے میں گم ہو گیا۔

نوید جو کہ دیپالپور کا بہت پرانا چوکیدار تھا وہ وقفے وقفے سے سیٹی بجاتا ہوا جا رہا تھا۔ اسے ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی سامنے والی گلی میں گھس گیا ہو۔ یہ دیکھ کر نوید بھاگ کر سامنے والی گلی میں گھس گیا مگر وہاں پر کوئی بھی موجود نہ تھا اس نے ساری گلی دیکھ لی مگر اسے وہاں پر کوئی نہ ملا اور نوید اسے اپنا وہم سمجھ کر آگے چل پڑا۔ وہاں سے گلی نمبر ۱ کی طرف مڑ گیا تو اسے گلی کے آخری سرے سے کوئی جاتا ہوا نظر آیا۔ یہ دیکھ کر نوید کو یقین ہو گیا کہ کوئی ہے جو واقعی گیا ہے اور یہ اس کا وہم نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے اور نوید لالٹین لے کر گلی کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔ گلی کے سامنے میدان تھا اور میدان میں آوارہ کتوں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ نوید نے لالٹین کی روشنی میں پورا میدان دیکھ لیا۔ مگر کتوں کے علاوہ میدان میں کوئی نہیں تھا۔ نوید ابھی سوچ رہا تھا کہ وہ سایہ کہاں گیا کہ اسے محسوس ہوا کہ اس کے پیچھے کوئی موجود ہے اور یہ سوچ کر نوید پلٹا تو سامنے وہ ہی سایہ تھا۔ یہ دیکھ کر اس کے منہ سے ابھی یہ ہی نکلا تھا کہ بجلی کی سی ایک لہر آئی اور اس کی گردن کٹ کر دور جا گری۔ اور اس کے جسم سے خون نکل پڑا اور نوید کا جسم نیچے گر پڑا اور وہ سایہ اس کے خون میں اپنا چہرہ رکھ کر بیٹھ گیا اور پھر وہ خون پینے لگا۔ دوسرا دن پھر کسی قیامت سے کم نہ تھا۔ نوید چوکیدار کی خبر بھی پوری بستی میں اس طرح پھیل گئی جیسے جنگل میں آگ پھیلتی ہے۔ اور پوری بستی کے لوگ نوید کی بغیر گردن کے لاش کو دیکھ رہے تھے۔ اور پاس ہی نوید کی گردن بھی پڑی تھی اور نوید کی آنکھیں خوف اور حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں نوید کی حالت نور محمد سے زیادہ خراب تھی ہر کسی کی زبان پر طرح طرح کی باتیں تھیں کوئی کہتا یہ کسی درندے کا کام ہے کوئی کہتا یہ چڑیلوں کا کام ہے اور کوئی کہتا یہ جن بھوت اور آسیب کا کام ہے غرض یہ جتنے منہ اتنی باتیں وہاں پر نعمان، رزاق اور خالد تینوں موجود تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ رزاق کے گھر آ گئے اور اس مسئلے پر بات کرنے لگے رزاق نے چائے کا کپ اٹھا کر ایک چسکی لے کر کہا۔ نعمان تمہارا کیا خیال ہے رزاق چچا میں کیا کہہ سکتا ہوں جہاں تک مجھے یقین ہے یہ کام بلی کا ہے کیونکہ میں نے بلی کے پنجے میں گوشت کا ٹکڑا دیکھا ہے اور وہ اسے کھانے میں مصروف تھی۔ اور میں نے اسے گولی بھی ماری تھی جو کہ اس کے پیر پر لگی تھی۔ اور وہاں سے خون بہہ نکلا تھا۔ اور وہ

خون بھی چاٹنے لگی تھی جب میں نے دوسرا فائر کیا تو وہاں سے بھاگ گئی اور پھر نہ ملی۔ نعمان کی بات سن کر رزاق نے خالد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ خالد تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے تو خالد بولا کہ ہو سکتا ہے کہ نعمان سچ کہتا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی واقعی آسیب یا پھر بھٹکی بد روح کا کام ہو۔ نہیں خالد میں ان باتوں کو نہیں مانتا خالد کے چپ ہونے کے بعد نعمان بولا۔ نعمان کی بات سن کر رزاق بولا کہ اچھا چلو یہ مان لیا کہ یہ بات نہیں ہے تو پھر بلی یہ سب کچھ کیوں کرے گی حالانکہ عام بلی سوائے پنجہ مارنے کے کچھ نہیں کرتی۔ پھر یہاں تو پورے سالم انسان کا معاملہ ہے۔ تم یہ بات کس کھاتے میں ڈالو گے۔ رزاق چچا کی باتیں سن کر نعمان سوچتا ہوا بولا۔ ہاں چچا تم کہتے تو ٹھیک ہو اب یہ بتاؤ کیا کریں اچھا اب تو چلتے ہیں تین چار دن بعد اس مسئلے کے بارے میں کچھ نہ کچھ تو کریں گے نہیں تو اس طرح پوری بستی خالی ہو جائے گی رزاق چچا نے اٹھتے ہوئے کہا اور چلا گیا۔ اس طرح پورا ہفتہ گزر گیا اور یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ قتل کی واردات کون کرتا ہے اور اس پورے ہفتے میں چار قتل اور ہو گئے تھے۔ اس لئے پوری بستی میں خوف پھیل چکا تھا۔ اور لوگ جو رات گئے باہر رہتے تھے اب وہ لوگ شام کے سائے پھیلتے ہی اپنے گھروں میں دبک کر بیٹھ جاتے تھے۔ اور دیپالپور کی بستی ویران ہوتی جارہی تھی۔ گلیوں میں انسانوں کی بجائے کتوں نے ڈیرے ڈال لئے تھے۔ غرض یہ کہ ہر طرف خوف و ہراس پھیل چکا تھا۔ اور مائیں اپنے بچوں کو اپنی آغوش میں دبائے بیٹھی رہتی جس طرح چیل کو دیکھ کر مرغی اپنے بچوں کو پروں میں دبا لیتی ہے اس خوف ہراس کے سلسلے میں بستی والوں نے پنچائیت رکھی اور اس میں نعمان، خالد اور رزاق چچا پیش پیش تھے۔ رزاق چچا بستی کے بڑے تھے۔ اس لئے ہر پنچائیت کا فیصلہ وہ ہی کرتے تھے سب پنچائیت میں گم سم کھڑے تھے اور سوچ رہے تھے کہ قاتل کو کس طرح پکڑا جائے اور اسے قتل کرنے سے کس طرح روکا جائے۔ بابا عاصم نے کھڑے ہو کر کہا رزاق چچا اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ضرور نکالوں۔ ورنہ سب لوگ قتل ہو جائیں گے یا لوگ مجبور ہو کر بستی چھوڑ جائیں گے جب تک اتفاق نہ ہو گا ہم کس طرح مقابلہ کریں گے اور قاتل کو کس طرح پکڑیں گے اس طرح ہر کوئی اٹھتا اور اپنی رائے کا اظہار کرتا اور سب کی باتیں رزاق چچا خاموشی سے سنتے رہے۔

جب رزاق چچا نے دیکھا سب اپنی اپنی رائے دے چکے ہیں اور پوری پنچائت میں خاموشی چھا گئی ہے۔ تو رزاق چچا نے سکوت توڑتے ہوئے کہا میں نے سب کی باتیں سنی اور رائے دی اور سب ہی نے اچھی اچھی رائے دی ہے۔ میرا یہ فیصلہ ہے کہ ہر روز رات کو پہرہ بٹھایا جائے جب تک اس قاتل کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ اور آج کی پنچائت میں خالد، ابرار، عاشق علی، ندیم اور عثمان یہ سب بہادر لڑکے ہیں اور ان سب کا صدر خالد ہو گا اور سب خالد کا حکم مانیں گے اور آج رات سے ہی پہرہ ہو گا۔ اور اب سب اپنے اپنے کاموں میں لگ جائیں پھر سب اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے۔ پہلی رات تو کوئی واقعہ رونما ہوا اور نہ دوسری رات تیسری رات کو سب ہی پہرے پر تھے۔ مگر پہرے کی سختی کچھ ہلکی کر دی گئی تھی۔ اور سب اپنی اپنی مخصوص جگہوں پر موجود تھے۔

چاند کی روشنی نے پوری بستی کو منور کر رکھا تھا۔

چاند کی روشنی سے بستی کے کھیت بہت ہی بھلے لگ رہے تھے۔ اور ہر طرف خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ خالد اپنی ہی دھن میں صبا کے خیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک اندھیرا چھا گیا اور خالد نے چونکتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا تو آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور چاند ان بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے اندھیرا چھا گیا تھا۔ چاند کے چھپ جانے کی وجہ سے پوری بستی میں تاریکی چھا گئی اور پہرے داروں نے لالٹین جلالی تھیں خالد آسمان کی طرف دیکھتا ہوا صبا کی یادوں میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک خالد کے سامنے والی جھاڑی میں کھڑ کھڑاہٹ پیدا ہوئی اور خالد چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور جھاڑی کی طرف بڑھنے لگا اور چند لمحوں بعد ہی وہ جھاڑی کے قریب تھا خالد نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کلہاڑی سے جھاڑی کو سائیڈ پر کیا تو اس میں سے آوارہ کتا نکلا اور بھاگ گیا اور خالد ڈر کر پیچھے ہٹ گیا اور اپنی بیوقوفی پر کھل کھلا کر ہنس پڑا۔ ابھی وہ اپنی بیوقوفی پر ہنس ہی رہا تھا کہ اس کو گلی میں ایک چھوٹا سا سایہ دکھائی دیا اور خالد سب کچھ چھوڑ کر اس سائے کے پیچھے چل پڑا۔ اور بھاگتا ہوا گلی میں گھس گیا تو خالد کو وہ سایہ ابراہیم کے گھر کے سامنے کھڑا ہو کر دکھائی دیا اور اس کے بعد لال روشنی اور وہ سایہ ابراہیم کے گھر داخل ہو گیا۔ خالد وہاں پر کھڑا ہی اسے دیکھتا رہا۔ اور وہیں پر کھڑا ہو کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ 10 منٹ بعد خالد کو ابراہیم کی چیخ سنائی دی۔ اور وہ دوڑتا ہوا [illegible] ہوا ابراہیم کے گھر داخل ہو گیا اندر ایک بھیانک منظر اس کا منتظر تھا ابراہیم زمین پر گرا تڑپ رہا تھا اور اس کے گھر والے ایک کونے میں کھڑے تھر تھر کانپ رہے تھے اور وہ سایہ چھت میں جاتا ہوا دکھائی دیا تھوڑی دیر بعد سب ساتھی ابراہیم کے گھر داخل ہو گئے اور ابراہیم کے مردہ جسم کو خوفزدہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ خالد ان سب کو وہاں کھڑا کر کے خود چھت پر چلا گیا خالد نے چھت پر جا کر دیکھا تو چھت خالی تھی۔ اور وہ سایہ خالد کو نیچے ایک طرف جاتا دکھائی دیا خالد نیچے اسی طرف بھاگا اور بھاگتا ہوا اس سائے کے پیچھے جانے لگا کہ دیکھا جائے یہ سایہ جاتا کہاں ہے وہ سایہ گلیوں میں سے ایسے جا رہا تھا جیسے وہ ان گلیوں میں برسوں کھیلتا رہا ہو۔ وہ سایہ مختلف گلیوں میں سے ہوتا ہوا ایک مکان میں داخل ہو گیا اور اس مکان کو دیکھ کر خالد کی آنکھیں مارے حیرت کے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں خالد اس مکان کو کافی دیر تک دیکھتا رہا اور سوچتا رہا اور کافی سوچ و بچار کے بعد خالد واپس ابراہیم کے گھر آگیا اور وہاں پر کام کرتے کرتے سب کو صبح ہو گئی۔

دوسرے دن سب بستی والے ابراہیم کے گھر اکٹھے ہوئے تھے اور ان میں رزاق چچا اور نعمان بھی تھا۔ رزاق نے ابراہیم کی والدہ سے پوچھا کیا ہوا تھا رات کو تو وہ بولی کہ ہم سب سکون کی نیند سوئے ہوئے تھے۔ کیونکہ باہر پہرے داری ہو رہی تھی کہ اچانک ہمیں ابراہیم کی چیخ سنائی دی۔ ابراہیم کی چیخ سن کر ہماری آنکھ کھل گئی ہم نے دیکھا کہ ابراہیم زمین پر لیٹا ہوا ہے اور ایک سایہ اس پر چڑھا ہوا ہے اور ابراہیم کی گردن سے خون چوس رہا ہے اور تھوڑی دیر بعد وہ سایہ اوپر چلا گیا اور پھر خالد یہاں آن پہنچا اور اس کے بعد آپ سب جانتے ہیں۔ ابراہیم کے گھر والوں کی باتیں سن کر ہر کوئی طرح طرح کی باتیں کرنے لگا ہر کوئی بستی چھوڑنے کی بات کر رہا تھا۔ اور رزاق چچا ہر ایک کو مطمئن کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور کوئی بھی رزاق چچا کی بات نہ مان رہا تھا۔ ان سب کی باتیں سن کر خالد نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا دیکھو بستی والو ہم سب نے مل کر اس بستی کو بنایا ہے اور اتنی سی بات پر ہم بستی چھوڑ کر چلے جائیں۔ خالد کی بات سن کر انوار کھڑا ہوتے ہوئے بولا کہ پھر ہم سب کی جانوں کو کون امان دے گا۔ انوار کی بات سن کر خالد بولا کہ میں نے اس خونی سائے کا ٹھکانہ دیکھ لیا ہے۔ اور کل صبح تک ساری تفصیل معلوم کر کے آپ سب کو بتا دوں گا۔ اور اب آپ سب جا سکتے ہیں۔ اور کوئی یہاں سے باہر نہیں جائے گا۔ جب سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے تو نعمان بولا کون سا ٹھکانہ ہے اس کا دیکھو نعمان ابھی کچھ مت پوچھو میں کل ضرور بتاؤں گا۔ شاید میرا اندازہ غلط ہو یہ کہہ کر خالد چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد رزاق بھی چلا گیا رزاق اور خالد آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور خالد کچھ سوچ رہا تھا۔ خالد کو سوچتا دیکھ کر رزاق بولا۔ دیکھو خالد تم کیا اپنے چچا کو بھی نہیں بتاؤ گے۔ کہ کونسا ٹھکانہ ہے اس قاتل کا ایسی کوئی بات نہیں چچا پہلے میں کچھ تصدیق کرنا چاہتا ہوں کہ آیا میرا اندازہ غلط ہے یا ٹھیک ویسے تم بتاؤ تو سہی خالد شاید میں ہی تمہاری کچھ مدد کر سکوں تھوڑی دیر کچھ سوچ کر خالد نے ساری تفصیل رزاق چچا کو سنادی۔

خالد کی ساری بات سننے کے بعد رزاق بولا تو کیا تمہارا مطلب ہے کہ یہ سب کچھ نعمان کر رہا ہے نہیں رزاق چچا میں نے آپ کو بتایا تھا کہ سائے کا قد بہت چھوٹا تھا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ نعمان ہی قتل کر رہا ہے اب یہ سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ وہ چھوٹا سایہ کس کا ہو گا۔ اچھا قد کتنا چھوٹا ہو گا تقریباً رزاق چچا وہ کوئی ڈیڑھ دو سال کے بچے کا سایہ ہو گا۔ یہ سننا تھا کہ رزاق چچا نے سر پکڑ لیا کیا ہوا رزاق چچا خالد مجھے تو لگتا ہے کہ کہیں وہ اس کا بچہ توحید تو نہیں کیا مطلب چچا توحید تو مر چکا ہے پر خالد بیٹا وہ زندہ بھی ہو سکتا ہے وہ کیسے رزاق چچا اور پھر رزاق چچا نے بتایا کہ کس طرح بلی مری اور اسے زندہ کیا تھا اور نعمان نے توحید کے بارے میں بھی مجھ سے یونہی کہا تھا مگر میں نے اسے سختی سے منع کر دیا تھا۔ کہیں نعمان نے بچے کی محبت میں آکر توحید کو زندہ نہیں کر دیا اور وہ شاید آدم خور بن چکا ہو کیونکہ بلی بھی دوبار نعمان پر حملہ کر چکی ہے۔ حالانکہ وہ پالتو بلی تھی اس طرح رزاق چچا نے ساری تفصیل خالد کو بتادی اس طرح باتیں کرتے کرتے شام ہو گئی شام کو خالد نے رزاق چچا سے نعمان کی بیوی نسیم کا فون نمبر لیا اور اسے ٹیلی فون کر کے کہا کہ وہ جلدی آجائے نعمان آج کل بہت پریشان ہے اور نسیم نے فوراً آنے کی حامی بھر لی۔ رات کا کھانا کھانے کے دوران خالد نے رزاق چچا سے بہت سی معلومات اکٹھی کیں اور سوچ کر سو گیا کہ صبح کو وہ نعمان کو ساری باتیں بتادے گا اور رزاق چچا بھی سو گئے۔

نعمان اپنے گھر میں گہری نیند سویا ہوا تھا کہ اچانک اس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور اس میں سے وہ سایہ اندر

داخل ہوا اور الماری کھولنے لگا اور اس میں سے بیگ نکالا اور بیگ میں سے نعمان کا سارا سامان نکال دیا اور اس میں سے نعمان کا خنجر نکالا اور اسے لے کر باہر نکل گیا اور سیدھا رزاق چچا کے گھر داخل ہو گیا۔

رزاق اور خالد گہری نیند سو رہے تھے اور انہیں کوئی خبر نہیں تھی کہ کوئی ان کے گھر میں داخل ہوا ہے اور وہ بھی خطرناک ارادے سے کھڑ کا ہونے کی وجہ سے رزاق کی آنکھ کھل گئی اور وہ اٹھا اور خالد کی طرف دیکھا وہ گہری نیند سویا ہوا تھا۔ رزاق اٹھا اور بیڈ روم کا دروازہ کھول کر آ گیا۔ ابھی وہ باہر نکلا ہی تھا کہ اسے کسی کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ اور کوئی بھاگتا ہوا ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں چلا گیا رزاق بھی پیچھے پیچھے اسی کمرے میں داخل ہو گیا وہاں پر کوئی بھی موجود نہیں۔ اور پورا کمرہ روشن تھا۔ یہاں تک کہ پورا گھر روشن تھا۔ رزاق کو اچھی طرح یاد تھا کہ انہوں نے پورے گھر کی لائٹیں بجھادی تھیں رزاق کو پھر کسی کے ہنسنے کی آواز سنائی دی رزاق نے اپنا لوڈ کیا ہوا پسٹل اٹھا لیا اور نیچے کی طرف چلا گیا۔ نیچے کا ہال بھی سارا سنسان اور ویران تھا۔ رزاق کو کھڑے ہوئے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اسے اپنے پیروں پر تیز چبھن کا احساس ہوا۔ اور وہ چیختا ہوا پیچھے جا گرا رزاق نے دیکھا کے اس کے پیچھے ایک دو سال کا بچہ کھڑا ہے اس نے ہاتھ میں خوفناک خنجر پکڑا ہوا ہے۔ چہرے سے تو وہ ایک معصوم بچہ نظر آتا تھا۔ مگر اس کے چہرے کا تناؤ بہت ہی خوفناک تھا اور اس کی آنکھیں لال سرخ انگارہ بنی ہوئی تھیں۔ جس کی وجہ سے وہ معصوم بچے کی بجائے معصوم شیطان نظر آ رہا تھا۔ اور اس کے منہ سے دو لمبے دانت نکلے ہوئے تھے جن سے اس معصوم شیطان کا چہرہ اور خوفناک ہو گیا تھا۔ اچانک رزاق کو اس بچے کا چہرہ مانوس سا لگا اور پھر اچانک رزاق کا حیرت کا شدید جھٹکا لگا کیونکہ وہ اسے پہچان گیا تھا اسے پہچانتے ہی رزاق کے منہ سے حیرت اور خوف کے مارے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر نکلے تو توحید ابھی رزاق کے یہ الفاظ مکمل بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ اچانک توحید کا خنجر والا ہاتھ حرکت میں آیا اور بجلی چمکی اور رزاق کی گردن دور جا گری اور رزاق کی ایک خوفناک چیخ رات کی ہولناکیوں میں گونج کر رہ گئی۔

رزاق کی چیخ کی آواز سن کر خالد کی آنکھ کھل گئی اور وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا اور فوراً رزاق کے بیڈ کی جانب دیکھا اسے بیڈ پر نہ پا کر خالد نے آواز دی رزاق چچا رزاق چچا آپ کہاں ہیں۔ جب کافی دیر کے بعد بھی رزاق کا کوئی جواب نہ آیا تو وہاں سے خالد نے ایک ڈنڈا اٹھایا اور اسے لے کر نیچے ہال کی طرف چلا گیا مگر جیسے ہی خالد نے ہال کمرے میں قدم رکھا تو سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے قدم وہیں رک گئے کیونکہ سامنے کا منظر بہت ہی خوفناک تھا۔ رزاق چچا زمین پر گرے ہوئے تھے اور ان کی گردن دور گری ہوئی تھی اور بغیر گردن کے جسم سے خون نکل نکل کر بہہ رہا تھا اور ایک بچہ اسے ابلتے ہوئے خون پر منہ لگائے خون پی رہا تھا۔ اور وقفے وقفے بعد رزاق چچا کے جسم سے کوئی نہ کوئی بوٹی نکال کر کھا لیتا تھا۔ ایک بوٹی کھاتا اور خون کا گھونٹ بھرتا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ پیپسی پی رہا اور برگر کھا رہا ہو۔ اسے دیکھ کر تو خالد کا خون ویسے ہی خشک ہو گیا تھا اور وہ پہچان گیا تھا معصوم توحید کو مگر وہ اس وقت پورا شیطان لگ رہا تھا مگر پھر بھی ہمت کر کے خالد نے ڈنڈا اٹھایا اور توحید کو مارنے کیلئے جیسے ہی آگے بڑھا تو اس کے آگے بڑھتے ہوئے قدم ایک خوفناک غراہٹ سے رک گئے یہ غراہٹ خالد کو اپنے پیچھے سے آتی ہوئی محسوس ہوئی اور خالد نے جیسے ہی مڑ کر دیکھا تو اس نے دیکھا کہ اس کے سامنے نعمان کی بلی جو لم ہو گئی تھی اپنے پچھلے دونوں پنجوں پر کھڑی ہے اور اس کے جسم کے سارے بال کانٹوں کی طرح کھڑے ہوئے ہیں۔ اور اس کی آنکھیں سیاہ ہونے کی بجائے پیلی زرد ہو رہی تھیں اور وہ اپنے لمبے لمبے دانت نکالے خالد پر حملہ کرنے کیلئے تیار تھی۔ اس سے پہلے کہ خالد کوئی قدم اٹھاتا بلی نے وہاں سے ایک چھلانگ لگائی اور خالد کا چہرہ زخمی کرتے ہوئے آگے نکل گئی اور اپنے پنجوں پر لگے ہوئے خالد کے خون کو چاٹنے لگی بلی نے پھر خالد پر چھلانگ لگائی مگر اب خالد سنبھل چکا تھا خالد نے ایک ڈنڈا گھمایا اور بلی چیختی ہوئی دیوار سے جا ٹکرائی خالد ابھی کھڑا ہی ہوا تھا کہ اپنے پیروں پر تیز چبھن کا احساس ہوا۔ اور وہ چیختا ہوا لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا خالد نے دیکھا کہ توحید نے ہاتھ میں خنجر پکڑا ہوا ہے اور اس نے وہ خنجر خالد کی ران میں گاڑ دی تھی۔ اور اب وہ خنجر کو لگا ہوا خون چاٹ رہا تھا۔ اور خالد خوفزدہ ہو کر اسے دیکھ رہا تھا پیچھے سے بلی نے چھلانگ لگائی۔ اور خالد کو لیتی ہوئی توحید پر جا گری مگر توحید پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا اور توحید نے بے دردی سے خالد کے سینے پر خنجر سے وار کر دیا اور خالد کے سینے سے خون کا تیز فوارہ نکل پڑا۔ اور خالد کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔ خالد کے ذہن میں ایک ہی احساس تھا۔ اور وہ موت کا خالد کے بے ہوش ہوتے ہی توحید چلتا ہوا آیا۔ اور ابھی وہ خالد کی شہ رگ پر اپنے دانت گاڑنے ہی والا تھا۔ کہ اچانک توحید چیختا ہوا پیچھے جا گرا کیونکہ خالد کی گردن میں اس کی ماں کا دیا ہوا تعویز جو تھا اور یہ اسی کی برکت تھی پھر توحید اور بلی رزاق کی لاش پر ٹوٹ پڑے اور ایک ہی لمحے میں سینے کو درمیان سے چاک کر دیا۔ توحید نے دل اور کلیجہ نکال کر اسے چبا چبا کر کھا لیا اور بلی بھی اس کے ساتھ تھی دوسری طرف نعمان کی پیاس کی وجہ سے آنکھ کھل گئی اور وہ پانی پینے کیلئے اٹھا۔ تو جب اس کی نظر زمین پر پڑی جہاں پر توحید کے قدموں کے نشان صاف طور پر دکھائی دے رہے تھے۔ اور زمین پر اس کا بیگ اور سارا سامان بکھرا پڑا تھا۔ نعمان نے دیکھا کہ اس کا باقی سامان موجود ہے پر خنجر نہیں ہے۔ بحرحال اسے خوشی تھی کہ اس کا بیٹا توحید زندہ ہو گیا ہے اور وہ اسی خوشی کی وجہ سے بھاگتا ہوا تہہ خانے میں چلا گیا مگر جب نعمان کی نظر اس جگہ پر پڑی جہاں پر اس نے توحید کے مردہ جسم کو رکھا تھا مگر اس جگہ پر چادر کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا نعمان نے سارا تہہ خانہ دیکھ لیا مگر توحید نہ ملا۔ وہ پھر تہہ خانے سے باہر نکل آیا۔ اور گھر دیکھتا ہوا گلی میں باہر آ گیا ابھی وہ اسے گلی میں دیکھ ہی رہا تھا کہ اسے رزاق چچا کے گھر سے توحید کے زور زور سے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ نعمان بھاگتا ہوا رزاق چچا کے گھر داخل ہو گیا دروازہ پہلے ہی کھلا ہوا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی نعمان نے آواز دی رزاق چچا رزاق چچا خالد، خالد کہاں ہو تم مگر جب کسی کی آواز نہ آئی تو نعمان نے نچلی منزل کے سارے کمرے دیکھ ڈالے مگر جب نعمان نے رزاق چچا اور خالد کو وہاں نہ پایا تو وہ اوپر والی منزل پر چلا گیا وہاں پر بھی خاموشی تھی نعمان پہلے شو روم میں گیا وہ بھی خالی تھا۔ نعمان ایک اور کمرے میں گیا وہ کمرہ بھی خالی تھا۔ مگر جب نعمان تیسرے کمرے میں داخل ہوا تو اس کے سامنے منظر ہی ایسا تھا کہ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور نعمان بے ہوش ہو گیا کہ رزاق چچا کا جسم زمین پر پڑا تھا اور اس کی آدھی گردن کٹی ہوئی تھی۔ اور سارے فرش پر خون پھیلا ہوا تھا۔ اور رزاق کا آدھا سینہ بھی چاک ہوا تھا اور اندر کا سارا سامان بکھرا ہوا تھا اور رزاق چچا کا دل اور کلیجہ غائب تھا اور اس کے باقی بچے ہوئے حصے کو بلی بری طرح چبا چبا کر کھا رہی تھی اور رزاق چچا کے ساتھ خالد بھی بے ہوشی کی حالت میں تھا۔

نعمان کو جب ہوش آیا تو صبح ہو چکی تھی نعمان نے جلدی جلدی بستی والوں کو اکٹھا کیا اور سب سے پہلے رزاق چاچا کی نماز جنازہ پڑھا کر اسے دفنایا گیا اور پھر نعمان خالد کو سرکاری ہسپتال میں لے آیا پہلے تو ڈاکٹر نے کہا یہ پولیس کیس ہے مگر نعمان کی رشوت نے اسے خالد کا علاج کرنے پر مجبور کر دیا۔ اب خالد ٹھیک تھا مگر بے ہوشی کی حالت میں تھا اور نعمان بھی اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ دوسری طرف نسیم نے جب خالد کا فون سنا تو اس نے فوراً اپنی ساس اور سسر سے اجازت مانگی لیکن پہلے تو انہوں نے صاف صاف انکار کر دیا مگر جب نسیم نے ضد کی تو انہوں نے پھر نسیم کی ضد کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور نسیم کو اجازت دے دی۔ نسیم نے جلدی جلدی اپنا اور نیلم کا ضروری سامان رکھا پھر اپنی بیٹی نیلم کو لے کر چل پڑی۔ سارے راستے وہ یہ سوچتی ہوئی آئی کہ اس نے نعمان کو چھوڑ کر اچھا نہیں کیا تھا وہ بیچارہ اپنے بیٹے توحید کے غم میں مبتلا تھا۔ اور میں اسے تسلی دینے کی بجائے اسے چھوڑ آئی بلکہ مجھے اسے سہارا دینا چاہئے تھا اب میں جا کر نعمان سے معافی مانگ لوں گی۔ اور پھر کبھی بھی اسے چھوڑ کر نہیں آؤں گی۔ بلکہ ہو سکا تو ہم سب واپس امی ابو کے پاس آ جائیں گے خیر وہ جلد ہی دیپالپور پہنچ گئی۔ وہاں سے تانگہ لیا اور آدھے گھنٹے بعد اپنے گھر کے سامنے جا اتری۔ صبح چل کر وہ شام کو دیپالپور پہنچ گئی تھی۔ نسیم نے جب دروازے کی طرف دیکھا تو دروازے کو تالہ لگا ہوا تھا۔ نسیم ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ اب وہ کیا کرے کہ اسے اچانک رزاق چاچا کے گھر میں کسی بچے کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ تو نسیم کو ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے اس ہنسی کو پہلے بھی سن رکھا ہے۔ اور اچانک نسیم کے ذہن کو شدید جھٹکا لگا کیونکہ وہ یہ ہنسی پہچان گئی تھی اور یہ ہنسی توحید کی تھی۔ اور اس کی تصدیق نیلم نے بھی کی تھی امی یہ آواز توحید بھائی کی ہے نا۔ نیلم کی بات سن کر نسیم بولی ہاں بیٹا آؤ چل کر دیکھتے ہیں۔ یہ کہہ کر نسیم نے اپنا بیگ وہیں پر رکھا اور رزاق چاچا کے گھر کی طرف بڑھنے لگی۔ اس کے ساتھ نیلم بھی تھی۔ رزاق کے گھر کے باہر ہی کھڑے ہو کر اس نے آواز دی رزاق چچا کہاں ہیں آپ خالد بھائی میں نسیم ہوں باہر آئیے مگر جب کوئی جواب نہ آیا تو نسیم نے دروازے پر ہاتھ رکھ دیا اور دروازہ خود بخود ہی کھل گیا نسیم اور نیلم بغیر کسی خوف کے اندر چلی گئیں نسیم نے اندر داخل ہوتے ہی پھر رزاق چاچا اور خالد کو آواز دی مگر

کوئی جواب نہ آیا پھر نسیم نے کچھ سوچ سمجھ کر توحید کو آواز دی۔ توحید بیٹا میں تمہاری ماں کہاں ہو آؤ اور میرے سینے سے لگ جاؤ۔ جواب میں پھر ہنسنے کی آواز سنائی دی آواز اوپر والی منزل سے آ رہی تھی نسیم اور نیلم بھاگ کر اوپر پہنچ گئیں مگر اوپر بھی کوئی نہ تھا نسیم کو اچانک ایک کمرے سے توحید کے ہنسنے کی آواز آئی تو نسیم اور نیلم اس کمرے کی طرف بڑھنے لگیں اور دروازہ کھول کر کمرے کے اندر داخل ہو گئیں اندر داخل ہوتے ہی نسیم نے دیکھا کہ توحید کھڑکی کے پاس کھڑا ہے اور تھوڑی دیر بعد نسیم کو ممی ممی کہتا ہوا نسیم سے لپٹ گیا اور نسیم نے بھی روتے ہوئے توحید کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اور اسے پیار کرنے لگی۔ اور نیلم بھی دونوں کے ساتھ لپٹ کر رو پڑی۔ ادھر نسیم اور نیلم سے لپٹ کر رو رہی تھیں اور دوسری طرف توحید کا چہرہ کرخت ہو رہا تھا۔ اور اس کے منہ سے باریک اور نوکیلے دانت نکلنے لگے اور وہ دانت توحید نے نسیم کی گردن میں گاڑ دیئے۔ اور ایک چیخ نسیم کے منہ سے نکلی اور توحید کے چہرے کی طرف دیکھا اور خوفزدہ ہو کر رہ گئی۔ اور نیلم تو چیختی ہوئی نیچے کی طرف بھاگ گئی نسیم نے اپنے آپ کو توحید سے چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر ہر کوشش بے سود رہی۔ نہ جانے معصوم توحید کے اندر اتنی طاقت کہاں سے آ گئی کہ اس نے نسیم کو ہلنے بھی نہ دیا اور ایک ہی جھٹکے سے اپنی ماں کی شہ رگ کو کاٹ دیا۔ نسیم کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ گیا اور اس کی گردن ڈھلک گئی۔ اور توحید اپنی ماں کے خون سے اپنی پیاس بجھانے لگا۔ اور اس کا دل اور کلیجہ نکال کر کھانے لگا۔ دوسری طرف نیلم دوڑتی ہوئی نیچے بھاگی اور جیسے ہی دروازے پر پہنچی تو ایک غراہٹ کی آواز سے رک گئی۔ نیلم نے دیکھا کہ ان کی پالتو بلی خونخوار انداز میں کھڑی تھی اور نیلم پر حملہ کرنے کیلئے تیار تھی۔ نیلم پیچھے ہٹتی گئی ہٹتی گئی یہاں تک کہ وہ اپنے پیچھے کھڑے ہوئے توحید سے لگ گئی۔ نیلم نے جیسے ہی مڑ کر دیکھا تو توحید کے خنجر کے ایک وار سے ڈھیر ہو گئی اور توحید نیلم کے اوپر جھک گیا اور خون پینے لگا اور بلی بھی اس کے ساتھ خون پینے لگی اس حالت میں وہ دونوں کسی معصوم شیطان سے کم نہ لگ رہے تھے دوسری طرف ہسپتال میں لیٹے ہوئے خالد کو ہوش آنے لگا خالد کو ہوش آتا دیکھ کر نعمان خوش ہو رہا تھا۔ خالد کو ہوش میں آتا دیکھ کر نعمان بولا اب کیسی طبیعت ہے خالد بس اب بہتر محسوس کر رہا ہوں نعمان مجھے کتنے گھنٹوں بعد ہوش آیا ہے خالد صاحب گھنٹوں نہیں تم پورے دو دن اور دو راتوں کے بعد ہوش میں آئے ہو۔ اور رزاق چاچا اب اس دنیا میں نہیں رہے یہ سن کر خالد کی آنکھوں سے ایک دم آنسو نکلنے لگے۔ روتے روتے خالد کو اچانک ایک بات یاد آ گئی خالد نے چپ ہوتے ہوئے پوچھا بھابھی اور نیلم کہاں ہیں کیا مطلب تمہارا نعمان ہم نے پرسوں نسیم بھابھی کو فون کیا تھا کہ اسی وقت چل پڑیں اور وہ ابھی تک پہنچی ہی نہیں۔ خالد تمہاری بھابھی نے مذاق کیا ہو گا نعمان نہیں بھابھی کی باتوں سے لگ رہا تھا کہ وہ ضرور آئیں گی۔ کہیں توحید نے تو بھابھی کو بھی کیا مطلب ہے تمہارا خالد توحید تو مر چکا ہے نعمان کی بات سن کر خالد بولا مجھ سے تو جھوٹ مت بولو۔ رزاق چاچا نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔ اور یہ سب قتل توحید ہی نے کئے ہیں۔ نعمان تم نے اپنے بیٹے کو نہیں بلکہ ایک شیطان کو زندہ کیا ہے نہیں خالد توحید ایسا نہیں کر سکتا مانا کہ میں نے اسے زندہ کیا ہے۔ مگر وہ ایسا نہیں کر سکتا نعمان وہ ایسا کر چکا ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ کہیں اس نے نیلم اور بھابھی کو بھی کچھ نہ کر دیا ہو۔ ابھی وہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ نرس نے آ کر کہا کہ نعمان صاحب آپ کا ٹیلی فون ہے نرس یہ کہہ کر چلی گئی اور نعمان بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا گیا نعمان نے ٹیلی فون اٹھا کر کہا ہیلو کون؟ Love You ڈیڈی توحید کی توتلی آواز سنائی دی۔ تو توحید میرے بچے تم تم کہاں سے بول رہے ہو۔ ڈیڈی ممی کی باڈی اٹھا کر لے جاؤ۔ کیا کیا توحید تم تم ایسا نہیں کر سکتے۔ نعمان کے جواب میں توحید کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ نعمان نے ریسور پھینکا اور بھاگ پڑا۔ بھاگتا بھاگتا وہ رزاق چاچا کے گھر داخل ہو گیا جیسے ہی نعمان اندر داخل ہوا باہر کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا نعمان ابھی بند دروازے کو دیکھ ہی رہا تھا۔ کہ سامنے سے گلدان پر بیٹھی ہوئی بلی نے چھلانگ ماری اور نعمان کا چہرہ زخمی کرتے ہوئے دوسری طرف نکل آئی اور نعمان زمین پر آ گرا جیسے ہی نعمان نے نظریں اوپر کیں تو توحید اس کے سامنے خنجر لئے کھڑا تھا اور ہاتھ اوپر اٹھایا ہوا تھا جیسے ہی نعمان نے آنکھیں اوپر کیں اس نے خنجر نعمان کے چہرے پر مارنا چاہا مگر نعمان اب ہوشیار ہو چکا تھا نعمان نے توحید کو ہاتھ مار کر گرا دیا۔ توحید کے گرتے ہی نعمان کھڑا ہو گیا۔ مگر پیچھے سے بلی نے چھلانگ مار کر نعمان کو پھر زخمی کر دیا نعمان اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپائے کراہ رہا تھا۔ نیچے گرتے ہوئے توحید نے خنجر کا وار نعمان کے پاؤں پر کر دیا اور نعمان کے منہ سے ایک چیخ نکلی بلی نے ایک بار پھر نعمان پر چھلانگ ماری اور اس کو نیچے گرا دیا نیچے گرنے کی وجہ سے نعمان کا سر الماری میں لگا اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ نعمان کا سر جب الماری میں لگا تو الماری کے اوپر پڑی ہوئی سورۃ یٰسین نعمان کے سینے پر آ گری۔ نعمان کو گرتا دیکھ کر توحید نعمان کی طرف بڑھا مگر جیسے ہی اس کی نظر صورت یاسین پر پڑی تو وہ چیختا ہوا اوپر بھاگ گیا اور اس کے پیچھے بلی بھی۔

اور نعمان فرش پر پڑا رہا۔

جیسے ہی نعمان کو ہوش آیا اس نے اپنے آپ کو ہسپتال میں پایا اور خالد اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا نعمان کو ہوش میں آتا دیکھ کر خالد نے پوچھا کیا ہوا تھا اور نعمان نے ساری داستان خالد کو سنا دی تم ٹھیک ہی کہتے تھے کہ توحید شیطان ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری بھابھی اور نیلم کو نہ بچا سکا پر خالد میں یہاں کیسے پہنچا نعمان کی بات سن کر خالد بولا۔ دراصل جیسے ہی تم گئے تھے ویسے ہی میں بھی تمہارے پیچھے آ گیا تھا اور اس نے توحید کا بھی نام لیا تھا اس لئے میں سمجھ گیا کہ تم رزاق چاچا کے گھر گئے ہو اور میں وہاں پہنچ گیا اور میں نے تم کو بے ہوش پایا۔

اور میں تمہیں بے ہوشی کی حالت میں وہاں سے اٹھا کر لے آیا۔ اور اس کے بعد کیا ہوا تم جانتے ہو۔ خالد اب تم بتاؤ کہ ہم اس توحید کا کیا کریں۔ نعمان کی بات سن کر خالد بولا۔ نعمان تم میرے ساتھ میرے علاقہ میں چلو وہاں پر مسجد کے سامنے ہی ایک باب السلام کے نام سے گھر ہے وہاں پر صوفی نعمت علی رہتے ہیں وہ ہی تمہیں کچھ بتائیں گے۔ تو پھر کب چلیں خالد میں ٹھیک ہوں کیوں ابھی نہ چلیں دونوں اسی بات پر راضی ہو گئے اور ہسپتال سے چھٹی لے کر وہ دونوں پہلی بس سے خالد کے علاقے کی طرف روانہ ہوئے صبح ہی وہ دونوں وہاں پہنچ گئے پہلے تو دونوں نے جا کر نماز پڑھی اور پھر غلام نبی ہوٹل جا کر ناشتہ کیا وہاں سے ناشتہ کر کے وہ سیدھے صوفی نعمت علی کے گھر آ گئے خالد نے گھڑی پر ٹائم دیکھا تو سات بج چکے تھے صوفی نعمت علی کے دروازے پر جا کر خالد نے بیل بجا دی تھوڑی دیر بعد ایک چھوٹا بچہ دروازہ کھول کر باہر نکلا اور بولا جی آپ کو کس سے ملنا ہے تو خالد نے کہا کہ ہمیں صوفی نعمت علی صاحب سے ملنا ہے یہ سن کر وہ بچہ اندر داخل ہو گیا بچے کے اندر جاتے ہی نعمان بولا یہ کون تھا خالد بولا کہ یہ صوفی نعمت علی کا پوتا اور سمیع صاحب کا بیٹا ہے۔ اور سمیع صاحب کی کریانے کی دوکان ہے جو کہ خوب چلتی ہے تھوڑی دیر بعد وہ بچہ باہر آ کر بولا اندر آ جایئے خالد اور نعمان دونوں ہی اندر چلے گئے اس بچے نے دونوں کو ایک کمرے میں بٹھا دیا اور بچہ اندر چلا گیا۔ چند لمحوں کے بعد ایک بزرگ اندر داخل ہوئے ان کی سفید داڑھی تھی۔ اور سر پر سفید ٹوپی پہن رکھی تھی اور ان کے ہاتھ میں تسبیح بھی تھی اور ان کے ہاتھ دانوں پر چل رہے تھے۔ ان کا چہرہ بہت ہی خوشنما تھا۔ بزرگ اندر داخل ہو کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولے۔ جی خالد بیٹا میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ تو خالد نے نعمان کی طرف دیکھا اور نعمان نے شروع سے لے کر آخر تک ساری داستان سنا دی۔ جسے سن کر وہ تھوڑی دیر چپ رہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک بچی مشروب کے دو گلاس لے کر آئی اور میز پر رکھ کر جانے لگی تو صوفی نعمت علی صاحب نے کہا حرا ادھر آؤ بیٹا اور حرا نے پاس آ کر کہا جی دادا ابو یہ لو اپنی خرچی اور جلدی سے سکول چلی جاؤ کیونکہ تمہارے سکول کا ٹائم ہو گیا ہے صوفی نعمت علی صاحب کی بات سن کر حرا چلی گئی اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد بھی صوفی نعمت علی صاحب خاموش رہے۔ پھر انہوں نے مشروب پینے کا اشارہ کیا اور خالد، نعمان نے مشروب پی کر گلاس رکھ دیئے۔ دونوں کے مشروب پینے کے بعد صوفی نعمت علی نے کہنا شروع کیا کہ نعمان بیٹا تم نے یہ کام بہت ہی غلط کیا ہے پہلے بلی کو اس طرح زندہ کیا اور بعد میں توحید کو بھی زندہ کر کے تم نے شرک کیا اور شرک بہت بڑا گناہ ہے۔ نعمان بیٹا جب انسان کی موت لکھی ہوئی ہو تو اسے کوئی نہیں ٹال سکتا چاہے پوری دنیا مل کر اسے بچانے کی کوشش کرے اور اگر انسان کی قسمت میں موت نہ لکھی ہو تو پھر بے شک پوری دنیا مل کر بھی اسے مار نہیں سکتی نعمان تم نے واقعی بہت بڑا قدم اٹھایا ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ہمارے بزرگوں نے دین کو کس طرح پھیلایا اور ان کا ایمان کتنا پکا تھا۔ یہ واقعہ موہری شریف کا ہے قارئین کرام اب میں جو موہری شریف کا واقعہ آپکو سنا رہا ہوں بلکہ سچا ہے اس لئے اس واقعہ کی ضرورت تھی اس لئے میں نے یہ سچا واقعہ بیان کر دیا۔

صوفی نعمت علی نے واقعہ سناتے ہوئے کہا موہری شریف میں ہمارے پیر خواجہ نواب دین صاحب تھے۔ وہ کچھ

لوگوں کے ساتھ پہاڑی پر چلے گئے۔ اور پہاڑی پر جا کر اپنا بیان شروع کر دیا تو وہاں پر ایک جن نمودار ہوا جس کو دیکھ کر سب لوگ ڈر گئے مگر آپ حضرت خواجہ نواب دین صاحب نے کاجا کے ذریعے اس جن کو اشارہ کیا کہ تو انسان بن جا اور وہ انسان بن گیا اور پھر حضرت خواجہ نواب دین صاحب وہاں سے دربار تشریف لے گئے اور بیان دینے لگے تو وہ جن وہاں بھی نمودار ہو گیا اور حضرت خواجہ نواب دین کا بیان سننے لگا اسے دیکھ کر لوگ پھر ڈر گئے حضرت خواجہ نواب دین صاحب کچھ دیر بعد بولے کہ اے جن جا تو اس محفل میں اس وقت شامل ہو گا جب تو سامنے والی پہاڑی کو ایک ہی رات میں ڈھیر کر دے گا اگر تجھے یہ بات منظور ہے تو ٹھیک نہیں تو یہاں سے چلا جا نہیں حضرت خواجہ نواب دین صاحب میں اس پہاڑی کو رات کو ڈھیر کر دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ جن وہاں سے چلا گیا۔ حضرت خواجہ نواب دین صاحب نے لوگوں سے پہاڑی کے اس حصے پر نشان لگوا دیئے جہاں تک جن نے پہاڑی کو صاف کرنا تھا دوسرے دن حضرت خواجہ نواب دین صاحب بیان کر رہے تھے کہ وہ جن وہاں پر آ گیا۔ جن کو دیکھتے ہی حضرت خواجہ نواب دین صاحب بولے کیا بنا پہاڑی کا تو وہ جن بولا کہ آپ کسی بھی آدمی کو وہاں بھیج کر دیکھ لیں تو حضرت خواجہ نواب دین صاحب نے وہاں پر چند آدمی بھیج دیئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ آدمی واپس آ کر بولے کہ حضرت خواجہ نواب دین صاحب وہاں پر واقعی اب کوئی پہاڑی نہیں ہے اب وہاں پر ہرے بھرے کھیت ہیں اس کے بعد حضرت خواجہ نواب دین صاحب نے جن کو بیان سننے کی اجازت دے دی اور اس جن نے حضرت خواجہ نواب دین صاحب کی بیعت کر لی۔ اور حضرت خواجہ نواب دین صاحب نے اس جن کا نام عاشق رکھا کیونکہ اسے دین سے عشق ہو گیا تھا اور وہ جن ہر وقت حضرت خواجہ نواب دین صاحب کے ساتھ ہوتا تھا حضرت خواجہ نواب دین صاحب جہاں بھی جاتے وہ جن وہاں پر ہی پہنچ جاتا اس جن کا ساتھ حضرت خواجہ نواب دین صاحب برسوں رہا اور کچھ عرصہ بعد اس جن کا انتقال ہو گیا اب اس جن کا مزار سرگودھا میں ہے اس طرح جب حضرت خواجہ نواب دین صاحب کا آخری وقت قریب قریب آنے لگا تو انہوں نے اپنے صاحب زادے حضرت خواجہ معصوم کو پاس بلا کر کہا کہ آپ کو دین چاہئے یا دنیا تو وہ بولے مجھے دنیا نہیں دین چاہئے۔ حضرت خواجہ نواب دین صاحب بولے پھر سوچ لو حضرت خواجہ معصوم بولے سوچ لیا پھر حضرت خواجہ نواب دین صاحب بولے کہ تمہارے بچے نہیں ہونگے۔ تو حضرت خواجہ معصوم بولے کہ مجھے بچے نہیں دین چاہئے۔ اس طرح حضرت خواجہ نواب دین صاحب کے بعد حضرت خواجہ معصوم صاحب دین پھیلانے کا کام کرنے لگے اور پھر وہ بھی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ پھر ان کے بعد ان کی جگہ ان کے مرید صوفی عبدالسلام صاحب نے لی۔ وہ بھی دین پھیلانے میں پیش پیش رہے۔ 1997ء یا 98ء میں ایک اور واقعہ پیش آیا کہ ساہیوال کے ریلوے اسٹیشن کے ایک بڑے افسر کی بیٹی کے پیٹ میں بہت درد رہتی تھی کافی علاج کرایا کوئی فرق نہ پڑا تو ایک دن ریلوے کے افسر نوید عالم کو خواب میں حضرت خواجہ معصوم صاحب نظر آئے اور کہا کہ بچی کو لے کر موہری شریف کے دربار پر لے جاؤ۔

دوسرے دن ہی نوید عالم اپنی بیوی اور بچی سمیت موہری شریف دربار پر پہنچے اور وہاں پر جائے دعا مانگی ابھی وہ دعا مانگ کر فارغ ہی ہوئے تھے۔ کہ اچانک حضرت خواجہ معصوم صاحب کی آواز آئی اور کہا نوید عالم کیسے آئے ہو۔ حضرت خواجہ معصوم صاحب کی آواز سن کر سب لوگ ہی حیران ہو گئے کہ حضرت خواجہ معصوم صاحب کی آواز کیسے آ رہی ہے۔ نوید عالم حضرت خواجہ معصوم صاحب کی آواز سن کر حیران ہوتے ہوئے بولے کہ ہمارے ساتھ یہ کچھ ہوا اور ہم دربار آ گئے۔ پھر حضرت خواجہ معصوم صاحب کی آواز آئی کہ اب بچی سے پوچھو کہ کیسی طبیعت ہے جب بچی سے پوچھا تو وہ بالکل ٹھیک تھی۔ پھر حضرت خواجہ معصوم صاحب کی آواز آئی کہ یہ بچی ہمیں دے دو۔ اور اسے دینی تعلیم دو دنیاوی تعلیم بالکل بند کر دو اور پھر بچی کو دربار پر دینی تعلیم دی جانے لگی اور وہ بچی دینی تعلیم میں بہت آگے ہو گئی اب وہ بچی کسی بھی محفل یا میلاد میں بیان کرنے لگتی ہے۔ تو اس بچی کی آواز حضرت خواجہ معصوم کی آواز میں بدل جاتی ہے۔ اور اب وہ بچی لاہور میں ہے۔ اور ان کی کوٹھی پر معصومیاں لکھا ہوا ہے۔ اگر کسی کو ان واقعات پر کوئی بھی شک و شبہ ہو تو اس ٹیلی فون نمبر پر رنگ کر کے معلومات حاصل کر سکتا ہے۔

فون نمبر 16653724 اگر پھر بھی کسی کو شک ہو یا یقین نہ آئے تو وہ اس پتے پر خطوط بھیج کر معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ (باب السلام صوفی نعمت علی پنجاب سینما روڈ صادق آباد) صوفی نعمت علی بھی بہت اچھے بزرگ ہیں ان کے دم

سے لوگوں کو شفا ہو جاتی ہے۔ قارئین کرام یہ تھی بالکل سچی کہانی اب آگے سارے واقعات سنانے کے بعد صوفی نعمت علی صاحب بولے دیکھا نعمان بیٹا ہمارے بزرگوں نے کس طرح دین پھیلایا اور نوید عالم نے صرف دین کی خاطر اپنی بچی کو موہری شریف چھوڑ دیا اور تم ہو کہ بچے کی خاطر شرک کی طرف بڑھ گئے صوفی نعمت علی کی بات سن کر نعمان نے صوفی نعمت علی کے پیر پکڑتے ہوئے کہا کہ صوفی نعمت علی صاحب آپ سچ کہہ رہے ہیں میں ہی غلط تھا اور غلط راستے پر تھا واقعی مجھ سے بہت بڑا گناہ ہو گیا اب آپ ہی کچھ کریں نہیں تو وہ معصوم شیطان وہاں پر اور تباہی پھیلا دے گا۔ اور اسے نہیں روکا گیا تو وہ اور خون کرے گا۔ صوفی نعمت علی صاحب آپ ہی کچھ کریں۔ نعمان کی بات سن کر صوفی نعمت علی تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر انہوں نے اپنی جیب سے ایک وظیفہ نکالا اور نعمان کو دیتے ہوئے کہا کہ تمہیں اس وظیفے کو دو دن اس جگہ پڑھنا ہے۔ جہاں تم نے توحید کو زندہ کیا تھا۔ اس کے بعد تم میں اتنی طاقت آ جائے گی کہ تم توحید کو آسانی سے مار سکو گے۔ پر ایک بات یاد رکھنا کہ تمہیں بہت سی چیزیں ڈرانے کے لئے آئیں مگر تم نے ان سے نہیں ڈرنا اور وظیفہ کرتے رہنا ہے۔ اور فجر کی آذان ہونے سے آدھا گھنٹہ پہلے چھوڑ دینا ہے اس طرح تمہیں وظیفہ کرنا ہے پھر نعمان اور خالد نے وظیفہ لیا اور صوفی صاحب سے اجازت لے کر چل پڑے سارے راستے تو نعمان وہی وظیفہ یاد کرتا رہا۔ بہاولپور پہنچنے تک وہ سارا وظیفہ یاد کر چکا تھا۔ بہاولپور پہنچتے ہی نعمان نے وظیفے کی تیاری شروع کر دی۔ خالد نعمان کو تیاری کرتا دیکھ رہا تھا شام کے سائے ڈھلتے ہی نعمان نے خالد سے اجازت مانگتے ہوئے کہا یار خالد میں اس کام کو جلد ختم کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر نعمان نے ایک خنجر لے لیا لالٹین لی وظیفے والی پرچی لی اور پانی کا لوٹا بھر لیا۔ اور عیسائیوں کے قبرستان سے ہوتا ہوا سیدھا اس عجیب و غریب نشان کے پاس پہنچ گیا اور غور سے نشان دیکھنے لگا۔ وہاں پر دس کے قریب قبریں تھیں جو کہ بہت ہی خوفناک لگ رہی تھیں اس میں نشان سے نعمان دس فٹ دور جا کر رک گیا اور وہاں پر گول دائرہ بنا کر بیٹھ گیا۔ اور وظیفے کو پڑھنا شروع کر دیا۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور بجلی بھی کڑک رہی تھی اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی تھی اور نعمان نے اپنے عمل میں مصروف تھا۔ وہ بار بار گھڑی کو دیکھ رہا تھا۔ رات کے بارہ بجنے تک تو کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا تھا۔ تقریباً ساڑھے بارہ بجے کے قریب نعمان اپنے عمل میں مصروف تھا کہ اسے سامنے ایک بگھی آتی دکھائی دی بگھی کے آگے دو گھوڑے جتے ہوئے تھے اور ان کے ٹاپوں کی آواز پوری فضا میں گونج رہی تھی۔ وہ بگھی نعمان سے 20 فٹ کے فاصلے پر رک گئی نعمان نے آنکھیں کھولیں اور اسی بگھی کی طرف دیکھا تھوڑی دیر بعد میں بگھی میں سے ایک بوڑھی عورت نکلی اور اس کے دو نوجوان سے لڑکے نکلے اور نعمان کے سامنے آ کر بیٹھ گئے کچھ دیر وہ آپس میں باتوں میں مصروف تھے۔ آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں لڑکے بولے اماں اماں بھوک لگی ہے کھانا دو کہ تم دونوں یہ گھوڑے کھا لو۔ دونوں چھرے لے کر گھوڑوں کی طرف بڑھے اور گھوڑوں کو چیر پھاڑ کر کھانے لگے پہلے انہوں نے گھوڑوں کا دل اور کلیجہ کھایا اور ساتھ ان کا خون بھی پیا آدھے گھنٹے بعد وہ اپنی ماں کے پاس جا کر بیٹھ گئے نعمان دائرے میں بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور اپنے عمل میں مصروف تھا اس کی آنکھوں سے صاف محسوس ہو رہا تھا۔ کہ وہ واقعی خوفزدہ ہے مگر پھر بھی وہ اپنے دل کو مضبوط کر کے بیٹھا رہا۔ اور اپنا عمل کرتا رہا وہ نوجوان اور عورت اپنی باتوں میں مصروف تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ نوجوان پھر بولا۔ اماں ہمیں بھوک لگی ہے اس عورت نے چاروں طرف دیکھا تو اس کی نظر نعمان پر آ کے ٹھہر گئی اور وہ نعمان کو دیکھ کر بولی۔ کہ تم دونوں ایسا کرو کہ اس نوجوان کو کھا لو اور اپنی بھوک مٹا لو۔ یہ سننا تھا کہ نعمان کے پسینے چھوٹنے لگے۔ اور وہ خوفزدہ نظروں سے ان دونوں کو دیکھنے لگا اور وہ دونوں ہاتھوں میں چھری اٹھائے خوفناک انداز میں نعمان کی طرف بڑھنے لگے ان کے پورے منہ پر خون ہی لگا ہوا تھا جس سے ان کا چہرہ اور خوفناک لگ رہا تھا ان کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر نعمان کا دل چاہا کہ وہ اٹھ کر بھاگ جائے مگر اس نے اپنے دل کو مضبوط کیا اور آنکھیں بند کر کے اپنا عمل کرتا رہا یہاں تک کہ جب کافی دیر ہو گئی اور کچھ نہیں ہوا تو نعمان نے آنکھ کھول کر دیکھا تو وہ نوجوان اور عورت سب غائب تھا۔ اس کے بعد کوئی واقعہ رونما نہ ہوا۔ اور نعمان نے ساری رات اپنا عمل جاری رکھا اور صبح فجر کی اذان سے آدھا گھنٹہ پہلے ہی نعمان نے اپنا عمل ختم کر دیا اور اٹھ کر جلدی جلدی گھر آ گیا اور سو گیا دوپہر کو اٹھا کھانا کھایا اور پھر سو گیا صبح ہی سے آسمان پر بادل چھائے ہوئے

تھے۔ اور ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ مغرب کے وقت خالد نے آ کر نعمان کو اٹھایا اور بیٹھ کر خالد سے باتیں کرنے لگا۔ خالد نے نعمان سے پوچھا نعمان رات والا وظیفہ کیسا رہا بس اچھا خالد اور ساری رات قصہ لفظ بہ لفظ سنا دیا خیر اسی طرح باتیں کرتے ہوئے عشاء کی اذان ہو گئی نعمان نے خالد سے اجازت مانگی اور پھر اپنا سامان اٹھا کر باہر نکلا اور اپنے پورے وقت پر اپنی مخصوص جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔ اور وہ دوبارہ وظیفہ کرنے میں مصروف ہو گیا نعمان کو وظیفہ شروع کئے ہوئے ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ نعمان نے دیکھا کہ قبرستان میں کچھ لوگ ایک جنازے کو اٹھائے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ چار آدمی تھے اور پیروں سے لے کر سر تک سیاہ لبادے میں ڈھکے ہوئے تھے اور ان کا چہرہ صاف نظر نہ آ رہا تھا۔ اوپر آسمان پر بجلی کڑک رہی تھی ایسا لگتا تھا کہ موسم مزید خراب ہونے والا تھا۔ وہ آدمی آئے جنازہ نعمان کے آگے رکھا اور واپس چلے گئے نعمان سے صرف دس فٹ کے فاصلے پر جنازہ رکھا ہوا تھا۔ خیر ایک ہوا کا جھونکا آیا اور جنازے کے اوپر سے کفن اڑ کر دور جا گرا اور اس جنازے کا بدن ننگا ہو گیا تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اس جنازے کا پیٹ پھولنے لگا یہاں تک کے پیٹ کافی پھول گیا تھوڑی دیر بعد ایک دھماکہ ہوا اور اس کا پیٹ پھٹ گیا نعمان دائرے کے اندر بیٹھا سب کچھ دیکھ رہا تھا اور عمل پڑھ رہا تھا۔ جنازے کا پیٹ پھٹتے ہی اس کے پیٹ میں سے ایک کالا بچھو نکلا جو کہ عام بچھوؤں کی نسبت بہت بڑا تھا۔ اس بچھو کی زہر والی دم کافی بڑی تھی۔ بچھو لاش کے پیٹ میں سے نکلا اور باہر نکل کر اس لاش کو ڈسنے لگا اور پھر دور جا کر کھڑا ہو گیا اور چند لمحوں بعد لاش نے گلنا سڑنا شروع کر دیا اور لاش میں سے دھواں نکلنے لگا یہاں تک کہ وہ بالکل پانی بن کر زمین میں جذب ہو گیا اور اب اس بچھو نے اپنا رخ نعمان کی طرف کر لیا اور اسے دیکھ کر نعمان گھبرانے لگا تھوڑی دیر بعد وہ بچھو نعمان کے دائرے کے باہر کھڑا تھا اچانک بچھو کے منہ سے آگ نکلی اور پورے دائرے کے گرد آگ لگ گئی اور آگ کی گرمائش سے نعمان کو پسینے آنے لگے اور تھوڑی دیر بعد آگ بجھ گئی آگ کے غائب ہوتے ہی وہ بچھو بھی غائب ہو گیا بچھو کو غائب ہوتا دیکھ کر نعمان نے سکون کا سانس لیا۔ اور دوبارہ اپنے عمل میں مصروف ہو گیا۔ اس طرح اور بھی بہت سے واقعات رونما ہونے لگے اور نعمان بھی مقابلہ کرتا رہا کافی دیر بعد نعمان نے دیکھا کہ اس کے سامنے ایک بچہ آ رہا تھا اور وہ رو رہا تھا۔ اور وہ تھوڑی دیر بعد نعمان کے پاس آ کر رک گیا اور اندھیرے کی وجہ سے اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا اچانک زور سے بجلی کڑکی اور اس کی روشنی میں نعمان نے بچے کا چہرہ دیکھ لیا اور نعمان کے منہ سے ہلکی ہلکی تو توحید کی آواز نکلی اور نعمان کی بات کے جواب میں بچے نے جواب دیا ہاں ڈیڈی میں توحید ہی ہوں آپ کے وظیفے کی وجہ سے میں میں ٹھیک ہو گیا ہوں اور باہر آ جائیے۔

بجلی پھر زور سے چمکی اور اس روشنی میں نعمان نے توحید کے چہرے پر معصومیت دیکھ لی تھی مگر وہ سوچ رہا تھا کہ وہ باہر نکلے یا نہ نکلے اور وہ اسی کشمکش میں عمل پڑھتا جا رہا تھا۔ نعمان کو عمل پڑھتا دیکھ کر توحید اپنی توتلی زبان میں بولا کیا بات ہے ڈیڈی آپ کو اپنا بیٹا پیارا نہیں کیا وہ پیار بھول گئے ہیں جو آپ مجھے کرتے تھے اچھا ڈیڈی آپ نہیں آتے تو میں چلا جاتا ہوں اور یہ کہہ کر توحید مڑا اور اپنی معصومیت لے کر وہاں سے چلا گیا۔ مگر جیسے ہی توحید قبروں کے درمیان میں پہنچا تو ساری کی ساری قبریں پھٹنے لگیں اور ان میں سے ڈھانچے باہر نکلنے لگے انہوں نے آگے جاتے ہوئے توحید کو پکڑ لیا اور اس کے گرد دائرے میں کھڑے ہو کر قہقہے لگانے لگے اور اپنے ناخنوں کے ذریعے توحید کے چہرے کو زخمی کرنے لگے اور توحید میری طرف دیکھتا چلا جا رہا تھا۔ ڈیڈی ڈیڈی مجھے بچاؤ ڈیڈی میری مدد کرو یہ خوفناک مردے مجھے مار دیں گے اور ادھر نعمان سوچ رہا تھا کہ یہ کوئی دھوکا نہ ہو مجھے مارنے کیلئے اگر یہ دھوکا ہوتا تو توحید اپنے آپ کو بچا بھی سکتا تھا۔ کیا واقعی توحید ٹھیک تو نہیں ہو گیا نعمان نے ٹائم دیکھا تو رات کے بارہ بج چکے تھے نعمان نے سوچا کہ میں شک کی بنا پر اپنے بیٹے کو دوبارہ کھو نہ بیٹھوں یہ سوچ کر اس نے وظیفہ بند کیا اور اٹھ کھڑا ہوا اور ایک ڈنڈا لے کر بھاگتا ہوا گیا اور مردوں کو علیحدہ کرتا ہوا توحید کو اٹھا کر ایک طرف کھڑا ہو گیا جیسے ہی نعمان اس دائرے سے باہر آیا تو ایک دھماکہ ہوا اور دائرے میں آگ لگ گئی یہ دیکھ کر وہ سب مردے زور زور سے قہقہے لگانے لگے مگر ان سب سے بے نیاز نعمان ہاتھ میں ڈنڈا اٹھائے توحید کو لئے کھڑا تھا اچانک توحید نے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر نعمان کی پنڈلی میں گھونپ دیا اور نعمان کی ایک زوردار چیخ نکلی اور ڈنڈا دور جا گرا۔ اور نعمان بھی زمین پر بیٹھ گیا جیسے ہی آسمان پر بجلی چمکی اس کی روشنی میں نعمان نے دیکھا کہ

توحید کے چہرے سے وہ سب معصومیت ہٹ گئی اور اس کا چہرہ خوفناک اور کرخت ہو گیا تھا اور وہ ہاتھ میں پکڑے خنجر پر نعمان کا لگا ہوا خون چاٹ رہا تھا اور نعمان اپنی پنڈلی پر ہاتھ رکھ کر توحید کو خوفزدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس سے آگے وہ کچھ نہ سوچ سکا کیونکہ پیچھے کھڑے ہوئے مردوں نے نعمان کو اٹھایا اور ایک طرف زور سے پھینک دیا۔ اور نعمان دور جا کر گرا اب نعمان کو افسوس ہو رہا تھا کہ وہ معصومیت پر کیوں آ گیا اب تو وہ قدم اٹھا چکا تھا۔ اب تنہا بھی اس کو تھا اور پر سے ہلکی ہلکی بارش بھی ہونے لگی اور بجلی بھی زور زور سے کڑک رہی تھی۔ ابھی نعمان سوچ ہی رہا تھا کہ توحید کو کس طرح ختم کرے توحید نے اپنا خنجر نعمان کے بازو میں گھونپ دیا اور نعمان درد کے مارے چیخ پڑا۔ اس سے پہلے کہ توحید دوبارہ اس پر حملہ کرتا کہ نعمان نے توحید کو اپنی ٹانگوں کے زور سے توحید کو دور پھینک دیا۔ اور خود اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اچانک اسے رزاق چاچا کی بات یاد آ گئی کہ اگر میں اس عجیب و غریب نشان کو آگ لگا دوں گا تو یہ سب کچھ خود ہی ختم ہو جائے گا یہ سوچ کر نعمان اس عجیب و غریب نشان کی طرف بھاگنا شروع کر دیا دوسری طرف توحید نے بھی شاید نعمان کا ارادہ سمجھ لیا تھا نعمان کو بھاگتا دیکھ کر توحید نے زور سے خنجر نعمان کی طرف پھینکا ابھی نعمان اس نشان کے قریب ہی پہنچا تھا کہ توحید کا پھینکا ہوا خنجر نعمان کی پیٹھ پر لگا اور نعمان چیختا ہوا اس نشان پر جا گرا اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا مگر نعمان بار بار سر کو جھٹک کر اس اندھیرے کو دور کر دیتا اور نعمان اب سوچ رہا تھا کہ وہ کس طرح اس جگہ پر آگ لگائے ایک تو اس کے پاس آگ جلانے کیلئے کوئی چیز نہیں تھی اور دوسرا آگ جل بھی جاتی تو ہوا اور بارش کی وجہ سے بجھ جاتی نعمان ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ کس طرح آگ جلائے دوسری طرف توحید اور مردے سب نعمان کی طرف بڑھ رہے تھے۔

یہ دیکھ کر نعمان کا خوف بڑھ گیا کہ اچانک اسے سائنس کی کتاب کا ایک تجربہ یاد آ گیا اور وہ تجربہ سوچ کر نعمان نے رزاق کا دیا ہوا صلیب کا نشان اتارا اور پھر اپنی کمر سے خنجر نکالا اور زمین پر بنے ہوئے اس عجیب و غریب نشان کے درمیان خنجر گاڑ دیا اور وہ پیتل کا صلیب کا نشان اس خنجر کے اوپر اچھی طرح باندھ دیا اور پھر چمکتی ہوئی بجلی کو دیکھنے لگا اور خود وہاں سے کچھ دور جا کر بیٹھ گیا دوسری طرف توحید اور مردے نعمان کے بالکل قریب پہنچ گئے اور دانت نکال کر نعمان کی طرف بڑھنے لگے یہ دیکھ کر نعمان نے آنکھیں بند کر لیں اور خدا سے مدد مانگنے لگا کہ اے میرے مولیٰ میری مدد کر اپنے پیارے نبی کے صدقے نعمان آنکھیں بند کئے ابھی دعا مانگ ہی رہا تھا کہ اچانک بجلی گری اور اس کی سر سیدھی صلیب پر گری جو نعمان نے گاڑھی تھی اور وہاں پر سارے ہی نشان کو آگ لگ گئی شاید خدا نے نعمان کی دعا سن لی تھی جیسے ہی نشان پر آگ لگی ویسے ہی توحید اور مردوں کو آگ لگ گئی یہ ایک انوکھی بات تھی کہ بارش کا آگ پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا یہ بھی شاید قدرت کا ہی کوئی کرشمہ تھا جو شاید نعمان کے دل سے دعا مانگنے کی وجہ سے ہوا تھا آگ کی وجہ سے ان سب کے منہ سے چیخیں نکل رہی تھیں سوائے توحید کے ان سب کی چیخوں کی آوازیں سن کر نعمان نے آنکھیں کھول لیں اور حیرت بھری نظروں سے ان کے جلتے ہوئے جسموں کو دیکھنے لگا کبھی وہ ان کی طرف دیکھتا اور کبھی اس نشان کی طرف دیکھتا مگر جب نعمان کی نظر توحید کے جلتے ہوئے جسم پر پڑی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کیونکہ اب جلتے ہوئے توحید کا چہرہ معصومیت سے بھرا ہوا تھا اور رونی جیسی شکل بنائے جل رہا تھا اور اپنے باپ نعمان کی طرف دیکھے جا رہا تھا نعمان بھی اسے دیکھ کر رو رہا تھا آخر وہ کیوں نہ روتا وہ جیسا بھی تھا تو اسی کا بیٹا بڑا پیار تھا اسے اپنے بیٹے سے اور وہ اپنے بیٹے کی پرورش پوری کرتا تھا۔ مگر افسوس کے آج اسے اپنے ہی ہاتھوں موت کے گھاٹ اتارنا پڑا یہ دیکھ کر نعمان برداشت نہ کر سکا۔ اور اپنا منہ اپنے ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگا اور پھر اچانک نعمان کو چکر آنے لگے اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا بے ہوش ہونے سے پہلے نعمان کو توحید کے یہ چار الفاظ سنائی دیئے کہ ڈیڈی میں آؤں گا ضرور آؤں گا میں وعدہ کرتا ہوں ڈیڈی آپ روئیے مت میں ضرور آؤں گا۔ اور نعمان کے بے ہوش ہوتے ہی تمام مردوں کے جسم ایک دھماکے سے پھٹنے لگے اور رفتہ رفتہ سب پھٹتے گئے اور یہاں تک توحید کا جسم بھی پھٹ گیا اور فضاء میں بکھر گیا اور اس نشان پر جلتی ہوئی آگ بھی بجھ گئی تھی اب وہاں پر بے انتہا خاموشی تھی اور ایسا لگ رہا تھا جیسے یہاں پر کچھ بھی نہ ہوا ہو نعمان کو جیسے ہی ہوش آیا اس نے خود کو ہسپتال کے بیڈ پر پایا جہاں پر ڈاکٹر صاحب خالد امی ابو اور دیگر رشتے دار موجود تھے۔ نعمان حیران رہ گیا وہ وہاں سے یہاں کیسے آ گیا ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا

کہ خالد نے آگے بڑھتے ہوئے کہا نعمان حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے جب دوسرے دن تم واپس نہ پہنچے تو ہم تمہیں ڈھونڈتے ہوئے وہاں پر پہنچ گئے اور تم ہمیں وہاں زخمی حالت میں ملے۔ اور مبارک ہو نعمان تمہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی مدد سے کامیاب ہوئے اور لوگوں کو اس مصیبت سے نجات دلائی جس کی وجہ سے ساری بستی والے تمہارے شکر گزار ہیں اور یہ پھولوں کے تحفے تمہارے چاہنے والوں نے بھیجے ہیں خالد نے پھولوں کے ڈھیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اچھا اب نعمان بتاؤ کہ تمہاری یہ حالت کیسی ہوئی اور پھر نعمان نے شروع سے لے کر آخر تک ساری داستان سنادی نعمان کے خاموش ہونے کے بعد نعمان کے ماں اور باپ آئے اور ابو نے بیٹا بس ہماری پتہ نہیں کونسی نیکی کام آگئی کہ تم بچ گئے تم پورے دو دن بعد ہوش میں آئے ہو آہستہ آہستہ سب رشتے دار چلے گئے تو خالد نعمان کی امی اور ابو کو بولا کہ آپ جائیں میں یہاں پر ہی ہوں اور پھر نعمان کی امی اور ابو چلے گئے پھر نعمان نے خالد کو دیکھتے ہوئے کہا یار خالد اس کا بتاؤ کہ اس کا کیا بنا یار نعمان میں S سے بہت محبت کرتا ہوں اور میں اس کے بنا جی نہیں سکتا خالد کی بات سن کر نعمان بولا اچھا تو خالد پھر تم اس کو میرے سامنے خط لکھو نعمان کے کہنے پر خالد نے خط لکھنا شروع کر دیا جس کے الفاظ کچھ یوں تھے۔

اگر S یہ پڑھ رہی ہے تو میں اس سے یہ ضرور کہوں گا کہ میں تم سے محبت کرتا تھا۔ کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا اور میں تمہارے بناجی نہیں سکتا میں تمہیں جو خط بھیجا ہے اس خط کا جواب ضرور دینا اور اگر S تم کو مجھ سے محبت نہیں ہے تو بھی بتادو میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں پلیز مجھے ایک موقع دو میں نے زندگی میں بہت کچھ کھویا ہے مگر میں تمہیں نہیں کھونا چاہتا کاش تم میری محبت کو سمجھ سکتی S میں مانتا ہوں میں غریب ہوں پر میرے پاس وہ دولت ہے جو شاید پٹرول پمپ والے لڑکے کے پاس بھی نہیں جس کو محبت کی دولت کہا جاتا ہے پلیز تم میری محبت کا جواب محبت سے ہی دینا میں نے تمہیں اپنی زندگی سے بھی بڑھ کر چاہا ہے میں بحرحال تمہارے جواب کا منتظر رہوں گا فقط تمہارا اپنا خالد۔

قارئین کرام ہمیں بھی چاہئے کہ ہم شرک کی طرف نہ بڑھیں بلکہ پانچ وقت کی نماز ادا کریں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں قارئین کرام آج کل کالے جادو کا دور ہے۔ اور ہمیں چاہئے کہ ہم اس چیز سے بچیں قارئین کرام میری یہ کہانی آپ کے معیار پر پوری اتری ہے یا نہیں مجھے آپکی رائے کا ضرور انتظار رہے گا۔

محمد خالد شاہان لوہار

کیا لکھوں

تم کو کیا لکھوں؟
ستاروں کی کہکشاں لکھوں
محبت کی زباں لکھوں
کوئل کی زباں لکھوں
پھولوں کی مسکان لکھوں
بہار کا موسم لکھوں
خوشیوں کی ترجماں لکھوں
سراپائے محبت لکھوں
عشق کی زباں لکھوں
آنکھوں میں چھپی ہوئی
کسی ان کہی کا خیال لکھوں
تتلیوں کا رنگ لکھوں
جگنوؤں کی چمک لکھوں
کائنات کا حسن لکھوں
شاعر کا بیاں لکھوں
آنکھوں میں چھپے خواب لکھوں
[illegible] لکھوں [illegible] دل کی دھڑکن لکھوں

یا اپنی زندگی لکھوں
تم ہی بتاؤ اے شاہد
میں تم کو کیا لکھوں

رخسار۔ شیخوپورہ

☆☆☆

خوفناک کے لئے

نماز کی فضیلت

حضرت عثمان سے نقل ہے جو شخص نماز کی حفاظت کرے اوقات کی پابندی کے ساتھ اس کا اہتمام کرے اللہ تعالیٰ نو چیزوں کے ساتھ اس کا اکرام فرماتے ہیں۔

اس کو خود محبوب رکھتے ہیں۔
فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔
اس کے گھر برکت عطا فرماتے ہیں۔
اس کے چہرے پر صلحاء کے انوار ظاہر ہوتے ہیں۔
اس کا دل نرم فرماتے ہیں۔
پل صراط سے بجلی کی تیزی سے گزرے گا۔
جنت میں ایسے لوگوں کا پڑوس ہوگا جن کے بارے میں آیت ہے ترجمہ، قیامت کے دن نہ ان کو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

عمر خان عاجز۔ کھونی بھارہ

خاموشی

☆ خاموشی محبت ہے بغیر پھل کے۔
☆ خاموشی ہیبت ہے بغیر سلطنت کے۔
☆ خاموشی قلعہ ہے بغیر ہتھیار کے۔
☆ خاموشی محل ہے مومنوں کا۔
☆ خاموشی شیوہ ہے عاجزوں کا۔
☆ خاموشی دبدبہ ہے حاکموں کا۔
☆ خاموشی جواب ہے جاہلوں کا۔
☆ خاموشی ہتھیار ہے جذبوں کا۔

عمر عاجز سخی جان۔ کھونی بھارہ

رات کے خزانے

سرکار مدینہ سلطان با قرینہ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ رات کو روزانہ پانچ کام کر کے سویا کرو۔

☆ چار ہزار دینار صدقہ دے کر سویا کرو۔
☆ ایک قرآن شریف پڑھ کر سویا کرو۔
☆ جنت کی قیمت ادا کر کے سویا کرو۔
☆ دو لڑنے والوں میں صلح کرا کے سویا کرو۔
☆ ایک حج ادا کر کے سویا کرو۔

حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میری جان آپ پر قربان ہو یا رسول اللہؐ یہ امر میرے لئے نہایت ہی محال ہے مجھ سے کب یہ کیا جا سکیں گے پھر حضور اقدسؐ نے فرمایا!

☆ چار مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر سویا کرو اس کا ثواب چار ہزار دینار کے برابر ہے۔
☆ تین مرتبہ قل ہو اللہ پڑھ کر سویا کرو اس کا ثواب ایک قرآن پاک کے برابر ہے۔
☆ دس مرتبہ استغفار پڑھ کر سویا کرو دو لڑتے والوں میں صلح کروانے کے برابر ہے۔
☆ دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر سویا کرو جنت کی قیمت ادا ہوگی۔
☆ چار مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھ کر سویا کرو ایک حج کا ثواب ملے گا۔

اس پر حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اب تو میں روزانہ یہی عملیات کر کے سویا

کروں گا۔ قارئین آپ سے التماس ہے کہ آپ بھی یہی عمل رات کو سونے سے پہلے کیا کریں۔

عمران علی ہاشمی ۔ لاہور

غیبت کرنیوالے کا انجام

آپؐ نے سفر معراج میں ایک قوم کو دیکھا۔اس قوم کے ناخن تانبے کے تھے،اور اس قوم کے لوگ اپنے تانبے کے ناخنوں سے، اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔حضور اقدس نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو جبرائیل نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آدمیوں کا گوشت کھاتے یعنی ان کی غیبت کرتے، ان کی برائی بیان کرتے اور ان کی عزت پر انگلی اٹھاتے تھے۔

عمرخان عاجز مشزنی۔ کھوئی بھارہ

حدیث

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ کون سا شخص افضل ہے؟ آپ نے فرمایا، جہاد کرنے والا اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے۔اس نے کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا پھر وہ آدمی جو کسی ایک گھاٹی میں اللہ کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنی برائی سے بچاتا ہے۔

عثمان غمگین۔ ملانٹ تمپ

اقوال زریں

☆ جو علم سے زندہ رہے گا وہ کبھی نہیں مرے گا۔

☆ علم وہ خزانہ ہے نہ چرایا جاتا ہے نہ لوٹا جاتا ہے۔

☆ دولت سے بہترین بستر خریدا جاسکتا ہے مگر نیند نہیں۔

☆ قائداعظم کا فرمان ہے کہ دولت مینار اور مسجد بنا سکتی ہے مگر ایمان نہیں۔

☆ دو دشمن زیادہ خطرناک نہیں ہوتے جتنا کہ دو دوست کیونکہ وہ ایک دوسرے کی کمزوری کو جانتے ہیں۔

☆ ہر چیز کا ایک راستہ ہے اور جنت کا راستہ علم ہے۔

☆ ناامیدی موت کا دوسرا نام ہے۔

عثمان غمگین۔ ملانٹ تمپ

رفتار جہاں

رفتار جہاں ہے تیز بہت ہر سانس ہے زہر آمیز بہت۔

☆ الزام ہے شر انگیز بہت شاہد بھی نئے مشہود نئے،طوفاں ہے قیامت خیز بہت ہے کفر کی آندھی تیز بہت۔

☆ ہے ذریت ابلیس نئی مردار نئے مردود نئے بھڑکائی گئی ہے آگ نئی بت توڑنے والوں کی خاطر۔

☆ ہے سلک ابراہیمؑ وہی آرزو یں وہی نمرود نئے اس خستہ مکاں کے سائے میں بیٹھے ہیں پرانے گدھ کتنے۔

☆ آتے ہیں نظر خوں خوار بہت گیدڑ ہیں یہاں موجود نئے توحید ہمارا ایماں ہے معبود ہمارا رحماں ہے۔

☆ اس لات ومنات کی دنیا میں مسجود نئے معبود نئے عمر یہ ہے رفتار جہاں دنیا میں کہاں جائے اماں۔

☆ اک بحر کرم ہے آؤ یہاں، پاؤ گے در مقصود نئے۔

عمر عاجز اینڈ سخی جان۔ کھوئی بھارہ

اسلامی معلومات

☆ حضرت ابراہیمؑ نے 175 سال کی عمر پائی۔

☆ حضرت ابراہیمؑ نے تین عورتوں سے شادی کی، سارہ، ہاجرہ، قطورا۔

☆ حضرت لوطؑ کی اہلیہ کا نام واہلہ تھا۔

☆ حضرت یعقوبؑ کا عبرانی نام اسرائیل ہے۔

☆ اسرائیل کے معنی عبداللہ (اللہ کا بندہ) ہیں۔

☆ حضرت یعقوبؑ چوبس برس مصر میں رہے۔

☆ حضرت موسیٰ کا قد رتیر اگز لمبا تھا۔

☆ حضرت موسیٰ کی اہلیہ کا نام صفورا تھا۔

☆ حضرت موسیٰ کا مقابلہ ستر ہزار جادوگروں سے ہوا تھا۔

☆ حضرت موسیٰ نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔

عمر خان، سخی جان۔ کھوئی بھارہ

اقوال زریں

☆ اپنے آپ کو اتنا مخلص رکھو کہ تمہارا دشمن بھی تمہیں بنانے کا خواہش مند ہو۔

☆ لوگوں کی برائیوں کو تلاش کرنے کی بجائے اپنی برائیاں تلاش کرو اور اگر وہ ملیں تو پھر انہیں دور کرنے کی کوشش کرو۔

☆ جو لوگ بات بات پر رونے لگتے ہیں وہ حساس نہیں بلکہ کمزور ہوتے ہیں۔

☆ اگر تمہیں کوئی گالی دے کر بات کرے تو اس کا جواب تم برابر سے نہ دو ورنہ تم میں اور اس میں فرق کیا رہ جائے گا۔

☆ چاہے کچھ بھی ہو جائے انسانیت کے افضل رتبے کو کبھی نہ گرنے دو۔

☆ جو لوگ وقت کی قدر نہیں کرتے وہ دراصل اپنے حال اور مستقبل کی قدر اور فکر نہیں کرتے۔

☆ بادشاہ کا پہلا قانون اپنی حفاظت ہوتا ہے۔

☆ کسی کے غصے میں کہے ہوئے کلام کو کبھی مت بھولو۔

☆ جس شخص کو اپنی جان کا خوف نہیں ہوتا وہ دوسرے کی جان کا مالک ہوتا ہے۔

عثمان چوہدری۔ ڈڈیال

تین دوست

علم، دولت، عزت! رخصت ہونے لگے تو ان کے درمیان کچھ اس طرح گفتگو ہوئی علم کہنے لگا مجھے ملنا ہو تو عالموں کی صحبت اور کتابوں میں ملوں گا۔دولت کہنے لگی مجھے ملنا ہو تو امیروں کے محلوں میں تلاش کرو۔عزت کچھ نہ بولی علم اور دولت نے پوچھا تم کیوں خاموش ہو؟ تو عزت افسوس سے بولی میں اگر ایک بار چلی جاتی ہوں تو دوبارہ نہیں ملتی۔

عباس کنول پرارہ۔ رکن پور

اقوال زریں

☆ کامل ترین وہ ہے جس کا اخلاق بہت اچھا ہے۔
☆ محبت اور انا ایک دل میں نہیں رہ سکتی۔
☆ ہنر انسان کا سب سے بڑا دوست ہے۔
☆ دل میں انسانیت ہو تو دل خدا کا گھر ہے۔
☆ سورۃ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی (الحدیث)۔
☆ دنیا کا بدقسمت انسان وہ ہے جس کے کان قرآن کی تلاوت سے محروم ہیں۔
☆ محبت کی زنجیر ٹکڑے ٹکڑے بھی ہو جائے تو اس کی قید سے رہائی مشکل ہے۔
☆ اگر کوئی چیز تیرے دل میں کھٹکے تو سمجھ لینا کہ وہ گناہ ہے۔
☆ اچھا دوست وہ ہے جس کا دل تم سے لپٹ رہا ہو مگر ہونٹوں پہ تبسم ہو۔

عباس کنول پرارہ۔ رکن پور

اقوال زریں

☆ خلوص ایک ایسا جذبہ ہے جس میں صرف سچائی پوشیدہ ہے۔
☆ جو جینے کی امید نہیں رکھتا ہو وہ پہلے ہی ہار چکا ہوتا ہے۔
☆ زندگی میں اپنے آپ کو خوشیوں اور غموں دونوں کے لئے تیار رکھنا چاہیے۔
☆ عورت ایک پھل دار درخت ہے جس کی ٹہنیوں میں محبت چاہت الفت صداقت انسانیت وفاؤں اور دعاؤں کے پھل اگے ہوتے ہیں۔
☆ دوسروں کی صورت شکل دیکھ کر اسے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو۔ بلکہ خود خوبصورت ہو جاؤ تاکہ دوسرے تجھے حاصل کریں۔

کامران خان تبسم۔ ھری پور ماڑی

اقوال زریں

☆ محبت کی کوئی منزل نہیں اس کی ابتداء اور انتہا ایک ہے۔
☆ محبت دل میں ہوتی ہے دل چیر کر نہیں دکھایا جا سکتا۔
☆ محبت کے چہرے پر محبت سے نگاہ ڈالنا بھی عبادت ہے۔
☆ انسان سے محبت کرنا خدا سے بہت کرنا ہے۔
☆ محبت کسی شخص سے کی نہیں جاتی بلکہ جو شخص اچھا لگے اس سے محبت ہو جاتی ہے۔
☆ علم ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔
☆ قسمت ہمارے معاملات کو ہماری آرزوؤں اور تمناؤں سے بہتر طور پر چلاتی ہے۔
☆ قسمت کا فیصلہ اکثر ہماری زبان کی نوک پر ہوتا ہے۔
☆ قسمت ہم سے وہی کچھ چھین لیتی ہے جو ہم کو دیتی ہے۔

محمد بوٹا راھی۔ واں بھچراں

انمول موتی

☆ اس چیز کی تمنا مت کرو جسے حاصل نہ کر سکو۔
☆ عورت پر اعتبار نہ کرو کیونکہ یہ ناقص العقل ہوتی ہے۔
☆ کسی کو اپنا بنانے سے پہلے سوچو کہ اسے اپنائیت کا احساس دلا سکو گے۔
☆ دنیا میں صرف اور صرف ماں سے محبت کرنی چاہیے۔
☆ آنکھیں بغیر کاجل کے بھی خوبصورت ہو سکتی ہیں اگر چہ ان میں شرم و حیا ہو۔
☆ کسی کو اچھا بنانے سے پہلے خود بننا ضروری ہے۔
☆ اللہ تعالیٰ کی جانب سے سب سے خوبصورت تحفہ انسان کے لئے ماں کی محبت ہے۔
☆ سچی محبت بھی ایک عبادت ہے۔
☆ کبھی کے چہرے پر مت جاؤ کیونکہ وہ ایک بند کتاب کی مانند ہے۔
☆ مصیبت ایک ایسا آئینہ ہے جس میں اپنے پرائے پہچانے جاتے ہیں۔
☆ کانٹوں سے بھری ہوئی ٹہنی کو ایک پھول پر کشش بنا دیتا ہے۔

ماجد یعقوب شاہ۔ ڈھرنال

اقوال زریں

☆ بے وقوف کے ساتھ جنت میں بیٹھنے سے عقل مند کے ساتھ قید خانے میں بیٹھنا بہتر ہے۔
☆ اللہ کا خوف ہی سب سے بڑی دانائی ہے۔
☆ اپنی ناکامی پر مسکرا دو کیونکہ یہ تمہاری عروج کی پہلی سیڑھی ہے۔
☆ مصائب کا مقابلہ صبر سے اور نعمتوں کی حفاظت شکر سے کرو۔
☆ گناہوں کے سمندر میں نیکی کی کشتی کو چلانا بھی ایک جہاد ہے۔
☆ صبر کڑوا ہوتا ہے لیکن اس کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔

سید نزاکت صداقت بخاری۔ کوٹلہ شیر محمد

انمول ہیرے

- صبر سب سے بڑی اور عمدہ دعا ہے۔
- تمہاری عقل ہی تمہاری استاد ہے۔
- جس نے علم پڑھ کر بھلایا وہ بدنصیب ہے۔
- دین کی بنیاد عقل، علم، صبر ہے۔
- ہمیشہ کم بولو کیونکہ اس میں لاتعداد فوائد ہیں۔
- تکبر علم کو کھا جاتا ہے۔
- بے کاری اور سستی انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔
- علم بنی نوع انسان کا زیور ہے۔
- مطالعہ غم اور اداسی کا بہترین علاج ہے۔
- زیادہ سنو اور کم بولو۔
- اعتماد ہی زندگی کی محترک قوت ہے۔
- صرف عمل میں ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔
- خدمت خلق ہی میں عظمت ہے۔
- کسی کی دل آزادی سے بچنا چاہیے۔

نوید ساگر۔ سرساوہ

سچی باتیں

- بولنے میں تاثیر پیدا کرو کہ دل میں اتر جائے ورنہ چپ رہو۔
- لوگوں سے اس طرح ملو کہ وہ تمہارے

جانے کے بعد تمہیں یاد رکھیں۔

- ......زندگی سمندر ہے جو اپنے اندر لاکھوں راز چھپائے ہوئے ہے۔
- ......محبت پانا ہر کسی کے لئے ممکن نہیں مگر محبت پھیلانا سب کے لئے ممکن ہے۔
- ......دوستی میں کسی کے اعتبار کو ٹھیس مت پہنچاؤ۔
- ......اپنی خوشی کے لئے کسی کی مسرت خاک میں نہ ملاؤ۔
- ......زبان کھولنے سے پہلے سوچ لو دنیا میں تم سے زیادہ عقل مند لوگ موجود ہیں۔
- ......نہ گرنا خوب نہیں بلکہ گر کر سنبھل جانا خوبی ہے۔
- ......صورت کو نہیں سیرت کو دیکھا کرو۔
- ......تین چیزوں کو پردے میں رکھو، عورت دولت، کھا

چوھدری ظھ[illegible] احمد۔ سید پور پپلاں

معلومات عامہ

- ......امریکہ میں 2005ء کے صدارتی الیکشن میں امریکہ کے موجودہ صدر جارج ڈبلیو بش نے جان کیری کو شکست دے کر دوسری مرتبہ صدر کا عہدہ سنبھالا۔
- ......پاکستان کے موجودہ صدر جنرل پرویز مشرف نے اپریل 2002ء میں صدارتی ریفرنڈم میں کامیابی کے بعد صدر کا عہدہ سنبھالا۔
- ......بھارت کے سابق وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی تھے اور موجودہ وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ ہیں۔
- ......پانی سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں ٹھنڈا اس لئے ہوتا ہے کہ زمین کا درجہ حرارت تبدیل ہو جاتا ہے۔
- ......پنجاب کا دارالحکومت لاہور ہے جبکہ وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی ہے۔

خضر حیات۔ روڈہ تھل، خوشاب

دو دل

دو دل تب ایک ہو سکتے ہیں جب وہ ایک دوسرے پر بھروسہ کرنا سیکھ لیں ایک دوسرے پر یقین کریں، زخم ایک کو ہو تکلیف دونوں محسوس کریں، اعتماد، یقین ہی محبت کی عمارت کو مضبوطی دے سکتے ہیں۔

سید تصور شاہ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

غزل

کسی سے بھی تم پیار مت کرنا
لاکھ کرئے وعدے تم اعتبار مت کرنا
ہر اک ادا کو دیکھو اور بھول جاؤ
کسی بھی ادا کو جگر کے پار مت کرنا
وہ تو تمہیں اپنے بنا ہی لیتے ہیں
تم لاکھ سوچو مگر اقرار مت کرنا
دل کا کھیل مصدق یہ ہر اک سے کھیلتے ہیں
ان کی کسی بات کا تم اظہار مت کرنا

مصدق ریاض مصدق۔ ڈنگہ شہر

☆☆☆

نہ مصور کے تصور کی کتاب میں چہرہ
نہ شاعر کے تخیل کی جناب میں چہرہ
رند اندھیروں میں تڑپتے ہوئے پیاسے بھاگیں
تیرا سوتے ہوئے دیکھیں جو کبھی خواب میں چہرہ
زیارت کی تمنا تھی کہ میں چاند کو دیکھوں
وہ بے درد لئے آیا ہے نقاب میں چہرہ
کب ملتے ہیں آسانی سے گوہر نایاب
جو تیری بھیگی ہوئی زلفوں کے حجاب میں چہرہ
یار اے [illegible] تو دوں کے تیرے جیسے ہیں بہت
مگر [illegible] سے لاؤ ان کے جواب میں چہرہ

قادر یار۔ ڈڈیال

قبر کا کشادہ ہو جانا

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب مردے کو دفن کر کے آتے ہیں تو اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور وہ مردہ کو قبر میں بٹھا کر کہتے ہیں (ما کنت تقول فی ھذا الرجل) یعنی تو اس شخص نبی کریمؐ کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا۔ اب اگر وہ مسلمان ہے تو کہتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں پھر وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں دیکھ تیرا ٹھکانا جہنم تھا اب اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے اسے جنت سے بدل دیا ہے پھر وہ دونوں کو دکھائیں گے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ پھر اس کیلئے قبر کو ستر اور کھول دیا جائے گا جس پر سبزہ وغیرہ بھی ہوگا۔

احمد شاہ مجاھد (مکران)

عیادت عبادت ہے

☆ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور اچھا یعنی پورا وضو کیا اور پھر حصول ثواب کے ارادے سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی تو اس کو دوزخ سے ستر برس کی مسافت کے بقدر دور کر دیا جاتا ہے۔

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان دوسرے بیمار مسلمان کی دن کے پہلے حصے میں یعنی دوسرے پہر سے پہلے پہلے عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس کیلئے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور جو مسلمان رات میں یعنی غروب آفتاب کے بعد عیادت کرتا ہے تو ستر ہ[illegible]ر فرشتے اس کیلئے صبح ہونے تک رحمت و مغفرت [illegible] دعا کرتے ہیں اور بہشت میں اس کیلئے باغ مقرر کر دیا جاتا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا: جب کوئی شخص بیمار کی عیادت کرتا ہے تو ایک پ[illegible]رنے والا یعنی فرشتہ آسمان سے پکار کر کہتا ہے کہ تیرے لئے دنیا اور آخرت میں بھلائی ہو ا[illegible] تیرا چلنا عیادت کیلئے مبارک ہو اور تجھے جنت میں اعلیٰ مقام ملے۔

☆ حضرت جابرؓ [illegible]ایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا جب کوئی [illegible] کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو جب تک وہ بیٹھتا نہیں دریائے رحمت میں غوطہ لگا دیتا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار کی

عیادت کرنا، جنازہ کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا، چھینکنے والے کو جواب دینا۔

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے رسول اکرمؐ نے فرمایا بھوکے مسکین اور فقیر کو کھانا کھلاؤ بیمار کی عیادت کرو اور قیدی کو دشمن کی قید سے چھڑاؤ۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اکرمؐ نے فرمایا جس نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کی تو اس کیلئے مصیبت زدہ کا سا ہی اجر ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندہ سے فرمائے گا اے ابن آدم میں بیمار ہوا اور تم نے میری عیادت نہیں کی بندہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب میں تیری عیادت کس طرح کرتا کہ تو تو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور بیماری سے پاک ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں ہوا تھا کہ فلاں بندہ بیمار تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر اس بیمار بندے کی عیادت کرتا تو مجھے یعنی رضا اس کے پاس پاتا۔

محمد عظیم عادل (مکران)

مقام والدین

☆ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے اور تیرے رب نے حکم فرمادیا کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ سے حسن سلوک کرو اور ان میں سے ایک یا وہ دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان دونوں سے ادب کے ساتھ بات کیا کرو اور ان کے لئے عاجزی کے ساتھ بازو جھکا دو مہربانی سے اور کہو اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسے انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی (سورۃ بنی اسرائیل آیت 22-23)

☆ ماں باپ قابل قدر و احترام، واجب العزت و اکرام اور لائق خدمت و احسان ہیں گرچہ کافر ہی کیوں نہ ہوں (سورۃ مریم 47، بخاری و مسلم)

☆ ماں باپ، رحمت و شفقت، کرم و عنایت اور مہر و محبت کا پیکر ہیں (سورۃ یوسف 84، بخاری)

☆ ماں باپ، اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہیں کہ جس کا کوئی بدل نہیں (بخاری و مسلم)

☆ ماں باپ موحد ہوں تو ان کی بخشش و مغفرت کیلئے دعا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے خصوصی حکم دیا ہے (سورۃ بنی اسرائیل 24، ابوداؤد)

☆ ماں باپ کی خدمت و اطاعت سے رزق اور عمر میں خیر و برکت ہوتی ہے (مسند احمد)

☆ ماں باپ کو گالی دینا اس طرح ہے کہ دوسرے کے والدین کو گالی دے کر اپنے والدین کو گالی دلوانا کبیرہ گناہ مثل قتل وزنا کے ہے (بخاری و مسلم)

☆ ماں باپ کی رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور ان کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی پنہاں ہے (ترمذی)

☆ ماں باپ کی دعائیں اولاد کے حق میں جلد اثر پذیر ہوتی ہیں گرچہ ماں باپ غیر مسلم ہی ہوں

(بخاری)

☆ ماں باپ کو ایک بار نظر شفقت سے دیکھنے پر حج مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ خواہ بار بار دیکھے تاہم حج کی فرضیت برقرار رہتی ہے (شعیب الایمان بیہقی)

☆ ماں باپ کا شکر ادا کرنا ویسا ہی فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا فرض ہے (سورۃ لقمان 14)

☆ ماں باپ کے حقوق بعد وفات یہ ہیں ان کیلئے بخشش کی دعائیں کرنا ان کا نیک عہد پورا کرنا ان کے لواحقین و احباب کی عزت (ابوداؤد، ابن ماجہ)

☆ ماں باپ کے نافرمان کو موت سے پہلے بھی اس جہاں میں ضرور سزا ملتی ہے (شعیب الایمان بیہقی)

☆ ماں باپ کے سامنے اظہار ذلت و کمتری کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے (سورۃ بنی اسرائیل 24)

☆ ماں باپ کے نافرمان پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے (دارمی، مسند احمد، نسائی)

☆ ماں باپ کی خدمت کے ذریعے حصول جنت کی کوشش نہ کرنے والے کیلئے رسول اللہ نے بددعا کی ہے (مسلم)

☆ ماں باپ کی خدمت کا فریضہ جہاد میں جان قربان کرنے جیسے فرض پر مقدم ہے (بخاری و مسلم)

☆ ماں باپ کی خدمت نماز و جہاد جیسے افضل اعمال صالحات میں سے ہے (بخاری و مسلم)

محمد عظیم عادل (مکران)

گناہ کبیرہ

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو سب سے بڑے گناہ نہ بتادوں۔ ہم لوگوں نے عرض کیا۔ اللہ کے رسولؐ ضرور بتائیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپؐ ٹیک لگائے ہوئے تھے بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا ہوشیار ہو جاؤ غور سے سنو اس کے بعد سب سے بڑا گناہ جھوٹ بات اور جھوٹی گواہی ہے۔ سن لو اس کے بعد جھوٹ بات اور جھوٹی گواہی ہے۔ برابر آپؐ یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے اپنے دل میں کہا کہ کاش آپ خاموش ہو جاتے (متفق علیہ) یہ حدیث متمدن معاشرہ کو اسلامی معیار سے خدائی قدروں کے ذریعے ترقی دینے اور آگے بڑھانے کی شکلوں میں سے ایک شکل اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم اور اس کی وضاحت و بیان کی ایک کھلی ہوئی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات قرآنیہ میں اپنی عبادت کے بعد فوراً والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر فرمایا ہے اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو (بنی اسرائیل 23)

محمد عظیم عادل (مکران)

محبت

☆ جو بار بار محبت کرتا ہے وہ محبت کرنا نہیں جانتا۔

☆ محبت انسانی عظمت کیلئے دیمک کا کام کرتی ہے۔

☆ محبت مضبوط ارادوں کو کمزور کردیتی ہے۔
☆ محبت وہ کھیل ہے جس میں عقل ہار جاتی ہے۔
☆ دل کی ہزار آنکھیں ہوتی ہیں مگر وہ محبوب کے عیبوں کو نہیں دیکھ سکتیں۔
☆ محبت آنکھوں سے نہیں دل سے دیکھتی ہے۔ دانشمند وہی ہے جو اس میں اندھا ہو چکا ہو۔
☆ محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے۔

محمد ہارون قمر (سیج پور ہزارہ)

سنہری باتیں

☆ ہمیں ہر ایک اس چیز سے محبت کرنی چاہئے جو محبت کے قابل ہو اور ہر اس چیز سے نفرت کرنی چاہئے جو نفرت کے قابل ہو...... لیکن یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے جب ہمارے پاس دونوں کا فرق کرنے کیلئے عقل کی دولت اور علم کی روشنی ہو۔
☆ انسان کسی کو شریک زندگی بنانے سے پہلے اس کے ماضی اور حال کو دیکھتے ہے لیکن یہ بھول جاتا ہے کہ اس شخص کی رفاقت میں اسے اپنا مستقبل گزارنا ہے۔
☆ ہر انسان کو سوائے اس کی ذات کے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔
☆ کچھ رشتے انا سے ٹوٹ جاتے ہیں لیکن کچھ رشتے کو قائم رکھنے کیلئے انا ضروری ہے۔
☆ اہم بات یہ نہیں کہ ہار گئے اہم بات یہ ہے ہمت تو نہیں ہار گئے۔
☆ کسی اس چیز کیلئے آنسو نہ بہاؤ جو تمہارے لئے نہیں بنی تھی۔
☆ جو شخص اپنے دوست کو دھوکا دیتا ہے وہ خدا کو دھوکا دیتا ہے۔
☆ اپنی زندگی کا کوئی مقصد بنالیں پھر اپنی ساری طاقت اس کے حصول کیلئے لگادیں آپ کو ضرور کامیابی ملے گی۔
☆ کسی کو خوشی دینا اتنا خوش کن نہیں جتنا کسی کو دکھ نہ دینا خوش کن ہے۔
☆ محبت کیلئے لفظ بے شک ضروری ہوں یا نہ ہوں اعتبار کیلئے ضرور ہے۔

سجاد علی اسد (جھل مگسی)

سارے رنگوں کو

دھنک کے سارے رنگوں کو
تمہارے نام کرتے ہیں
بسنتی سب پتنگوں کو
تمہارے نام کرتے ہیں
ہوائیں گنگنا کر گھر گھر آئی ہیں ہمیں جاناں
ہوا کی سب ترنگوں کو
تمہارے نام کرتے ہیں

سجاد علی اسد (جھل مگسی)

یادیں

یادیں تیرے خلوص کی ڈستی ہیں آج بھی
ملنے کی آرزوئیں ترستی ہیں آج بھی
آنکھیں ہزار ضبط کی کوشش کے باوجود
رہ رہ کے بار بار برستی ہیں آج بھی

سجاد علی اسد (جھل مگسی)

اقوال زریں

☆ تم جس سے نفرت کرتے ہو اس سے ہوشیار رہو۔

☆ دوستی ایک خود پیدا کردہ رشتہ ہے۔
☆ موت ایک بے خبر ساتھی ہے۔
☆ بے عقلی سب سے بڑی غریبی ہے۔
☆ عقل مند ہمیشہ غم و فکر میں مبتلا رہتا ہے۔
☆ توبہ کرنا آسان مگر گناہ چھوڑنا مشکل ہوتا ہے۔
☆ سچ کبھی جھوٹ سے شکست نہیں کھاتا۔
☆ اسے دیکھو جو تمہیں دیکھتا ہے اس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے اس کی سنو جو تمہاری سنتا ہے اپنا ہاتھ اسے دو جو تھامنے کیلئے تیار ہے۔
☆ محبت ایک ایسی چیز ہے جو سیکھنے کی اور کسی کے بتانے کی نہیں ہے۔
☆ مرد صورت سے نہیں بلکہ سیرت سے پہچانا جاتا رہے۔
☆ سچا دوست وہ ہے جو براہ راست یا کسی کی سفارش پر نفع پہنچائے۔
☆ جو شخص محبت کا دعویٰ کرے اور تکلیف کے وقت فریاد کرے وہ محبت میں صادق نہیں بلکہ کاذب اور دروغ گو ہے۔

سجاد علی (جھل مگسی)

معلومات

☆ ترکی میں آخری عثمانی خلیفہ کا نام بتایئے؟
☆ بتایئے چین میں چاؤ خاندان نے کتنے برس حکومت کی؟
☆ بتایئے قدیم چین کو کیا کہا جاتا ہے؟
☆ بتایئے شہر بغداد کی بنیاد کس نے رکھی؟
☆ ہندوستان کا پہلا راجہ کون تھا؟
☆ موریہ خاندان کے آخری بادشاہ کا نام کیا تھا؟
☆ ہندوستان کی قدیم ترین نسل کا نام کیا ہے؟
☆ شہنشاہ بابر اور بہادر شاہ ظفر کے مزارات کہاں ہیں؟
☆ نور جہاں کا مقبرہ کس نے بنوایا تھا؟
☆ غدر کے بعد لعل قلعہ دہلی کا دروازہ کب کھلا؟

جوابات

(1) سلطان عبدالحمید ثانی (2) تقریباً 873 سال (3) کیتھی (4) خلیفہ المنصور نے (5) چندر گپت موریہ (6) دسترتھ (7) دراوڑی (8) کابل، رنگون (9) خود نور جہاں نے (10) 1911ء میں۔

سجاد علی (جھل مگسی)

اقوال زریں

☆ مجھے ستاروں سے اکثر یہ آواز آتی ہے کہ کسی کی یاد میں نیندیں گنوا کر کچھ نہیں ملتا۔
☆ پیارے لوگو ظلم کرنے سے بہتر ہے کہ ظلم سہہ جاؤ۔
☆ چھلانگ سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ قدم بہ قدم چلو۔
☆ ناکامیوں سے نہیں گھبرانا چاہئے کیونکہ ایک ناکامی کے پیچھے سو کامیابیاں ہوتی ہیں۔
☆ مت کرو ایسے انسان سے محبت جو تم سے محبت نہیں کرتا ہاں اگر کرنی ہی ہے تو دیوانگی اپنے دل چھپالو اس کو ہوا تک نہ لگنے دو ورنہ وہ تمہیں بہت تنگ کرے۔
☆ سچے دوست کی خاص نشانی یہ ہے کہ جب تم دونوں پر کوئی ایسی مصیبت آئے جس میں جان جانے کا بھی ڈر ہو اے پیارے لوگو سچا دوست کبھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔

عذرا نسیم (فورٹ عباس)

غزل

سر شام ہی میں نے ایک خواب دیکھا
اجڑے باغ میں کھلتا ایک گلاب دیکھا
کانٹوں بھرے اس گلاب کی روح کو
اسے آج پہلی دفعہ بے نقاب دیکھا
تھے کانٹے بھی آبدیدہ اس پھول کے درد پر
یوں کانٹوں کی دنیا میں انقلاب دیکھا
میں منتظر تھا کہ اس کی مہک مجھ تک پہنچے
اس کی بے بسی پر اپنا جواب دیکھا
پھر بیٹھ گیا اس اجڑے باغ کی دہلیز پر
عمران آنسوؤں سے ہوتا اسے سیراب دیکھا۔

امیر گل خان۔ ڈیرہ غازی خان

پیار کے قابل

وہ میرے پیار کے قابل ہی نہ تھا
کیوں انتظار کیا وہ وفا کے قابل ہی نہ تھا
انجانے میں اسے وفا کا دیوتا سمجھ بیٹھے ہم
وہ انسان کہلانے کے قابل ہی نہ تھا
اس کی رفاقت کیلئے کیا کچھ نہیں کیا ہم نے
وہ تھا اک دھوکہ اعتبار کے قابل ہی نہ تھا
قدم قدم پر اس نے اتنے جھوٹ بولے
وہ تھا اک جھوٹ سمجھنے کے قابل ہی نہ تھا
میری محبت کو پامال کیا اس نے عمران
وہ میرے دل میں رہنے کے قابل ہی نہ تھا

امیر گل خان۔ ڈی جی خان

غزل

تیرے ہونٹوں کی خاموشی مجھے اچھی نہیں لگتی
تیری معصوم آنکھوں میں نمی اچھی نہیں لگتی
یوں مدہوشی میں مجھ سے پوچھتے ہو معنی الفت کے
یہ سادگی تیری ہمیں اچھی نہیں لگتی
سجا کر آنکھ میں کاجل نہ دیکھیں آئینے کو یوں
ہمیں یہ بے حجابی بھی صنم اچھی نہیں لگتی
میری جان میرا سپنا بن کر آنکھوں میں اتر جانا
یہ دور اور مجبوری ہمیں اچھی نہیں لگتی

ساجد رفیق ساجد۔ چک نمبر 75ر ب

کبھی بے بسی ناتمام ہو

مجھے یہ دعا ہی دیا کرو
کبھی بے بسی ناتمام ہو
تمہیں بھولنا کہاں بس میں ہے
میں یہ چاہوں چاہو مجھے صنم
مجھے خود سے نہ تم جدا کرو
تیرے بن میں زندہ نہیں صنم
میرے جسم میں تم بسا کرو
مجھے لمحہ لمحہ نہ موت دو
مجھے لمحہ بھر میں فنا کرو
میرا دکھ تیرا سکھ بنے
مجھے دکھ ہی تم دیا کرو

ساجد رفیق ساجد۔ چک نمبر 75ر ب

غزل

بول نہ بھاویں بول وے ایازی
وس اکھیاں دے کول وے ایازی
میں ہاں پیاسی پیار تیرے دی
دل دا بوھا کھول وے ایازی
ویکھ وفا نئیں تولی جاندی
نہ پاء اپنی جھول وے ایازی
میں آں جگ دا کھوٹا سکہ
توں ہیرا انمول وے ایازی
اپنی نفرت میری چاہت
ٹکڑی اتے تول وے ایازی
اپنے چن ڈھولے نوں انج توں
ککھاں وچ نہ رول وے ایازی

ایاز نعیم ایازی۔ چکوال

نظم

تیرے مرنے تک میں بجنا
اپنا آپ سنبھال کے رکھدا
سدھراں ساریاں پال کے رکھدا
فیر آخر تے مرنا سی توں
ایتھوں تے کوچ کرنا سی توں
تیری قبر دے وچ جا بہندا
کجھ سندا کجھ اپنی کہندا
بیٹھ تیری رکھوالی کردا
جیویں پھلاں دی مالی کردا
تیری خاطر سبھ نال لڑدا
سڑنا پیندا تے میں سڑدا
ہر ویلے کھپ پائی رکھدا
تے تیرا دل لائی رکھدا
اوتھے گھر وساندے اپنا
پیندے اپنا کھاندے اپنا
بس توں میرے نال ای ہوندا
تیرا سبھ کجھ میں ای ہوندا
اک پل تیتھوں دور نہ ہوندا
ویکھدا تینوں اٹھدا بہندا
ہر ویلے تیرے سر تے رہندا
جیویں سر دا لیٹرا ہوندا
کاش میں قبر دا کیڑا ہوندا

ایاز نعیم ایازی۔ چکوال

تیری یاد میں

تیرے بعد کیا اے بے وفا قرار ہو مجھ کو
جو کبھی ختم نہ ہو دے گیا عذاب وہ مجھ کو
ہوا ہوں کرچی کرچی میں تیری جدائی میں
ہزار ٹکڑوں میں بکھر گیا ہوں سمیٹ لو مجھ کو
سر شام وہ تیری یاد میں سب سسکتے ہیں
چمٹ گئے ہیں بنا تیرے دکھ جو مجھ کو
نزع کے عالم میں یاد ہے منظر تیری جدائی کا
قسم ہے تمہیں میری جاں اور نہ دکھ دو مجھ کو

ثاقب بشیر۔ لاہور

نظم

اک کڑی نال اوندے جاندے
تانکا جھانکا ہوندا سی
اوہ وی پیار جتاندی سی
مینوں حال دل سناندی سی
جگ ظالم توں لک کے دووین ایازی
پکیاں قسماں کھاندے رہے
اک دوجے دا ساتھ نئیں چھڈنا
اک دوجے نوں آہندے رہے
رسماں دی فیر ہنیری جھل گئی
کیتے سارے وعدے بھل گئی
ور کے مینوں سوری کہہ گئی
ہور کسے دی ڈولی بہہ گئی
اک دن ایہہ انہونی ہوئی
مینوں چت نہ چیتا کوئی
بچہ اک پیا دوڑا آوے
ماموں ماموں آکھ بلاوے
جد میں پچھاں نظر دوڑائی
کڑی او ہوای نظریں آئی

ایاز نعیم ایازی۔ ملکوال

لال اکھاں گلاب داگوں

کمال چہرہ کتاب وانگوں
حسن اوھدا سوال جاپے
اوھدا ویکھن جواب وانگوں
تک سگویں کمان جیویں
چال اوہدی شراب وانگوں
دید اوھدی سکون بخشے
ہجر اوھدا عذاب وانگوں
شہد اوس دی زبان ایازی
روپ سارا ثواب وانگوں

ایاز نعیم ایازی۔ ملکوال

غزل

جب مر گیا میں تو تم جشن مناؤ
اگر تیش میں آیا تو تم میری میت کو جلاؤ
اگر تجھے میرے مرنے کا پتہ نہ چلا
تو بعد میں میرے کفن کے ٹکڑے چن کر جلاؤ
اگر تجھے میرے کفن کے ٹکڑے بھی نہ ملے
تو تم اس کے بعد میری قبر میں آکر میری قبر کے پردے کو جلاؤ
اس کے بعد تم اپنے گھر جا کر
میرے پرانے خطوں کو جلاؤ
اگر کبھی میں تیرے خوابوں میں آؤں
تو تم مجھے خوابوں میں جلاؤ
اگر کوئی تم سے یہ پوچھے بخش اسیر کون تھا جو مر گیا
تو تم اس کو بھی میری طرح جلاؤ
اگر تمہیں پھر بھی چین نہ آئے تو تم
کاغذوں پہ میرا نام لکھ لکھ کے جلاؤ

رسول بخش اسیر۔ اٹک

خودکلامی

اس نے اب کے بھی نئے چاند کو دیکھا ہو گا

اٹھا کے ہاتھ پھر رب سے مجھے مانگا ہو گا
سنی ہو گی جب دعا چاند ہنس دیا ہو گا
خدا نے اس کی دعا سن لی ہو گی فوراً ہی
خوشی خوشی سبھی یاروں کو بتایا ہو گا
پر کوئی وہم بھی اس کے دل میں سمایا ہو گا
ان کہے خوف نے جی بھر کے ستایا ہو گا

ساجد رفیق ساجد۔ چک نمبر 75ر ب

ہاں ایسی کام محبت

اک لڑکی پیاری پیاری سی
مجھ کو آنکھوں سے پوچھتی ہے
کیوں یاد مجھے تم آتے ہو
جب یاد مجھے تم آتے ہو
آنکھیں ساون برساتی ہیں
من میرا وہ ترساتی ہیں
مجھے اتنا کیوں ستاتے ہو
کیوں یاد مجھے تم آتے ہو
جب تم کو دیکھ نہ پاؤں میں
بے چین سا دل آنکھیں بھیگی
پائل بے کل کاجل سونا
بس ایک ملن کی آس رہے
کیوں مجھے اتنا رلاتے ہو
کیوں یاد مجھے تم آتے ہو
کیا عجیب سی میری حالت ہے
کیا اسی کا نام محبت ہے
کیا اسی کا نام محبت ہے
ہاں اسی کا نام محبت ہے

ساجد رفیق ساجد۔ چک نمبر 75ر ب

غزل

جو ملی تھی تم سے اس خوشی کو روئے
اے دوست ہم تیرے غم میں مسکراتے تیری دوستی کو روئے
مجھے دیکھ کر غمزدہ منہ پھیر لیا
یہاں کس کو اتنی فرصت کہ کوئی کسی کو روئے
میں نے تم سے کی تھی محبت مگر تم سمجھ نہ پائے
تیرے بھولے پن کے صدقے تیری سادگی کو روئے
میرے پاس سے گزر کر میرا حال تک نہ پوچھا
بہت دیر تک اکیلے تیری بیرخی کو روئے
تجھے آرزوئے دولت اور مجھے تمنا تھی تیری
تمہیں کھو کر جان جاناں اپنی مفلسی کو روئے
مجھے چھوڑ کر جانے والے میری یہ دعا ہے
تیرا دل کوئی نہ توڑے تو بھی کسی کو نہ روئے
تو پاس تھا تو پر بہار تھی زندگی
تیرے بعد ہم اس زندگی کو روئے
جب بھی کسی نے تذکرہ کیا محبت کا
یاد کر کے ہم اپنے ماضی کو روئے
مبارک ہو تمہیں نیا ہمسفر اے دوست
خدا نہ کرے تو بھی کسی ساتھی کو روئے
وہ جو آئے بعد مدت کے ساقی مجھ سے ملنے کیلئے
مجھے دیکھ کر اکیلا میری بے بسی کو روئے

محمد عباس ساقی۔ جام پور

غزل

بے وفا سے دل لگایا ہم نے
ہر طرح کا زخم کھایا ہم نے
ملی جب ہمیں نوید رسوائی
ہر پتھر کو سینے سے لگایا ہم نے
بجلی بھی ہے اسی کے تعاقب میں
شہر سے دور جو آشیاں بنایا ہم نے
کی تھی کچھ اس کے سنگھار میں
اپنے لہو سے اس کو سجایا ہم نے
آیا وقت جب اس کی شہنائی کا
اپنے ہاتھوں سے دلہن بنایا ہم نے
وہاں جلے خوشیوں کے دیپ ساحل
جشن غم میں گھر کو جلایا ہم نے

زبیر خان ساحل۔ سرگودھا

غزل

میں تیری ہی آنکھوں میں دیکھا کروں گا
اور تیری محبت کو سجدہ کروں گا
مر ہی نہ جاؤں تیری چاہت میں ورنہ
میں تیری محبت میں نجانے کیا کروں گا
تمہاری آنکھوں میں بھی ہونگے ندامت کے آنسو
پاگلوں کی طرح میں ہنسا کروں گا
صحرائے دل میں جب تم تنہا ہونگے
بادلوں کی طرح تم پر برسا کروں گا
کیا تو بھی میری محبت سنجیدہ تھی کبھی
میں ہر روز راہی سے پوچھا کروں گا

رحیم شاہ۔ سانگھڑ

آنسو پیے ہیں آنکھوں کو پرنم نہیں کیا
رسوا کبھی بھی ہم نے تیرا غم نہیں کیا
کی پرورش ضمیر کی یوں ہم نے دوستو
ہر در پہ اپنے سر کو کبھی خم نہیں کیا
ممکن ہے میری آہ پہنچ جائے عرش تک
یہ سوچ کر تباہی کا ماتم نہیں کیا
جس کو خدا نہ چاہے مٹائے گا اس کو کون
ورنہ جہاں نے مجھ پہ ستم کم نہیں کیا

رحیم شاہ۔ سانگھڑ

زیڈ کے نام

دل کے دیئے زیڈ جلتے رہے
یادوں کے غبارے بڑھتے رہے
جب بھی زیڈ تیرا تصور ابھرا

نصراللہ کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے

نصر اللہ مگسی۔ بلوچستان

بند آنکھوں میں زیڈ سپنے تھے
سپنوں میں زیڈ تو اپنی تھی
جب آنکھ کھلی تو نصراللہ نے زیڈ جانا
زیڈ کے سپنے آخر سپنے تھے

نصر اللہ مگسی۔ بلوچستان

نفرتیں بھی ان سے محبتیں بھی اس سے
یہ دل کے معاملے بھی ہوا کرتے ہیں عجیب
نہ ٹوٹ کر جڑتیں ہیں نہ جڑ کر ٹوٹتے
یہ قربتوں کے فاصلے بھی ہوا کرتے ہیں عجیب
زیڈ نہ کبھی خوشیاں پائیں نہ چاہت پائیں
ایسے دیکھے تو نہ چاہوں نہ دیکھوں تو چاہوں
زیڈ یہ دل کے فیصلے بھی ہوا کرتے ہیں عجیب
نصراللہ یہ محبتوں کے امتحان بھی ہوا کرتے ہیں عجیب

نصر اللہ مگسی۔ بلوچستان

مجھے سب یاد آتا ہے

وہ اشاروں میں تیرا گنگنانا
وہ تیرا میرے سامنے آکر شرمانا
گھونگھٹ اٹھا کر مسکرانا
مجھے سب یاد آتا ہے
وہ اظہار محبت وہ جھوٹے وعدے
وہ میرے لیے جان قربان کرنا
وہ جان سے بھی زیادہ مجھے پیار کرنا
وہ جو ہم میں تم میں اقرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ ہو
مجھے سب یاد آتا ہے
پتہ چلا بعد میں کہ وہ تو تھی ہی بے وفا
وفا والوں سے کیے تھے محبت کے وعدے بے
بہا
اب یاد کرنے سے فائدہ کچھ نہیں
وہ بے وفا تو چلی گئی کسی اور کی بن کے

اقراء شہزادی۔ صفدر آباد

ساون کی طرح آتی تھی اور چلی جاتی تھی
آ کے وہ مجھے اپنی جدائی میں رلاتی تھی
رلا کر وہ مجھے چلی جاتی تھی
پھر مجھے یاد اس کی ستاتی تھی
ساون کے آنے تک بے قرار رہتے تھے ہم
کہ کب وہ آئے اور اپنی جدائی میں رلائے
رلاتی تھی مجھے جب بھی وہ ہنساتی بھی تھی
کبھی روٹھتی تھی کبھی مناتی تھی
کبھی ہم کو دیوانہ بناتی تھی
پھر ساون کے ساتھ چلی جاتی تھی
اور ساون کی طرح مجھے رلاتی تھی

اقراء شہزادی۔ صفدر آباد

غزل

بہانے سے جا کر انہیں اپنی غزل پڑھا دی
اس طرح اپنے دل کی بات ان تک پہنچا دی
ہمیں تو ہمت ہی نہیں ہوئی ان سے اظہار کی
جب وہ آئے ہمارے سامنے بس ادب سے نظر جھکا دی
ہم تو صرف اک پیار کی نگاہ کو ترستے ہیں انکی
ہم نے تو ہر کسی کو ان لرزتے ہونٹوں سے دعا دی
کاش ان تک پہنچ جائے دل کی بات
ہم نے تو اپنے من کی بات سب کو سنا دی
اب تو ہمیں اپنے لئے جینا ہی نہیں ہے
ہم نے تو ساری زندگی انکے نام لگا دی

مرزا ابرار بیگ۔ کوٹلی

غزل

کل تلک جو کرتا رہا وعدے ساتھ نبھانے کے عمر بھر
آج گزر گیا میرے نزدیک سے کسی بیگانے کی طرح

کاش نہ ملتے تم نہ ہوتا پیار تم سے مجھے
نہ پھرتے کوچے کوچے میں یوں دیوانوں کی طرح
تم بھی اوروں کی طرح بے وفا نکلو گے کیا معلوم تھا
تم بھی پھیر گئے منہ مجھ سے نئے موسم کی طرح
نہ لگانا دل کسی سے یارو یہ دنیا بڑی بے وفا ہے
نہیں ملتا بدلہ وفا کا وفا سے تڑپو گے تم بھی میری طرح
ہم تو دکھوں کو بھی سہہ گئے ہنس ہنس کے شہزاد
جیسے پی رہا ہے کوئی شراب شرابی کی طرح

محمد شہزاد شہریار۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

یہ پرندے کیوں نہیں چہچہاتے
یہ کھیت کیوں نہیں لہلہاتے
جو ہمیں جان سے تھے پیارے
وہ آج ہمیں کیوں نہیں بلاتے
جو کبھی پیار کے سنائے تھے ترانے مجھے
اے دوست وہ آج کیوں نہیں گنگناتے
ہوتے تھے جو وفا کے شیدائی کل
آج وفا کے دشمن ہیں وہ کہلاتے
میرے دل میں تھیں جو اک تیری یادیں باقی
چلو شہزاد آج انہیں ہمیشہ کیلئے ہیں بھلاتے

محمد شہزاد شہریار۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

میں نے سوچا ہے آج تمہیں بھول جاؤں گا
پا نہ سکا جو پیار تیرا یہ دنیا چھوڑ جاؤں گا
آتی رہی اگر یاد تیری اس ٹوٹے ہوئے دل کو
تو ہنس کر اس یاد کے سمندر میں ڈوب جاؤں گا
چاہا تھا کبھی دل کی گہرائی سے تجھے اے دوست
اسے نیند کا حسین سپنا سمجھ کر بھول جاؤں گا
آتی نہیں نیند اب راتوں کو نہ دن کو چین ملتا ہے
کبھی سوچا بھی نہ پیار میں اس حد تک پہنچ جاؤں گا
اس دنیا کا کام ہے جلنا جلتی ہی رہے گی
مجھے کیا خبر تھی تیرے عشق کی آگ میں جل جاؤں گا
پتا چلے گا جب تمہیں وفا کیا ہوتی ہے ظالم
تب تک تو شہزاد تیری دنیا سے بہت دور چلا جاؤں گا

محمد شہزاد شہریار۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

آرزو ہو میری تم رہ نہ سکوں گا تمہارے بنا
جیسے مر جائے کوئی پانی کے بغیر پیاسے کی طرح
بھول نہ پاؤں گا کبھی اس طرح سمائے ہو دل میں
جیسے دل میں دھڑکن خون کی روانی کی طرح
میرے صنم محبت ہے تم سے محبت کی حد سے بڑھ کر
کرتا ہوں پیار تجھ سے جیسے لیلی اور مجنوں کی طرح
ضروری ہو میری زندگی کیلئے اس قدر تم
جیسے جی نہ سکے پانی کے بغیر مچھلی کی طرح
انتہا سے زیادہ پسند ہیں وہ تیرے قرب کے دن
جیسے بند پھول کو اپنے اندر خوشبو کی طرح
جی نہ سکوں گا میں تجھ سے بچھڑ کر اے دوست
رونق ہو میری زندگی کی جیسے خزاں کے بعد بہار کی طرح

محمد شہزاد شہریار۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

خوفناک ڈائجسٹ کے نام

تجھے نہ پڑھوں تو چین مجھے آتا نہیں ہے
تمہارے سوا کوئی ڈائجسٹ مجھے بھاتا نہیں ہے
جب کبھی تو کر دیتا ہے آنے میں دیر
تو اک پل بھی قرار مجھے آتا نہیں ہے
تجھ سے ہے دوستی تیرے ہر ورق سے ہے پیار مجھے
کیوں ایسا پیار کسی اور پہ آتا نہیں ہے
تنہائی کا ساتھی ہے تو سفر میں ہمسفر
میرے دوستوں کو میرے سوا کوئی یہ سمجھاتا نہیں ہے
تو قائم رہے ہمیشہ دائم رہے یہ کہتا ہے شہزاد
یہ دعا ہے تیرے لئے کوئی بددعا نہیں ہے

محمد شہزاد شہریار۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

غزل

سوچا تھا تمہیں اپنا بنائیں گے
دنیا سے چرا کر دل میں بسائیں گے

تم تو نکلی بیوفا اے صنم ہرجائی
اب ہم دیوانے کس گلی کس شہر جائیں گے
ملتے تھے کبھی ہم جس ندی کنارے
یاد ہر پل کر کے تمہیں رویا کریں گے
تم ہمیں چاہو یا نہ چاہو صنم
زندگی بھر ہم تمہیں چاہتے رہیں گے
کیسے بھول جاؤ اس غم کے طوفان کو
جو پل پل مجھے تیری یاد دلاتے رہیں گے
بھول کر بھی نہ بھلا سکا دانش ایس کو
تیری یاد ہم کو ساری زندگی رلاتی رہے گی

احسان دانش۔ راولپنڈی

غزل

کسی کی آس بن کر پھر اسے تنہا نہیں کرنا
بھلا کر کچھ بھی پڑے کرنا مگر ایسا نہیں کرنا
خبر کیا کس گھڑی وہ راکھ کر ڈالے تیرے سپنے
یونہی جلتے شراروں سے کبھی کھیلا نہیں کرنا
نہ ہو ایسا کہ یادیں روح کا سرطان بن جائیں
کبھی حد سے زیادہ تم اسے سوچا نہیں کرنا
محبت میں شکایت کا کہاں دستور ہوتا ہے
گلا کر کے محبت کو کبھی رسوا نہیں کرنا
وفائیں درحقیقت بے پناہ انمول ہوتی ہیں
کبھی اپنی وفاؤں کا صلہ مانگا نہیں کرنا

منیر احمد سومرو۔ بلوچستان

غزل

بے سبب بات بڑھانے کی ضرورت کیا ہے
ہم خفا کب تھے منانے کی ضرورت کیا ہے
دل سے ملنے کی تمنا ہی نہیں جب کوئی
ہاتھ سے ہاتھ ملانے کی ضرورت کیا ہے
رنگ آنکھوں کیلئے خوشبو دماغوں کے لئے
پھول کو ہاتھ لگانے کی ضرورت کیا ہے

منیر احمد۔ سبی

غزل

شجر نہ ڈھونڈ سکے جب اڑان شام کے بعد
فضول لگتا ہے سارا جہان شام کے بعد
میں کیا کروں کہ ہواؤں کو روک لیتے ہیں
میرے محلے کے اونچے مکان شام کے بعد
وہ منتظر ہے اور ادھر اپنی کشتی کے
کسی نہ کھول دیے بادبان شام کے بعد
زمین کے ساتھ تھکن بھی سلام کرتی ہے
پلٹ کے جاتا ہے گھر جب کسان شام کے بعد
اگرچہ کام دشوار ہے پھر بھی بڑھتی ہے
اگرچہ کام دشوار ہے پھر بھی بڑھتی ہے
ہمارے خون سے مقتل کی شان شام کے بعد
کسی نے کاٹ دیا پیڑ اور پرندوں کا
دہائی دیتا رہا خاندان شام کے بعد

عامر حسین۔ اٹک

غزل

جب بھی لکھتا ہوں تیرا افسانہ لکھتا ہوں
ہر افسانے میں کردار وہی پرانا لکھتا ہوں
یوں تو ہیں کردار کئی مگر ہر بار
ہوش رہا تجھ کو خود کو دیوانہ لکھتا ہوں
اب تو جنون ہے مجھ کو تیری قربت میں
تجھ کو اپنا خود کو بیگانہ لکھتا ہوں
ہوش کہاں ہوتا ہے تیری محبت کا
ملن کے ہر پل کو میں زمانہ لکھتا ہوں
تجھ بن ہوا کچھ ایسا حال اپنا مختار
محفل کو تنہائی گھر کو ویرانہ لکھتا ہوں

وزیر علی

تیرے سوا قرار نہیں

تیرے سوا قرار کسی نے نہیں دیا
اتنا تو مجھ کو پیار کسی نے نہیں دیا
یہ لطف زندگی میں کہیں بھی نہ مل سکا
یہ کیف انتظار کسی نے نہیں دیا
میں اپنے ساتھ بھی کوئی لمحہ گزار سکوں
اتنا بھی اختیار کسی نے نہیں دیا
مانگی تھی ایک شام رفاقت بہار میں
ایک لمحہ بھی ادھار کسی نے نہیں دیا
مت یہ سمجھ کسی کو جدائی کا غم نہ تھا
ہنس کر یہ دن گزارا کسی نے نہیں دیا
دکھ بھی دیا کسی نے مگر ساری زندگی
سکھ اتنا اعتبار کسی نے نہیں دیا

محمد مصطفی خان۔ میران شاہ

حالت غیر ہوتی ہے

مجھے ہنس کر جو تو دیکھے تو حالت غیر ہوتی ہے
مجھے خوابوں میں جب چھیڑے تو حالت غیر ہوتی ہے
بنا کے زیست کو تاریک تو سب سے بیگانہ
کہیں بھی روشنی پائے تو حالت غیر ہوتی ہے
وہ تھا برسات کا موسم بساط زیست جب الٹی
جو بادل اب کبھی برسے تو حالت غیر ہوتی ہے
شکار عشق تو کرتے ہیں یہ ساحر مگر ہمدم
طلسم عشق جب ٹوٹے تو حالت غیر ہوتی ہے
تمہارا ساتھ گر ہوتا تو پی لیتے سبھی آنسو
جواب آنکھیں کبھی چھلکیں تو حالت غیر ہوتی ہے
تمہاری یاد نے جاناں میری حالت یہ کر دی ہے
کوئی دشمن بھی گر تڑپے تو حالت غیر ہوتی ہے
تمہارے سنگ جو گزرے وہ لمحے یاد آتے ہیں
جو تنہائی میسر ہو تو حالت غیر ہوتی ہے

محمد مصطفی خان۔ میران شاہ

غزل

آج مشکل تھا سنبھلنا اے دوست
تو مصیبت میں عجیب یاد آیا
دن گزار تھا بڑی مشکل سے
پھر تیرا وعدہ شب یاد آیا
حال دل ہم بھی سناتے ہیں لیکن
جب وہ رخصت ہوا تب یاد آیا
بیٹھ کر سایہ کل میں زیبا
ہم بہت روئے وہ جب یاد آیا

زیبا ناز۔ کراچی

غزل

بانسری کی سریلی سہانی صدا
یاد بن کے آتی رہی رات بھر
یاد کے چاند دل میں اترتے رہے
چاندنی جگمگاتی رہی رات بھر
کوئی دیوانہ گلیوں میں پھرتا رہا
کوئی آواز آتی رہی رات بھر

زیبا ناز۔ کراچی

غزل

نہ جی بھر کے دیکھا نہ کچھ بات کی
بڑی آرزو تھی ملاقات کی
میں چپ تھا تو چلتی ہوائیں رک گئی
زباں سب سمجھتے ہیں جذبات کی
کئی سال سے کچھ خبر ہی نہیں
کہاں دن گزارا کہاں رات کی

زیبا ناز۔ کراچی

غزل

اگر بے تکلف پاس آئے بیٹھے ہو
نگاہیں کس لئے پھر جھکائے بیٹھے ہو
بولو تو سہی کوئی بات تو کرو
مجھ سے ہی آج شرمائے بیٹھے ہو
اس طرح کا آنا صنم کس کام کا
چہرہ جب نقاب میں چھپائے بیٹھے ہو
آئے ہو سہی تم بیٹھو تو ذرا
ایسے بیٹھے ہو کہ پرائے بیٹھے ہو
میں وہ ہی ارشد مخلص ہوں پہچان لیجے
لگتا ہے دل سے بھلائے بیٹھے ہو

ارشد مخلص۔ منڈی بہاوالدین

غزل

تن میرے تے ہر ویلے ہوندا اے ماتم پاٹیاں سیراں دا
بختاں آلے نفرت کر دین ویکھ کے حال فقیراں دا
غربت دے طوفاناں وچ ایہہ ریت نمانی رل ویسی
جس وطن توں کوئی نی پچھدا بس اتنا ہی آھدے نے
ویکھو لوکو کہڑا ہو گیا اے پیراں وچ حال زنجیراں دا
ہنجھواں دے سیلاب وچ دن راتیں گوتے کھاتا میں
ہر ویلے روناں قسمت ماریا ہویا تقدیراں دا
مخلص رب دی مرضی اے میں آس تے لائی بیٹھا ہاں
مت اوہ نقشہ بدل دیوے میرے ہتھ دیاں غلط لکیراں دا

ارشد مخلص۔ منڈی بہاوالدین

غزل

گل پریشاں ہو گئے ہیں دیکھ لو
سپنے ارماں ہو گئے ہیں دیکھ لو
آئنے میں ہے تیری تصویر بھی
لوگ حیراں ہو گئے ہیں دیکھ لو
اپنے غم کو بیچتے پھرتے ہیں ہم
کتنے ارزاں ہو گئے ہیں دیکھ لو
لذت احساس کی یہ بے بس
درد درماں ہو گئے ہیں دیکھ لو
خواب دیکھے اب ہمیں عرصہ ہوا
دن بھی ویراں ہو گئے ہیں دیکھ لو

سعد اللہ شاہ۔ ڈڈیال

افسردگی

بہار کی رتیں تو بدلتی
رہتی ہیں
اے کاش
کبھی
میرے اندر کا موسم
بھی بدلے
خزاں رسیدہ
دل بھی
کبھی بہار کے
رنگ میں
ڈھلے

محمد بوٹا راہی۔ وان بھچراں

غزل

وہ مجھ سے ہر بات کہنے سے گریزاں ہے مگر
میں پھر بھی اس کے دل میں اترنا چاہوں
یہ راستے بڑے دشوار ہوا کرتے ہیں لیکن
نجانے پھر بھی کیوں میں اس راہ سے گزرنا چاہوں
میں ذاتوں کی زنجیروں میں جکڑی ہوں
جبھی تو اپنا فیصلہ مجبور ہو کر بدلنا چاہوں
اک محبت پر یقین ہے مجھے اسی واسطے
قدم قدم پر تجھے میں ہی پرکھنا چاہوں
تیری تمنا اور شاید خواہش بھی نہیں
پھر بھی تیری راہ میں پھول بن کے بکھرنا چاہوں
مجھے بے وفا کہنے سے پہلے سوچ میں اب بھی
الٹ اس کے تجھے کچھ کہنا چاہوں

محمد بوٹا راہی۔ وان بھچراں

غزل

ہمارے بعد چلی رسم دوستی کہ نہیں
ہوا کی زد پہ کوئی شمع پھر جلی کہ نہیں
بچھڑ کے جب بھی ملے مجھ سے پوچھتا ہے وہ شخص
کہ ان دنوں کوئی تازہ غزل ہوئی کہ نہیں
سنا ہے عام تھی کل شب کو چاند کی بخشش
بجھے گھروں میں بھی اتری ہے چاندنی کہ نہیں
نکل کے جس سے ہوا اپنا درد آوارہ
کسی کے دل میں وہ محفل سجی کہ نہیں
وہ رہگذر جو اندھیروں میں سانس لیتی تھی
تمہارے نقش قدم سے چمک اٹھی کہ نہیں
دیار ہجر سے آئے ہو کچھ کہو راہی
کہ شام غم بھی کسی موڑ پہ ملی کہ نہیں

محمد بوٹا راہی۔ وان بھچراں

آنسو جو بکھر گئے

غزل

آئے ہو یہاں اب کیوں کھنڈر شہر کی ویرانیاں دیکھ لو
طوفانوں نے کس طرح ہے کیا برباد اہل شہر
کو ویران رستے اجڑتے چمن کو دیکھ لو
گونجتی ہیں اب تو فقط درد میں ڈوبی سسکیاں ہی
ہوا ہے کس طرح برباد شہر بام و در کی آنکھوں میں دیکھ لو
مٹ گیا ہے یہاں رواج زندگی ہی آکاش
موت ہی موت ہے چاہے سارا شہر دیکھ لو
ٹوٹ گئے سب سپنے اہل شہر کے
آنسو یہاں چاہے مرنے والوں کی آنکھوں میں دیکھ لو
تمام تر فریادیوں کی رقت انگیز فریاد تھی سنتی
آیا نہ ترس کسی بھی غم کو ان پہ دیکھ لو
جلائی تھی جانے کس طرح انہوں نے مشعل محبت آکاش
پھر بجھائی غموں کی آندھیوں نے کس طرح دیکھ لو

فیصل محمود۔ رحیم یار خان

غزل

موت سے بستی نئی تعمیر کر
خون دل سے زندگی تحریر کر
یعنی مر جانا ہے جینے کے لئے
ڈوب جانا ہے سفینے کے لئے
خود میں گم ہونے سے اپن کیا مل جائے گا
بلکہ مرنے سے خدا مل جائے گا

زین العابدین۔ مگسی

غزل

تو جو محفل ہے تو ہنگامہ محفل ہوں میں
حسن کی برق ہے تو عشق کا حاصل ہوں میں
تو سحر ہے تو میرے اشک ہیں شبنم تیری
شام غریب ہوں اگر، میں تو شفق تو میری
میری دل میں تیری زلفوں کی پریشانی ہے
تیری تصویر سے پیدا میری حیرانی ہے
حسن کامل ہے تیرا عشق کامل ہے میرا

زین العابدین۔ مگسی

غزل

جب تک تیرے لوٹ آنے کا امکان رہے گا
رستے کی طرف دھیان میری جان رہے گا
آکر نہ پلٹ جائے وہ میرے گھر سے
دھڑکا میرے دل کو یہ ہر آن رہے گا
کب تک نہ بسے گا میرے خوابوں کا جزیرہ
کب تک یہ چمن آس کا ویران رہے گا
کب تک نہیں لوٹیں گئیں بہاریں میرے گھر کی
کب تک میرا آنگن یونہی ویران رہے گا
کب تک میرے حال پہ ہنسے گا زمانہ عامر
کب تک تو میرے حال سے انجان رہے گا
جانے گے لوگ اسے میرے نام سے شبیر
اور اس کا تعلق میری پہچان رہے گا

محمد شبیر احمد۔ سانگھڑ

غزل

جب بادل گھر کر آتے ہیں
لب گیت خوشی کے گاتے ہیں
لپک کر ایسے ساون آتے ہیں
جب بادل غم کے چھاتے ہیں
اور گیت لبوں پر آتے ہیں
کچھ یادوں کی جھنکار لئے
کچھ جذبوں کی مہکار لئے
وہ کیسے سچے جذبے ہیں
جو سون بن کر چھاتے ہیں
ہاں آج بھی یاد ہے مجھ کو
ساون کی وہ پہلی جھڑی
جو آنکھ سے پہلے ٹپکی تھی
پھر دھرتی پر جا برسی تھی

ایم افضل بٹ۔ ابوظبیی

غزل

اک وعدہ ہے کسی کا جو وفا ہوتا نہیں
ورنہ ان تاروں بھری راتوں میں کیا ہوتا نہیں
جی میں آتا ہے الٹ دیں ان کے چہرے سے نقاب
حوصلہ کرتے ہیں لیکن حوصلہ ہوتا نہیں
شمع جس کی آبرو پر جان دے دے جھوم کر
وہ پتنگا جل تو جاتا ہے فنا ہوتا نہیں
اب تو مدت سے رہ ورسم نظارہ بند ہے
اب تو ان کا طور پر بھی سامنا ہوتا نہیں
ہر شناور کو نہیں ملتا تلاطم سے خراج
ہر سفینے کا محافظ ناخدا ہوتا نہیں
ہر بھکاری پا نہیں سکتا مقام خواجگی
ہر کس وناکس کو تیرا غم عطا ہوتا نہیں
ہائے یہ بیگانگی اپنی نہیں مجھ کو خبر
ہائے یہ عالم کہ تو دل سے جدا ہوتا نہیں
بارہا دیکھا ہے تصور راہگور عشق میں
کارواں کے ساتھ اکثر رہنما ہوتا نہیں

سید تصور شاہ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

ذرا آنکھ تو ملا

اے حسن لالہ فام
ذرا آنکھ تو ملا
خالی پڑے ہیں جام
ذرا آنکھ تو ملا
کہتے ہیں آنکھ آنکھ سے ملنا ہے بندگی
دنیا کے چھوڑ کام
ذرا آنکھ تو ملا
کیا وہ نہ آج آئیں گے تاروں کے ساتھ ساتھ
تنہائیوں کی شام ذرا آنکھ تو ملا
ساقی تجھے بھی چاہیے اک جام آرزو
کتنے لگیں گے دام ذرا آنکھ تو ملا
یہ جام یہ لبوں پہ تصور کی چاندنی
ساقی کہاں مدام ذرا آنکھ تو ملا

سید تصور شاہ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

غزل

نصیب آزمانے کے دن آرہے ہیں
قریب آنے کے دن آ رہے ہیں
جو دل سے کیا ہے جو دل سے سنا ہے
سب ان کو سنانے کے دن آ رہے ہیں
ابھی سے دل و جان سر راہ رکھ دو
کہ لٹنے لٹانے کے دن آ رہے ہیں
ٹپکنے لگی ان نگاہوں سے مستی
نگاہیں چرانے کے دن آ رہے ہیں
صبا پھر ہمیں پوچھتی پھر رہی ہے
چمن کو سجانے کے دن آ رہے ہیں
چلو فیض پھر سے کہیں دل لگائیں
سنا ہے ٹھکانے کے دن آ رہے ہیں

ڈاکٹر علی جان بروہی۔ سانگھڑ

غزل

غم کے سوا کوئی سہارا نہ رہا
لہر تو تھی کنارہ نہ رہا
کیوں کھڑے تھے لوگ ہاتھوں میں لیے پتھر
وہ پاگل وہ بے چارہ نہ رہا
بہہ جائیں جس میں جفا کی کشتیاں
افسوس وفا کا وہ دھارا نہ رہا
کرتی سلام ہمیں باد شہر بھی
اب وہ مقام ہمارا نہ رہا
صبح سے شام کر لیتے فقط جھلک کے لئے
اب وہ چہرہ ہمارا نہ رہا
فقط تو ہی نہیں بحرو بر کے درمیاں
یہ ساحل نام اک تمہارا نہ رہا

زبیر خان ساحل۔ سرگودھا

غزل

پوچھا کہ روح نکلتی ہے جسم سے کس طرح
ہاتھ اس نے ہاتھوں سے چھڑا کر دیکھا دیا
پوچھا کہ کوئی دیا جو ہوا سے بجھ نہ سکے
دیا وفا کا اس نے جلا کر دکھا دیا
پوچھا قیامت سے پہلے قیامت ہے کیا
نقاب رخ سے اس نے اٹھا کر دکھا دیا
پوچھا مجنوں کیونکر کھڑا سالوں اس جگہ
اس نے آنچل ذرا سا لہرا کہ دکھا دیا
پوچھا آخر کار حسد ہے کیا چیز
اس نے ساتھ کسی اور کو اپنا کر دکھا دیا

محمد عامر شہزاد۔ چکوال

غزل

معلوم ہے زیڈ تم ہمیں برباد کرو گی
زیڈ توڑو گی این کا ل این کو برباد کرو گی
زیڈ نہ چھوڑو گی نہ این کو عشق کی زنجیروں سے آزاد کرو گی
زیڈ معلوم ہے تم این کا گھر برباد کرو گی
زیڈ لو پھر بھی این دل نہیں دیتا ہے کیا یاد کرو گی

پرنس نصر اللہ۔ مگسی

نظم

میں بھی جوانی میں جیتا مگر
میری جوانی کو لگی کسی کی نظر
کسی کا پیار نہ ملا مجھے ایک پل
میری زندگی میں نہیں ہے آج نہ کل
کوئی چہرہ کبھی لگتا ہے پیارا مگر
ہمیں تو پیار کی نہیں کچھ خبر

یہ پیار آخر ہوتا ہے کیا
یہ پیار کوئی کرتا ہے کیوں
کوئی یہ سمجھائے مجھے
کوئی پیار کرنا سکھائے مجھے
میرے لئے بھی مسکرائے کوئی
مجھے اپنے دل میں بسائے کوئی
میرے لئے اپنی آنکھوں میں سپنے سجائے کوئی
میری چاہت میں خود کو بھلائے کوئی
اس دنیا میں ایسا ہوتا نہیں مگر
مجھے اس کی نہیں تھی کچھ خبر
میں کسے چاہوں یہاں
کسے اپنا بناؤں یہاں
کوئی مجھے چاہتا ہی نہیں
میں اس دنیا میں آیا ہی کیوں
میں کسی کو بھاتا ہی نہیں
میں بھی جوانی میں جیتا مگر
میری جوانی کو لگی کسی کی نظر

شاھنواز احمد شانی

چاند جلتا رہا

میری آنکھوں میں آنسو پگھلتا رہا چاند جلتا رہا
تیری یادوں کا سورج نکلتا رہا چاند جلتا رہا
کوئی بستر پہ شبنم لپیٹے ہوئے خواب دیکھا کیا
کوئی یادوں میں کروٹ بدلتا رہا چاند جلتا رہا
میں تو یہ جانتا ہوں کہ جس شب مجھے چھوڑ کر تم گئے
آسمانوں سے شعلہ نکلتا رہا چاند جلتا رہا
رات آئی تو کیا کیا تماشے ہوئے تجھ کو معلوم ہے
تیری یادوں کا سورج ابلتا رہا چاند جلتا رہا
رات بھر میری پلکوں کی دہلیز پر خواب گرتے رہے
دل تڑپتا رہا ہاتھ ملتا رہا چاند جلتا رہا

ایم وقار عزیز۔ آزاد کشمیر

اک بات کہوں گر سنتی ہو

اک بات کہوں گر سنتی ہو
تم مجھ کو اچھی لگتی ہو
کچھ چنچل سی کچھ خاموش سی لگتی ہو
ہیں چاہنے والے اور بہت
پر تم میں ہے اک بات الگ
تم اپنی اپنی لگتی ہو
اک بات کہوں گر سنتی ہو
تم مجھ کو اچھی لگتی ہو
یہ بات بات پہ کھو جانا
کچھ کہتے کہتے رک جانا
یہ کس الجھن میں رہتی ہو
کیا بات ہے ہم سے کہہ ڈالو
اک بات کہوں گر سنتی ہو
تم مجھ کو اچھی لگتی ہو
تم مجھ کو اچھی لگتی ہو

مرزا ابرار بیگ۔ کوٹلی

غزل

سوچا نہیں اچھا برا دیکھا سنا کچھ بھی نہیں
مانگا خدا سے رات دن تیرے سوا کچھ بھی نہیں
سوچا تجھے دیکھا تجھے چاہا تجھے
میری خطا میری وفا تیری خطا کچھ بھی نہیں
جس پر ہماری آنکھ نے موتی بچھائے دن رات
بھیجا اسے کاغذ وہی لکھا مگر کچھ بھی نہیں
اک شام کے سائے تلے بیٹھے رہے وہ دیر تک
آنکھوں سے کی باتیں مگر منہ سے کہا کچھ بھی نہیں
احساس کی خوشبو کہاں آواز کے جگنو کہاں
خاموش یادوں کے سوا گھر میں رہا کچھ بھی نہیں
دو چار دن کی بات ہے کہ دل خاک میں ہو جائے گا

جب آگ پر کاغذ رکھا باقی بچا کچھ بھی نہیں
اک تیرے نام کے سوا دل کو پسند کچھ بھی نہیں

مرزا ابرار بیگ۔ کوٹلی

غزل

میرے ساتھی او جیون ساتھی میرا ساتھ نبھانا
اور کسی موڑ پر مجھ کو چھوڑ کر نہ جانا
چاہے دشمن بنے یہ زمانہ
اور کسی موڑ پہ چھوڑ نہ جانا
کتنے برس آئے بیت گئے
پیار کی بازی ہم جیت گئے
ہم سے ہارا یہ سارا زمانہ
اور کسی موڑ پہ چھوڑ نہ جانا
زہر جدائی والا پی نہ سکوں گا
بچھڑ گیا تو جی نہ سکوں گا
یاد رکھنا یہ بھول نہ جانا
اور کسی موڑ پہ چھوڑ نہ جانا
کل آج کی بات نہیں ہے
چار دنوں کی ملاقات نہیں ہے
اپنا پیار ہے برسوں پرانا
اور کسی موڑ پہ چھوڑ نہ جانا

ایم منصب۔ گنگن پور

غزل

ساحل دل سے یادوں کی کشتیاں بھی لے جانا
ملن کی خوشیاں فرقت کی تلخیاں بھی ساتھ لے جانا
وہ رنگ وبو اور سندیسے جو قید ہیں کتابوں میں
وہ خط وہ گلاب اور وہ تتلیاں بھی لے جانا
تیری پلکوں پہ چمکتے ستارے اور ان آنکھوں میں جھپتی
ٹوٹے ہوئے سپنوں کی کرچیاں بھی لے جانا
تمہارے جھوٹے سہارے کہیں اور نہ مغرور کردیں مجھے
لفظوں کی یہ ناتواں سی بیساکھیاں بھی ساتھ لے جانا
سانسوں میں بس گئی چولہو میں رچ گئی ہیں
رگ وجاں میں پلتی یہ ویرانیاں بھی ساتھ لے جانا
تیرے غم میں پلتی ہوئی اداسی یوں پہروں اداس رکھتی ہے
دکھ درد کی وہ نشانیاں بھی ساتھ لے جانا

نگہت یاسمین۔ ملتان

غزل

کر بیٹھا ہوں اپنی ساری زندگی تیرے نام
دل تو کیا یہ جان بھی کر دی تیرے نام
سوچ رہا ہوں کیا لکھوں صبح لکھوں یا شام
ہم تو کر بیٹھے ہیں ہر لمحہ جان تیرے نام
خدا کرے تجھے کوئی غم نہ ملیں زندگی میں
اپنے دکھ اپنی خوشیاں بھی کر بیٹھا ہوں تیرے نام
اے میرے دل کے مکین سب سے حسین
میری چاہت میرا پیار تیرے نام
پری شاعری کا ہر لفظ تجھ پہ شروع تجھ پہ ختم
پری سوچ کا ہر رنگ ہے تیرے نام
تو اگر کر دے اظہار اپنی محبت کا
ساغر دکھی کر دے گا اپنی زندگی تیرے نام

ساغر جی دکھی

بھولی بھالی لڑکیاں

کر کے محبت نبھانا بھول جاتی ہیں
لگا کے آگ سینے میں بجھانا بھول جاتی ہیں
خود ہی دکھاتی ہیں یہ رستہ پیار کا
دو قدم ساتھ چل کے پھر کیوں بچھڑ جاتی ہیں
دیتی ہیں اتنا گہرا زخم جو عمر بھر نہیں بھرتا
اتنی سنگ دل ہیں مرہم لگانا بھول جاتی ہیں
کہا تھا نہ ساغر دکھی مت چاہنا کسی کو ٹوٹ کر
یہ تو ناداں ہوتی ہیں اپنی وفا بھول جاتی ہیں

ساغر جی دکھی

یاد تو آتے ہوں گے

ہم بھی انہیں یاد تو آتے ہونگے ساون کی بھیگی راتوں میں
پیار کی پیاری باتوں میں تپتی گرم دوپہروں میں
سردی کی ٹھنڈی شاموں میں ہم بھی انہیں یاد آتے ہونگے
یہ تو ازل سے فطرت ہے اور فطرت بدل نہیں سکتی
یہ بھی حصہ ہے دوست پیار محبت چاہت کا
یاد جنکو ہم کرتے ہیں ہم بھی ان کو یاد آتے ہوں گے

سعدیہ شاہ۔ دیوآن خضدار

غزل

رات دن یوں مجھ کو رلایا نہ کر
یاد آیا نہ کر یاد آیا نہ کر
چاندنی کی طرح گھر میں بکھرا نہ کر
میری پلکوں پہ تارے سجایا نہ کر
اپنے ساتھ یادوں کے دیپ لئے
یوں دبے پاؤں خلوت میں آیا نہ کر
آنکھ کے اشک گر پونچھ سکتا نہیں
میری حالت پہ بھی مسکرایا نہ کر
بھولنا تیری فطرت میں شامل سہی
مگر کسی بات کو بھول جایا نہ کر

ایس احسان علی۔ گجرات

غزل

تم جسے سن نہیں سکتے وہ کہانی میں ہوں
اپنے الجھے ہوئے ماضی کی نشانی میں ہوں
میرا ماحول ہے سنسان حویلی کی طرح
اس میں لٹکی ہوئی تصویر پرانی میں ہوں
آؤ مل بیٹھیں کہ تکمیل کا پہلو نکلے
ایک کردار ہو تم ایک کہانی میں ہوں
کرب کا ایک سمندر ہے میرے سپنے میں
ضبط کی آنکھ سے نکلا ہوا پانی میں ہوں
اپنے کردار پر خود انگلی اٹھائی میں نے
لوگ واقف ہیں کہ اس کا یار میں ہوں

ایس احسان علی۔ گجرات

غزل

عزت جو کرتے ہیں
ہم ان کی عزت کرتے ہیں
ہم پر جو مرتے ہیں
ہم ان پر مرتے ہیں
نا کرو غرور تم خود پر
کہ ہم تمہاری اچھائی پر مرتے ہیں

رابعیہ علی۔ جیکب آباد

تیرے نام

اس دل کے چند اثاثوں میں ہے اک موسم برساتوں کا
اک صحرا ہجر کی راتوں کا اک جنگل وصل کے خوابوں کا
اس چودہویں رات کے سائے میں جب آخری بار ملے تھے
ہم
یہ دل پاگل کب بھولتا ہے وہ باغ سفید گلابوں کا
میرے خیمہ دل کے پاس کہیں اک جگنو ٹھہر گیا اور پھر
سیلاب تھا ساری بستی میں اندازوں کا آوازوں کا
ہم لوگ جنوں کے عالم میں منزل کی طلب بھی بھول گئے
اب دل کو بھلا سا لگتا ہے صحرا میں عکس سرابوں کا
جن لفظوں کے کچھ معنی تھے وہ لفظ تو خواب ہوئے لیکن
اب شہر میں لگتا جاتا ہے میلہ نئی کتابوں کا

شاھد محمود دانش۔ شور کوٹ

مجھے یہ شعر پسند ہے

یہ دو کسی کو اپنی زندگی کا اتنا حق وصی
کہ کچھ نہ باقی رہے اس کے روٹھ جانے سے
.... مدثر نواز-جڑانوالہ
تیری معصوم نگاہوں کے تقدس کی قسم
سو بھی جاؤں تو تیری یادیں جگا دیتی ہیں
.... مدثر نواز-جڑانوالہ
کبھی یاد آئیں تو پوچھنا ذرا اپنی خلوت شام سے
کے عشق تھا تیری ذات سے کے پیار تھا تیرے نام
.... محمد فاروق-رحیم یار خان
ساری دنیا ڈھونڈی نہ کوئی آشنا نکلا
دل نے جس کو چاہا وہ بے وفا نکلا
.... تنویر احمد-کوہاٹ
تیرے آس پاس گھومتے ہیں میری زندگی کے معاملے
تجھے پا لینے کے شوق میں ہم نے اپنا آپ گنوا دیا
.... انعام علی-جنڈ
ہر شاخ چمن گل جلا دی الو نے
ہم اتنے روئے کہ آگ بجھا دی ہم نے
وہ پھر سے رونے لگے تو آنسو دیکھ کے ہم نے
تو پھر سے جلا دی شاخ چمن اس داستاں کی
.... عدنان دکھی-کہوٹہ
تیرے پرآشوب شہر میں یہ سوچ کر آئے تھے ہم
تیرا ساتھ ہوگا اور یہ آنکھیں کبھی نہ ہوں گیں نم
.... محمد واصف-واہ کینٹ
تیری نفرت میں وہ دم نہیں جو میری محبت کو مٹا دے ارشد
میری چاہت کا سمندر تیری سوچ سے بھی گہرا ہے
.... رئیس ارشد-خان بیلہ
تو یاد نہیں کیا کر محبت کے فقیروں کو
یہ خود کو مٹا دیتے ہیں کسی اور کی یاد میں
.... تنویر احمد-کوہاٹ
میں نے اس دور کے انساں سے محبت کی ہے
جرم سنگین کیا ہے تو رعایت کیسی
.... واجد نگینوی-کراچی
جب بھی میری یاد اس کے دل کو گھائل کرے گی
وہ میرا نمبر ڈائل کرے گی
.... جبرائیل آفریدی-ناصر آباد
گم صم ہوا آواز کا دریا تھا جو اک شخص
پتھر بھی نہیں اب وہ ستارہ تھا جو اک شخص
.... اویس رحمٰن سعیدی-قصور
ہم سے زندگی کی حقیقت نہ پوچھو اے دوست
بہت پرخلوص لوگ تھے جو تنہا کر گئے
.... فرحت ساجن-خوشاب
عشق وہ کھیل نہیں جو ہر کوئی اسے کھیلے
جگر پھٹ جاتا ہے غم سہتے سہتے
.... توقیر احمد-کوٹ مٹھن
تم قریب آ کر بھی کتنے دور ہو جان وفا
کیا ہمارے درمیاں اب بھی کوئی دیوار ہے
.... شاہد نواز-گوجرہ
کچھ لوگ میری دنیا میں خوشبو کی طرح ہیں وصی
روز محسوس تو ہوتے ہیں پر دکھائی نہیں دیتے
.... محمد نعمان-ہربنس پورہ، لاہور
موت سے نہ ڈر اے بندے، موت ایک دن آنی ہے
ڈرنا ہے تو اس سے ڈر جس نے موت لانی ہے
.... محمد افنان محمود-رکن
میری جان میرے دلبر میرا اعتبار کرنا
جتنا لیٹ آؤں اتنا انتظار کرنا
.... محمد افنان محمود-رکن سٹی
پہلے شکوہ تھا یہاں رونق بازار نہیں
اب جو بازار کھلے ہیں تو خریدار نہیں
سب کے ہاتھوں میں یہاں زہر کا پیالہ ہے مگر
اب کوئی بولنے سچ واسطے تیار نہیں
.... رحیم اللہ-کراچی
اجازت ہو تو خواب میں تیرے چہرے کو جی بھر کے دیکھ لوں

میں کوئی غم کا آنسو تو نہیں تھا
جو آنکھ سے گرایا اور بھول گئے
✪.................. لقمان حسن-ڈیرہ اسماعیل خان
وہ مجھ سے محبت کرتی ہے آتا نہیں دل کو یقین
میری موت کی خبر سن کر وہ بولے "آمین"
✪.................. چمن زیب ساگر-مانسہرہ
وعدہ تو کر گئے تھے کہ آئیں گے خواب میں
مارے خوشی کے نیند نہ آئے تو کیا کروں
✪.................. چمن زیب ساگر-مانسہرہ
کوئی پوچھ لے ہم سے اگر جینے کا سبب تو سحر
دل کی دھڑکن، سانسوں کی روانی میں نام محمدؐ کا ہو گا
✪.................. علی بابر-سمندری
دوستی کی خوشبو عشق سے کم نہیں ہوتی
عشق کے بنا یہ زندگی ختم نہیں ہوتی
ساتھ ہو اگر زندگی میں اچھے دوست کا
تو یہ زندگی جنت سے کم نہیں ہوتی
✪.................. محمد فرحت-گاؤں چانڈی بلوچاں
تو جو بدلا تو بدل گئے ہم بھی
پیار کرتے تھے بندگی تو نہیں
کٹ ہی جائے گی تم بن بھی یہ
تم کوئی شرط زندگی تو نہیں
✪.................. انیلا غزل-حافظ آباد
یوں تو خریدار تھے میرے دل کے بہت نومی
بیچ دیتا اگر اس میں یاد تیری نہ ہوتی
✪.................. انعام علی-جنڈ
غموں کی دھوپ میں کاٹا ہے زندگی کا سفر
میرے راستے میں کوئی شجر سایہ دار نہ تھا
✪.................. ذاکر حسین-قلندر آباد
بن بادل برسات نہیں ہوتی، بن سورج ڈوبے رات نہیں ہوتی
اے وسیم کسی کا دل مت توڑنا، کیونکہ دل ٹوٹنے کی آواز نہیں ہوتی
✪.................. وسیم احمد-گگو منڈی
خوشبو بن کر تیرے دل میں بکھر جائیں گے
پیار بن کر تیرے دل میں اتر جائیں گے
محسوس کرنے کی کوشش تو کریں وسیم
دور ہوتے ہوئے بھی پاس نظر آئیں گے
✪.................. وسیم اینڈ ابرار احمد-گگو منڈی

دل کی دھڑکن دل کے ساتھ ہوتی ہے
آپ کی یاد ہمارے پاس ہوتی ہے
آپ کو معلوم ہو یا نہ ہو کاوش
ہماری دعا آپ کے ساتھ ہوتی ہے
✪.................. رئیس ساجد کاوش-شہر خان بیلہ
اے کاش جدا ہونے سے محبت کم نہ ہو
لاکھ غم ملیں پر تیری آنکھ نم نہ ہو
ایک ایسا سلسلہ ہو تیرے میرے درمیان
فاصلے جتنے بھی ہوں پیار کم نہ ہو
✪.................. رئیس ساجد کاوش-شہر خان بیلہ
پی کر شراب ہم ان کو بھلانے لگے
غم کو شراب میں ملانے لگے
کیا کریں یارو شراب بھی بے وفا نکلی
نشے میں تو وہ اور بھی یاد آنے لگے
✪.................. وسیم پردیسی-گگو منڈی
اس نے ہم کو دیکھا تو خود کو چھپا لیا
نہ جانے لوگوں نے اس کو کیا کیا سکھا دیا
گھر بھی اس نے بنایا تو مسجد کے سامنے
اس کی یاد نے ہم کو نمازی بنا دیا
✪.................. توقیر احمد
پرکھنا مت پرکھنے سے کوئی اپنا نہیں رہتا
کسی بھی آئینے میں دیر تک چہرہ نہیں رہتا
بڑے لوگوں سے ملنے میں ہمیشہ فاصلہ رکھنا
کہ دریا جب سمندر سے ملتا ہے تو دریا نہیں رہتا
✪.................. توقیر احمد
ذکر کرتا ہے دل صبح و شام تیرا
گرتے ہیں آنسو بنتا ہے نام تیرا
کسی اور کو کیوں دیکھیں یہ آنکھیں
جب دل پہ لکھا ہے صرف نام تیرا
✪.................. شاہد نواز-گوجرہ
جرم سقراط سے ہٹ کر نہ سزا دو ہم کو
زہر رکھا ہے تو یہ آپ بتا دو ہم کو
ہم حقیقت ہیں تو تسلیم نہ کرنے کا سبب
ہاں اگر حرف غلط ہیں تو مٹا دو ہم کو
✪.................. تصور اقبال پردیسی-گوجرہ
سحر ہونے سے پہلے گھر گئے ہیں

ستارے روشنی سے ڈر گئے ہیں
میری آستیں میں پل رہے تھے
وہ اپنا کام آخر کر گئے ہیں
✪.................. شاہد نواز-گوجرہ
شاخوں سے پھول پھول سے خوشبو جدا نہ ہو
آباد شہر دل میں کوئی دوسرا نہ ہو
یوں کھوئے تیری یاد میں خود کو بھلا دیا
جیسے کہ ہم کو خود سے کوئی واسطہ نہ ہو
✪.................. تصور اقبال پردیسی-گوجرہ
کب تک یاد کروں میں اس کو کب تک اشک بہاؤں
یارو رب سے دعا کرو میں اس کو بھول جاؤں
آج اس کی چاہت کا اک دریا میرے دل میں بہتا ہے
قطرہ قطرہ خون بدن کا اس کی یاد کو چھوڑے
ساری دنیا چھوڑے مگر تیری یاد نہ پیچھا چھوڑے
✪.................. وسیم اینڈ ابرار احمد-گگو منڈی
وہ رخصت ہوا تو ہاتھ ملا کر ہنس گیا
وہ کیوں گیا یہ بھی بتا کر نہیں گیا
یوں لگ رہا ہے جیسے ابھی لوٹ آئے گا
کیوں کہ وہ جلتا ہوا چراغ بجھا کر نہیں گیا
✪.................. رئیس ارشد-شہر خان بیلہ
تمناؤں کی دل میں فضا ہوتی ہے
حسرت لبوں پہ آئے تو دعا ہوتی ہے
چلو اے دل ہی دل میں یاد کریں
سنا ہے دل کو دل سے راہ ہوتی ہے
✪.................. رئیس ارشد-شہر خان بیلہ
جلتا ہوا دیا دیکھ کر خوش ہونے کی عادت تھی اس کی
بس اس کو خوش رکھنے کے لئے ساری عمر ہم جلتے رہے
✪.................. لقمان حسن-ڈیرہ اسماعیل خان
عطر کی شیشی گلاب کا پھول
جنت کا شہزادہ خدا کا رسولؐ
✪.................. افنان محمود-رکن سٹی
خون سے لکھ رہا ہوں سیاہی مت سمجھنا
میں عشق ہوں تیرا مجھے اپنا بھائی مت سمجھنا
✪.................. محمد افنان-رکن سٹی
ہمیں مطلب تو کوئی نہ تھا سحر تجھ سے
بس یونہی چلے آئے تیری محفل میں ہم

✪.................. بابر علی سحر-سمندری
کاش تم وہی، میں وہی ہو جاؤں سحر
مانا کہ گزرا ہوا پل واپس نہیں آتا
✪.................. بابر علی سحر-سمندری
ہجر میں عمر پھر رو لیں گے
تھوڑی دیر تو سو لینے دے
✪.................. محمد عمر-میاں چنوں
ایک بار نگاہوں میں آ کر، پھر ساری عمر رلاتے ہیں
چلو آج جس نے دکھ دیا فراز، آج اس کو بھول جاتے ہیں
✪.................. بہادر عاربانی-گھوگی
چلو اب کبھی کسی کی باتوں میں نہ آئیں گے
چلو اب خود پہ بھی ناصر اعتماد کرتے ہیں
✪.................. ناصر علی-ساہیوال
جن کے ہونے سے میرا سانس چلا کرتی تھی
کس طرح اس کے بغیر اپنا گزارا ہو گا
✪.................. رانی خان-پشاور
ڈھونڈے گا وہ مجھے انہیں گلیوں میں ایک دن
ڈھونڈے گا اور مجھ کو نہ پائے گا دیر تک
✪.................. فرید علی نبی-سیت پور
ہم شہر کے لوگوں سے بھی انجان ہیں ساگر
جس شہر محبت نے ہمیں لوٹ لیا ہے
✪.................. فرید علی نبی-سیت پور
کسی کی آنکھ میں مَیں کھٹکتا ہوں امتیاز
کسی کے پھول سے دل میں بھی خار ہے میرا
✪.................. ایس امتیاز احمد-کراچی
دل میں اب یوں تیرے بھولے ہوئے غم آتے ہیں
جیسے بچھڑے ہوئے کعبے میں صنم آتے ہیں
(فیض احمد فیض).................. اے جی
دل کے ماروں کا نہ کر غم کہ یہ اندوہ نصیب
زخم بھی دل میں نہ ہوتا تو کراہے جاتے
✪.................. مہر محمد احسان نذیر-پسرور
یوں نہ خوابوں میں آیا کرو دوست
ہم نازک دل ہیں خوفناک چیزیں دیکھ کر ڈر جاتے ہیں
✪.................. اختر علی-صوابی
○

تمہاری چاپ سنتے ہی میرا آنگن مہکتا ہے
نگاہیں گنگناتی ہیں بدن میں دل دھڑکتا ہے
(جی اے' لاہور)

ذکر شب فراق سے وحشت اسے بھی تھی
میری طرح کسی سے محبت اسے بھی تھی
(وقار حسین وکی)

مجھ کو بھی شوق تھا نئے چہروں کی دید کا
رستہ بدل کے چلنے کی عادت اسے بھی تھی
(شجاعت علی' لاہور)

یہ کون اس قدر مجھے ویران کر گیا
جھانکوں جو اپنے آپ میں صحرا دکھائی دے
(بلبل امتیاز' ٹوبہ ٹیک سنگھ)

جب تجھ کو تمنا میری تھی تب مجھ کو تمنا تیری تھی
اب تجھ کو تمنا غیر کی ہے' جا تیری تمنا کون کرے
(ریاض احمد ناز مغل)

محبت کرنے والے کم نہ ہوں گے
تیری محفل میں کہیں ہم نہ ہوں گے
(ملک طاہر رضا)

بات دن کی نہیں رات سے ڈر لگتا ہے
گھر ہے کچا میرا برسات سے ڈر لگتا ہے
(رانا اصغر علی' ایمن آباد)

ادا سمجھوں' حیا سمجھوں یا اظہار وفا سمجھوں
تیری یہ مسکراہٹ مجھ سے پہچانی نہیں جاتی
(احمد بوٹا جاوید' شاہ حجرہ شاہ مقیم)

اس کو غلاف روح میں رکھا سنبھال کر
محسن وہ زخم بھی تو کسی آشنا کا تھا
(یوسف رفیق' کمالیہ)

وہ میری آنکھ کے چشم تر میں رہتا ہے
عجیب شخص ہے پانی کے گھر میں رہتا ہے
(محبوب الٰہی' بھیرہ)

وہ داغ یار کا منظر فراز یاد نہیں
بس ایک ڈوبتا سورج میری نگاہ میں ہے
(سید قمر حسین' بھیرہ)

قربت کی منزل کب نظر آئے گی
(اعجاز احمد بٹ' لاہور)

وہ تو ہے تمہیں ہو جائے گی الفت مجھ سے
اک نظر تم میرا محبوب نظر تو دیکھو
(زاہدہ فضل)

دامن ہے ٹکڑے ٹکڑے ہونٹوں پہ ہے تبسم
اک درس لے رہا ہوں پھولوں کی زندگی سے
(محمد بشیر ناگرہ)

مجھ کو تو یاد نہیں تجھ کو خبر ہو شاید
لوگ کہتے ہیں کہ تو نے مجھے برباد کیا
(محمد بشیر' بھینہ)

ہائے آداب محبت کے تقاضے ساغر
لب ہلے اور شکایات نے دم توڑ دیا
(گلزار حسین شاکر)

اپنی مٹی پہ ہی چلنے کا سلیقہ سیکھو
سنگ مرمر پر چلو گے تو پھسل جاؤ گے
لفظ جب تک وضو نہیں کرتے
ہم تیری گفتگو نہیں کرتے
(نازیہ' ساہیوال)

اپنی مٹی پہ ہی چلنے کا سلیقہ سیکھو
سنگ مرمر پر چلو گے تو پھسل جاؤ گے
(بشیر احمد توقیر' ظفرہ ابو ظہی)

کیا بتاؤں کہ روٹھ کر تجھ سے
آج تک تجربوں میں کھویا ہوں
تو مجھے بھول کر بھی خوش ہو گی
میں تجھے یاد کر کے رویا ہوں
(اعجاز خان ناز)

جب سے جدا ہوئے ہیں تیرے قافلے سے ہم
لوگوں نے اپنی راہ کا پتھر بنا لیا!
(جی اے' لاہور)

وقت خوش خوش کاٹنے کا مشورہ دیتے ہوئے
رو پڑا وہ آپ مجھ کو حوصلہ دیتے ہوئے
(عمران جاوید' لاہور)

دوریار کے ان دھندلکوں میں دل سے ہر گزری بات گزری ہے

کس قیامت کی رات گزری ہے
(یوسف ثانی)

گزرا جو اس دیار سے میں مدتوں کے بعد
حیرت سے دیکھنے لگے دیوار و در مجھے
(عاصم محمود)

ملنے کی طرح ہم سے وہ پل بھر نہیں ملتا
دل اس سے ملا جس سے مقدر نہیں ملتا
(سہیل تبسم)

آج روٹھے ہوئے ساجن کو بہت یاد کیا
اپنے اجڑے ہوئے گلشن کو بہت یاد کیا
(ریاض شاہد' فیصل آباد)

ایسی بھی مجبوری کیا ہے آتے جاتے رہنا
ممکن ہو تو گاہے بہ گاہے شکل دکھاتے رہنا
(عاشق ریاض' فیصل آباد)

ہجر کی شب میں قید کرے یا صبح وصال میں رکھے
اچھا مولا تیری مرضی تو جس حال میں رکھے
(الیاس عاشر انصاری' کمالیہ)

کون بہتے ہوئے اشکوں پہ نظر رکھتا ہے
لوگ ہنستے ہوئے چہروں کو دعا دیتے ہیں
(عمران جاوید' لاہور)

پھر اس کی یاد میں دل بے قرار ہے ناصر
بچھڑ کے جس سے ہوئی شہر شہر رسوائی
(سہیل تبسم' لاہور)

بھولے سے مسکرا تو دیئے تھے وہ آج فیض
مت پوچھ ولولے دل ناکردہ کار کے
(یوسف ثانی)

رسوائیوں کا آپ کو آیا ہے اب خیال
ہم نے تو اپنے دوست بھی دشمن بنا لئے
(رانا اصغر علی' ملووالا)

یہ ادائے بے نیازی تجھے بے وفا مبارک
مگر ایسی بے رخی کیا کہ سلام تک نہ پہنچے
(شاہد ملک' فیصل آباد)

تیرے لب ہیں کہ جیسے پنکھڑی گلاب کی
چھپا ہوا ہے تجھ میں حسن جہاں کا سارا
(نسرین تبسم ناز' میلسی)

تم مٹا سکتے نہیں دل سے میرا نام کبھی
پھر کتابوں سے مٹانے کی ضرورت کیا ہے
زندگی یوں بھی بہت کم ہے محبت کے لئے
روٹھ کر وقت گنوانے کی ضرورت کیا ہے
(ناہید اعوان' ٹاؤن شپ)

تم منہ سے کچھ نہ بولو' آنکھیں تو بتاتی ہیں
کیا دل میں تمہارے ہے ہم خوب سمجھتے ہیں
(نور فاطمہ' غازی آباد)

تیری زندگی میں دکھوں کا نہ شجر لگے
تجھے کبھی نہ سحر دشمن کی نظر لگے
میرے گرد ویرانیاں ہیں بہت مگر
تجھے کبھی نہ فروزاں کی نظر لگے
(شاہدہ فاروق' لیاقت پور)

تجھ سے ملے نہ تھے تو تیری آرزو نہ تھی
دیکھا تو تیرے طلب گار ہو گئے
(روبینہ شاہین' لاہور)

تجھے تو عشق نے مارا ہم سے دور رکھ کر
یاد تیری ستاتی رہی مجھے تنہا چھوڑ کر
(شہناز معراج' گوجرانوالہ)

تمام رات میرے گھر کا ایک در کھلا رہا
میں راہ دیکھتی رہی وہ راستہ بدل گیا
(قیصرہ سہیل گوندل' ڈنگہ شہر)

تو نے چاہا ہی نہیں حالات بدل سکتے تھے
میرے آنسو تری آنکھوں سے نکل سکتے تھے
تو نے الفاظ کی تاثیر کو پرکھا ہی نہیں
نرم لہجے سے تو پتھر بھی پگھل سکتے تھے
(فرزانہ' ضلع اٹک)

تجھ سے کہہ نہ سکے ہم اپنے دل کی بات
میری خاموش محبت پر یہ الزام تو نہ لگا
(راحیلہ ثنائی' فیصل آباد)

تم کو اس قرب کا احساس بھلا کیسے ہو

جو میرے دل میں ہے لفظوں میں ادا کیسے ہو
جو کبھی بھی پاس نہ تھا اس سے جدائی کیسی
جو کبھی مل نہ سکا اس سے گلہ کیسے ہو
(شاہدہ ناز سیلمی)

تپش سورج کی ہوتی ہے جلنا زمین کو پڑتا ہے
قصور آنکھوں کا ہوتا ہے رونا دل کو پڑتا ہے
(ناصرہ اختر' شہرانوالہ)

تیری معصوم نگاہوں کے تقدس کی قسم
دل تو کیا روح نے بھی تم سے محبت کی ہے
(کشور سلطانہ' کروڑ ضلع لیہ)

تیرے معصوم ہاتھوں سے لکھا ہوا پایا کاغذ
کبھی چوما کبھی آنکھوں کو لگایا کاغذ
(نازیہ کنول' فورٹ عباس)

خواب سے آنکھ وہ مل کر جاگے
کتنے سوئے ہوئے منظر جاگے
ہم نے کاغذ پہ لکھا نام تیرا
حرف و معنی کے مقدر جاگے
(محمد ساجد منہاس)

ہمیں نہ دیکھ زمانے کی گرد آنکھوں سے
تجھے خبر نہیں ہم تجھ کو کتنا چاہتے ہیں
(وقار حسین روکی)

تخلیق کائنات کے دلچسپ جرم پر
ہنستا تو ہو گا آپ بھی یزداں کبھی کبھی
(شجاعت علی' لاہور)

تپش زمین پہ ہوتی ہے جلنا سورج کو پڑتا ہے
قصور آنکھوں کا ہوتا ہے تڑپنا دل کو پڑتا ہے
(محمد بچل سوندر خان لغاری' گاؤں پٹ گل محمد داود سندھ)

سوچتے ہیں حسرتوں کے موڑ پر شام و سحر
جائیں گے کہاں ضیاء ان کی گلی سے روٹھ کر
(زاہد عمران اکاش' فقیروالی 126/KR)

ضروری تو نہیں کہ آگ میں جلے ہر بشر
بس چیزوں کو مقدر بھی جھلس دیتے ہیں

(خضر حیات محمد حسین' کرا...)

اے سورج تجھے معلوم کہاں رات کا دکھ
کسی روز میرے گھر میں اتر شام کے بعد
(ظہور اقبال' رحمت آباد کرک)

میرے پاس سے گذرے میرا حال تک نہ پوچھا
میں یہ کیسے مان لوں کہ دور جا کے روئے
(خالد محمود' کوٹ مومن)

ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کریں
دل ہی نہیں رہا کچھ آرزو کریں
(چوہدری عمران' نعمان' عثمان عارف' کھاریاں کینٹ ضلع گجرات)

ستارے ٹوٹ جائیں گے زمیں پر زلزلہ ہوگا
محمد تخت پر ہونگے عدالت پر خدا ہوگا
(حیدر علی ٹیمن' شکارپور)

قسمت آزما رہا ہوں مقدر آزما رہا ہوں
کسی بے وفا کے خاطر سلائی مشین چلا رہا ہوں
(الطاف فصیح عرفان اور رامیلا' مکاری ٹھٹھہ)

حقیقتیں آشکار کر دیئے صداقتیں بے حجاب کردے
ہر ایک ذرہ دیکھ رہا ہے کہ آ مجھے آفتاب کردے
(محمد احمد' حبیب احمد' فیصل انعم' احسان احمد' محمد صادق' خان پور کٹورہ)

ہونٹوں کو خاموش رکھ کر دل میں فریاد کرتے ہیں
بچھڑے ہوئے سے ملنے کی تمنا کرتے ہیں
(شازیہ ابراہیم' لاہور)

بدلنا ہوگا اسے فاصلوں کو قربت میں
وہ میرے مان کو توڑے کبھی خدا نہ کرے
(نازیہ جٹ' ماڈل ٹاؤن لاہور)

ہمیں تو اپنوں نے لوٹا غیروں میں کہاں دم تھا
میری کشتی تھی وہاں ڈوبی جہاں پانی کم تھا
(غلام عباس سومرو' کوٹری کبیر)

وہ تھوڑا مغرور ہے تو کیا ہوا اے دل
ہم نے انہیں اسی ادا پہ محبوب بنا رکھا ہے
(ایم طاہر خان قیصرانی' ڈیرہ غازی خان)

وہ میرا ہو جو نگاہوں میں حیا رکھتا ہو
ہر قدم قدم ساتھ چلے عزم وفا رکھتا ہو
ناز اس کے نہ اٹھاؤں تو شکایت نہ کرے
اور ہر رنج کے سہنے کی ادا رکھتا ہو
(محمد زاہد انجم' پنن وال جہلم)

وفا تلاش نہ کر ان موسمی پرندوں سے
بہار جاتی ہے تو یہ لوٹ کر نہیں آتے
(آصف مشتاق اینڈ محمد سلیم راجہ' کچاکھوہ)

اب بات دوستی کی نہیں حوصلے کی ہے
لازم نہیں کہ تو بھی میرا ہم خیال ہو
(انیس اقبال' فورٹ عباس)

رفاقتوں کے نئے خواب خوش نما تو ہیں
گزر چکا ہے مگر اعتبار کا موسم
(شائلہ' راہوالی)

میں تجھ کو بھول جاؤں مگر ایک شرط ہے
گلشن میں جا کے پھول سے خوشبو جدا کرو
(طاہر منظور کالیکی' غزلی)

تو خطاوار نہیں اس کی بھی خبر ہے مجھ کو
لیکن ہم بھی نہیں اس عہد وفا میں جھوٹے
(فرح قاسم' دو کوٹہ)

تم تکلف کو بھی اخلاص سمجھتے ہو فراز
دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا
(ریما ارمان' صادق آباد)

تمہاری پیاس اگر بجھ بھی جائے اے ناصر
تم اپنے آہن کے گوشے میں کربلا رکھنا
(افشاں سید افشی' ملتان)

تازہ ہوا کے شوق سے میں اے ساکنان شہر
اتنے نہ در بنا کہ دیوار گر پڑے
(مس عنبرین' برمنگ راولاکوٹ)

تاروں بھرے آنچل میں پر نور سا چہرہ
آکاش کی وسعت میں کوئی چاند ہو جیسے
(فوزیہ سحر' آزاد کشمیر)

تم نہ آئے کبھی نزدیک تو اچھا ہی کیا
لوگ نادان ہیں یونہی شہر میں چرچا ہوتا

(مصباح نذیر' احمد پور شرقیہ)

تم فاتحہ بھی پڑھ چکے ہم دفن بھی ہو چکے
ہمیں خاک میں ملا کر اب آپ بھی سدھر جایئے
(نازیہ اشرف' چاچڑاں شریف)

تیری یادوں کے دیے جب بھی جلاتا ہے خیال
حسن کچھ اور شب غم کا نکھر جاتا ہے
(آسیہ ملک' راولپنڈی)

تیرے پیار نے دل کو برباد اس طرح کیا
خود بربادی رو پڑی کہ میں نے کیا کیا
(شہزادی گلفام مغل' دینہ)

تیری جدائی سے بچنے کا حل تلاش کروں
جو تیرے قرب میں گزرے وہ پل تلاش کروں
(مسرت ناز' رحیم یار خان)

تو میرے شوق ملاقات پہ تنقید نہ کر
اچھے لگتے ہیں مجھے تیری شباہت والے
(ارم قریشی' سمبڑیال)

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے
(شگفتہ شاہین' ہارون آباد)

تمہارے ہی سہارے جی رہے تھے ہم
اب تم ہی نہیں تو کیا کریں گے جی کر
نہ کشش نہ ہے اب آرزو جینے کی
تم ہوتے تو کیا تھا مزہ جینے کا
(فرزانہ جمیل' سندھ)

تو نے بھری دنیا میں مجھے رسوا کیا کیوں
خلش ہے دل میں کہ پیار میں نے کیا کیوں
(مونا' مظفر گڑھ)

تیرے قریب رہے اور پیار کو ترسے
چمن میں رہتے ہوئے ہم بہار کو ترسے
(گلناز ظفر' منچن آباد)

تیرے شک کی نگاہوں کے اشارے عجیب ہوتے ہیں
نظروں سے نظریں ملنے والے نظارے عجیب ہوتے ہیں
لبوں پہ ہاتھ رکھ کر زلفوں کو جھٹکا دینا
تبسم بھرے ہونٹوں کے آپارے عجیب ہوتے ہیں

(روبی جمیل' لاہور)

تیری بے رخی کے بعد قدرت نے یہ رنگ دکھائے
اک پل میں بے مروت ہوگئے تیرے شہر کے لوگ

(عائزہ نورین' ہنجورو)

تم پوچھو اور میں نہ بتاؤں ایسے تو حالات نہیں
اک ذرا سا دل ٹوٹا ہے اور تو کوئی بات نہیں

(عمرانہ مسعود' لاہور)

تم سے پیار اتنا ہوگا یہ سوچا نہ تھا
دل بے قرار اتنا ہوگا یہ سوچا نہ تھا

(عابدہ انمول گل' لاہور)

تم مجھ سے پوچھتے ہو راہ رسم زندگی
مجھ کو غم حیات نے جینے کہاں دیا

(یاسمین ناز گوادر' بلوچستان)

تمنا کب کی تھی باغ گلستان کی میں نے
اک پھول کو چاہا تھا سو وہ بھی ہم پا نہ سکے

(صغریٰ شفیع' قصور)

تصور میں چلے آتے تمہارا کیا بگڑ جاتا
تمہارا کچھ نہ جاتا ہمیں دیدار ہو جاتا

(مس عندلیب' نوشہرہ)

تو کبھی تنہائیوں میں میرا ہم سفر تھا
سائے کی طرح ساتھ چھوڑ گیا' شام ڈھلنے کے بعد

(روبی ناز' گکھو منڈی)

تجھ کو پانا اگر ممکن نہیں مگر اتنا تو ممکن ہے
کہ تیری آرزو میں زندگی کی شام ہو جائے

(ہبا رحمٰن کوہالہ' پاکستان)

تیرے خیال سے دامن بچا کے دیکھا ہے
دل و نظر کو بہت آزما کے دیکھا ہے
نشاط جاں کی قسم تو نہیں تو کچھ بھی نہیں
بہت دنوں تجھے ہم نے بھلا کے دیکھا ہے

(شبانہ عارف' بہاولپور)

تمام عمر ساتھ رہتا ہے کہاں کوئی
یہ جانتی ہوں مگر کچھ دور ساتھ چلو

(شکیلہ' چونگی امرسدھو)

تم نے بھی مجھے غیر سمجھا' یہ ستم بھی کم نہیں
میں شریک زندگی ہوں تو شریک غم نہیں

(عاشی ندیم' چونیاں)

تیری آنکھیں کہ جیسے چمکتا ستارہ
وابستہ ہے ان سے مقدر ہمارا
اپنی مٹی پہ ہی چلنے کا سلیقہ سیکھو
سنگ مرمر پہ چلو گے تو پھسل جاؤ گے

(مرزا قدیر عباس' فیصل آباد)

تیرے کوچے سے اب میرا تعلق واجبی سا ہے
مگر جب بھی گزرتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

(غیاث الدین' چارسدہ)

دولت تو کوئی شے ہی نہیں اس کی طلب کیا
محروم ہے جو پیار سے وہ دل غریب ہے

(شجاعت علی' لاہور)

وہ جو نگاہ ناز کا اک وار کر گیا
سینے میں میرے درد کو بیدار کر گیا

(ریاض احمد ناز مغل' موڑ کھنڈا)

جانے کب تک تیری تصویر نگاہوں میں رہی
ڈھل گئی رات تیرے عکس کو تکتے تکتے

(محمد عمران نیاز' عبدالحکیم)

میں سمندر ہوں کہیں ڈوب نہ جانا مجھ میں
تم کو اندازہ نہیں ہے میری گہرائی کا

(وقار حسین وکی)

پتھر ہی لگیں گے تجھے ہر سمت سے آ کر
یہ جھوٹ کی دنیا ہے یہاں سچ نہ کہا کر
اب روتا ہے تجھ سے کئی بار کہا تھا
حالات کے دھارے کے مخالف نہ بہا کر

(مونا' لاہور)

تیری رفاقتوں سے وہ سکون ملا مجھ کو
دیپ جل اٹھے ہیں اس غم کی زندگی میں

(سویرا ندیم' منڈی کنگن پور)

تیرا درد دل میں چھپا لیا' تجھے اپنا نہ ہم بنا سکے
رہیں دل کی دل میں حسرتیں تجھے حال دل نہ سنا سکے

(نگینہ یوسف' رحیم یار خان)

بہترین شعر اپنے پیاروں کے نام

روشن کمال-حیدر آباد کے نام

تم نے ہر کھیت میں انسانوں کے سر بوئے ہیں
اب زمین خون اگلتی ہے تو شکوہ کیسا؟

محمد امین قتال پوری-قتال پور

کسی اپنے کے نام

آج اداس ہوں تو کسی نے بھی آواز نہ دی محسن
کیا یہ مٹی کے انسان کسی سے وفا نہیں کرتے؟

ایم اشفاق بٹ-لالہ موسیٰ

افضل جواد-کالا باغ

لبوں پہ تو جو تبسم سجائے پھرتا ہے
ہماری ذات کی نیند میں چرائے پھرتا ہے
بجھا بجھا سا وہ بے کیف سانولا چہرہ علی
نجانے کتنے غموں کو چھپائے پھرتا ہے

محمد علی-کالا باغ

آمنہ افضل اعوان-فیصل آباد کے نام

ہر پل ہر سانس میں ہر دل کی دھڑکن کے ساتھ لگتا ہے کہ تم ہو
گھر کی دیواروں میں موسم کے نظاروں میں لگتا ہے کہ تم ہو
گلشن کی بہاروں میں آسمان کے تاروں میں لگتا ہے کہ تم ہو
مگر میری جان آمنہ تم کہیں بھی نہیں ہو مگر پھر بھی لگتا ہے کہ تم ہو

محمد افضل اعوان-گوجرہ

مس صبا-کلر سیداں کے نام

یہ سوچ کر پلکوں میں چھپا لیتا ہوں آنسو صبا جی!
گر کر یہ میری آنکھ سے میری طرح تنہا نہ ہو جائے

سفیر اداس-مظفر آباد

نثار احمد حسرت کے نام

ان لڑکیوں سے تیری دوستی اچھی نہیں نثار
بچے تیرے جوان ہیں کچھ تو خیال کر

ایم شفیع تنہا-امرہ خورد

K کے نام-اٹک

عجب لطف آ رہا تھا دیدار کی دل لگی کا آکاش
کہ نظریں بھی مجھ ہی پر تھیں اور پردہ بھی مجھ ہی سے تھا

جواد احمد آکاش-جنڈ

لاہور کے دوستوں کے نام

میرے عیب انگلیوں پہ گنواؤ یارو
بس میری غیر موجودگی میں مجھے برا نہ کہنا

عبدالغفار تبسم-لاہور

اجنبی دوست کے نام

تم نے سہی کیا میں شعر نہیں ہوں
لیکن کسی کی بے وفائی نے شعر بنایا

کریم بگٹی-سوئی گیس فیلڈ

ملک طیب اعوان تنہا-کھیری شریف

یونہی چھوڑ کر چلے گئے ہو جان من
ہماری غلطی کیا تھی بتا تو دیتے
ہم نے تمہیں پیار کیا ہے جرم تو نہیں
اگر جرم ہے تو اس کی سزا تو دیتے

ملک ایس خان-ہری پور ہزارہ

A مانسہرہ کے نام

اب ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں

ہاشم خان-چندور یائیں

کنگن پور میں کسی اپنے کے نام

اے کہنا اداس ہے تیرے جانے سے
ہو سکے تو لوٹ آنا کسی بہانے سے

تو لاکھ خفا سہی ہم سے مگر ایک بار
دیکھ کوئی ٹوٹ گیا ہے تیرے جانے سے
محمد اسحاق انجم-ننکن پور

اے ڈی ناز-ساہیوال کے نام

زندگی کی شام ہونے سے پہلے
لوٹ آنا عمر تمام ہونے سے پہلے
ہمیں یاد کر کے تکلیف تو ہوتی ہو گی
آ دیکھ ہمیں بدنام ہونے سے پہلے
میسر رضا-ساہیوال

فیصل دکھی-نوشہرہ کے نام

جاتے ہوئے لوگوں کو کون روک سکا ہے فیصل
یہ تو وہ اندھیرے ہیں جو صبح ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتے ہیں
جانے سے پہلے اتنا سوچ لینا اے فیصل۔
ہم جیسے لوگ تم کو ساری زندگی نہیں ملیں گے
میاں محمد عرف دکھی-گاؤں نوشہرہ

این ایس کے نام-سوہاوہ

میرے ہونٹوں کے تبسم کے دیکھاوے پہ نہ جانے وفا صنم
یہ تو پردہ ہے ساقی غم دل کو چھپانے کے لئے
پھر وفائیں بھی کرو گے تو کوئی نہ پوچھے گا محسن
یہ تیرے سارے تبسم فقط میرے مر جانے تک ہیں
محمد عمران بٹ-سوہاوہ

دل میں رہنے والوں کے نام

روٹھے چاہے ساری دنیا ہم سے
تم کبھی بھی ہم سے خفا مت ہونا
شہناز مجید-میرپور ماتھیلو

A انمول-کالاباغ کے نام

بہاریں چمن کی محفلوں میں مسکراتی ہیں
تو گل و گلزار بھی کھل کہتے ہیں ہمیں تم سے محبت ہے
احمد مجی-کالاباغ، میانوالی

J.U رانی-جدہ

تو ہے سورج تجھے کیا معلوم رات کا دکھ
کسی روز آ میرے گھر شام کے بعد
ایم وائی سچا-جدہ

رخسانہ آفتاب-ملتان کے نام

مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں
تو میرا شوق دیکھ میرا انتظار دیکھ
فرہاد علی جٹ-ملتان کینٹ

کسی اپنے کے نام

کرنی ہو محبت تو پھر سوچا نہیں کرتے
انجام ہو جیسا بھی یہ دیکھا نہیں کرتے
ہمت نہ ہو لڑنے کی اے جان وفا
یوں عشق کے میدان میں اترا نہیں کرتے
محمد اقبال رحمٰن-سیکی بالا ہزارہ

عزیز النساء-اسلام آباد کے نام

زبان تو کہہ نہیں سکتی تمہیں احساس تو ہو گا
میری آنکھوں کو پڑھ لینا مجھے تم سے محبت ہے
خلیل احمد ملک-شیدانی شریف

اویس تنولی-سنگھور کے نام

مانا کہ آج ہم اکیلے رہ گئے
جدائی کے آنسو آنکھوں سے بہہ گئے
روتے ہوئے کون چپ کرائے گا
ہمیں جو چپ کراتے تھے وہی رونے کو کہہ گئے
بشیر سانول-سنگھور

حمیرا ارشد کے نام

ہر وقت میری کھوج میں رہتی ہے تیری یاد ہے
تو نے تو میرے وجود کی تنہائی بھی چھین لی
رئیس ارشد-سٹی خان بیلہ

سونیا ناز-خوشاب کے نام

جب سے تجھ کو پا لیا سب کچھ کما لیا
اب کوئی تمنا نہیں تجھ کو پا لینے کے بعد
مجاہد ناز عباسی-سنجر پور

عابدہ رانی-گوجرانوالہ کے نام

سکھ میں تیرے سنگ چلیں گے
دکھ میں سب منہ موڑیں گے
دنیا والے تیرے بن کے
تیرا ہی دل توڑیں گے
سید عارف شاہ-جہلم شہر

سیف الرحمٰن زخمی-سیالکوٹ کے نام

میرے سجدوں کے تسلسل کو تو کیا جانے فنا
سر جھکایا تیری خوشی مانگی ہاتھ اٹھائے تو تیری زندگی مانگی
عمران فنا-حب ڈیم

سعدیہ، رافعیہ اینڈ علی عباس کے نام

وقت بدلتا ہے زندگی کے ساتھ ساتھ
زندگی بدلتی ہے وقت کے ساتھ ساتھ
محبت نہیں بدلتی اپنوں کے ساتھ اظہر
بس اپنے بدل جاتے ہیں وقت کے ساتھ ساتھ
سید اظہر حسین شاہ کاظمی-چنیر

اے آر راحیلہ منظر-فیصل آباد کے نام

ہم خانہ بدوشوں کی طرح گزارا کرتے ہیں
بچھڑے نہ کوئی کسی سے بس یہ دعا کرتے ہیں
ہم تیرے لئے جیتے ہیں تیرے لئے مرتے ہیں
اب تو آ جاؤ ہم روز تیرا ہی انتظار کرتے ہیں
سیف الرحمٰن زخمی-مقابر شریف

بٹ-گوجرانوالہ کے نام

تیری چاہتوں کو سلام کرتے ہیں
چند لفظ آپ کے نام کرتے ہیں
محبت نام کا لفظ آپ کی شان کرتے ہیں
اپنی زندگی کا ہر لمحہ آپ کے نام کرتے ہیں
یہ زندگی آپ کی غلام کرتے ہیں
اتنا جان لے محبت بے شمار کرتے ہیں
محمد شہباز گل-گوجرانوالہ

جان-نامعلوم کے نام

میں بے وفا ہوں جانے کیوں وہ یہ گمان کرتا ہے
تڑپاتا ہے رلاتا ہے بڑا پریشان کرتا ہے
میں کیوں دعا نہ کروں تیری دنیا سے جانے کی خدایا
دیکھ تیری دنیا میں کیا کیا انسان کرتا ہے
عابد رشید-ڈھوک مغل

جویریہ شہزادی-پیر محل گاؤں کے نام

جیون کے سفر میں راہی اظہر ملتے ہیں بچھڑ جانے کو
اور دے جاتے ہیں یادیں تنہائی میں تڑپانے کو
اظہر سیف دکھی-سکھیکی منڈی

مس صبا-کلر سیداں کے نام

ہر رات کے چاند پہ ہے نور آپ سے
صبح کی اوس کو غرور آپ سے
محمد خادم جنگ-ڈیرہ مراد جمالی

صنم-شہداد کوٹ کے نام

تو ملی ہے تقدیر سے اے میری ہمدم
کبھی تنہا نہ چھوڑ کہ جانا صنم
سمجھ جانا کہ پردہ ہے تیرے نام میں
تیرے بنا دل لگتا نہیں اب کسی کام میں
ظفر نور بھٹو-اوباوڑہ

راحیلہ منظر-چک جھمرہ کے نام

نہ ستاؤ ہمیں ہم ستائے ہوئے ہیں
جدائی کا غم اٹھائے ہوئے ہیں
کھلونا سمجھ کر ہم سے نہ کھیلو
ہم بھی اسی خدا کی بنائے ہوئے ہیں
سراج اللہ خٹک-ضلع کرک

دشت تنہائی میں اشکوں کا سہارا لے کر
ندیم ہم نے مانگی تیرے ملنے کی دعا دیر تک
امداد علی عرف ندیم عباس تنہا-میرپور خاص

بے وفا کے نام

رشتہ نہیں ٹوٹا تیری یاد کا میرے دل سے
گفتگو جس سے بھی ہو خیال تیرا ہی رہتا ہے
سفیر اداس موہری-مظفر آباد

ثمرین-عارف والہ کے نام
بے اعتبار وقت پے جنجنا کے رو پڑے
پا کر کبھی اسے تو کبھی کھو کے رو پڑے
ہمارے پاس خوشیاں مستقل ہی کہاں رہیں
باہر کبھی ہنسے بھی گھر میں آ کے رو پڑے
مدد حسین بلوچ-عارف والہ

سلیم خان-لکھن کے کے نام
تم میرے خواب میں رہتے ہو
دل کی کتاب میں رہتے ہو
بھولنا ہی تمہیں ناممکن ہے
تم ہر سوچ ہر خیال میں رہتے ہو
ایم شہزاد-پھول نگر

اپنے پیار کے نام
سب کہتے ہیں جدائی ختم نہیں ہوتی
کسی کو یاد کرنے سے زندگی ختم نہیں ہوتی
دن بھی گزر جاتا ہے رات بھی گزر جاتی ہے
جب تنہا ہوتا ہوں تو بس تیری یاد ختم نہیں ہوتی
محمد لقمان اعوان-سریانوالہ

طاہرہ-کوٹلی دندلی کے نام
جب میں مر جاؤں گا میری لاش کا چرچا عام ہو گا
کفن چہرے سے ہٹا کر دیکھ لینا لب پہ تیرا ہی نام ہو گا
حافظ محمد شفیق عاجز-کوٹلی دندلی

ایمان-کراچی کے نام
ستم پے وہ ستم کرتے ہیں
ہم پھر بھی اُن پر مرتے ہیں
اُس کی جھوٹی محبت میں غمشاد
ہم ساری عمر جلتے رہے
الٰہی بخش غمشاد-کیچ مکران

مس روبینہ-ٹلہ جوگیاں کے نام
بے ربط خیالات کی دنیا سے نکل جا
تو ساتھ زمانے کے کسی روز بدل جا
بے نام اشکوں کا سہارا نہ لیا کر
کر دفن تمناؤں کو اس طور سنبھل جا
نگہت عزیز-لاہور

کریم بگٹی-سوئی گیس کے نام
نہ ہم رہے نہ وہ خوابوں کی زندگی رہی
گماں گماں سی مہک خود کو ڈھونڈتی ہی رہی
حریم شوق کا عالم بتائیں کیا تم کو
حریم شوق میں بس شوق کی کمی ہی رہی
جمیلہ بانو-لاہور

مس کوثر-پتوکی کے نام
تجھے پا کے کھونے کی آرزو، تجھے کھو کے پانے کی جستجو
کبھی دل میں چلتی رہی سدا، کوئی لذت غم آرزو
دل مضطرب کو تلاش تھی ترے رو برو تری چاہ کی
مگر آنکھ میری چھلک گئی سر آئینہ مرے روبرو
رخسانہ سلطان-لاہور

ایس سلمیٰ-ہری پور کے نام
کر گئی پاگل تیری خوشبو مجھے
کھا گیا ہے حسن کا جادو مجھے
اس کی آنکھوں میں نظر آیا نہیں
میرے حصے کا کوئی آنسو مجھے
تنزیلہ حنیف-چوکیاں

تنزیلہ حنیف-چوکیاں کے نام
میں جانتی ہوں اندھیرا نصیب ہے میرا
سحر نہ ہو گی مگر پھر بھی آس رہنے دو
شام ڈھلتے ہی دریچے پہ بجھ گئیں آنکھیں
وہ اک قیاس ہے تو یہ قیاس رہنے دو
نیلوفر-راولپنڈی

سپاہی خضر علی-پاک کیمپ کے نام
ابھی کچھ دیر نگاہوں میں پیاس رہنے دو
دل اس کے پاس ہے تو اس کے پاس رہنے دو
بانو-گوجرانوالہ

نرگس ناز-سکھر کے نام
کبھی رات کو سونے سے پہلے مجھے یاد کرنا
کچھ پا کر کھونے سے پہلے مجھے یاد کرنا
قدم قدم پہ دنیا ستم کرے گی بہت
کسی بات پہ رونے سے پہلے مجھے یاد کرنا
جمیل فدا خیر پوری-خیر پور میرس

کرن فریدہ-چیچہ وطنی کے نام
ملنے کی دل میں اک آس رکھنا
کبھی نہ خود کو میری جان اداس رکھنا
خوشی ملے گی اک روز بارش کی طرح
ان آنکھوں میں تھوڑی سی پیاس رکھنا
محمد اشرف زخمی دل-بچیکی

کالا باغ کے دوستوں کے نام
پیار سے پیاری کوئی مجبوری نہیں ہوتی
کبھی اپنوں کی کبھی پوری نہیں ہوتی
دلوں کا جدا ہونا اک الگ بات ہے
نظروں سے جدا ہونا کوئی دوری نہیں ہوتی
محمد افضل جواد-کالا باغ

مصطفیٰ-کراچی کے نام
آزمائش رشتوں میں ضروری ہوتی ہے
نہ مل پانا کسی کی مجبوری ہوتی ہے
یاد تو دور سے بھی کر سکتے ہیں لیکن
مل کر ہی دل کی حسرت پوری ہوتی ہے
رحیم اللہ-کراچی

K-خان پور کے نام
خشکی و تری پہ قادر ہے آسان میری مشکل کر دے
ساحل کی طرف کشتی نہ سہی کشتی کی طرف ساحل کر دے
شاہد اقبال خٹک-کرک جندری

انیلہ نینا-کراچی کے نام
جس سے ہمیں بہت پیار تھا اس کو نہ مجھ پر اعتبار تھا
چھوڑ کر چلی گئی وہ مجھے جس کے بن جینا دشوار تھا
وہی بے قرار کرے گی مجھے جس کا دیدار میرا قرار تھا
لوٹ آؤ میری تو زندگی تو بس تیرا پیار تھا
عبدالرشید بزنجو-گڈانی لسبیلہ

بھاگ نگر کے کسی اپنے نام
لوگ جب پوچھتے ہیں کہ کون ہے سنگ دل
جو تیری یہ حالت کر گیا رفاقت
میں مسکرا کے کہتا ہوں اس کا نام
ہر کسی کے لب پر اچھا نہیں لگتا
رفاقت علی-بھاگ نگر

احمد نجمی اور افتخار مغل کے نام
وہ میرے کالر میں تیرے ہاتھ کا تازہ گلاب
اب یہ ڈائری میں چند سوکھی پتیاں
میرے ہاتھوں سے اک اک کر کے اڑتی گئیں
تیری قسموں اور وعدوں کی ساری تتلیاں
مجید احمد جائی-ملتان

مندرہ کے بے درد کے نام
پھر وفائیں بھی کرو گے تو کوئی نہ پوچھے گا فراز
یہ تیرے سارے ستم فقط میرے مر جانے تک ہیں
راجہ فیصل مجید-کراچی

مزمل حسین صداجی-کسووال کے نام
میں نے تم پر اعتبار کیا دوستی کا خود سے بڑھ کر اے صدا
مگر کیا پتہ تھا تم بھی بدل جاؤ گے دنیا کی طرح
مجھ کو بتاؤ میں نے تمہارا کون سا کوئی قصور کیا
کیوں بڑھایا تھا ہاتھ دوستی کا اب خود ہی ہے کھینچ لیا
محمد ارسلان احمد دگی شاہانی-ڈھوک مراد

F-راولپنڈی صدر کے نام
ویسے تو بہت ہوتے ہیں کم لوگ مسافر
بہت سے چلے آتے ہیں ہم لوگ مسافر
ایک رستہ ہے اس رستے پہ اک بھیڑ لگی ہے
ایک دل ہے اور اس دل میں سو روگ مسافر
محمد خورشید اجنبی-لاچی ، مانکین

سیالکوٹ کی ثناء کنول کے نام

جان ہے مجھ کو زندگی سے پیاری
جن کے لئے کر دوں قربان یاری
جان کے لئے تو دوستی ساری
اب تم سے کیا چھپانا تم ہی تو ہو جان ہماری

ایم افضل کھرل-ننکانہ صاحب

کلرسیداں کی مس صباء کے نام

نہ طبیبوں کی طلب ہے نہ دوا مانگی ہے
نیند میں چاہوں تیری زلفوں کی ہوا مانگی ہے

محمد خادم جنگ-ڈیرہ مراد جمالی

سبزاپ کے اکبر شاہین کے نام

تم مجھ سے دور ہے ہم تمہیں یاد بار بار کرتے ہیں
نجانے تم کس حال میں ہو ہم یہاں فریاد کرتے ہیں

مصطفیٰ گل-لیاری، کراچی

آئی-جوہر آباد کے نام

دھڑکن سے دھڑکن کو جوگ لگا چاہت میں
بیٹھا سا اک روگ لگا آنے لگی ہر سو سمن کی خوشبو
اس خوشبو میں بسا ہے تو ہی تو
لبوں کو لبوں سے ملی راحت
روح سے روح ملی بنی جنت

محمد احسان دانش-جوہر آباد

میری پیاری امی کے نام

ہر موسم میں نکھار تیرے دم سے تھا
موسم خزاں بھی بہار تیرے دم سے تھا
تجھ سے بچھڑ کے خود کو بدنصیب سمجھتی ہوں
خوش نصیبوں میں میرا شمار تیرے دم سے تھا

نرگس ناز-سکھر

کراچی کی سونیا کے نام

آئے تھے ہم دنیا میں ہمیں مسرت تھی جینے کی
مگر تم سے دل لگا بیٹھے تمہیں عادت تھی جان لینے کی

دین محمد بگٹی-کراچی

بہاولنگر کی ثناء ماہ نور کے نام

کسی سے جدا ہونا اگر اتنا آساں ہوتا محسن
تو جسم سے روح کو نکالنے کبھی فرشتے نہ آتے

جمیل پیدا خیرپوری-خیر پور میرس

شہداد پور کی شہزادی کے نام

یوں تیرے دیدار کے لئے ترستے رہے
آنسو بھی آنکھوں سے برستے رہے
چھوڑ دیا تم نے غریب جان کر
پھر بھی ہم تم پہ مرتے رہے

ظفر نور بھٹو-اوباوڑہ

این جی گوجرہ کے نام

تیری مسکراہٹ میری پہچان ہے
تیری خوشی مرا ارمان ہے
اے جان زندگی بس اتنا تو سمجھ لے
تیری دوستی میری جان ہے

حماد ظفر بادی-منڈی بہاؤالدین

ابوظہبی کے راجہ سکندر زمان کے نام

تو کل چلا جائے گا تو میں کیا کروں گا
تو یاد بہت آئے گا تو میں کیا کروں گا

راجہ فیصل مجید-کراچی

S خانیوال کے نام

دھوکہ نہ دینا تجھ پہ اعتبار بہت ہے
دل تیری چاہت کا طلبگار بہت ہے
تجھے نہ دیکھوں تو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا
ہم کیا کریں تجھ سے پیار بہت ہے

ایم سلیم ناز-خانیوال

فیصل آباد کے ایم مجاہد چاند کے نام

دستکیں دے کر گزر جاتی ہیں کتنی یادیں
دل وہ دروازہ ہے جو برسوں میں کہیں کھلتا ہے

رائے جاوید کھرل-فورٹ عباس

شرمین رفیق-لاہور کے نام

صورت اُس کی خیالوں سے کیوں نہیں جاتی
نیند ہے آنکھوں میں مگر کیوں نہیں آتی
وہ ساتھ تھا تو موت کا خوف تھا مجھے
اب میں تنہا ہوں تو موت کیوں نہیں آتی

فاطمہ امانت-لاہور

انکل جی کے نام

آپ میری دعاؤں میں شامل ہیں اس طرح
پھولوں میں ہوتی ہے خوشبو جس طرح
خدا پاک آپ کی زندگی میں اتنی خوشیاں دے
زمین پہ ہوتی ہے بارش جس طرح

غلام قمر-پنڈی بھٹیاں

اپنی چاہت کے نام

ہم کو جان سے پیاری تھی جو ساتھ ہمارا چھوڑ گئی
دھڑکن میں نام اُس کا تھا جو پیار کا رشتہ توڑ گئی

محمد عمران بٹ-ڈھوک ڈل

تمام پاکستانیوں کے نام

دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ، نئے صبح و شام پیدا کر
میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر

امتیاز حسنی-کراچی

محمد اقبال رحمان کے نام

حال دل، یار کو لکھوں کیوں کر
ہاتھ دل سے جدا نہیں ہوتا
تم ہمارے کسی طرح نہ بنے
ورنہ دنیا میں کیا نہیں بنتا

طارق سلیم دھمیال-اسلام آباد

ع-م-گلگت بلتستان کے نام

میں نے پوجا ہے تجھے، تیری عبادت کی ہے
تجھ کو چاہا ہے صنم تجھ سے محبت کی ہے

محمود عالم حاکم-کراچی